فروغِ علم

میں خانوادہ سیال شریف اور اُن کے خلفاء کا کردار



آستانہ عالیہ سیال شریف

ایک تحقیقی کتاب جس پر مصنف کو کراچی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی

تحقیق و تصنیف

ڈاکٹر محمد صحبت خان کوہاٹی

سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی

انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ

Ph:021-35879657
35823388
35371901

فروغِ علم

میں

خانوادۂ سیال شریف اور اُن کے خُلفاء کا کردار

(ایک تحقیقی کتاب جس پر مصنف کو کراچی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی)

تحقیق و تصنیف

ڈاکٹر مُحمّد صُحبت خان کوہاٹ

سعادتِ طباعت : سیّد ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی

بانی و ناظم اعلیٰ : انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ، کلفٹن کراچی

فون : 021-35879657-35823388

35371901

نام کتاب : فروغ علم میں خانوادۂ سیال شریف اور اُن کے خلفاء کا کردار
تالیف : ڈاکٹر محمد صحبت خان کوہاٹی (تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی)
کمپوزنگ : حافظ محمد عابد سعید (0300-3340980)
اشاعت : فروری ۲۰۱۰ء
تعداد : ۱۰۰۰
صفحات : ۴۷۶
قیمت : ۳۰۰/- روپے
ناشر : سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی بانی و ناظم اعلیٰ
دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ، پنجاب کالونی، کراچی۔

کتاب ملنے کے پتے

- مکتبہ ضیاء شمس الاسلام، آستانہ عالیہ سیال شریف، سرگودھا۔
- ضیاء القرآن، پبلی کیشنز، اردو بازار، کراچی۔
- دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ، پنجاب کالونی، کراچی۔ 35376884
- دارالعلوم ضیاء القرآن سلیمانیہ للبنات، اعظم بستی، کراچی۔

اِنتساب

اُس محسن، اُس مُربی، اُس مہربان اور اُس قدردان عظیم انسان کے نام جن کے قائم کردہ علمی مرکز (دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ) نے مجھ ایسے سینکڑوں علم کے پیاسوں کو سیراب کیا، تحریر وتقریر کا ذوق بخشا، وعظ ونصیحت کی مسند پر بٹھایا۔ تعلیم وتدریس کا شوق عطا کیا اور اس بہانہ دین دنیا کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا، جنہیں دنیا سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی کے مقبول ومبارک اور منظور ومحبوب نام سے جانتی ہے اور ''بڑے شاہ صاحب'' کے لقب سے پکارتی ہے اور جو (میرے پی ایچ ڈی) ڈاکٹریٹ کی ڈگری ایوارڈ ہونے پر میرے والدین کے بعد سب سے زیادہ شاداں وفرحاں ہوئے، خود مجھ سے بھی زیادہ!

اور

اُس بے لوث، مخلص، رہبر، تصنیف وتحقیق کے ماہِ تاباں، اہلسنت کے لئے سرمایۂ افتخار ''قمرالاسلام'' کے مایۂ ناز فرزند علمی اور ادبی راہوں کے رہنما، یاروں کے یار، مونس وغمخوار، معین ومددگار، شیخ زید اسلامک سینٹر، کراچی یونیورسٹی کے ڈائریکٹر، پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب کے نام جن کی رہنمائی کے بغیر میں یہ منزل کبھی نہ پاسکتا۔ میرا کریم اور قدیر مولیٰ عزوجل اپنے رؤف اور رحیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ان دونوں محسنوں کو اپنی شان کے لائق اجرِ کثیر سے نوازے۔ (آمین)

خاکِ راہِ صاحب دلاں

محمد صحبت خان کوہاٹی

تشکر و امتنان

خانوادۂ سیال شریف اور اُن کے خلفاء کی علمی خدمات پر تعلیمی دنیا کی سب سے بڑی سند ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا ہونے اور اس عظیم کامیابی پر میں اپنے خالق و مالک، اپنے پروردگار جل جلالہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ فیاض پروردگار کے حبیب مختار، جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں کلماتِ تشکر کا ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ اپنے والدین کریمین، اساتذۂ کرام، احباب اور محبت کرنے والے ہر اُس مہربان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو کسی بھی طرح اس میدان میں میری کامیابی کا وسیلہ بنا۔ بالخصوص ''قمرالاسلام'' کے بانی و ناظم اعلیٰ سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی اپنے سپروائزر، نامور محقق و مصنف پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب، کراچی یونیورسٹی کے شعبہ سندھی کے سربراہ اور شاہ عبداللطیف بھٹائی چیئر کے صدر نشین پروفیسر ڈاکٹر سلیم میمن اور برادرم ڈاکٹر محمد عارف خان ساقی کا شکرگزار ہوں جن کی عنایات شمار میں نہیں آتیں۔ محسن و مہربان علامہ سید عظمت علی شاہ صاحب ہمدانی کا شکرگزار ہوں جنہوں نے کتب کی فراہمی میں معاونت فرمائی۔

محبوب دوست ملک محبوب الرسول قادری، برادرم قاری محمد یعقوب بالاکوٹی، برادرم حافظ افتخار احمد ہزاروی، برادر عزیز قاری محمد شریف کوہاٹی، ریسرچ ورک کے دوران میرے معاون رہے، حاجی عبدالغفار ڈھیڈھی اور کیپٹن (ر) افتخار احمد کی نوازشات شاملِ حال رہیں۔ میں ان تمام مہربانوں کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں، جن کی بے لوث دعائیں ہر قدم پر میرے ساتھ تھیں۔ میرے دوست حافظ محمد عابد سعید نے محنت اور محبت سے اس تحقیقی مقالہ کی کمپوزنگ کی، ان کا شکرگزار ہوں۔ اپنے اہل خانہ اور بچوں کے لئے دعاگو ہوں کہ انہوں نے مجھے یکسوئی سے یہ کام کرنے کا موقع بخشا۔ مہربان خدا میرے ہر محسن کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ (آمین)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

وبعد!

تمہید:

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہر دور میں صوفیائے کرام نے مختلف انداز سے انسانیت کی فلاح و بہبود اور تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام دیا۔ کبھی مجالسِ وعظ و تلقین کے طور پر، کبھی دینی اداروں کے قیام اور ان کی سرپرستی کی صورت میں اور کبھی تصنیف و تالیف کے انداز میں۔

وادیٔ خیر و برکت سیال شریف (سرگودھا) کے عالی ہمت، بلند نظر اور راسخ الفکر سجادہ نشینوں نے گزشتہ اڑھائی سو سالوں سے برصغیر میں بسنے والے اہلِ اسلام کی تمدنی، معاشرتی، دینی، سیاسی، علمی، ادبی اور اصلاحی میدانوں میں جس انداز میں رہنمائی کی اس کی نظیر ملنا مشکل ہے جب تیرہویں صدی ہجری میں دہلی کی سلطنت زوال کی آخری سرحدوں کو چھو رہی تھی اور مسلمانوں کی حالت ابتر تھی، ان حالات میں خواجہ شمس الدین سیالوی کی نور افشاں تعلیمات نے پورے ماحول کو نہ صرف ثبات و سکون سے آشنا کیا بلکہ انہیں مستحکم نظریاتی اقدار کے مطابق زندہ رہنے کا حوصلہ بھی عطا کیا۔ آپ نے اور آپ کے خلفاء نے اور پھر خلفاء کے خلفاء نے مسلمانانِ برصغیر کی جس طور پر رہبری کی اور جس انداز سے علمی، دینی، اصلاحی رہبری فرمائی وہ ہماری تاریخ کا درخشاں باب ہے۔

ضرورت تھی اس امر کی کہ خانوادہ سیال شریف اور اُن کے خلفاء کی عظیم علمی کاوشوں کا ایک تحقیقی جائزہ لیا جائے۔ خانوادہ سیال شریف کے زیرِ سرپرستی جہاں جہاں مراکزِ علم قائم ہوئے، جن مقامات پر بساطِ علم بچھائی گئی اور اس عرصہ میں جن موضوعات پر کتب تالیف کی گئیں، اُن کا جائزہ لیا جائے، چنانچہ پیشِ نظر مقالہ میں آپ کو جابجا مطلوبہ معلومات یکجا ملیں گی۔ (ان شاء اللہ العزیز)

اگرچہ خانوادہ سیال شریف کے حوالہ سے متعدد کتب لکھی گئیں اور علمی مقالات بھی مرتب کئے گئے، بعض رسائل و جرائد نے عظیم اور خاص نمبرز کا اہتمام کیا لیکن ان

تصانیف اور مقالات میں خانوادۂ سیال شریف سے عقیدت و محبت کا اظہار اور سوانحی خاکوں سے زیادہ کوئی تحقیقی کام نہ ہو سکا اور اگر کچھ کام اس حوالہ سے ہوا بھی تو زیرِ نظر موضوع ''پاکستان میں فروغ علم کے سلسلہ میں خانوادۂ سیال شریف اور اُن کے خلفاء کا کردار'' کا اس میں احاطہ نہ کیا جا سکا۔

چنانچہ اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اس خاص عنوان پر تحقیقی کام کیا جائے اور اس خانوادہ کی علمی، دینی، تدریسی، ملی، سیاسی، اصلاحی، روحانی اور عمرانی خدمات کو یکجا کر کے صرف تحقیق شدہ مواد فراہم کیا جائے۔ صدر شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی جناب ڈاکٹر جلال الدین نوری صاحب نے اس رائے کو پسند کیا اور راقم کو یہ فریضہ سونپا کہ وہ تحقیق شدہ مواد پیش کرے۔ چنانچہ راقم نے خانوادہ سیال شریف کے حوالہ سے موجود مواد کا مطالعہ شروع کیا تو حسب ذیل کتب کو اس قابل پایا جن میں خانوادہ مذکورہ کے حوالہ سے کچھ بہتر کوشش کی گئی مگر یہ کام ابھی تشنۂ تحقیق تھا۔ (ملاحظہ ہوں وہ کتب اور اُن کے مصنف و مرتب کے اسماء):

مرآۃ العاشقین (ملفوظاتِ خواجہ شمس العارفین) — سید محمد سعید زنجانی لاہوری۔

انوارِ شمسیہ — مولانا امیر بخش چشتی۔

انوارِ قمریہ (۳ جلدیں) — مفتی غلام احمد سیالوی۔

فوز المقال فی خلفائے پیر سیال (مکمل ۷ جلدیں، مطبوعہ ۶ جلدیں) — حاجی محمد مرید احمد چشتی۔

(خانوادہ سیال شریف اور اُن کے خلفاء پر سب سے زیادہ مربوط کام اور سب سے زیادہ احوال اس کتاب میں یکجا ہیں)۔

خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور اُن کے خلفاء — ڈاکٹر محمد حسین للٰہی۔

تذکرۂ شیخ الاسلام — حافظ محمد یوسف چشتی۔

لجپال — ملک محمد ریاض بابر سیالوی۔

مہرِ منیر (پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کے سوانح حیات اور خدمات) — علامہ مفتی فیض احمد فیض۔

تجلیاتِ مہر انور — علامہ مفتی سید شاہ حسین گردیزی

جمالِ کرم (ضیاء الامت کا تذکارِ جمیل) ۳ جلدیں — پروفیسر حافظ احمد بخش۔

ذکرِ حبیب (پیر سید حیدر علی شاہ جلال پوری کی حیات و خدمات) ملک محمد دین ایڈیٹر "صوفی"

امیرِ حزب اللہ (پیر سید محمد فضل شاہ صاحب کے احوال) ڈاکٹر عبدالغنی، ایم اے، پی ایچ ڈی۔

ھوالمعظم (خانقاہ معظمیہ کا صد سالہ عہدِ روحانیت) صاحبزادہ غلام نظام الدین۔

ھوالحمید (میاں عبدالحمید، مکان شریف، خوشاب) پروفیسر صاحبزادہ محمد مسعود احمد

ذکرِ عزیز (صاحبزادہ عزیز احمد کی حیات و خدمات) پروفیسر صاحبزادہ محمد مسعود احمد

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے شمس العارفین، شیخ الاسلام، ضیاء الامت اور اشرف الاولیاء نمبرز

ماہنامہ کاروانِ قمر کے شیخ الاسلام و ضیاء الامت نمبر۔

ماہنامہ ضیائے قمر گوجوانوالہ کا شیخ الاسلام نمبر۔

زیرِ نظر عنوان پر کام کرنے سے خانوادہ عالیہ کی علمی، دینی، ملی، سیاسی، اصلاحی، تدریسی اور عمرانی خدمات بہت حد تک منظرِ عام پر آسکیں گی اور وطنِ عزیز پاکستان کی نظریاتی اساس میں علمی اعتبار سے اس خانوادہ کا حصہ قدر کی نگاہ سے دیکھا اور محسوس کیا جاسکے گا۔

بحمدہٖ تعالیٰ و بفضلہٖ زیرِ نظر مقالہ "پاکستان میں فروغِ علم کے سلسلہ میں خانوادۂ سیال شریف اور اُن کے خلفاء کا کردار" معروف محقق و مصنف پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب کی زیرِ نگرانی پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ آپ نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود قدم قدم پر رہنمائی فرمائی۔ جب اور جہاں اُن کو مدد کے لئے پکارا وہ شفقتوں اور عنایتوں کے ساتھ ہر طرح کی دستگیری کے لئے موجود تھے۔ فیاض پروردگار جل جلالہ اُنھیں اپنی شان کے لائق بہترین اجر سے سرفراز فرمائے۔ (آمین)

یہ مقالہ مجموعی طور پر مقدمہ کے علاوہ چار ابواب اور اختتامیہ پر مشتمل ہے۔

باب اول میں: خانوادۂ سیال شریف کا تعارف، قریہ سیال اور قوم سیال کی تاریخ، بانیٔ خانوادہ سیال شریف کے احوال اور فروغِ علم کیلئے ان کی مساعی جمیلہ کا احاطہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ یہ باب تین فصول پر مشتمل ہے۔

فصل اول: میں خانوادہ سیال شریف، قریہ سیال اور قوم سیال کی تاریخ و تعارف پر بحث کی گئی ہے۔

فصل دوم: میں بانی خانوادہ شمس العارفین سیالوی کے حالاتِ زندگی بیان کیے گئے ہیں اس میں آپ کے اساتذہ کرام کے احوال، بیعت اور عطائے خلافت، اخلاق واطوار، اولاد اور وصال ومزار مبارک پر معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

فصل سوم: میں فروغ علم کے لئے آپ کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ ہے۔

باب دوم میں: لفظ خلیفہ اور اس کے متعلقات کا مفہوم واضح کیا گیا۔ ازاں بعد بانی خانوادہ کے خلفاء کی فہرست پیش کی گئی اور اس کے بعد آپ کے نامور خلفاء کے احوال اور ان کی فروغ علم کیلئے مساعی جمیلہ کا احاطہ کیا گیا ہے۔ آپ کے ۵ خلفاء سارے جہاں میں معروف ہیں۔ پہلے ان ہی کے احوال وخدمات کا بیان ہے۔

باب سوم: اس باب میں خانوادۂ سیال شریف کے اب تک کے سجادگان کے حالات زندگی اور ان کی علمی خدمات بیان کی گئی ہیں۔ ملک بھر میں قائم دینی اداروں کی فہرست اور سجادگان کی تالیفات کا بیان اس میں شامل ہے۔

باب سوم ۴ فصول پر مشتمل ہے۔ فصل اول میں اس خانوادہ کے دوسرے سجادہ نشیں خواجہ محمد الدین سیالوی، فصل دوم میں تیسرے سجادہ نشیں خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی۔ فصل سوم میں چوتھے صاحب سجادہ خواجہ محمد قمرالدین سیالوی اور فصل چہارم میں موجودہ سجادہ نشیں خواجہ محمد حمیدالدین سیالوی اور اُن کے خلفاء کے احوال اور علمی خدمات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

باب چہارم: اس باب میں خانوادہ سیال شریف کے سجادہ نشینان کے نامور خلفاء کے احوال اور فروغ علم کے لئے ان کی خدمات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ ان حضرات نے جو ادارے قائم کئے، جو کتابیں لکھیں اور جس انداز سے علمی کاوشیں بروئے کار لائے ان کا ایک جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

تتمہ میں اپنی بحث کو سمیٹتے ہوئے میں نے خلاصۂ بحث بیان کیا ہے۔ آخر میں کتابیات کی فہرست ہے۔ مصنف ومؤلف کے نام اور مطبوعہ وسنِ طباعت کے اہتمام کے ساتھ ان کتابوں کی فہرست ہے جن سے بھرپور استفادہ کیا گیا۔

وما توفیقی الا باللہ العظیم

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات

عنوانات	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوانات
	باب چہارم:
۲۹۵	خانوادہ سیال شریف کے سجادگان کے نامور خلفاء اور اُن کی علمی خدمات
۲۹۵	غازیٔ اسلام پیر محمد شاہ بھیروی۔
۳۰۵	خواجہ میاں عبدالحمید (وادیٔ سون)۔
۳۰۸	خواجہ غلام سدید الدین معظمی۔
۳۱۳	ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری۔
۳۶۹	صاحبزادہ عزیز احمد (وادیٔ سون)۔
۳۸۶	سید غلام کمال الدین شاہ کاظمی۔
۳۸۹	جمالِ ملت سید محمد جمال الدین کاظمی۔
۴۰۴	مجاہدِ ملت مولانا محمد ذاکر۔
۴۰۹	سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی۔
۴۵۳	اختتامیہ۔
۴۵۷	حوالہ جات
۴۶۴	کتابیات۔

مقدمہ

اس ''مقدمہ'' میں تصوف کا معنی ومفہوم، لفظ صوفی کی تحقیق، سلاسل تصوف کا تعارف، اشاعت اسلام میں صوفیائے کرام کا حصہ اور بیعت کا مفہوم واضح کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

تصوف کا معنی ومفہوم:

بلند پایہ صوفیاء کرام نے اپنے اپنے انداز سے ''تصوف'' کا معنی ومفہوم بیان کیا ہے۔ ابوالحسن علی بن عثمان الجلابی الہجویری المشہور بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب ''کشف المحجوب'' میں فرماتے ہیں:

''کلمہ تصوف باب تفعل سے ہے جس کا خاصہ ہے کہ یہ تکلف فعل کا متقاضی ہو اور یہ اصل کی فرع ہے لغوی حکم اور ظاہری معنی میں اس لفظ کی تعریف کا فرق موجود ہے۔

الصفا ولایة ولها آیة والتصوف حکایة للصفا بلا شکایة۔

صفا ولایت کی منزل ہے اور اس کی نشانیاں ہیں اور تصوف صفا کی ایسی حکایت وتعبیر ہے جس میں شکوہ وشکایت نہ ہو۔'' (۱)

امام ابوالقاسم عبدالکریم القشیری اپنی عظیم اور ضخیم کتاب ''الرسالة القشیریة'' میں تحریر فرماتے ہیں:

الصفا، محمود بکل لسان، وضده الکدورة، وهی مذمومة

ہر زبان میں صفائی قابل تعریف ہے اور گدلا پن جو اس کی ضد ہے قابل مذمت ہے۔

ثم هذه التسمیة غلبت علی هذه الطائفة، فیقال: "رجل صوفی" وللجماعة "صوفیة" ومن یتوصل إلی ذالک. یقال له "متصوف" وللجماعة: "المتصوفة" (۲)

پھر یہ نام صوفیاء کے گروہ پر غالب آ گیا۔ چنانچہ ایک آدمی کے لئے کہا جاتا ہے:

رجل صوفی اور جماعت کے لئے صوفیۃ اور اس شخص کو جو اپنے آپ کو اس جماعت کے ساتھ ملانا چاہتا ہے اسے متصوف کہا جاتا ہے اور جماعت کے لئے متصوفہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

امام قشیری اس لفظ کی اصل اور ماخذ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں

ولیس یشهد لهذا الاسم من حیث العربیة قیاس ولا اشتقاق والأظهر فیه أنه کاللقب فأما قول من قال: انه الصوف، ولهذا یقال تصوف إذا لبس الصوف کما یقال تقمّص إذا لبس القمیص، فذلک وجه ولکن القوم لم یختصوا بلبس الصوف ومن قال: إنهم منسوبون إلی صفة مسجد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فالنسبة الی الصفة لا تجیئ علی نحو الصوفی ومن قال إنه مشتق من الصفاء، فاشتقاق الصوفی من الصفاء بعید فی مقتضی اللغة:

وقول من قال: إنه مشتق من الصف فکأنهم فی الصف الاول بقلوبهم فالمعنی صحیح ولکن اللغة لا تقتضی هذه النسبة إلی الصف ثم ان هذه الطائفة أشهر من أن یحتاج فی تعیینهم إلی قیاس لفظ و استحقاق اشتقاق۔ (۳)

عربی زبان کی رو سے اس نام کی اصل کی شہادت نہ قیاس سے ملتی ہے، نہ اشتقاق سے۔ واضح امر تو یہی ہے کہ یہ نام لقب کی طرح ہے۔ اب رہے وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ "صوف" سے اور "تصوف" سے نکلا ہے کیونکہ عربی میں جب کوئی صوف کا لباس پہنے تو اس کے لئے تصوف کا لفظ بولتے ہیں جس طرح قمیص پہننے کے لئے تقمص کا لفظ بولا جاتا ہے تو یہ اس کے اشتقاق کی ایک وجہ ہو سکتی ہے مگر ان لوگوں کا مخصوص لباس صوف نہ تھا (البتہ اکثر یہی پہنا کرتے تھے)۔

جن لوگوں نے یہ کہا کہ صوفی کا لفظ مسجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے صفہ کی طرف منسوب ہے (تو یہ درست نہیں) کیونکہ صفہ کا اسم
نسبت (صفی آتا ہے) صوفی نہیں آتا۔
ان لوگوں کا قول جو اسے صفاء سے مشتق بتاتے ہیں یہ لغت کے لحاظ
سے بعید از قیاس ہے۔
جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ صف سے مشتق ہے بایں معنی کہ اللہ تعالیٰ
کی بارگاہِ عالیہ میں حاضری کے باعث یہ لوگ اپنے دلوں کی وجہ سے
صف اول میں ہیں تو یہ معنی تو درست ہے مگر لغوی طور پر صف کا اسم
نسبت (صفی آتا ہے) صوفی نہیں آتا۔ مزید برآں یہ لوگ (اس نام
سے) اس قدر مشہور ہو چکے ہیں کہ ان کے تعین کرنے میں نہ قیاس کی
ضرورت پڑتی ہے اور نہ اشتقاق کی۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ رحمۃ الباری اپنی مختصر مگر جامع تالیف ''فتوح الغیب''
میں تصوف کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے، سخاوتِ ابراہیم، رضائے اسحاق، صبر
ایوب، مناجات زکریا، غربت یحییٰ، خرقہ پوشی موسیٰ، تجرد عیسیٰ اور فقر محمد
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔'' (۴)

حضرت ابوالحسن علی بن عثمان الجویری المعروف بہ داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ
نے ''کشف المحجوب'' میں بلند مقام صوفیاء کرام کے اقوال کے ذریعہ تصوف کے تصور اور
تصوف کے تعارف پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ آپ کے بیان کردہ چند اقوال پیش خدمت ہیں:

حضرت ابوالحسن نوری فرماتے ہیں:

''التصوف ترک کل حظ للنفس''
(تصوف تمام نفسانی لذات وحظوظ سے دستکشی کا نام ہے)۔

حضرت ابوعمر دمشقی کا فرمان ہے:

"اَلتَّصَوُّفُ رُؤْيَۃُ الْکَوْنِ بِعَیْنِ النَّقْصِ بَلْ غَضُّ الطَّرْفِ عَنِ الْکَوْنِ"

(جہان کو نقص و عیب کی آنکھ سے دیکھنے کا نہیں بلکہ دنیا سے منہ پھیر لینے کا نام تصوف ہے)۔

حضرت ابن جلالی دمشقی فرماتے ہیں کہ:

"اَلتَّصَوُّفُ حَقِیْقَۃٌ لَا رَسْمٌ"

(تصوف سراپا حقیقت ہے جس میں رسم و مجاز کا دخل نہیں)۔

حضرت حصری فرماتے ہیں:

"اَلتَّصَوُّفُ صَفَاءُ السِّرِّ مِنْ کُدُوْرَۃِ الْمُخَالَفَۃِ"

(دل کو مخالفت کی کدورت سے پاک و صاف رکھنے کا نام تصوف ہے)

حضرت محمد بن علی بن امام حسین بن علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہم فرماتے ہیں:

"اَلتَّصَوُّفُ خُلُقٌ فَمَنْ زَادَ عَلَیْکَ فِی الْخُلُقِ زَادَ عَلَیْکَ فِی التَّصَوُّفِ"

(پاکیزہ اخلاق کا نام تصوف ہے، جس کے جتنے پاکیزہ اخلاق ہوں گے اتنا ہی زیادہ وہ صوفی ہوگا)۔(۵)

صاحب "اسرار الاولیاء" بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں لکھتے ہیں۔ فرمایا:

"تصوف یہ ہے کہ تمہاری ملکیت میں کچھ باقی نہ رہے، تصوف صاف دلی کے ساتھ مولیٰ کی دوستی کا نام ہے اور صوفیا دنیا و آخرت میں سوائے محبت مولیٰ کے اور کسی چیز پر فخر نہیں کرتے۔"(۶)

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ "عوارف المعارف" میں "تصوف" کی اصل اور ماہیت پر اپنی کتاب کے باب پنجم میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ہر ایک شئے کی کنجی ہے اور بہشت کی کنجی مساکین اور فقراء صابر کی محبت ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہم نشیں ہیں، پس تصوف کی ماہیت میں فقر موجود ہے اور بنیاد اس کی قوام ہے۔ حضرت رویم علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ تصوف تین خصلت پر مبنی ہے:

(۱) اول تمسک بالفقراء اور محتاجی۔ (۲) دوم صاحب بذل و ایثار ہونا۔

(۳) سوم تعرض اور اختیار کا چھوڑنا۔"

اور شیخ جنید نے جبکہ تصوف سے متعلق پوچھا گیا کہا کہ تصوف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو ہے بدوں اس کے کہ کوئی علاقہ ہو اور معروف کرخی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تصوف حقائق کا حصول اور خلائق کے مال ومتاع سے یاس ہے جو شخص صاحب فقر نہیں صاحب تصوف نہیں ہے۔

اسی باب میں آگے چل کر فرماتے ہیں:

پس تصوف ایک ایسا اسم ہے جس میں فقر اور زہد کے معانی حاصل ہیں اور اوصاف و اضافات کے ساتھ جن کے بغیر آدمی صوفی نہیں ہوتا، خواہ وہ زہد اور فقر ہی کیوں نہ ہو۔ ابو حفص نے کہا کہ تصوف بالکل آداب ہیں ہر ایک وقت کا ایک ادب ہے اور ہر ایک حال کا ایک ادب ہے اور ہر ایک مقام کا ایک ادب ہے اور جس نے اوقات کے آداب کو اپنے ذمہ لازم کیا تو وہ مردوں کے مرتبہ کو پہنچا اور جس نے آداب کو ضائع کیا وہ بعید ہے اس راہ سے کہ ظن قریب رکھے اور مردود ہے اس راہ سے کہ امید قبول اسے ہو۔ (۷)

تصوف کی قسمیں:

صاحب کشف المحجوب نے تصوف کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ فرماتے ہیں:

"تصوف کے ماننے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک کو صوفی، دوسرے کو متصوف اور تیسرے کو مستصوف کہتے ہیں۔

۱۔ صوفی وہ ہے جو خود کو فنا کر کے حق کے ساتھ مل جائے اور خواہشاتِ نفسانیہ کو مار کر حقیقت سے پیوستہ ہو جائے۔

۲۔ متصوف وہ ہے جو ریاضت و مجاہدے کے ذریعہ اس مقام کی طلب کرے اور وہ اس مقام کی طلب حصول میں صادق و راست باز رہے۔

۳۔ مستصوف وہ ہے جو دنیاوی عزت و منزلت اور مال و دولت کی خاطر خود کو ایسا بنا لے کہ اسے مذکورہ منازل و مقامات کی کچھ خبر نہ ہو۔ (۸)

لفظ "صوفی" کی تحقیق:

اس لفظ کا معنی و مفہوم اور اس کے مادۂ اشتقاق پر پروفیسر خلیق احمد نظامی نے خوبصورت گفتگو کی ہے۔ "تاریخ مشائخ چشت" میں آپ تحریر کرتے ہیں:

"لفظ "صوفی" کے مادہ اشتقاق پر علماء میں بڑا اختلاف رہا ہے۔

حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مردماں اندر تحقیق ایں اسم بسیار سخن گفتہ اند و کتب ساختہ

لوگوں نے اس اسم کی تحقیق کے بارے میں بہت باتیں کہی ہیں اور کتابیں تصنیف کی ہیں:

عام طور پر کتب تصوف میں مندرجہ ذیل مادہ اشتقاق سے بحث کی گئی ہے۔

۱۔ صفا: (بمعنی صفائی و پاکیزگی قلب)۔

۲۔ اہلِ صفہ: (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کچھ بزرگ (صحابۂ کرام) تھے جو مسجد نبوی میں ہر وقت عبادت کرتے رہتے تھے)۔

۳۔ صف: (وہ لوگ جو ہمیشہ صف اول میں نماز ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے)۔

۴۔ صوفہ: (ایک قدیم قبیلہ کا نام ہے جو کعبہ کا خادم تھا)۔

۵۔ صفت القفا: (گدی پر جو بال ہوتے ہیں اُن کو کہتے ہیں)۔

۶۔ تھیوصفیا: (یونانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں حکمت الٰہی)۔

۷۔ صوفانہ: (ایک قسم کا پودا ہوتا ہے)۔

۸۔ صوف: (بمعنی پشمینہ یا اون)۔

ہر مکتبہ خیال کے لوگوں نے اپنی رائے کی تائید میں طویل بحثیں کی ہیں۔ لیکن کسی نے بقول شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ مقتضائے لغت کی طرف توجہ نہیں کی۔ عربی لغت کی رو سے صفا سے جو لفظ بنے گا وہ ''صفوی'' ہوگا نہ کہ صوفی، صفہ سے صفی بنے گا نہ کہ صوفی اسی طرح صف سے ''صفی'' بن سکتا ہے صوفی نہیں۔ اگر صوفی کی نسبت صوفانہ کی طرف ہوتی تو یہ لفظ ''صوفانی'' ہوتا نہ کہ صوفی۔ (۹)

صوفی:

سلاسلِ تصوف کے بزرگوں کو صوفیائے کرام یا اولیائے کرام کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ صوفیا، صوفی کی جمع ہے۔ تصوف پر بلند پایہ کتب میں اس لفظ اور اس کے اطلاق پر گفتگو کی گئی ہے۔ اس کا ایک خلاصہ پیش ہے۔

> علامہ عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلے صوفی کا لقب ابو الہاشم کو دیا گیا اور ایک عیسائی رئیس نے شام میں بمقام رملہ صوفیہ کے لئے ایک خانقاہ بنوادی۔ (۱۰)
>
> قرآن و حدیث میں اگرچہ تصوف اور صوفیہ کا لفظ صراحتاً مذکور نہیں تاہم کچھ الفاظ کا مصداق، ان الفاظ کا مدعا اور ان کا معنی و مفہوم اور ان کی بیان کردہ صفات کے حامل صوفیہ ہی ہیں۔ شاید یہی وجہ ہو کہ موضوع تصوف پر معتبر کتاب ''کتاب اللمع'' کے مؤلف ذی قدر شیخ ابو نصر سراج طوسی کی تحقیق کے مطابق قرآنِ مجید کے الفاظ مقربون، مسارعین الی الخیرات، صادقین، قانتین، متوکلین،

مخلصین، اولیاء، ابرار، شاھدین وغیرہ سے صوفیہ ہی مراد ہیں۔(۱۱)

''صوفی'' کا ایک خوبصورت اور جامع تعارف، صوفی کے بارے میں لوگوں کی غلط فہمی کا انوکھا تدارک اور صوفی کے بارے میں بلند پایہ صوفیا کی آراء کا ایک خلاصہ مؤلف ''روح تصوف'' صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

''اب ہم بلاکم وکاست ''صوفی'' کے بارے میں ''صوفیا'' کی آراء کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ عام طور پر صوفی اسے کہتے ہیں جس کی علامات یہ ہوں۔ سر تراشیدہ ہو، خرقہ پوش ہو، شکل وصورت سے مسکین ہو، ہاتھوں میں بالالتزام تسبیح رکھتا ہو، حق ھُو کی ضربیں مارتا ہو، بیوی بچوں سے بے نیاز ہو، گھربار سے پاک ہو وغیرہ۔ حالانکہ واقع میں ایسا نہیں جس طرح کوئی شخص ٹیڑھی ٹوپی اوڑھکر اور بگڑ کر بیٹھا ہو وہ سکندر نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح جو سر منڈا لے وہ قلندر نہیں بن جاتا۔ جس طرح سکندری کے کچھ تقاضے ہیں اسی طرح قلندری کے بھی کچھ مطالبے ہیں، اوراد و وظائف ہی سے اگر تصوف کے تقاضے پورے ہو جاتے ہیں تو آج دنیا کا بیشتر حصہ صوفی کہلانے کا مستحق ہوتا، صوفی کو ان کے علاوہ بھی بہت کچھ کرنا پڑتا ہے، جس کی تفصیل ہمیں تصوف کی مستند کتابوں میں ملتی ہے۔

- سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''صوفی کی مثال زمین کی سی ہے جسے نیک اور بد دونوں روندتے ہیں یا بادل کی سی ہے جو ہر چیز کو سیراب کرتا ہے۔''

- شیخ حسین بن منصور اس سے بھی کڑا معیار پیش کرتے ہیں:

''صوفی کی ذات یکتا ہوتی ہے، نہ کوئی اللہ کے سوا اسے قبول کرتا ہے اور نہ یہ اللہ کے سوا کسی کو قبول کرتا ہے۔''

- شیخ ابوالحسن نوری کے الفاظ میں صوفی کی تعریف:

''صوفی کی تعریف یہ ہے کہ اسے محتاجی کے وقت سکون اور اگر کچھ پاس ہو تو ایثار کر دے۔''

- شیخ ابوبکر شبلی کا تعارف کرانے کا انوکھا انداز:

''صوفیائے کرام حق تعالیٰ کی گود میں بچوں کی طرح ہوتے ہیں۔''

- فکر انگیز لہجے میں شیخ ابوتراب بخشی صوفی کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

''صوفی کے دل کو کوئی چیز میلا نہیں کر سکتی، مگر اس سے ہر چیز کو صفائی حاصل ہوتی ہے۔''

- شیخ ابوالحسن سیروانی کا حقیقت افروز جملہ بھی پڑھئے:

''صوفی واردات کے ساتھ ہوتا ہے، اوراد کے ساتھ نہیں۔'' (۱۲)

حضرت شیخ ابوبکر محمد بن اسحاق نے اپنی کتاب ''التعرف لمذہب اہل تصوف'' میں ''صوفی'' کے بارے میں صوفیائے کرام کی آراء درج کی ہیں۔ کچھ اقوال روح کی تازگی اور دل کی بالیدگی کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔ خود اپنا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

''صوفی وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہ ہو اور اگر مالک بنے تو اسے خرچ کر ڈالے۔''

ازاں بعد لکھتے ہیں:

حضرت ابویعقوب سوسی کی نظر میں صوفی کا کیا مقام ہے؟

''صوفی وہ ہے جو کسی چیز کے چھن جانے سے بے قرار نہ ہو اور نہ کسی چیز میں اپنے آپ کو تھکائے۔''

حضرت شیخ سہل بن عبداللہ تستری سے دریافت کیا گیا، صوفی کون ہے؟ جواب میں ارشاد فرمایا:

''جو ہر قسم کی میل کچیل سے پاک ہو، ہمہ تن غور و فکر ہو، مخلوق کو چھوڑ کر اللہ ہی کا ہو گیا ہو اور اس کے نزدیک سونے کی ڈلی اور مٹی کا ڈھیلا یکساں اہمیت رکھتا ہو۔''

حضرت داتا ذوالنون مصری کی رائے کو نقل کرتے ہیں۔

"الصوفی اذا نطق بان نطقه عن الحقائق و ان سکت نطقت عنه الجوارح بقطع العلائق" (اس کی گفتگو حقیقت کی ترجمان ہو اور اس کی خاموشی عوائق و علائق دنیا سے بیزاری کی غماز ہو)۔

شیخ عبدالواحد بن زید کا قول ہے

"صوفی وہ لوگ ہیں جو اپنی عقل کے ذریعہ سنت نبوی پر تہ دل سے عمل کرتے ہیں۔" (۱۳)

شاید یہی سبب ہو کہ صاحب "مرآۃ الاسرار" فرماتے ہیں

"سالک کو صدق دل سے جاننا چاہئے کہ صوفیاء کرام کی متابعت صورتاً اور معناً عین متابعت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ پس طالب راہ حق کو لازم ہے کہ صوفیائے کرام کے احوال و اقوال اور عقائد کو کما حقہ سمجھے اور ان کے قدم بقدم صراط مستقیم پر سلوک تمام کرے۔" (۱۴)

"تصوف" پر بلند پایہ کتب:

مختلف ادوار میں ارباب علم و فضل اور اصحاب تصوف نے "تصوف" کے موضوع پر بلند پایہ کتب تالیف کیں۔ عربی، فارسی، اردو اور دیگر زبانوں میں ان کتابوں کے نئی نئی ایڈیشن منظر عام پر آئے اور خلق خدا کو فیض یاب کر گئے۔ تصوف کی ان امہات کتب میں سوائے قرآن و سنت کی تعلیمات کے اور کچھ نہیں۔ یہ تصوف پر قدیم اور مستند کتابیں سمجھی جاتی ہیں اور ارباب تصوف کے ہاں ان کا چلن عام ہے۔ اور ان کی حیثیت ایک دستور العمل کی ہے۔ ان کی اہمیت اور افادیت کو ہر دور میں تسلیم کیا گیا ہے۔ کتاب کا نام، مصنف اور ان کا سن وصال ملاحظہ ہو۔

نام کتاب	مصنف	سن وصال
کتاب الرعایہ	شیخ حارث المحاسبی	۲۴۳ھ
کتاب الصدق	شیخ ابو سعید خراز	۲۸۶ھ
کتاب اللمع	شیخ ابو نصر سراج	۳۷۸ھ
قوت القلوب	شیخ ابو طالب مکی	۳۸۶ھ
التعرف لمذہب اہل تصوف	شیخ ابو بکر بن ابو اسحاق کلاباذی	۳۱۲ھ
رسالہ قشیریہ	شیخ ابو القاسم القشیری	۴۶۵ھ
کشف المحجوب	شیخ سید علی الہجویری	۴۷۲ھ
صد میدان	شیخ عبداللہ انصاری الہروی	۴۸۱ھ
احیاء العلوم	امام محمد غزالی	۵۰۵ھ
کیمیائے سعادت	امام محمد غزالی	۵۰۵ھ
منہاج العابدین	امام محمد غزالی	۵۰۵ھ
فتوح الغیب	شیخ عبدالقادر جیلانی	۵۶۲ھ
آداب المریدین	شیخ ضیاء الدین سہروردی	۵۶۳ھ
عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین سہروردی (رحمہم اللہ تعالیٰ)	۶۳۲ھ

سلاسلِ تصوف:

عالمِ اسلام اور بالخصوص برِاعظم ایشیاء میں نامور سلاسلِ تصوف حسب ذیل ہیں:

- سلسلہ چشتیہ:
- سلسلہ قادریہ:
- سلسلہ نقشبندیہ:
- سلسلہ سہروردیہ:

فقہ اربعہ کی طرح تصوف کے یہ سلاسلِ اربعہ مشہور بھی ہیں اور فعال بھی۔ یہ سلاسل جن صوفیا سے منسوب ہیں ان کا مختصر تعارف ملاحظہ ہو۔

سلسلۂ چشتیہ:

مورخین کی تحقیق کے مطابق اس سلسلہ کے بانی خواجہ ابو اسحاق شامی (م ۳۲۹ھ/ ۹۴۰ء) ہیں۔ یہ سلسلہ تمام سلاسلِ تصوف میں قدیمی ہے اور آج تک اس کا فیض جاری ہے۔ ہندوستان میں یہ سلسلہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (م ۶۳۳ھ/ ۱۲۳۵ء) کے ذریعہ آیا اور آپ ہی نے اسے معراجِ کمال تک پہنچایا۔ آپ کے بعد شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر (م ۶۶۴ھ/ ۱۲۶۵ء) کے خلفائے کبار نے اس سلسلہ کو ہندوستان کے کونے کونے تک پہنچا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اگرچہ سلسلۂ چشتیہ کے بزرگوں میں سے خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی وہ پہلے بزرگ ہیں جن کے نام کے ساتھ تذکروں میں "چشتی" کا لفظ ملتا ہے لیکن برِعظیم پاک و ہند میں خواجہ عثمان ہارونی کے خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے سلسلہ چشتیہ کی بنیاد رکھی۔

خانوادۂ سیال شریف اسی سلسلہ سے منسلک ہے۔ خواجہ محمد سلیمان تونسوی، خواجہ نور محمد مہاروی علیہ رحمۃ الباری سے بیعت تھے۔ خواجہ شمس الدین سیالوی خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ طریقت سولہ واسطوں سے حبیب رب العلمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ کی بارگاہ سے امیر المومنین امام الاولیاء حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ہوتا ہوا، حضرت خواجہ کے پیرو مرشد خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ تک اس طرح پہنچتا ہے۔

۱۔ نائب المرتضیٰ حضرت خواجہ ابو محمد حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سال وصال ۱۱۱ھ
۲۔ سید الکاملین حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ۔ سال وصال ۱۷۷ھ
۳۔ قدوۃ الاولیاء حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ۔ سال وصال ۱۸۷ھ
۴۔ سلطان الاولیاء حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ۔ سال وصال ۲۶۵ھ
۵۔ برہان الکاملین حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ سال وصال ۲۷۶ھ
۶۔ افتخار الابرار حضرت خواجہ امین الدین ابو ہبیرہ البصری رحمۃ اللہ علیہ سال وصال ۲۸۷ھ
۷۔ زبدۃ السالکین حضرت خواجہ ممشاد الدینوری رحمۃ اللہ علیہ۔ سال وصال ۲۹۸ھ
۸۔ منہاج العارفین سر سلسلہ چشتیہ حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ سال وصال ۳۲۹ھ
۹۔ قدوۃ الاحرار حضرت خواجہ قدوۃ الدین ابو احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ سال وصال ۳۵۵ھ
۱۰۔ سراج السالکین حضرت خواجہ ناصح الدین ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ سال وصال ۴۱۱ھ
۱۱۔ شیخ المشائخ حضرت ناصر الحق والدین حضرت ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ سال وصال ۵۲۷ھ
۱۲۔ زبدۃ الاصفیاء حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ سال وصال ۵۲۷ھ
۱۳۔ سلطان الکاملین حضرت خواجہ حاجی شریف رحمۃ اللہ علیہ۔ سال وصال ۶۱۲ھ
۱۴۔ قدوۃ الاولیاء حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ۔ سال وصال ۶۱۷ھ
۱۵۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے خلیفہ خواجہ معین الدین چشتی تھے، جن سے شمس العارفین کا سلسلہ سترہ واسطوں سے مل جاتا ہے۔ (۱۵)

سلسلہ چشتیہ کی وجہ تسمیہ:

چشت، خراسان کے ایک مشہور شہر کا نام ہے۔ وہاں کچھ بزرگانِ دین نے روحانی اصلاح و تربیت کا ایک بڑا مرکز قائم کیا۔ اس کو بڑی شہرت حاصل ہوئی، اور وہ نظام اس مقام کی نسبت سے چشتیہ سلسلہ کہلانے لگا۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی "شجرۃ الانوار" کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

"چشت نام کے دو مقام ہیں۔ ایک شہر خراسان میں ہرات کے قریب

واقع ہے، دوسرا چشت، ہندوستان میں اوچ اور ملتان کے درمیان ایک قصبہ ہے خواجگان خراسان والے چشت سے تعلق رکھتے ہیں۔"(۱۶)

صاحب "مراۃ الاسرار" شیخ عبدالرحمن چشتی (۱۰۰۵ھ۔ ۱۰۹۴ھ) رقمطراز ہیں:

سلسلہ چشتیہ حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی رحمہ اللہ الباری سے شروع ہوا ہے۔ آپ ملک شام سے بغداد میں حضرت خواجہ علی دینوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مرید ہونے کی نیت سے حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نے دریافت فرمایا: کیا نام ہے؟ عرض کیا: ابو اسحاق شامی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا: آج سے تم چشتی کہلاؤ گے۔ تم خواجہ چشت ہو۔ چشت تمہاری وجہ سے مشہور ہوگا اور جو شخص تم سے منسوب ہوگا وہ بھی قیامت تک چشتی کہلائے گا۔ پس ان کو مرید کیا اور تربیت دی۔ اس کے بعد خرقۂ خلافت عطا کر کے چشت بھیج دیا۔ خواجہ ابو احمد چشتی جو کہ چشت کے رئیس واشراف تھے آپ کے مرید ہوگئے۔ اس کے بعد اس ملک کے تمام لوگ آپ کی طرف مائل ہوئے اور حضرت خواجہ مریدین کی تربیت میں مشغول ہوگئے۔ آپ بہت بلند مقام، عالی ہمت اور بلند شان رکھتے اور ابدالوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ جب آپ کا آخری وقت آیا تو خرقۂ خلافت حضرت خواجہ ابو احمد ابدال کو عطا فرما کر اپنا جانشین مقرر کیا۔ یہ خرقۂ خلافت ان کے ذریعہ حضرت محمد چشتی کو پہنچا۔ ان سے خواجہ ابو یوسف چشتی اور ان سے خواجہ مودود چشتی کو اور یہ حضرات سلسلہ چشتیہ کے پنج تن ہیں۔ اسی طرح ان کے خلفاء میں سے ملک ہندوستان میں بھی پنج تن ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ فرید الدین گنج شکر، خواجہ نظام الدین، خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی چشتی جس شخص کا شجرہ ان پنج تن تک جاملتا ہے، چشتی کہلاتا ہے۔"(۱۷)

سلسلۂ قادریہ:

صوفیا کا یہ معروف سلسلہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی (۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء) سے منسوب ہے۔ اس سلسلہ کے وابستگان قادری کہلاتے ہیں۔ آپ کے خلفاء اور پھر خلفاء کے خلفاء نے عراق، شام اور ہندوستان میں اس کی اشاعت کی۔ ہندوستان میں یہ سلسلہ شیخ شمس الدین حلبی کے خلیفہ شاہ محمد غوث اوچی کے ذریعہ آیا۔ پنجاب میں شاہ معروف خوشابی اور شیخ میر محمد معروف بہ میاں میر لاہوری نے اس سلسلہ کی اشاعت کی۔ سندھ میں قادری مشائخ نے بہت کام کیا، سندھ کا راشدی سلسلہ اور پنجاب کا نوشاہی سلسلہ اسی سلسلہ کی شاخیں ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی مسلمانوں کے کثیر طبقہ میں پیران پیر دستگیر کے نام سے معروف ہیں۔ خصوصی طور پر برصغیر پاک و ہند میں شیخ موصوف نے بغداد میں خانقاہ اور مدرسہ قائم کیا۔ پاک و ہند میں طریقت کے دوسرے سلسلوں کے ساتھ ساتھ ''قادریہ سلسلہ'' کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ:

اس سلسلہ کی بنیاد ترکستان میں خواجہ محمد اتا لیسوی (م ۵۶۳ھ/ ۱۱۶۶ء) نے رکھی۔ خواجہ عبدالخالق عجدوانی نے اس کو ترقی دی اس وقت تک اسے سلسلہ خواجگان کہا جاتا رہا۔ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند نے اسے معراج کمال تک پہنچایا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ نقشبندیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ ہندوستان میں یہ سلسلہ سب سے آخر میں خواجہ محمد باقی (باقی باللہ) سمرقندی کے ذریعہ پہنچا۔ اتباع سنت اس سلسلہ کا شعار خاص ہے۔ ابتداء اس سلسلہ نے وسط ایشیا ترکستان اور بخارا میں بہت ترقی کی۔ اس کے بعد پاک و ہند اور دوسرے مقامات میں پھیل گیا۔ پاکستان کے مختلف مقامات پر نقشبندیوں کے مراکز موجود ہیں، ان کے اہم بزرگوں میں حضرت علاؤ الدین عطار، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت محمد معصوم، حضرت نقشبند ثانی، شاہ قطب الدین شاہ عیسیٰ ولی بابا نور محمد، خواجہ محمد زبیر، حضرت یعقوب حرفی شامل ہیں۔

سلسلہ سہروردیہ:

اس سلسلہ کی بنیاد شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی (۵۶۳ھ / ۱۱۶۸ء) نے رکھی اور شیخ شہاب الدین سہروردی (۶۳۲ھ / ۱۲۳۴ء) نے اس کی اشاعت عام کی۔ ہندوستان میں ان کے خلیفہ شیخ بہاؤ الدین زکریا اور قاضی حمید الدین ناگوری نے اس سلسلہ کو پروان چڑھایا۔ شیخ جلال الدین بخاری اوچی اور آپ کے خلفاء نے اس سلسلہ کو سندھ، پنجاب میں پھیلایا۔

سلسلہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے علاوہ سلسلے حسب ذیل ہیں۔

- سلسلہ کبرویہ۔
- سلسلہ فردوسیہ۔
- سلسلہ شطاریہ۔
- سلسلہ شاذلیہ۔
- سلسلہ حیدریہ۔
- سلسلہ مولویہ۔
- سلسلہ چشتیہ نظامیہ۔
- سلسلہ چشتیہ صابریہ۔
- سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ۔

ان تمام سلاسل کے اکابرین ظاہر و باطن علوم کے عالم تھے۔ اس لئے ان مشائخ اور صوفیہ میں ہر قسم کے لوگ پیدا ہوئے۔ ان میں مفسر، محدث، فقیہ، منطقی، صرفی، نحوی، قراء، حفاظ، مجاہدین سب ہی طرح کے لوگوں کا ان سلاسل سے تعلق رہا ہے۔

ہمارے مقالہ کا موضوع "چشتیہ نظامیہ" سلسلہ سے ہے۔ پچھلی دو صدیوں میں ہندو پاکستان بالخصوص (پاکستان) میں اسی سلسلہ نے اسلام اور تصوف اسلام اور علم دین کے فروغ کی خدمات سرانجام دیں۔

یہ سلسلہ شیخ فریدالدین مسعود گنج کے خلیفہ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی سے منسوب ہے۔ آپ کے خلفاء نے پورے ہندوستان میں پنجاب سے لے کر بنگال دکن اور گجرات تک اس سلسلہ کو پھیلایا۔

اشاعت اسلام اور صوفیاء کرام:

اسلامی تاریخ کا مطالعہ اس امر پر گواہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اشاعتِ اسلام کا سہرا صوفیائے کرام کے سر ہے۔ یہ اخلاص و ایثار کے پیکر، یہ بوریہ نشیں، یہ فقر و فاقہ کے عادی، یہ بے لوث اور بے ریا مقبولانِ بارگاہِ الٰہ اولیاء و صوفیا، اسلام کی ترویج و اشاعت اور مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا تاباں و درخشاں کردار ہیں۔ ان کی مساعیٔ جمیلہ سے نہ اعراض کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان کے تذکرہ کے بغیر اشاعت اسلام کی تاریخ تکمیل کو پہنچتی ہے۔ نامور اور صاحبِ طرز ادیب صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی ''اشاعتِ اسلام اور صوفیائے کرام'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

> ''صوفیائے کرام کے بارے میں گوشہ نشینی اور عزلت گزینی کا جو تاثر ہے، منجملہ دیگر تاثرات کے یہ بھی غلط ہے۔ اگر انصاف کی نظر سے صوفیائے کرام کی زندگیوں کا جائزہ لیا جائے تو صوفیا کی زندگی آرام و آسائش، عافیت اور اطمینان کی نہیں بلکہ جدوجہد اور کشمکش کی زندگی دکھائی دیتی ہے۔ نامساعد فضاء، ناسازگار ماحول، نامانوس آب و ہوا اور ناخوش گوار حالات میں جو سخت کام صوفیائے کرام نے کیا ہے، اس کا تصور بھی انسان کو لرزا دیتا ہے اور صوفیائے کرام کی محنت سخت کوشی اور اخلاص و ایقان کا قائل بنا دیتا ہے۔
>
> برصغیر پاک و ہند میں اشاعتِ اسلام کا سہرا صوفیائے کرام کے سر ہے۔ صوفیاء کی کوششوں کا ذکر کیے بغیر برصغیر کی اشاعتِ اسلام کی تاریخ مکمل نہیں ہوتی لیکن جن حالات میں صوفیاء نے اشاعتِ اسلام

کا کام سرانجام دیا اسے وہی شخص جان سکتا ہے جسے ہندوستان کی اخلاقی اور معاشرتی حالت کا کماحقہٗ علم ہو۔(۱۸)

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنی قدرت اور حکمت سے اور اپنے فضل و کرم سے ہر دور میں ایسے مردانِ وفاشعار پیدا فرمائے جو اسلام کی اشاعت کے لئے سرگرم عمل رہے۔ ہر طرح کے حالات کا انہوں نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ بھوک اور پیاس برداشت کی، مصائب جھیلے، مخالفتوں کا سامنا کیا مگر بندگانِ خدا کو خدا کے دین کا راستہ دکھایا۔ صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی نے سچ لکھا کہ:

''حالات کی یہ ناسازگاری، مگر اشاعتِ اسلام کی بے قراری، بزرگانِ دین کو چین نہ لینے دیتی۔ بھوکے پیٹ، خشک تالو، پیاسے ہونٹوں، ٹوٹے بوریے اور شکستہ حالت میں کیا کارنامے سرانجام دیئے، تاریخ کو آج تک اس پر ناز ہے۔''(۱۹)

لاکھوں لوگ صوفیائے کرام کی تبلیغ سے دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ بے شمار بندگانِ خدا اپنے گناہوں سے تائب ہو کر پاکیزہ زندگی بسر کرنے لگے۔ ان گنت لوگوں کی زندگی کی کایا پلٹی۔ ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

''خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے ہاتھ پر نوے لاکھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ چنانچہ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا سب سے زیادہ کام خواجہ معین الدین چشتی نے سرانجام دیا اور آپ کے خلفاء کی بے پناہ کوشش سے ہندوستان کا چپہ چپہ نور اسلام سے منور ہو گیا۔ آپ کا سلسلہ اس قدر وسیع اور موثر تھا کہ ہندوستان کا کوئی کونہ ایسا نہ رہا جہاں آپ کے خلفاء خدام اور فیض یافتہ افراد نہ پہنچے ہوں اور اسلام کی تبلیغ کا حق ادا نہ کیا ہو۔

شیخ فرید الدین گنج شکر اور آپ کے مریدوں کی سعی مشکور سے تمام پنجاب نور اسلام سے منور ہو گیا۔ سیال جو پنجاب کے مغربی میدانی

علاقے کی نہایت اہم اقوام میں سے ہیں اور غالباً پنوار راجپوت ہیں،
ان کا مورثِ اعلیٰ پاک پتن میں جناب بابا کی خدمت میں حاضر ہو کر
اسلام لایا اور اس کی قوم نے بھی اسلام قبول کیا۔ سیال قوم جھنگ،
ملتان، گجرات، مظفر گڑھ اور دیگر اضلاع میں پھیلی ہوئی ہے۔(۲۰)

خزینۃ الاصفیاء کے مؤلف کی گواہی ہے کہ شیخ ابو اسحاق گازرونی کے دستِ حق پرست پر چوبیس ہزار غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا اور ایک لاکھ کے قریب تائب اور حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ علامہ محمد اقبال نے سچ فرمایا ہے۔ ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہے تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ڈاکٹر شیخ اکرام اپنی تالیف "آبِ کوثر" میں شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ جمیل کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ جب آپ ۱۰۰۵ھ میں لاہور تشریف لائے تو ان کی مجلس میں سامعین کا بے پناہ ہجوم ہوتا تھا اور ہر روز صدہا لوگ خلعتِ اسلام سے مشرف ہوئے۔(۲۱)

اوچ شریف بہاولپور پنجاب میں قدیم اور تاریخی خانقاہ اور روحانی مرکز ہے۔ یہاں سید جلال الدین بخاری کی تشریف آوری ۱۲۳۲ء میں ہوئی۔ آپ کی آمد کے ساتھ ہی علم و فضل کا چشمہ جاری ہو گیا۔ صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی لوگوں کے حاضر ہونے اور سیراب و فیض یاب ہونے کا یہ خوبصورت انداز اپناتے ہیں:

"سید جلال الدین بخاری ۱۲۳۲ء میں اوچ تشریف لائے اور آتے ہی روحانی و علمی فیض کا چشمہ جاری کر دیا۔ دور دراز سے لوگ آتے رہے اور فیض یاب ہوتے رہے، اس خانقاہ سے نہ جانے کتنے تلخ کام، شاد کام، کتنے تشنہ لب سیراب، کتنے گم گشتہ راہ راہ یاب اور کتنے محروم فیض یاب ہوئے۔ آپ کے روحانی اثرات دور دور تک محسوس کئے گئے آپ کے پوتے سید احمد کبیر المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے پنجاب کے کئی قبیلوں کو مسلمان کیا تھا۔"(۲۲)

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متعدد ارشد خلفاء کو مختلف مقامات پر بھیجا اور مخلوق خدا نے ان سے فیض پایا۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ''تاریخ دعوت و عزیمت'' میں ''تبلیغ و دعوت اور ارشاد و تربیت کے وسیع انتظامات اور رجوع عام'' کے عنوان سے آپ کا ذکر جمیل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں

''۱۰۲۶ھ میں آپ نے اپنے بہت سے خلفاء تبلیغ و ہدایت کے لئے مختلف مقامات پر بھیجے۔ ان میں سے ستر مولانا محمد قاسم کی قیادت میں ترکستان کی طرف روانہ کئے گئے۔ چالیس حضرات مولانا فرخ حسین کی امارت میں عرب، یمن، شام اور روم کی طرف بھیجے گئے۔ دس ذمہ دار اور تربیت یافتہ حضرات مولانا محمد صادق کابلی کے ماتحت کاشغر کی طرف اور تیس خلفاء مولانا شیخ احمد برکی کی سرداری میں توران، بدخشاں اور خراسان گئے اور ان حضرات کو اپنے اپنے مقامات میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی اور بندگان خدا نے ان سے فائدہ اٹھایا۔'' (۲۲)

اسی طرح آپ کی روحانی میراث کے وارث، آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم سرہندی المتوفی ۱۰۹۶ھ کے ہاتھ پر نو لاکھ انسانوں نے بیعت اور توبہ کی۔ (۲۳)

آپ کے ایک خلیفہ سید آدم بنوری کی تبلیغی کاوشوں اور فیض یافتگان کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ ندوی لکھتے ہیں:

''آپ سے ایک خلق نے استفادہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ سے چار لاکھ مسلمانوں نے بیعت کی اور ان میں سے ایک ہزار نے علم و معرفت کا وافر حصہ پایا۔ کہتے ہیں کہ آپ کی خانقاہ میں ایک ہزار آدمیوں سے کم تعداد شاید ہی کسی دن رہتی ہو۔ سب لوگ آپ کے مہمان ہوتے اور آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ ''تذکرہ آدمیہ'' میں ہے کہ حضرت سید آدم جب ۱۰۵۲ھ میں لاہور تشریف لے گئے تو آپ کے ساتھ دس ہزار اعیان و مشائخ اور ہر طبقہ کے افراد تھے۔ شاہجہان

بادشاہ بھی ان دنوں لاہور میں ہی تھا، جسے اس کی مقبولیت سے تشویش پیدا ہوئی۔" (۲۴)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور آپ کے خانوادہ کی احیاءِ دین کی کاوشوں اور تجدیدی کارناموں سے تاریخ کے اوراق جگمگا رہے ہیں۔ آپ کے صاحبزادہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے درسِ قرآن سے اصلاح پانے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے صاحب "تاریخ دعوت وعزیمت" لکھتے ہیں:

"حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا درسِ قرآن ہر ہفتہ سہ شنبہ و جمعہ کے روز ہوتا تھا جس میں خواص بطریقِ خاص اور عوام بڑے ذوق و شوق سے شریک ہوتے تھے۔ اس درس میں آپ کی طبیعت اپنے پورے جوش پر ہوتی تھی اور مضامین کی آمد سیلِ رواں کی طرح، اس درس سے دارالسلطنت دہلی میں (جو علماء و فضلاء کا بھی مرکز تھا) قرآن مجید کا ذوق عام ہوا۔ اصلاحِ عقائد کی ایک طاقتور رو چلی اور ترجمۂ قرآن اور درسِ تفسیر کا وہ مبارک سلسلہ شروع ہوا، جو اس وقت تک اس برصغیر میں جاری ہے اور جس سے لاکھوں انسانوں کی اصلاح ہوئی اور ان کے دل و دماغ حلاوتِ توحید اور لذتِ قرآن سے آشنا ہوئے، خود مدارسِ عربیہ میں اسی درس کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ علماء کے اثر سے متنِ قرآن کے درس و افہام و تفہیم کا سلسلہ شروع ہوا جس کو نصابِ درس میں مختصر تفسیر کی شکل میں تبرکاً جگہ دی گئی تھی۔" (۲۵)

شیخ عبدالقادر جیلانی، جو خاورِ تصوف کے رخشندہ آفتاب ہیں، کی بارگاہ میں ہزاروں لوگ وعظ سننے آتے اور دامنِ مراد بھر کر اٹھتے۔ ڈاکو اور عیار، سیاہ کار اور گنہگار بارگاہِ شیخ میں پہنچتے اور تائب ہو کر پلٹتے۔ کتنے ہی بے دین آپ کی چوکھٹ پر نعمتِ ایمان حاصل کرنے میں کامراں رہے۔ آپ کے معتمد اور ممتاز شاگرد حضرت عبداللہ جبائی روایت کرتے ہیں۔ حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے:

''ایک لاکھ آدمیوں سے زیادہ عیاروں اور ڈاکوؤں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اور پانچ ہزار سے زائد یہودی مسلمان ہوئے۔'' (۲۶)

بیعت: معنی ومفہوم:

علامہ ابن منظور لفظ بیعت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

البیعة : الصفقة علی إیجاب البیع وعلی المبایعة والطاعة والبیعة : المبایعة والطاعة وقد تبایعوا علی الأمر کقولک أصفقوا علیه، وبایعه علیه مبایعة : عاهده وفي الحدیث انه قال ألا تبایعوني علی الاسلام؟ (۲۷)

صاحب روح المعانی علامہ محمود آلوسی البغدادی فرماتے ہیں:

وهي مفاعلة من البیع یقال : بایع السلطان مبایعة اذا ضمن بذل الطاعة له بما رضخ له۔ (۲۸)

میر عبدالواحد بلگرامی بیعت کا یہ معنی بتاتے ہیں:

''دست بر دست یک دیگر نہادن وعہد بستن۔ (کسی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر عہد کرنا)۔ (۲۹)

علامہ اخلاق حسین دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

''بیعت پچھلے گناہوں سے توبہ کرنے اور توبہ پر قائم رہنے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرنے اور شریعت کے مطابق عمل کرنے کا ایک معاہدہ ہے۔ بیعت کسی ایسے شخص سے ہونی چاہئے جو شریعت وطریقت کا عالم اور باعمل ہو۔ بیعت کسی بزرگ کے مزار سے نہیں بلکہ کسی ایسے بزرگ سے کرنی چاہئے جو بقید حیات ہو۔'' (۳۰)

بیعت کا ثبوت: قرآن وسنت اور سیرتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں:

سورۃ فتح میں باری تعالی کا ارشاد ہے:

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ط ید اللہ فوق ایدیھم ج فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ج ومن اوفی بما عھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما ○ (۳۱)

(اے جانِ عالم) بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں، درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پس جس نے توڑ دیا اس بیعت کو اس کے توڑنے کا وبال اس کی ذات پر ہوگا اور جس نے ایفاء کیا اس عہد کو جو اس نے اللہ سے کیا تو وہ اس کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

اگرچہ اس بیعت سے مراد ''بیعتِ رضوان'' ہے البتہ اس میں بیعت کا ثبوت ہے۔ علامہ اسماعیل حقی اس آیت کریمہ کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں:

یقول الفقیر ثبت بھذہ الآیۃ سنۃ المبایعۃ واخذ التلقین من المشائخ الکبار وھم الذین جعلھم اللہ قطب ارشاد بان اوصلھم الی التجلی بعد التجلی العلمی۔ (۳۲)

یعنی فقیر کہتا ہے کہ اس آیت سے بیعت کی سنت اور مشائخ کبار سے اکتسابِ فیض ثابت ہوتا ہے۔ وہ مشائخ جنہیں اللہ تعالیٰ نے قطب ارشاد کے مقام پر فائز کیا ہے وہ اس طرح کہ علمی تجلی سے ترقی دے کر انہیں مشاہدہ کی تجلی تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

شارح صحیح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی ''شرح صحیح مسلم'' کی جلد چہارم، کتاب الحدود میں ''اسلام میں بیعت کا تصور'' کے عنوان سے رقمطراز ہیں:

''اسلام میں بیعت کا اطلاق دو چیزوں پر کیا جاتا ہے، ایک بیعت علی الامارۃ ہے یعنی خلیفہ یا امیر کی بیعت، دوسری استرشاد یعنی کسی مرد صالح یا مرشد کی بیعت کرنا۔ بیعتِ امارت کا تصور اس حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

ومن بایع اماماً فاعطاہ صفقة یدہ وثمرة قلبہ فلیطعہ ان استطاع۔

جس شخص نے کسی امام سے بیعت کی، اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور دل سے اُس کے ساتھ ہوا۔ بقدر استطاعت اس کی اطاعت کرے۔

اور بیعت استرشاد کا تصور اس آیت سے واضح ہوتا ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (المائدہ، ۳۵)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔

ایمان، اعمالِ صالحہ، فرائض کی ادائیگی، اتباعِ سنت اور محرمات اور مکروہات سے بچنا یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں اور جس مردِ صالح اور مرشدِ کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک مسلمان گناہوں سے بچنے اور نیک کام کرنے کا عہد کرتا ہے جو اس کو مسلسل نیکی کی تلقین کرتا ہے اور اس کی روحانی تربیت کرتا ہے۔ اس شیخ کے وسیلہ اور قربِ الٰہی کے ذریعہ میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ قولِ جمیل میں لکھتے ہیں کہ آیت میں وسیلہ سے مراد بیعتِ مرشد ہے۔ (۳۳)

بیعت کی شرعی حیثیت:

بعض حضرات کے نزدیک بیعت واجب ہے مگر گروہِ کثیر کے نزدیک بیعت سنت ہے اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک متواتر اور متوارث چلی آرہی ہے۔ (۳۴)

امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میری بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ گے۔ اسراف وفضول خرچی سے اجتناب کرو گے۔ زنا سے بچو گے اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے اور آپس میں ایک دوسرے پر بہتان طرازی بھی نہیں کرو گے۔ اچھے کام میں نافرمانی نہیں کرو گے پس جس نے ان تمام احکام کو پورا کیا تو اس کا اجر و

ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اور جس نے ان میں کمی کی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا ہی میں سزا دے دی تو یہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا اور جس نے کسی برائی کا ارتکاب کیا دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کی تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اگر وہ چاہے تو معاف کر دے اور اگر چاہے تو اسے سزا میں مبتلا کر دے۔ پس راوی (حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان تمام امور پر بیعت کر لی۔" (۳۵)

امام مسلم نے اسی سند کے ساتھ زہری سے یہ روایت بیان کی ہے اور اس میں یہ زیادہ ہے: آپ نے سورہ نساء کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

ان لا یشرکن باللہ شیئا۔ (الآیۃ) (۳۶)

ان احادیث کی تشریح وتعبیر کے تناظر میں شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ:

"بیعت علی الاسلام کا معنی ہے اسلام کا عقد اور معاہدہ کرنا اس پر بیعت کا اطلاق اس وجہ سے ہے کہ اس عقد کو عقد مالی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ عقدِ مالی میں ایک شخص ایک چیز فروخت کرتا ہے اور دوسرا شخص اس کے عوض میں اس کو مال دیتا ہے اور یہاں مسلمانوں کی طرف سے اطاعت کا التزام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ثواب کا وعدہ ہے۔" (۳۷)

شیخ طریقت کی شرائط:

امام احمد رضا قادری (۱۳۴۰ھ) نے فتاویٰ افریقیہ میں شیخ طریقت کے لئے درج ذیل چار شرائط بیان کی ہیں:

مرشد کے لئے ۴ شرائط ہیں، جس شخص میں یہ شرائط نہ ہوں اس کی بیعت کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۔ مسلمان ہو اور اس کا عقیدہ صحیح ہے یعنی اہلسنت وجماعت ہو۔

۲۔ عقائد کے دلائل اور تمام احکامِ شرعیہ کا عالم ہو حتیٰ کہ ہر پیش آمدہ مسئلہ کا حل بیان کر سکتا ہو۔

۳۔ علم کے مطابق عمل کرتا ہو۔ فرائض، واجبات اور سنن و مستحبات پر دائمی عمل کرتا ہو اور تمام محرمات و مکروہات سے بچتا ہو۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اس کی نسبت متصل ہو یعنی اس کے مشائخ کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہو۔

یہ چار شرطیں ضروری ہیں۔ ان کے علاوہ اگر اس کو سندِ خلافت حاصل ہو اور بیعت کرنے کی بھی اجازت ہو تو بہتر ہے۔(۳۸)

اسی سے ملتی جلتی شرائط شیخ عبدالقادر عیسیٰ الشاذلی اپنی تالیف "حقائق عن التصوف" میں یوں بیان فرماتے ہیں:

"لوگوں کی رہنمائی کی اہلیت کے لئے مرشد میں چار شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ ہر فرض عین کو جاننے والا ہو۔

۲۔ عارف باللہ ہو۔

۳۔ تزکیۂ نفس کے طریقے اور اس کی تربیت کے وسائل سے باخبر ہو۔

۴۔ اسے اپنے شیخ سے تربیت کا اذن ہو۔" (۳۹)

سلسلۂ بیعت و اذن:

امام شیخ عبدالقادر عیسیٰ الشاذلی رحمہ اللہ الباری اپنی تصنیفِ لطیف "حقائق عن التصوف" میں تحریر فرماتے ہیں:

> زمانۂ نبوی سے آج تک یہ سلسلہ اذن و تلقین ایک آدمی سے دوسرے آدمی کی طرف منتقل ہوتا ہوا ہم تک یہ متصلاً پہنچا ہے۔ صوفیائے کرام اس بیعت اذن و تلقین کو قبضہ کا نام دیتے ہیں کیونکہ بوقتِ بیعت ایک آدمی دوسرے کا ہاتھ پکڑتا ہے۔(۴۰)

حضرت شاہ سید محمد ذوقی اپنی تالیف "سرِّ دلبراں" میں "حقیقتِ بیعت" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''اپنی جان اور اپنے مال کو خدا کے ہاتھ فروخت کر دینا اصل بیعت ہے۔ حقیقتاً سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ جان بھی اُسی کی ہے، جسم بھی اُسی کا ہے اور مال بھی اُسی کا ہے۔ بندہ جب خدا کی ملکیت پر چھاپا مارتا ہے، خدا کی ملک کو اپنی چیز سمجھنے لگتا ہے اور اپنے نفس کی خواہش کے مطابق اُس کے جا و بیجا استعمال میں مصروف ہو جاتا ہے تو وہ اپنے بادشاہِ حقیقی کی مملکت میں مقیم ہونے کے باوجود اُس مالکِ ارض و سما کے خلاف گویا عَلَمِ بغاوت بلند کرتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنی اس غلطی سے متنبہ ہوتا ہے جب اس سرکشی اور بغاوت سے نادم ہو کر اپنے خیال اور اپنی روش کی وہ اصلاح کرتا ہے۔ جب اپنے دل میں ہر چیز کو وہ خدا کی ملکیت سمجھنے لگتا ہے اور ایک فرمانبردار عبد کی طرح حق تعالیٰ کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے اور اپنے اس تغیرِ حال کے متعلق جملہ شرائط ضروری کو پورا کرنا شروع کرتا ہے تو اس رجوع الی اللہ کو ''بیعت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔''(۴۱)

ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی اپنے تحقیقی مقالہ ''حضرت محمد سلیمان تونسوی اور اُن کے خلفاء'' میں ''ارادت و بیعت کی حقیقت'' کے عنوان سے تحریر کرتے ہیں:

''صوفیہ میں مریدین سے بیعت لینے کی جو رسم چلی آ رہی ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ مبارکہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیعتِ جہاد کے علاوہ گناہوں کو چھوڑنے اور دین پر قائم رہنے اور دین کی نصرت کرنے پر بھی بیعت لیا کرتے تھے۔ (احادیث کے حوالوں کے بعد) ارادت کا مطلب حضرت شیخ نظام الدین اولیاء نے اس طرح بیان فرمایا:

ارادت کی اصل یہ ہے کہ مرید ماسوی اللہ سے منقطع اور مشغول مع اللہ ہو جائے جیسا کہ کتب تصوف میں تفصیل کے ساتھ درج ہے۔''(۴۲)

اسی طرح اسلامی انسائیکلو پیڈیا میں سید قاسم محمود لفظ بیعت کا معنی، بیعت کے مقاصد اور بیعت کی اصل پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''بیعت: اطاعت کا عہد، مرید بننا، بیعت کی اصطلاح بیع سے نکلی ہے جس کے لغوی معنی بیچ دینے کے ہیں۔ اصطلاح میں بیعت سے مراد کسی پیغمبر، ولی یا صاحب نسبت بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے گناہوں سے تائب ہونا اور اس بزرگ کی اطاعت کا اقرار کرنا، یہ ایک ایسا عمل ہے جسے انجام دے کر کوئی شخص یا جماعت کسی دوسرے شخص کے اقتدار کو تسلیم کر لے۔

بیعت کے دو بڑے مقاصد ہوتے ہیں ایک تو اصولاً کسی عقیدے سے وابستگی اور کسی شخص کی تعلیم کو قبول کرنا ہے، دوسرے معنی کسی کی حاکمیت کو تسلیم کرنا۔

بیعت کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی شخص کی قائم شدہ حکومت کو تسلیم کر کے اس کی اطاعت کی جائے۔

قانونی لحاظ سے بیعت ایک قرارداد اور ایک معاہدہ ہے۔ اس میں ایجاب و قبول اور باہمی رضامندی ضروری ہے۔

بیعت کی اصل یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس شخص سے جو داخل اسلام ہوتا، بیعت لیا کرتے تھے اور اس سے برے اعمال کے ترک کرنے اور اچھے کام کرنے کا عہد لیتے تھے۔

طریقہ: بیعت اپنی ظاہری صورت کے ساتھ ایک معنویت بھی رکھتا ہے جسے تصوف کی زبان میں رابطہ یا نسبت کہتے ہیں۔ خلفائے راشدین کے دور تک مسلمان خلیفہ وقت کی بیعت کرتے تھے لیکن جب خلافت کی جگہ ملوکیت نے لے لی تو بزرگوں نے لوگوں سے احکام خداوندی کی تعمیل کے لئے بیعت لینا شروع کر دی۔ بیعت لینے کا سلسلہ آج بھی صوفیا میں جاری ہے۔ (۴۳)

حوالہ جات

۱۔ ہجویری، ابوالحسن علی بن عثمان، کشف المحجوب، ص ۸۵، قادری رضوی کتب خانہ، لاہور، دسمبر ۲۰۰۵ء۔

۲۔ قشیری، ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن، الرسالۃ القشیریۃ، صفحہ ۳۹۹، دارالشعب القاہرۃ ۱۳۷۲ھ۔

۳۔ القشیری، ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن، الرسالۃ القشیریۃ، صفحہ ۹۹، دارالشعب القاہرۃ۔

۴۔ جیلانی، شیخ عبدالقادر، فتوح الغیب (اردو ترجمہ سید محمد فاروق قادری) ص ۱۳۱، المعارف، لاہور۔

۵۔ ہجویری، ابوالحسن علی بن عثمان، (المعروف داتا ہجویری) کشف المحجوب، ص ۸۵/۸۶، قادری رضوی کتب خانہ، لاہور، دسمبر ۲۰۰۵ء۔

۶۔ شیخ بدر اسحاق، اسرار الاولیاء، ص ۱۲۸، نفیس اکیڈمی کراچی، اگست ۱۹۷۱ء۔

۷۔ سہروردی، شیخ عمر بن محمد، شہاب الدین (اردو ترجمہ مولانا ابوالحسن) عوارف المعارف، ص ۷۰، ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور ۱۹۹۳ء۔

۸۔ ہجویری، ابوالحسن علی بن عثمان، کشف المحجوب، ص ۵۳، قادری رضوی کتب خانہ، لاہور، دسمبر ۲۰۰۵ء۔

۹۔ نظامی، پروفیسر خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، ص ۵۲/۵۳۔

۱۰۔ جامی، علامہ عبدالرحمٰن، نفحات الانس، ص ۳۱، لکھنؤ ۱۳۳۳ھ۔

۱۱۔ طوسی، شیخ ابونصر سراج، کتاب اللمع، ص ۱۲، مصر ۱۳۲۶ھ۔

۱۲۔ گیلانی، صاحبزادہ سید خورشید احمد، روح تصوف، ص ۴۱، خورشید گیلانی ٹرسٹ، لاہور، ۲۰۰۱ء۔

۱۳۔ کلاباذی، شیخ محمد اسحاق، التعرف لمذہب اہل تصوف، ص ۳۳، مطبوعہ المعارف لاہور۔

۱۴۔ چشتی، شیخ عبدالرحمٰن، مرآۃ الاسرار، ص ۳۵، صوفی فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۸۲ء۔

۱۵۔ نظامی، پروفیسر خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، ص ۱۶۲، مشتاق بک کارنر، اردو بازار لاہور۔

۱۶۔ نظامی، پروفیسر خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، ص ۱۵۹، مشتاق بک کارنر، اردو بازار لاہور ۲۰۰۵ء۔

۱۷۔ چشتی، شیخ عبدالرحمٰن، مرآۃ الاسرار، ص ۹۳، صوفی فاؤنڈیشن لاہور ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۱۸۔ گیلانی، سید خورشید احمد، روح تصوف، ص ۸۳، خورشید گیلانی ٹرسٹ، ملتان روڈ لاہور، ۲۰۰۱ء۔

۱۹۔ ایضاً۔ ص ۸۷۔

۲۰۔ پروفیسر محمد شفیع، مقالات دینی و علمی، ص ۹۵، احمد ربانی ریلوے سروس پاکستان۔

۲۱۔ ڈاکٹر شیخ محمد اکرام، آب کوثر، ص ۱۹۳، فیروز سنز لاہور۔

۲۲۔ گیلانی، سید خورشید احمد، روح تصوف، ص ۹۰، خورشید گیلانی ٹرسٹ ملتان روڈ لاہور ۲۰۰۱ء۔

۲۳۔ ندوی، مولانا سید ابوالحسن، تاریخ دعوت و عزیمت، ج چہارم، ۱۵۴، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۳ء۔

۲۴۔ ندوی، مولانا سید ابوالحسن، تاریخ دعوت و عزیمت، ج چہارم، ۳۵۷، مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۸۳ء۔

۲۵۔ ایضاً۔ ۳۵۹۔

۲۶۔ ایضاً۔ ۳۵۶۔

۲۷۔ کلیم محمد دین، تذکرۂ مشائخ قادریہ، ص ۱۰۷، مکتبہ نبویہ لاہور۔

۲۸۔ آلوسی، شہاب الدین سید محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ص ۹۲، مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

۲۹۔ بلگرامی، میر عبدالواحد، سبع سنابل، ص ۳۶، مطبع نظامی کانپور، ۱۲۹۹ھ۔

۳۰۔ دہلوی، علامہ اخلاق حسین، حضرت محبوب الٰہی، ص ۳۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، مارچ ۱۹۸۹ء۔

۳۱۔ سورۃ الفتح، آیت نمبر ۱۰، پارہ ۲۶۔

۳۲۔ حقی، علامہ اسماعیل، روح البیان، ج ۱۲، ص ۹۷، نور محمد اصح المطابع، کراچی۔

۳۳۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ج ۳، ص ۸۶۸، فرید بک اسٹال لاہور، مئی ۱۹۹۰ء۔

۳۴۔ ذوقی، شاہ سید محمد، سرِّ دلبراں، ص ۹۵، محفل ذوقیہ، کراچی، ۱۳۳۲ھ۔

۳۵۔ بخاری، امام محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الامارۃ، باب مبایعۃ بعد فتح، وفاقی وزارت تعلیم اسلام آباد، ۱۹۸۵ء۔

۳۶۔ قشیری، امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۲۶، نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

۳۷۔ عینی، بدرالدین محمود بن احمد، عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۱۵۳، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ۔

۳۸۔ قادری، امام احمد رضا، فتاویٰ افریقیہ، ص ۱۳۷/۱۳۶، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی۔

۳۹۔ شاذلی، شیخ عبدالقادر عیسیٰ، حقائق عن التصوف، ص ۹۷، مکتبہ زاویہ، دربار مارکیٹ لاہور ۲۰۰۳ء۔

۴۰۔ ایضاً۔ ۸۷۔

۴۱۔ ذوقی، سید محمد ذوقی، سرِّ دلبراں، ص ۹۲، مکتبہ ذوقیہ، عالی کالونی کراچی ۱۳۳۲ھ۔

۴۲۔ لغمی، ڈاکٹر محمد حسین، حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء، ص ۵۷، اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور، ۱۹۷۹ء۔

۴۳۔ سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلو پیڈیا، ص ۳۱۶، شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی ۱۹۸۴ء۔

باب اوّل

خانوادۂ سیال شریف کا تعارف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

باب اول

فصل اول:

خانوادۂ سیال شریف کا تعارف

پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع سرگودھا میں ایک بستی "سیال شریف" کے نام سے شہرت کے بام عروج پر فائز ہے، جہاں چشتیہ سلسلہ کے نامور بزرگ اپنے روحانی فیوض و برکات کی خیرات تقسیم فرماتے ہیں۔ سرکاری طور پر یہ بستی "سیال" کے نام سے فائلوں میں جانی جاتی ہے۔ آبادی کے لحاظ سے یہ ایک چھوٹی سی بستی ہے مگر شہرت، عزت اور عظمت کے اعتبار سے بلندیوں پر فائز ہے۔ حکیم عطا محمد قریشی مرحوم اس بستی کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں:

> "سیال شریف کا نام سرکاری کاغذات میں سیال ہے مگر شریف اس کا جزو لاینفک یعنی اٹوٹ انگ بن گیا ہے۔ سیال شریف کا چرچا دیر سے اور دور سے سنتا آ رہا تھا، خیال تھا کہ بہت بڑا شہر ہوگا مگر اس کے برعکس وہ میرے گاؤں کی اضافی بستیوں سے بھی چھوٹا تھا مگر معلوم ہوا کہ اس بستی کا شرف اُس بلند و بالا روضہ کی وجہ سے ہے جس میں اس بستی کا روشن سورج خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ استراحت فرما ہے ورنہ یہ اولاد حضرت خواجہ کے چند مکانوں، تنگ گلیوں اور تنگ احاطوں کا قریہ ہے۔ مجھے راستے میں یہ خیال دامن گیر رہا کہ اگر یہاں اُداس ہوگیا تو واپس کیسے جاسکوں گا مگر آتے ہی اسکے مناظر میں ایسا کھویا کہ اپنا آپ بھی بھول گیا۔"(۱)

سیال کی وجہ تسمیہ:

خانوادۂ سیال شریف کا تعلق اور ان کی نسبت سیال قوم سے ہے۔ لفظ سیال کی

وضاحت کرتے ہوئے ''انوارِ شمسیہ'' کے مؤلف محترم مولانا امیر بخش علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں کہ:

''خواجہ شمس العارفین کی قوم کھوکھر عرف سیال ہے۔ عرفیت کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے اجداد امجاد سے ایک بزرگ کا نام سال ہوا ہے۔ اُس کی اسمیت کی نسبت سے اس کی اولاد بالعموم سیال کی قوم سے موسوم ہوئی فی الاصل یہ اُس قوم سیال سے نہیں جو کہ ضلع جھنگ وغیرہ اطراف اور دیگر اکناف میں بود و باش رکھتے ہیں اور وہ اپنے کو راجپوت کہلاتے ہیں، وہ تو نو مسلم ہیں جو ان کا مورثِ اعلیٰ حضرت گنج شکر علیہ الغفران کی خدمت میں ایمان لایا تھا اور آنجناب شمس الاقطاب کے آباؤ اجداد حضرت عباس بن علی المرتضیٰ مشکل کشا کی اولاد و الاتژاد سے ہیں جن کے اسناد کی تصدیق و تحقیق کتب تواریخ سے ظاہر ہے۔'' (۲)

پنجاب میں بے شمار قومیں آباد ہیں۔ ان قوموں سے مراد برادریاں ہیں۔ ''سیال'' بھی ایک برادری ہے۔ اس کی مزید وضاحت حاجی محمد مرید احمد چشتی نے اپنی عظیم اور ضخیم تالیف ''فوز المقال فی خلفائے پیر سیال'' میں ''سیال کی وجہ تسمیہ'' کے عنوان سے یوں تحریر کی:

'پنجاب میں دو قومیں سیال کہلاتی ہیں۔ ایک وہ جو جھنگ کے اکناف واطراف میں آباد ہے۔ یہ قوم راجپوت کہلاتی ہے اس کے مورثِ اعلیٰ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔

دوسری سیال وہ قوم ہے جو کھوکھر قطب شاہی کہلاتی ہے اور جس کا نسبی تعلق حضرت عباس بن علی المرتضیٰ کی اولاد سے ہے۔

سیال لفظ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں سے ایک بزرگ کا نام سال ہے۔ (سال، جن کے نام پر سیال قوم مشہور ہے۔ زمان علی کھوکھر بن عون قطب شاہی کی چھٹی پشت میں تھے)۔ اس کی اولاد اس کے نام پر سال اور بعد میں سیال کے نام سے موسوم ہوگئی۔ سیال شریف میں

حضرت خواجہ شمس الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ بڑے نامی بزرگ گزرے ہیں، ان کا روضہ تمام پنجاب میں مشہور ہے اور اس روضہ کے سجادہ نشیں ملک میں بہت بڑا احترام رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ شمس الدین زمان علی معروف کھوکھر بن عون قطب شاہ سے ۳۱ ویں پشت میں تھے اور قطب شاہ، حسن بن عبداللہ بن عباس بن علی کی آٹھویں پشت میں شمار کئے جاتے ہیں۔ جس طرح اعوان قطب شاہی قوم کے جد اعلیٰ حسن بن عبداللہ بن عباس بن علی (رضی اللہ عنہم) ہیں اسی طرح سیال کھوکھروں کا نسب بھی اسی جگہ جا کر ختم ہوتا ہے۔" (۳)

خانوادہ کی حقیقت:

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے تذکار پر لکھی گئی کتابوں میں ان کے مختلف گروہوں، طبقوں اور خانوادوں کا ذکر ملتا ہے۔ خانوادہ کی حقیقت کیا ہے، اس کی تفصیل نامور بزرگ، محدث اور محقق حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے یوں تحریر فرمائی ہے:

"ہر زمانہ میں اولیاء اللہ میں سے ایک مرد پیدا ہوتا ہے کہ دین کا باطن اور مغز جو احسان ہے اس کے قائم کرنے اور پھیلانے کے واسطے اللہ تعالیٰ کی عنایت اُس کے اندر ظہور فرماتی ہے اور اس کام کا سرانجام اُن کے ہاتھ سے ہوتا ہے۔

کار زلفِ تست مشک افشانی لنا عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

پس جس وقت یہ بات اولیاء اللہ میں سے کسی میں ظاہر ہوتی ہے تو اس کے ظہور کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ لوگوں میں اس کی رفعت شان ہوتی ہے اور خلائق کے قلوب اُس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اُس کا ذکر جمیل ان میں پھیل جاتا ہے، اور ملّتِ مصطفویہ میں سے جو وظائف کہ اُن لوگوں کی طبیعت کے مناسب ہوتے ہیں اُن کا شغل کرانا اُس کے

قلب میں الہام ہوتا ہے اور اُس کی صحبت اور گفتگو میں ایک طرح کا جذب اور تاثیر رکھی جاتی ہے اور طرح طرح کی کرامات اُس سے صادر ہوتی ہیں مثلاً کشفِ حالات اور اشرافِ خواطر اور استجابت دعا اور خلقت میں خدا تعالیٰ کی قوت کے ساتھ تصرف کرنا اور مثل اُن کے اور افعال۔ اور اس کے پاس طالبوں کے جمع ہونے اور اشغال و اوراد کی ترتیب و تعین وغیرہ میں اس مقام کے مقتضا کے موافق اُس کے (براہین) روشن واقع ہونے کے سبب سے ایک خانوادہ مقرر ا.ر پیدا ہو جاتا ہے اور لوگ اُس خانوادہ میں سلوک کرتے ہیں اور جلد کامیاب ہو جاتے ہیں، اور اُس خانوادہ کا خیر خواہ اور مددگار ہمیشہ کامیاب اور فتح مند ہوتا ہے، اور اُن کا بدگو اور بدخواہ ہمیشہ ذلیل اور خوار ہوتا ہے، اور عوام و خواص کے دلوں میں اُس جماعت کا رعب ہوتا ہے اور دہشت چھا جاتی ہے اور الہام اور تصرف کی قسم سے ایسے اسباب غیبی پیش آتے ہیں کہ جن کے باعث سے اس خانوادہ میں لوگوں کا اجتماع اور کثرت ہو جاتی ہے اُس وقت تک کہ عنایت الٰہی کسی دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہو اور وہاں قرار پکڑے اور دوسرا خانوادہ پیدا کرے۔ پس بعد اس کے پہلا خانوادہ ایک جسم رہ جاتا ہے بے روح کے، اور سلوک ہو جاتا ہے بے جذب کے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی زمانہ میں مختلف مواضع میں متعدد قطب پیدا ہو جاتے ہیں (جو اپنی اپنی جگہ میں مرجع خلائق ہوتے ہیں) اور یہ جو مشہور ہے کہ فلاں طریقہ اقرب الی اللہ ہے اور اس میں جذب ہے۔ درحقیقت جب تک کسی خانوادہ کی طرف عنایت ایزدی مبذول رہتی ہے تو اُسی کے باعث وہ اقرب ہوتا ہے اور اس میں جذب رہتا ہے۔ اس میں خصوصیت کسی خانوادہ کی نہیں ہے۔" (۴)

خانوادۂ سیال شریف کے اکابرین:

خانوادۂ سیال شریف کے بانی اور سجادہ نشین اوّل خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ رحمۃ الباری ہیں۔ آپ خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلفاء میں سے ہیں۔ تیرہویں صدی ہجری میں جس شخصیت نے اپنے مرشد کے سلسلہ کی اشاعت کا سب سے زیادہ کام کیا اور ملک کے طول و عرض میں جو نام پایا وہ خواجہ شمس الدین سیالوی ہی کی تابناک شخصیت تھی۔ ڈاکٹر محمد حسین للٰہی نے اپنے تحقیقی مقالہ "حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور اُن کے خلفاء" کے باب چہارم فصل دوم میں لکھا ہے۔

> "حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے خلفاء میں سے سلسلہ کی اشاعت کا سب سے زیادہ کام حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی نے کیا۔ تیرہویں صدی ہجری کے اواخر میں مغربی پاکستان میں سیال شریف کی خانقاہ مرجع انام تھی۔ حضرت سیالوی کے متعدد خلفاء نے بھی متعدد خانقاہیں اور دینی مدارس قائم کئے ان کے خلفاء میں سے سید غلام حیدر شاہ جلالپوری اور حضرت سید مہر علی شاہ گولڑوی (رحمہم اللہ اجمعین) کا کام بہت نمایاں ہے۔" (۵)
>
> ۲۴ صفر ۱۳۰۰ھ کو آپ کو وصال ہوا۔

خواجہ شمس الدین سیالوی کے بعد درج ذیل حضرات یکے بعد دیگرے جانشیں مقرر ہوئے اور خلق خدا کو فیض یاب کیا۔

- خواجہ محمد دین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، آپ خواجہ شمس الدین سیالوی کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء سیال شریف میں ہوئی جبکہ ۲ رجب ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء میں وصال فرمایا۔ آپ کو ثانی غریب نواز کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ درویش منش خواجہ محمد دین اپنے عظیم والد کے صحیح جانشیں بنے۔ آپ کے خانقاہی نظام کو ترقی دی۔ آپ کے خلفاء سے رابطہ استوار رکھا، حلقہ ارادت کو بڑھایا، آپ کی خانقاہوں کو شاد و آباد رکھا۔ آپ کی تعلیمات کو عام کیا۔

- خواجہ محمد دین سیالوی کے وصال کے بعد آپ کے فرزند خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی اس خانوادہ کے تیسرے صاحب سجادہ مقرر ہوئے۔ جذبۂ جہاد سے آپ کا دل سرشار تھا، آپ کو "مجاہد اعظم" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے اپنے مختصر مگر معتبر دور میں بے شمار خدمات سرانجام دیں۔ علمی مراکز کی سرپرستی فرمائی، کتابیں تالیف کیں، خانقاہی نظام کو وسعت و ترقی بخشی، اپنے ادارے کے لئے جید علماء و فضلاء کا اہتمام کیا۔ خلق خدا کو فیض پہنچایا، انگریز دشمنی ضرب المثل رہی۔ آپ کے صاحبزادگان علم و فضل کے ماہِ تاباں بنے۔ ہزاروں لوگوں کو شرف بیعت سے نوازا، نامور خلفاء ملک بھر میں روشنی کی طرح پھیلے۔
- تیسرے سجادہ نشین خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کے وصال کے بعد آپ کے فرزند دلبند خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نے اس خانوادہ کے چوتھے صاحب سجادہ کے طور پر فرائض کی انجام دہی کا آغاز کیا۔ علماء نے آپ کو "شیخ الاسلام" کا لقب دیا۔ آپ کے دور میں آپ کا انداز فقیرانہ، شان عالمانہ اور ادائے قلندرانہ نے ایک زمانہ کو آپ کا گرویدہ بنایا۔ آپ نے خانقاہی نظام کو مزید نکھار بخشا۔ قومی اور ملی خدمات، علمی اور ادبی ترجیحات اور آپ کا اپنا علمی مقام و مرتبہ شہرت کے بامِ عروج پر رہا۔ تحریک پاکستان میں آپ کا کردار تابناک رہا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن کے طور پر بھی آپ کی خدمات ہماری تاریخ کا حصہ ہیں۔ جید علماء و مشائخ کو آپ نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ملک کے طول و عرض میں تبلیغی، اصلاحی اور سیاسی و مذہبی دورے کئے۔
آپ کی ولادت ۱۳۲۴ھ کو ہوئی جبکہ ۷۷ برس کی عمر میں ۱۴۰۱ھ کو آپ کا وصال ہوا۔
- شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کے وصال کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حافظ خواجہ محمد حمید الدین سیالوی اس "آستانہ" کے پانچویں صاحب سجادہ مقرر ہوئے۔ اس وقت آپ ہی سجادہ نشین کے طور پر اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔ خانقاہ شریف کے جملہ فرائض دار العلوم ضیاء شمس الاسلام کی سربراہی و سرپرستی، ارادت مندوں کی اصلاح و تربیت، ملک اور بیرون ممالک مریدین سے رابطہ اس خانوادہ کے خلفاء کبار کے قائم کردہ اداروں کی رہنمائی آپ کے ذمہ ہے۔ خانوادۂ سیال شریف کے اسلاف کے اعراس کا انعقاد، ان کی تعلیمات، کتب کی اشاعت وغیرہ جملہ امور کی نگرانی آپ فرماتے ہیں۔

فصل دوم:

بانی خانوادہ سیال شریف

اس خانوادہ کی بانی شخصیت اگرچہ میاں سید کرم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں مگر اسے شہرت حضرت خواجہ شمس العارفین شمس الدین سیالوی سے حاصل ہوئی۔ چنانچہ اب انہی کا نام اس خانوادہ کے بانی کے طور پر لیا جاتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بانیٔ خانوادہ کے کچھ احوال زندگی تعارف کے طور پر پیش کیے جائیں۔

ولادت باسعادت:

شمس العارفین حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی ابن خواجہ محمد یار ابن میاں محمد شریف ابن میاں برخوردار ابن میاں تاج محمود ابن میاں شیر کرم علی (قدست اسرارھم) ۱۲۱۴ھ/۱۷۹۹ء میں سیال شریف، تحصیل ساہیوال، ضلع سرگودھا (صوبہ پنجاب پاکستان) میں پیدا ہوئے۔(۶)

بہت عرصہ قبل حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانی نے حضرت خواجہ شیر کرم علی قادریؒ کو بصارت قلبی سے یہ بشارت دی تھی کہ آپ کی اولاد میں سے ایک بزرگ صاحب ارشاد ہوگا جس کے فیوض و برکات سے ایک عالم فیض یاب ہوگا۔ اس بشارت کے صحیح مصداق حضرت خواجہ شمس العارفین سیالویؒ ہوئے۔(۷)

سلسلۂ نسب:

آپ کا سلسلۂ نسب پچاس واسطوں سے حضرت عباس علمدار شہید کربلا ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے جاملتا ہے۔ نسب نامہ یہ ہے:

"حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی بن میاں محمد یار بن میاں محمد شریف بن میاں برخوردار بن میاں تاج محمود بن میاں شیر کرم علی بن

جان محمد بن سعد اللہ بن دولت بن لنگر بن صالح محمد بن غلام محمد بن عظمت بن سلطان بن اللہ دتہ بن مقصود بن شیخ بن سارنگ بن کمال بن یعقوب بن بہت بن وریام بن سنجر بن ملائم بن گورگج بن اچھیر بن عثمان بن ماہی بن جہانب بن صاحب بن چھتہ بن رسالو بن ہندال بن سال بن سانڈر بن گوزا بن چت بن کوڈ بن بجن بن زمان علی معروف کھوکھر بن قطب شاہ (عبدالعلی معروف عون) بن یعلی بن حمزہ بن طیار بن قاسم بن علی بن جعفر بن حمزہ بن حسن بن عبداللہ نزد بعضے عبیداللہ بن عباس بن حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ۔" (۸)

تعلیم و تربیت:

حکیم اور قدیر خدا اپنے جن بندوں کو اپنے بندوں کی رشد و ہدایت کے لئے منتخب کر لیتا ہے اُن کی تعلیم و تربیت اور صلاحیت و قابلیت کا بھی انتظام فرما دیتا ہے۔ یہ منتخب لوگ اپنی تعلیم و تربیت کے بعد مخلوقِ خدا کو فیض یاب کرتے ہیں، چراغ سے چراغ جلتے ہیں اور رب تعالیٰ کا نظام ہے کہ یہ نور پھیلتا ہی چلا جاتا ہے، چنانچہ خواجہ شمس الدین سیالوی کی تعلیم و تربیت کے احوال بتاتے ہیں کہ حکیم رب نے آپ کی ذات سے بے شمار تشنگانِ علم و معرفت کو سیراب فرمایا۔

خواجہ شمس العارفین، حضرت میاں محمد یار کے اکلوتے بیٹے تھے، والد گرامی نے نورِ نظر کی تعلیم و تربیت کی جانب خاص توجہ دی۔ سب سے پہلے قرآن پاک کا حفظ مکمل کرایا پھر علومِ دینیہ کی تحصیل کے لئے مختلف مقامات پر آپ نے علم کی دولت حاصل کی۔ آپ کے سوانح نگار مؤلف "فوز المقال فی خلفائے پیر سیال" لکھتے ہیں:

"حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی حضرت میاں محمد یار کے اکلوتے بیٹے تھے آپ نے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ دی۔ پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید شروع کیا اور دو سال میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ بعد ازاں علوم متداولہ کے حصول کا شوق دامن گیر ہوا۔" (۹)

آپ جہاں جہاں تلاشِ علم میں گئے اور جن مقامات پر جن اساتذۂ کرام سے اکتسابِ فیض کیا، اپنے صاحبزادے محمد الدین سیالوی کی گزارش پر از خود تمام تفصیلات ارشاد فرمائیں۔ ''مرأۃ العاشقین'' میں ہے:

''صاحبزادہ محمد الدین صاحب عرضداشت کرد کہ کیفیت طالب علمی ایشاں چہ گونہ است فرمود، دو ماہ بساکھ و جیٹھ در قریہ میکی ڈھوک ماندہ کریما و نام حق خواندم۔ بعد ازاں چند نامہ شیخ فریدالدین عطار در قصبہ مکھڈ شریف بخدمت ماموں صاحب شروع کردم تا آنکہ تمام کتب درسیہ نظم از و شاں تعلیم یافتم و بعد ازاں کتب صرف و نحو و منطق از مولوی محمد علی صاحب درس گرفتم تا آنکہ مدت سیزدہ سال در آنجا سکونت داشتم و بعد ازاں دو سال در قریہ اخلاص گزرانیدم شرح وقایہ در اول سال و مطول در دوم سال خواندہ ام بعد ازاں شش ماہ در شہر کابل بماندم۔ ہدایہ شریف در انجا خواندہ سند علم حدیث نیز حاصل کردم بعد ازاں چند کتب توحید مثل لوائح مولوی جامی و لمعات فخرالدین عراقی و شرح مولوی جامی و سواء السبیل و کشکول و مرقع شریف من تصنیفات خواجہ کلیم اللہ جہان آبادی در قریہ تونسہ شریف بخدمت حضرت تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواندم۔'' (۱۰)

ترجمہ: صاحبزادہ محمد دین صاحب نے عرض کیا جناب کا تعلیمی دور کیسے طے ہوا؟ فرمایا بساکھ اور جیٹھ کے دو مہینوں میں، میں نے موضع میکی ڈھوک میں کریما اور نام حق کا درس لیا اس کے بعد قصبہ مکھڈ شریف میں ماموں احمد الدین صاحب کی خدمت میں پند نامہ عطار شروع کیا۔ حتیٰ کہ نظم کی تمام درسی کتابیں انہیں سے پڑھیں۔ اس کے بعد صرف و نحو اور منطق کی کتابیں مولوی محمد علی صاحب سے پڑھیں۔ تیرہ سال وہیں گزار دیے اس کے بعد دو سال موضع اخلاص میں گزارے۔ پہلے

سال شرح وقایہ اور دوسرے سال مطول کو پڑھ ڈالا۔ اس کے بعد چھ ماہ کامل شہر میں رہ کر ہدایہ شریف کو پڑھا اور ساتھ ہی علم حدیث کی سند بھی لی اس کے بعد تونسہ شریف حضرت خواجہ تونسوی کی خدمت میں رہ کر تصوف کی چند کتابیں پڑھیں جن میں خاص طور پر لوائح جامی لمعات عراقی، شرح لمعات جامی، سواء السبیل، کشکول کلیمی اور مرقع کلیمی قابل ذکر ہیں۔

اپنی "مرآۃ العاشقین" میں اپنی تعلیمی کیفیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا

"توحید کی کتابیں مثلاً لوائح اور لمعات وغیرہ کو میں بغل میں لئے حضرت تونسوی کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ جب آپ کی نظر مجھ پر پڑتی تو ہاتھ کے اشارے سے مجھے اپنے پاس بلا کر سبق پڑھاتے اور دوران سبق اکثر اوقات بڑی گرمجوشی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن آپ مہار شریف کے درویش خانے میں تشریف فرما تھے اور آپ کے ارد گرد خاص و عام کا ہجوم تھا۔ اس حالت میں بھی جب کہ آپ کو فراغت نہ تھی اپنے ہاتھ سے آپ نے مجھے اشارہ کیا میں نے فی الفور آپ کے پاس پہنچ کر کتاب کھولی اور سبق پڑھا۔" (۱)

آپ زیادہ عرصہ مکھڈ شریف (اٹک) میں استاذ دوراں فاضل اجل، شہرہ آفاق مدرس و عالم حضرت مولانا محمد علی مکھڈی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں رہ کر تحصیل علم میں مگن رہے۔ مولانا امیر بخش آپ کے حصول علم پر تفصیلات بتاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

"عالی جاہ ماموں جان کے ہمراہ مسافت دور دراز کے نشیب و فراز کو طے کر کے موضع ٹیکی ڈھوک علاقہ چنڈی گھیب میں وارد ہوئے۔ اور اس درسگاہ میں صرف دو ماہ رہ کر تمام حق اور کریما پڑھا، پھر وہاں سے استاذ صاحب کے انتقال پر ملال کے باعث روانہ ہو کر بحالت درویشانہ بلباس طالبانہ مکھڈ شریف کے مقام پر جا کر قیام کیا۔"

گرچہ ظاہر میں تو وہ اک طالب مسکیں تھا
لیک باطن میں ازل کے نور سے رنگیں تھا

تیراں (۱۳) سال بڑے استقلال سے آپ نے وہاں رہ کر علم پڑھا۔ چنانچہ پہلے نثر اور نظم کو اپنے ماموں صاحب والد مراتب سے اتمام کیا پھر دیگر اکثر علوم کو مولوی محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ سے تحصیل اور تکمیل کیا اور کچھ عرصہ اخلاص میں مولوی صاحب کے پاس بھی قیام فرمایا اور نیز ایک دفعہ شہر کابل میں تشریف لے جا کر حدیث کی سند کمل ایک بڑے فاضل اکمل سے حاصل کی۔ (۱۴)

آپ کے اساتذۂ ذی وقار:

آپ کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ خواجہ شمس العارفین سیالوی نے بالخصوص میکی ڈھوک، مکھڈ شریف، اخلاص (یہ تمام مقامات ضلع اٹک میں واقع ہیں) تونسہ شریف (ڈیرہ غازی خان) اور کابل، افغانستان میں وقت کے جید اور اکابر علماء کرام سے اکتساب فیض کیا۔ مبتدی سے لے کر منتہی کتب تک بلند پایہ علماء و مشائخ سے پڑھیں۔ چنانچہ آپ کے سوانح نگاروں نے آپ کے اساتذۂ کرام کے اسماء و احوال رقم کئے۔ مؤلف ''فوز المقال فی خلفائے پیر سیال'' اساتذۂ کرام کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں۔

''حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے جن حضرات سے علوم دینیہ کی تحصیل کی اور سند حدیث شریف حاصل کی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت میاں احمد الدین (یہ رشتہ میں آپ کے ماموں جان ہیں)۔

۲۔ حضرت میاں محمد افضل (میکی ڈھوک)۔

۳۔ حضرت مولانا محمد علی مکھڈوی (مکھڈ شریف)۔

۴۔ حضرت مولانا حسن دین (اخلاص)۔

۵۔ حضرت حافظ دراز کابلی (کابل، افغانستان)۔

۲۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی (تونسہ شریف)۔
(رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)۔ (۱۳)

اساتذۂ کرام میں کامل، افغانستان کے جس اُستاذ ذی اکرام کو حافظ دراز کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر محمد حسین للہی کی تحقیق کے مطابق ان کا اصل نام حافظ محمد احسن بن محمد صدیق ہے۔ یہ تفسیر، حدیث اور فقہ کے یگانہ روزگار عالم تھے۔ سرحد سے سمرقند تک آپ کے علم کا شہرہ تھا۔ آپ کا اصل وطن خوشاب (پنجاب) تھا اور ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ (۱۴)

انہوں نے اکثر علوم اپنی والدۂ ماجدہ سے حاصل کئے تھے جو بڑی عالمہ تھیں، خوشاب سے پشاور چلے گئے اور مدت العمر مسند تدریس پر فائز رہے اور یہیں ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۷ء میں وصال فرمایا۔ آپ کی تصانیف میں سے "فتح الباری" شرح جامع الصحیح امام بخاری بزبان فارسی مشہور ہے۔ (۱۵)

آپ کے بعض اساتذۂ کرام کا تذکرۂ وتعارف:

اُستاذ العلماء میاں محمد افضل:

اُستاذ العلماء حضرت خواجہ میاں محمد افضل قدس سرہ ۲۳ ذوالحجہ ۱۱۹۳ھ مطابق ۲ جنوری ۱۷۸۰ء کو میکی ڈھوک (اٹک) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب ۳۱ واسطوں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے، کہا جاتا ہے کہ آپ کا خاندان خوشاب سے میکی ڈھوک آ کر آباد ہوا تھا۔

آپ کا شمار بے ریا، مخلص، ہمدرد اور جید علماء میں ہوتا ہے۔ بے شمار لوگ آپ کے علم و فضل سے مستفید ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے مولانا محمد احسن چشتی بھی جید عالم اور درویش کامل تھے۔ حضرت خواجہ کریم اللہ بخش تونسوی قدس سرہ کے خلیفۂ مجاز تھے۔ پھر آپ کے صاحبزادگان خواجہ غلام یحییٰ، مولانا محمد قاسم اور مولانا غلام صابر کا شمار اپنے وقت کے اکابر علماء میں ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ غلام یحییٰ کے تلامذہ میں مولوی غلام رسول ساکن انہی (ضلع گجرات) بڑے مشہور ہوئے۔

جب سکھوں نے پنجاب کو تاراج کرنا شروع کیا تو آپ کا علاقہ بھی زد میں آیا۔ رنجیت سنگھ کی یورش کو روکنے کے لئے آپ نے اور آپ کے تلامذہ نے علم جہاد بلند کیا۔ ظالم اور سفاک سکھوں نے فتح جنگ کے مقام پر آپ کو شہید کیا۔ یہ روح فرسا واقعات ۱۸۳۹ھ میں رونما ہوئے۔ ۹ صفر ۱۲۵۱ھ مطابق ۲ جون ۱۸۳۹ء بروز شنبہ آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ مدفن پاک قبرستان شہیداں نزد میکی ڈھوک ضلع اٹک میں مرجع خلائق ہے۔

کہا جاتا ہے کہ شہداء کی لاشیں سکھوں نے نہ اُٹھانے دیں اور اس طرح کئی ماہ گزر گئے۔ بالآخر جب اہلِ علاقہ شہداء کی تدفین میں کامیاب ہوئے اور شہداء کے جسد خاکی اُٹھائے گئے تو تازہ خون رس رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا آج ہی انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا ہے۔

خواجہ میاں محمد افضل اپنے نام کی طرح بڑے بہترین اور اخوت والے ہمدرد انسان تھے۔ آپ کی ذات مرجع خلائق تھی۔ مخلوق خدا آپ کے اخلاق حمیدہ کے باعث آپ کے اردگرد جمع رہتی۔ "میکی ڈھوک" آپ ہی کے نام پر ہے۔ یعنی "میاں کی ڈھوک" میاں سے مراد خواجہ محمد افضل ہیں۔ اور ڈھوک سے مراد وہ گھر یا مکان ہے۔ یہی میاں کی ڈھوک بعد میں میکی ڈھوک مشہور ہوگئی۔

یہی وہ مقام ہے جہاں بانی خانوادہ سیال شریف خواجہ شمس العارفین نے آپ سے کریما اور نامِ حق پڑھا۔ تمام تذکرہ نگار اس مقام کا عقیدت و احترام سے تذکرہ کرتے ہیں۔ (۱۶)

حضرت مولانا حسن دین رحمۃ اللہ علیہ:

ضلع اٹک تحصیل پنڈی گھیب میں ایک معروف گاؤں کا نام "اخلاص" ہے۔ حضرت مولانا حسن دین ۱۱۶۹ھ/ ۱۷۵۶ء کو اسی موضع اخلاص میں پیدا ہوئے۔ آپ خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ کے مریدین میں سے تھے۔ "اخلاص" کی سرزمین پر پیدا ہونے والے اور یہیں پلنے بڑھنے والے حضرت مولانا حسن دین پیکر اخلاص بنے، ساری عمر

فی سبیل اللہ مخلص للہ درس و تدریس میں مشغول رہے۔ آپ کے تلامذہ نے بھی بڑی شہرت پائی۔ بے حد پاکیزہ اخلاق کے مالک صالح اور دیندار بزرگ تھے۔

آپ کا وصال ۱۸ رجب ۱۲۳۶ھ / ۲۱ اپریل ۱۸۲۱ء کو ہوا۔ مزار مبارک موضع اخلاص کے بڑے قبرستان میں موجود ہے۔ آپ کا ایک فرزند بتایا جاتا ہے، ازاں بعد آپ کا پوتا قاضی محمود الحسن مسند نشین ہوا۔

اُستاذ العلماء مولانا محمد علی مکھڈی علیہ رحمۃ الباری:

نام و نسب:

اُستاذ العلماء حضرت مولانا محمد علی ابن محمد شفیع ابن محمد داؤد جلال آبادی ۱۱۶۵ھ/۱۷۵۲ء کو بٹالہ نواحی امرتسر میں پیدا ہوئے۔ آپ نسب میں اشرف القبائل قریش سے ہیں۔ آپ کے والدین کریمین اُس وقت وصال فرما گئے جب آپ کم سن تھے۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا عبدالرسول صاحب نے آپ کی تعلیم و تربیت اور کفالت کی ذمہ داریاں نبھائیں۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں اپنے بڑے بھائی مولانا عبدالرسول صاحب کا نام بھی ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ تربیت و کفالت کے ساتھ ساتھ بھائی نے آپ کی تعلیم پر بھی توجہ دی۔ (۱۷)

تعلیم:

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی مولانا عبدالرسول صاحب سے حاصل کی۔ پھر بھائی کی اجازت سے حصولِ علم کے لئے مختلف مقامات پر حاضری دی۔ بٹالہ میں میاں جنوۃ اللہ سے فن کتابت سیکھا۔ اس کے بعد علمی سفر اختیار کیا اور مولوی اسد اللہ بہاولپوری، میاں مصطفیٰ جی پشاوری، میاں مرتضیٰ صاحب جیسالوی کی خدمت میں رہ کر عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ مولانا محکم الدین مکھڈی کی خدمت میں بمقام مکھڈ شریف (ضلع کیمبل پور اب ضلع اٹک) حاضر ہوئے۔ مولانا محکم الدین متبحر عالم دین تھے۔

اُس زمانہ میں ان کے علم کی بڑی شہرت تھی آپ عرصۂ دراز تک مولانا موصوف کی خدمت میں رہ کر تحصیل علم کرتے رہے حتیٰ کہ مولانا محکم الدین مکھڈی کا انتقال ہو گیا اور مولانا محمد علی کو ان کا جانشیں مقرر کیا گیا۔(۱۸)

آپ کے تبحر علمی ظاہری کے بیان میں:

مکھڈ شریف (اٹک) ایک زمانہ میں علم کا بہترین مرکز مانا جاتا اور اطراف و اکناف سے شائقینِ علم اس مرکزِ علم و عرفاں کا رُخ کرتے۔ پاکستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ سمرقند، بخارا، کابل تک کے طلباء اس چشمہ فیض سے فیض پانے کشاں کشاں چلے آتے۔ حضرت مولانا محمد علی مکھڈی علیہ رحمۃ الباری کا نام نامی مسندِ تدریس کی زینت اور سند کے طور پر معروف تھا۔ جہاں جہاں علمی مراکز سلسلۂ قیل وقال جاری کیے ہوئے تھے، وہاں وہاں حضرت مولانا محمد علی مکھڈی کے علم وفضل کا چرچا تھا۔ لوگ مکھڈ شریف کا نام لیتے یا آپ کا نام اُن کی زبان پر آتا، ایک عظیم المرتبت علمی مرکز کا تصور خود بخود ذہن میں اُبھرتا۔

ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی ''تبحر علمی وشغلِ تدریس'' کے عنوان سے رقمطراز ہیں:

> ''آپ نے مکھڈ میں مستقل طور پر مقیم ہو کر سلسلۂ تدریس جاری کر دیا اور بہت جلد مغربی پاکستان کے شمال مغربی علاقے میں آپ کے علم و فضل کا شہرہ ہو گیا۔ دور دراز کے شہروں کابل، بخارا، قندھار تک کے طلبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید ہونے لگے۔
>
> علوم معقول یعنی منطق و فلسفہ میں آپ کی دسترس کی بڑی شہرت تھی، اُس دور کے جید علماء منطق و فلسفہ کے دقیق مسائل آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر حل کراتے تھے۔''(۱۹)

اسی طرح آپ کے سوانح نگار مولانا محمد دین مکھڈی ''تذکرۃ الاولیٰ'' میں آپ کے تبحر علمی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''حضرت مولانا کا تبحر علمی وہ شہرۂ آفاق ہوا کہ دور دراز سے طلبہ حاضر

ہو کر اس چشمہ فیض سے فیضیاب ہو رہے تھے۔ چنانچہ خلیفہ محمد عابد جی صاحب جو کہ حضرت مولانا کے بعد بحکم حضرت شاہ محمد سلیمان مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے، مہار شریف ریاست بہاولپور کے باشندہ تھے اور حضرت مولانا کے خلیفۂ دوم حضرت خواجہ زین الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ موضع انگہ علاقہ سکیسر کے باشندہ تھے اور حضرت مولوی شمس الدین صاحب سیال شریف کے باشندہ تھے یہ سب حضرات مولانا کے حلقہ درس میں شامل ہو کر فخر شاگردی سے ممتاز ہوئے۔ ویسے تو حضرت کا علم جامع تھا لیکن کتب فقہ کی تدریس کا شغل حضرت کم فرمایا کرتے۔(۲۰)

حضرت مولانا محمد علی مکھڈی رحمۃ اللہ علیہ نامور عالم دین، بہترین مدرس، حلیم الطبع تہجد گزار اور بے حد فصیح اللسان انسان تھے، آپ اس انداز و اداء اور اس فصاحت و بلاغت سے طلباء کے سامنے سبق کی تقریر فرماتے کہ طلباء جھوم جاتے۔ مؤلف تذکرۃ الولی "تذکرۃ المحبوب" کے حوالہ سے اسی طرح کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔

"تذکرۃ المحبوب" میں ہے کہ حضرت زینت الاولیاء فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جب ہمارے میاں صاحب تونسہ مقدس سے تشریف لا رہے تھے تو بستی قاضی والی میں شب باشی کا اتفاق ہوا اور وہاں ایک مولوی صاحب علی محمد جراح مدرس تھے اور مولوی صاحب موصوف سے چند طلباء شرح عقائد خیالی پڑھتے تھے، کوئی مقام مشکل آ گیا جو کہ مولوی صاحب سے حل نہ ہو سکا جب حضرت تشریف فرما ہوئے تو طلباء نے اپنے اُستاذ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ مقام حضرت مولانا سے حل کرا لیں۔ لیکن اُستاذ صاحب نے سستی کی تو طلباء نے اپنے اُستاذ صاحب کو کہا کہ حضرت مولانا اُستاذ الکل ہیں اور حضرت صاحب کے بزرگ خلفاء سے ہیں، ان سے یہ مقام کس لئے حل نہیں کراتے۔

مولوی صاحب نے فرمایا کہ مجھے اپنی کم علمی کی شرم مانع نہیں آتی بلکہ اس لئے کہ ہمارے مہمان ہیں ممکن ہے ان کی طبیعت مبارک میں ملال آ جائے، بہر حال طلباء کے اصرار پر مولوی صاحب نے اس مقام کو حضرت مولانا کے پیش کیا۔ ہمارے میاں صاحب نے فرمایا کہ میری عینک مجھے دے پس تھوڑی دیر مطالعہ کے بعد آپ نے ایسی فصیح تقریر شروع کی کہ سب طلباء کے ذہن میں وہ مقام حل ہو گیا۔ تب طلباء آپس میں یہ کہنے لگے کہ حضرت مولانا تو اس امر کے مستحق ہیں کہ ریشمی جھولے میں آپ جھلاتے رہیں اور جو مقام مشکل آوے آپ سے حل کراتے رہیں۔ اور مولوی علی محمد صاحب فرمانے لگے کہ حضرت کا کمال علم تو ہمیں معلوم تھا اور مشہور تھا مگر یہ فصاحت جس کا اندازہ نہیں، مجھے معلوم نہ تھی۔ آپ از حد زیادہ فصیح اللسان ہیں۔"(۲۱)

بیعت :

مولانا محمد علی مکھڈی، خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ آپ کسی اللہ والے کی تلاش میں تھے، کسی نے تونسہ شریف جانے کا مشورہ دیا۔ اپنے محبوب اور عزیز شاگرد خواجہ شمس الدین کے ہمراہ تونسہ شریف حاضر ہوئے۔ یہ داستانِ شوق حاجی محمد مرید احمد چشتی اپنی تالیف لطیف "فوز المقال فی خلفائے پیر سیال" کی جلد اول میں یوں بیان فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا محمد علی مکھڈوی قدس سرہ اگرچہ علم و فضل میں بے نظیر اور زہد و ورع میں منفرد اور مرجع خلائق تھے لیکن دل ابھی کسی ایسے صاحب کمال کے لئے تڑپ رہا تھا جو ایک نگاہ میں کامل کر دے اور اپنی توجہ باطنی سے حریم ذات کے دروازے کھول دے۔ کئی بزرگوں کی شہرت سنی، دیکھا اور لوٹ آئے۔ دل کی تسکین کا ساماں کہیں نظر نہ

آیا۔ ایک روز کسی رہ نورد نے حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کا تذکرہ اس انداز سے کیا کہ سنتے ہی دل بے چین ہو گیا اور تونسہ مقدسہ کا سفر اختیار فرمایا۔ اس سفر میں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کو اپنے ہمراہ لیا۔ جب کشتی دائرہ دین پناہ کے مضافات میں پہنچی، آپ اتر پڑے اور ملاحوں کو رخصت عطا فرمائی وہاں ایک دراز گوش کرایہ پر لیا اور حضرت خواجہ تونسوی کے در اقدس پر پہنچے حضرت خواجہ تونسوی نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ عرض کیا مکھڈ سے۔ مزید استفسار فرمایا۔ مولوی صاحب بخیریت تھے؟ عرض کیا وہ خاکسار میں ہی ہوں۔ حضرت خواجہ تونسوی نے اٹھ کر گلے لگا لیا اور بڑی عزت و تکریم کی۔ رہائش کے لئے الگ ایک مکان مرحمت فرمایا چھ ماہ آپ کی خدمت میں رہ کر استفادہ علم باطنی میں مشغول ہوئے۔ چھ ماہ کے بعد سعادت بیعت سے مشرف ہو کر اور خلعت خلافت سے بہرہ یاب ہو کر ممتاز اقران ہوئے۔" (۲۲)

وصال:

۲۹ رمضان المبارک ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء میں چند دن بیمار رہ کر حضرت خواجہ تونسوی کی زندگی ہی میں آپ نے وصال فرمایا۔ آپ کا مزار پر انوار مکھڈ شریف (اٹک) میں زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔ (۲۳)

راقم جولائی ۲۰۰۵ء اس مزار مبارک پر حاضر ہوا۔ دریائے سندھ کے کنارے خوبصورت گنبد کے سائے تلے آرام فرما مولانا محمد علی مکھڈی علیہ رحمۃ الباری کی بارگاہ میں دور دراز سے لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ قدیم کتب خانہ دیکھتے ہیں۔ آپ کی علمی شان کو یاد کرتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔ ان دنوں حضرت پیر صالح گل صاحب سجادہ نشین ہیں۔ نورانی صورت پیر صالح گل صاحب صالح بزرگ ہیں۔ علم و ادب کے قدرداں ہیں۔ حضرت

مولانا محمد علی مکھڈی رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد عقیدت رکھتے ہیں، فرماتے ہیں: گورنمنٹ کالا باغ ڈیم بنانا چاہتی ہے ہمیں نہ حکومت پر اعتراض ہے نہ کالا باغ ڈیم کی افادیت سے انکار ہے البتہ لوگ بتاتے ہیں کہ ہمیں یہ در و دیوار اور یہ مکانات چھوڑنا ہوں گے۔ مکان تو کہیں بھی بنایا، لیا اور خریدا جا سکتا ہے اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں حضرت مولانا محمد علی مکھڈی رحمۃ اللہ علیہ سے دور ہونا گوارا نہیں ہے۔ ہم انہی کے جوار اور انہی کے پڑوس میں جینا مرنا چاہتے ہیں۔ میں جس روز حاضر ہوا، حسنِ اتفاق سے جمعۃ المبارک کا روز عید تھا۔ آپ ہی کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ آپ نے کتاب "تذکرۃ الاولیٰ" عطا فرمائی۔ دعاؤں سے سرفراز کیا۔ مکھڈ شریف یہ پہلی حاضری تھی۔

بیعت، اجازتِ بیعت اور خلافت:

یہ اُن مبارک دنوں کی بات ہے جب خواجہ شمس الدین سیالوی مکھڈ شریف (اٹک) میں اُستاذِ دوراں، فضائل نشاں مولانا محمد علی مکھڈی کی بارگاہ میں علومِ دینیہ کی تحصیل میں مشغول تھے۔ اُس وقت آپ کی عمر ١٨ برس تھی اور نحو میں کافیہ اور منطق میں یک روزی پڑھتے تھے۔ اُستاذِ گرامی کسی رہبر کی تلاش میں تھے اور اسی اثناء میں ایک نوجوان نے آپ کو تونسہ شریف کے خواجہ محمد سلیمان تونسوی کا پتہ دیا اور بتایا کہ اگر آپ کو شرفِ ملاقات ہو تو آپ مطمئن ہو جائیں گے۔ چنانچہ اُستاذِ گرامی نے آپ کو ہمراہ لے کر تونسہ شریف جانے کا عزم بالجزم کیا۔ آپ کے سوانح نگار مولانا امیر بخش اپنی تالیف "انوارِ شمسیہ" میں آپ کی بیعت کی بابت لکھتے ہیں:

> "عصر کے وقت تونسہ مقدسہ کے دربارِ پُر انوار پر جا پہنچے اور اُسی وقت قبلہ عالمیاں خواجہ محمد سلیمان علیہ الرحمۃ والغفران کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ تسلیمات اور تعظیمات بجالا کر بیٹھ رہے۔ حضرت بزرگوار نے مولوی صاحب سے استفسار فرمایا کہ آپ کا کیا نام ہے اور کس مقام سے آئے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ محمد علی میرا نام ہے

اور شہر مکھڈ میرا مقام ہے۔ چونکہ مولوی صاحب ایک شہرۂ آفاق تھے اور آں ذات بابرکات ان کے صفات اور فضائلات سے واقف تھے اس سبب سے ان فیاض نے بڑے اعزاز سے فرمایا کہ آپ مولوی صاحب ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ فیاضا اس غلام کو مرد ماں مولوی کہتے ہیں اور بعض سے روایت ہے کہ جب مولوی صاحب حضرت کی جناب میں زیارت سے شرف یاب ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ کہاں سے آئے ہو؟ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ مکھڈ سے حضور نے فرمایا کہ مولوی صاحب بخیریت تھے؟ انہوں نے گزارش کیا کہ عالی جاہ وہ تو میں ہی ہوں۔ تب آن ذات عطائی نے بڑی مہربانی سے اُٹھ کر معانقہ جسمانی فرمایا اور عنایتِ خاص سے ان کو اپنے پاس بٹھایا اور التفاتِ بے غایات سے سب حالات پوچھ کر آرام کے لئے ایک علیحدہ مقام میں ٹکایا۔ چونکہ شمس دوراں اس سلیمان زماں کو دیکھتے ہی بعقیدت تمام قربان ہو رہے تھے فی الحال دل میں خیال آیا کہ مولوی صاحب تو خود را اور بے پرواہیں شاید فردا روز واپس ہو جاویں تو میں حضور پُر نور کے فیوضات سے محروم اور مجبور نہ رہوں۔

حسنِ ازل زر دے سلیمان نہ شمس تافت
صبر و قرار بُرد بیکدم نثار ساخت

اس لئے آپ نے اسی وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کے لئے عرض کیا اور آں حضور فیض گنجور نے بہت مسرور ہو کر بعنایت موفور بیعت سے مشرف فرمایا۔ نفل اوابین اور حفظ الایمان نماز شام کے بعد اور دس دس مرتبہ درود شریف ہر نماز کے بعد جناب نے ارشاد کیا اور فرمایا کہ بالفعل تیرے لئے اتنا وظیفہ کافی ہے کیونکہ طالب علم کے لئے بہت وظیفہ علم پڑھنے کے منافی ہے جب تو علم کی تحصیل اور

تکمیل کرکے پھر میرے پاس آئے گا تو اُس وقت بہت کچھ وظیفہ تجھے بتلایا جائے گا۔ پس شمس دوراں نے اُس فیاض زماں کے فیضان سے کامراں ہو کر مکان پر آرام فرمایا اور ہزاراں ہزار شکر پروردگار کا بجا لایا۔" (۴۴)

۳۶ برس کی عمر میں جب عبادت و ریاضت، عقیدت و محبت، وجد و کیف اور زہد و ریاضت سے سینہ گنجینۂ نور بن گیا تو آپ کے پیر و مرشد خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہٗ نے خرقۂ خلافت ارزانی فرمایا۔ آپ نے اس موقع پر بصد آداب عرض کیا کہ میں اس بار گراں کا متحمل نہیں ہوسکتا، مجھے معذور خیال کیا جائے مگر شیخ طریقت نے فرمایا۔ "ہم تمہارے ہر کام کے خود ذمہ دار ہوں گے۔ اور پھر بحکم خدا اجازت بیعت وعطائے خلافت کا عظیم اعزاز آپ کو بخش دیا گیا۔ حاجی محمد مرید احمد چشتی اپنی عظیم اور ضخیم کتاب "فوز المقال فی خلفائے پیر سیال" کی پہلی جلد میں "اجازت بیعت و خلافت" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں:

"جب حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کی عمر مبارک ۳۶ برس ہوگئی۔ زہد و ریاضت سے سینہ گنجینۂ نور بن گیا تو حضرت تونسوی نے خرقہ خلافت ارزانی فرمایا اور ساتھ ہی ہدایت کی کہ میں تجھے گم کردہ راہوں کو راہ ہدایت پر لانے کیلئے آوارگان دشت محبت کو منزل محبوب تک پہنچانے کے لئے بیعت اور خلافت کی اجازت دیتا ہوں۔ آپ نے بصد نیاز عرض کی کہ مخدوما! میں اس بار گراں کا متحمل نہیں ہوسکتا، مجھے اس سے معذور سمجھا جائے۔ حضرت تونسوی نے فرمایا کہ "تو کہاں ہے جب تو میں ہوگیا تو پھر تو کہاں رہا؟" تیرے ہر کام کا میں ذمہ دار ہوں اپنے آپ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تجھے اس کا مجاز کرتا ہوں۔" چنانچہ ظاہری و باطنی انعامات سے سرفراز فرما کر گھر رخصت کیا اور روانگی کے وقت سخت تاکید کی کہ جس فیض کا تمہیں امین اور جس خزینہ سعادت کا تجھے قاسم مقرر کیا گیا ہے، اس سے کوئی محروم واپس نہ جائے جو بیعت کا

خواہش مند ہو کر آئے اس کی دستگیری ضرور کی جائے۔
جب دوبارہ اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دریافت فرمایا کہ کیا کسی کو بیعت کیا ہے؟ عرض کیا صرف میرے والدین نے میری بیعت کی ہے اس کے علاوہ اور کوئی بیعت نہیں ہوا۔ حضرت خواجہ تونسوی نے جلال میں آ کر فرمایا کہ میں نے شاہباز بنایا ہے سارا عالم تیرا صید زبوں ہے اپنی ہمت خداداد کو مخلوق خدا کی رشد و ہدایت میں صرف کر۔" (۴۵)

بفضلہ تعالیٰ شیخ کریم کی نگاہ کرم سے سارا عالم آپ کی تعلیمات سے بہرہ ور ہوا۔ آپ کا سلسلہ پھیلتا چلا گیا، آپ کا فیض عام ہوتا گیا۔ جو آیا فیض یاب ہوا۔ اور آج شاید ہی کوئی خطہ ایسا ہو جہاں آپ کا اور آپ کے خلفاء کا فیض نہ پہنچا ہو۔

اَخلاق و اطوار:

اللہ والے لوگ بہترین اخلاق و اطوار کے مالک ہوتے ہیں۔ اُن کی زندگی اپنے خالق کی عبادت و اطاعت اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و محبت میں بسر ہوتی ہے۔ وہ بندگانِ خدا پر مہربان ہوتے ہیں۔ غرباء و مساکین اُن کے در پہ پلتے ہیں۔ حاجت مند اُن کی دہلیز پر آ کر مرادیں پاتے ہیں۔ وہ خود بھی صابر شاکر ہوتے ہیں اپنے ارادت مندوں کو بھی صبر و شکر کا درس دیتے ہیں۔ آپ کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ:

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی علیہ رحمۃ الباری شرعی اُمور اور دینی معاملات میں ہمہ وقت پابندی فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے تھے۔ مصائب و آلام میں صبر و شکر ادا کرتے تھے۔ رشتہ داروں، درویشوں پر حد درجہ التفات فرماتے۔ غرباء و مسکین کو لنگر شریف سے دو وقتی کھانا دیتے تھے۔ مسکینوں اور یتیموں پر بے حد شفیق اور مہربان تھے۔ زائرین اور مسافروں پر بڑی مہربانی فرماتے اور انہیں بڑے پیار سے اپنے پاس بٹھا کر ان کا حال دریافت فرماتے تھے۔ ہر ایک شخص آپ کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر آپ کا گرویدہ اور جانثار بن جاتا تھا۔

آپ کی مجلس پانے والے گواہی دیتے ہیں کہ آپ کے اخلاق و اوصاف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق تھے۔ صورت و سیرت میں حضرت خواجہ تونسوی کے موافق تھے۔ مؤلف تحفۃ الابرار کا بیان ہے کہ:

''آپ اعظم و اکمل محبوب ترین خلفائے حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی تھے۔ آپ عالم متبحر و فاضل اجل پابندِ شریعت اور قدم بقدم چلنے والے راہِ طریقت اپنے پیر روشن ضمیر کے تھے۔ آخر وقت میں آپ بعینہٖ ہم شکل و شباہت اپنے پیر کے ہو گئے تھے۔ آپ کی آرزوئے دلی یہ بھی تھی کہ میری وفات اور عمر مثل پیر کے ہوئے۔ چنانچہ آپ کا وصال بماہ صفر اور عمر بھی قریبا اپنے پیر کے ہوئی۔ پورا پورا رتبہ فنا فی الشیخ کا آپ ہی کے حصہ میں آیا۔'' (۲۶)

آپ بدخواہوں کے بھی خیر خواہ تھے۔ ایک مرتبہ سید فضل شاہ صاحب نے عرض کیا۔ فلاں آدمی آپ کے بارے میں نامناسب باتیں کرتا ہے اور آپ اس کے ساتھ بڑی مہربانی فرماتے ہیں:

فرمایا: ہر آدمی اپنی فطرت کے مطابق کام کرتا ہے اور پھر یہ شعر پڑھا: ؎

ہر یکی بر خلقت خود ی تند
مہ فشاند نور، سگ عو عو کند

یعنی ہر چیز اپنی فطرت اور اصلیت کے مطابق کام کرنے پر طبعاً مجبور ہے۔ چاند اپنی نورانی کرنیں بکھیرتا رہتا ہے اور کتا چاند کے عمل پر ناخوش ہو کر بھونکتا رہتا ہے۔ (۲۷)

آپ علمائے کرام اور سادات کبار کی بے حد تعظیم کرتے، طلباء و درویشان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ یتیموں اور بیوگان کی خبر گیری کرتے تھے۔ یہی اثر آپ کی اولاد میں بھی ہے۔ آپ کے صاحبزادگان والا شان اور پھر اُن کے صاحبزادگان علمائے کرام اور ساداتِ عظام کا بے حد ادب کرتے، محض نسبتِ رسول کے سبب سادات کا بے حد احترام فرماتے، انہیں اپنے برابر جگہ دیتے، ان کے احترام میں اُٹھتے۔

آپ بے حد کریم اور سخی بھی تھے۔ حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کا ملفوظ مبارک ہے:

''ہمارے خواجہ حضور سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوتیں اور کرم ہیں کہ ہرگز کسی کی استعداد پر خیال نہ فرماتے تھے، جو کوئی ان کی صحبت میں حاضر ہوتا تھا اس پر اس کی استعداد سے زیادہ عنایت فرماتے، جس نے ہمارے خواجہ کی زیارت کی اس کے دل سے یہ حسرت ہرگز نہیں جاتی کہ کیوں دوبارہ دیدار کا اتفاق نہیں ہوا، جس نے نہیں دیکھا خود ہی حرمان و ارمان میں رہا کہ وا حسرتا! کہ ایک بار بھی دیدار نہیں ہوا۔'' (۲۸)

اولاد:

آپ کے سوانح نگاروں کے مطابق آپ کی شادی اپنے چچا میاں احمد یار کی دختر نیک اطوار سے ہوئی۔ مؤلف ''انوار شمسیہ'' تحریر فرماتے ہیں:

''اگرچہ حضرت خواجہ شمس العارفین تجرید اور تفرید کے شاہسوار تھے اور تعلقات خانگی سے دستبردار تھے مگر آخرکار حضرت خواجہ تونسوی کے ایماء اور والدین کی رضا و خوشنودی سے لاچار شادی کو اختیار فرمایا۔ اور اپنے چچا جان میاں احمد یار کی دختر نیک اختر سے نکاح پڑھایا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک تخمیناً ۳۴ برس تھی اور ریش مبارک کچھ سفید ہو گئی تھی۔'' (۲۹)

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کو تین فرزند عطا فرمائے۔

۱۔ حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی۔

۲۔ حضرت خواجہ محمد فضل الدین سیالوی۔

۳۔ حضرت خواجہ حافظ محمد شجاع الدین سیالوی۔

رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

تینوں صاحبزادگان کو آپ نے بیعت و خلافت کے اعزاز سے سرفراز فرمایا۔ بحمدہ تعالیٰ صاحبزادگان آپ کے تابع فرمان تھے۔ بندگانِ خدا سے محبت کرنے والے اور اللہ والوں کو چاہنے والے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد خواجہ محمد الدین سیالوی آستانہ عالیہ سیال شریف کے سجادہ نشین ہوئے۔ اپنے عظیم والد کے مشن کو بڑھایا، چکایا اور حقیقہ راہوں پر گامزن رہ کر جانشینی کا حق ادا کیا۔

وصال:

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ ۲۴ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ کو واصل بحق ہوئے۔ قریہ عظیمہ سیال شریف میں تدفین ہوئی۔ روضہ مبارک بنا جو آج تک مرجع خلائق ہے۔

قطعات تاریخ وصال:

مولف ''فوز المقال فی خلفائے پیر سیال'' کی تحقیق و جستجو کے مطابق بے شمار شعراء کرام نے قطعات تاریخ رقم کیے۔ ان میں چند منتخب قطعات یہ ہیں:

مفتی غلام سرور لاہوری نے تاریخ وفات کہی۔

دریغا صد دریغا صد دریغا   کہ شمس الدین امام العارفین رفت
ہزار افسوس کیں جہان تاب   بہ اوج عرش از فرش زمین رفت
چو سرور جست تاریخش زہاتف
بگفتا ''شمس اوج علم و دین رفت''
۱ ۳ ۰ ۰ ھ

مرزا نواب بیگ دہلوی مولف ''تحفۃ الابرار'' نے درج ذیل تاریخ وفات کہی۔

کل شیئی ھالک الا وجھہ   وحدہ لا الٰہ الا اللہ
سنین غرب شمس البازغہ   مات فی اخلاق الٰہ
۱ ۳ ۰ ۰ ھ

آپ کے روضۂ انور کے شرقی دروازہ پر مولانا غلام فرید عباسی لاہوری سرگودی کا درج ذیل شعر سنگ مرمر کی تختی پر کندہ ہے۔

عرش یگانہ بود تولد چہ اخترے
شمس منیر کشور دینی وصال او (۳۰)

روضۂ پیر سیال

آپ سرگودھا سے جھنگ کی طرف آئیں تو سیال شریف کے بس اسٹاپ سے دائیں طرف روضہ مبارک اور مسجد کا بلند مینار دور سے نظر نواز ہو جاتا ہے اور اگر جھنگ سے سرگودھا کی جانب آپ رواں دواں ہیں تو سیال شریف کے اسٹاپ پر اترتے ہی اسی جانب روضۂ پیر سیال اور متصل مسجد کا اونچا مینار صاف دکھائی دیتا ہے۔ سرگودھا شہر سے سیال شریف آتے ہوئے اس کا ایک شہر "ساہیوال" آتا ہے۔ یہ اس ضلع کی تحصیل ہے۔ اور غالباً سرگودھا سے ۳۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ ساہیوال سے سیال شریف ۲ کلومیٹر ہے اور سنگِ میل پر نمایاں لکھا ہوا ہے۔

آستانہ عالیہ سیال شریف کی مسجد سے متصل جانب مشرق خانوادہ سیال شریف کے بزرگانِ کرام اور آپ کے خاندان کے افراد ابدی آرام فرما ہیں۔ خوبصورت اور بلند گنبد والے روضہ مبارک میں اس متبرک خانوادہ کے جو بزرگ اپنی برکتوں اور رحمتوں کے ساتھ ابدی آرام فرما ہیں اُن کے سرہانے اُن کے اسمائے مبارک کی تختیاں رکھی ہیں۔ میں پہنچا تو اس در سے وابستہ ایک مرید سرہانے بیٹھا ذکرِ الٰہی میں مصروف تھا، پھر جب میں فاتحہ شریف پڑھ کر دعا مانگنے لگا تو دو تین نوجوان عقیدت واحترام سے روضہ شریف کے اندر داخل ہوئے۔ ایک ایک چیز کو عقیدت سے دیکھا، قبر پر رکھے سنگ مرمر کو آنکھوں سے لگایا پھر دعا کر کے اُلٹے پاؤں سر جھکائے ادب سے باہر نکل آئے۔

انوار وتجلیات اور خیرات وبرکات سے مالا مال روضۂ پیر سیال میں ان حضرات کی قبور منورہ ہیں۔

(الف): اعلیٰ حضرت خواجہ خواجگان حضور غریب نواز خواجہ شمس العارفین حضرت محمد شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ۔

سن پیدائش ۱۲۱۴ھ سن وصال ۱۳۰۰ھ، عمر مبارک ۸۶ سال۔

(ب): بائیں جانب قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین حضور غریب نواز حضرت محمد الدین سیالوی المعروف حضرت ثانی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ۔

سن پیدائش ۱۲۵۳ھ، سن وصال ۱۳۲۷ھ، عمر مبارک ۷۴ سال۔

(ج): بائیں طرف: شہباز طریقت، رہبر شریعت، مجاہد ملت حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ۔ المعروف حضرت ثالث غریب نواز۔

تاریخ پیدائش ۱۳۰۴ھ، تاریخ وصال ۱۳۴۸ھ، عمر مبارک ۴۴ سال۔

(د): پھر ان کے دائیں: شیخ الاسلام والمسلمین، زبدۃ العارفین، قمر الملت والدین، خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ۔

سن پیدائش: ۱۳۲۴ھ، سن وصال: ۱۴۰۱ھ، عمر مبارک: ۷۷ سال۔

روضہ شریف میں آپ کی قبر مبارک کی طرف محراب سے اوپر خواجہ غلام فخر الدین سیالوی کا قطعہ وصال خوبصورت انداز سے ۴ رنگوں میں اس طرح لکھا ہوا ہے:

موت العالم موت العالم
لا شک فیہ ورد الخبر
ان الهاتف قال لفخر
جف القلم وخسف القمر

ماہ رمضان بود باصحاب بدر
در موزہ ہفدہم ہمراہ شد
فخر گریاں گفت تاریخ وصال
در رہ عرفاں فنا فی اللہ شد

۱۴۰۱ھ

ولادت باسعادت

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ

شب شنبہ ۱۴ جولائی ۱۹۰۶ء

وصال مبارک

۱۸ رمضان المبارک ۲۰ جولائی ۱۹۸۱ء

آپ کی مرقد انور کے سرہانے ایک منقش فریم میں آپ کی لکھی ہوئی وہ مشہور نعت رکھی ہے جو آپ کی کتابوں اور آپ کے احوال پر شائع ہونے والے مجلات کے خصوصی نمبروں میں شائع ہو چکی ہے۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے "شیخ الاسلام نمبر" ماہنامہ کاروانِ قمر کراچی کے شیخ الاسلام نمبر" ماہنامہ ضیائے قمر گوجرانوالہ کے "شیخ الاسلام نمبر" اور بالخصوص ماہنامہ الجامعہ، محمدی شریف (جھنگ) کے ہر شمارے میں شائع ہوتی ہے۔ نعت کا مطلع ہے۔

آں جملہ رسل ہادیٔ برحق کہ گزشتند
بر فضل تو اے ختم رسل دادہ گواہی

خواجہ شمس العارفین کی مرقد مبارک کے سرہانے گنبد شریف کی اندرونی دیوار پر جلی حروف سے خوشنما انداز سے یہ کلمات نقش ہیں:

قدوۃ السالکین

شمس العارفین

محبوب رب العالمین

خواجہ محمد شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

تولد "خوب" خوخوانی

۱۲۱۴ھ

سنین عمرش بدیع دانی

ولادت باسعادت

۱۲۱۴ھ ۱۷۹۹ء

وفات الشیخ عرفانی

زہے منظور یزدانی

وصال مبارک

۲۳ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ بروز جمعہ

۵ جنوری ۱۸۸۳ء

دائیں بائیں آپ کے صاحبزادگان کی تاریخ وصال اس طرح مرقوم ہے:

نیر تاباں، آفتاب دیں غوث زمانہ قطب دہر

۱۹۳۹ء

حضرت محمد الدین چو باہر ذوالجلال — سید عالم خواجہ محمد ضیاء الدین صاحب
بربست زیں جا بہ بہشت لایزال — شد ضیاء الدین خواجہ از جہاں
تاریخ ہائے ہجری ہر سہ بحسبت فتی — مسکن وسط او فردوس جناں
ہاتف سروش دادہ فی الحال در خیال — سال ترحیلش گلو فیض الامیں
میلاد مظہر حق عرش جمال گشتہ — "چشمہ رحمت معین ناکساں"
مظہر جمال حق شد تاریخ انتقال — ضوفشاں ہے طلعت خواجہ ضیاء الدین ہنوز
ولادت باسعادت وصال مبارک — اس لئے ہے سال رحلت "خواجہ گیتی فیروز"

۱۳۵۳ھ ۲ رجب بروز منگل ۲۰ جولائی — ولادت — وصال مبارک

۱۷ رمضان المبارک بروز جمعہ ۱۰ جون — ۲ محرم الحرام بروز جمعہ ۲۱ جون بوقت ۲ بجے دن

اب تو مسجد کو مزید وسیع کر دیا گیا ہے۔ صحن میں سطح زمین سے قدرے بلند (تقریباً دو فٹ) ایک مصلی تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کے دور میں آپ کے حکم پر بنا، اس جگہ وہ یادگار اور تاریخی کمرہ تھا جس کے مصلی پر بیٹھ کر غریب نواز خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ عبادت کیا کرتے۔ اس پر فارسی کا یہ شعر لکھا ہوا ہے اور اسی میں تاریخ تعمیر نو بھی ہے۔

ہست مثل مقام ابراہیم — ایں مصلائے حضرت اعلیٰ
سال تعمیر نو بگفت خرد — سجدہ گاہ جناب شمس ضحیٰ

۱۳۷۲ھ

مجموعی طور پر مزار مبارک کے چار دروازے ہیں۔ عام حالات میں صرف ایک دروازہ جنوب کی طرف والا کھلا رہتا ہے۔ مشرقی اور مغربی جانب کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ شمالی جانب سے خواتین دروازہ پر آ کر دعائیں مانگتی ہیں۔ اندر نہیں آ سکتیں۔

مزار مبارک حسین اور رنگین نقش و نگار کا خوبصورت شاہکار ہے۔ بہت بلند اور بہت دلربا، شیشے کا کام بھی عمدگی سے کیا گیا۔ کہیں کہیں فارسی اشعار صاحبان ذوق کو متوجہ کرتے

ہیں۔ کاتب اور معمار اور نقش نگار نے گویا دل نکال کر رکھ دیا۔ بڑی عقیدت اور محنت سے کام کیا۔ ہر زائر اور ہر زائر کی آنکھ کو یہ کام بھلا لگتا ہے۔ عجب سکون اور سرور ہے، ارادت مند آتے ہیں، دعائیں مانگتے ہیں، التجائیں کرتے ہیں اور کچھ دیر دولت اطمینان لُوٹ کر لوٹ جاتے ہیں۔

ایک جگہ یہ کتبہ نقش ہے۔

محمد بخش معمار از مگھیانہ
عمارت و نقش کرد ایں فیضخانہ
بہ ہشت و سیزدہ صد ختم تعمیر
بنا از سیزدہ صد ویک روانہ
خطاطی عبداللہ ہنر ساہیوال
نقاشی عبدالرحمن ملتانی عرف ماہیوال

حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی نور اللہ مرقدہ کی قبر انور پر جو قبہ تعمیر کیا گیا ہے وہ بھی فن تعمیر کا شاہکار ہے۔ بیرون حصہ سنگِ مرمر سے بنا ہے اور شیشے کی ٹکڑیاں لگی ہیں۔ کناروں پر سنہری کلر ہے، جبکہ اندرونی حصہ خوبصورت شیشوں سے جگمگا رہا ہے۔ ملائم، قیمتی اور رنگین چادریں مرقد پر بچھی ہیں۔ قبر شریف میں فانوس آویزاں ہے۔ ہر وقت چمک اور دمک ہے۔ نور اور نورانیت ہے، یوں محسوس ہوتا ہے شمس و قمر نے یہیں ڈیرہ ڈال رکھا ہے، ان کی روشنی چار سو پھیلی ہے۔ دین کی روشنی، طریقت کی روشنی، معرفت کی روشنی، روحانیت کی روشنی، عقیدت کی روشنی، ارادت کی روشنی، محبت کی روشنی اور اتنی ساری روشنیوں میں یہ مزار پُر انوار محورِ تجلیات اور مرکزِ فیوض و برکات ہے۔ کریم اور رحیم پروردگار جل جلالہ اپنے حبیب مختار، سر الاسرار، نور الانوار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تصدق سے اس پاک در کی حاضری قبول فرمائے۔ (آمین)

فصل سوم:

فروغِ علم کیلئے مساعی جمیلہ

مخلوقِ خدا کو فیض پہنچانے کے کئی طریقے اور انداز ہیں۔ انہیں وعظ و نصیحت کے ذریعہ راہِ راست پر لایا جائے، انہیں علمِ دین سے سیراب کیا جائے، ان کی روحانی تربیت کی جائے یا انہیں اخلاقی تعلیمات سے بہرہ ور کیا جائے۔ خواجہ شمس العارفین قدس سرہ نے وعظ و ارشاد سے، درس و تدریس سے، روحانی اور اخلاقی تربیت سے بے شمار بندگانِ خدا کو فیض یاب کیا۔ علمی مراکز قائم کئے، پھر ان کی سرپرستی فرمائی، ہر خانقاہ کو روحانی اور علمی مرکز کا مقام دیا۔ ہر جگہ لنگر جاری ہوا اور رب تعالیٰ جل جلالہ کی مخلوق سیراب ہوئی۔ ہم ان صفحات پر آپ کی تبلیغی، تعلیمی، تدریسی، روحانی اور اخلاقی خدمات کا خلاصہ پیش کرنے کی سعادت پاتے ہیں:

وعظ و ارشاد۔ تبلیغی خدمات:

قرآن پاک میں پاک پروردگار کا ارشاد ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ ○ (۳۱)

ترجمہ: (اے محبوب!) بلایئے (لوگوں کو) اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت سے اور عمدہ نصیحت سے اور ان سے بحث (و مناظرہ) اس انداز سے کیجئے جو بڑا پسندیدہ (اور شائستہ) ہو۔ بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے اُسے جو بھٹک گیا اس کے راستہ سے اور وہ خوب جانتا ہے، ہدایت پانے والوں کو۔

اس آیت کریمہ میں مبلغ کو آدابِ تبلیغ کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ مفسرِ قرآن جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ رحمۃ الباری اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ایک مقام پر تحریر

فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت اسلامی کے آداب کی تعلیم دی۔ اس آیت کا ایک ایک لفظ غور طلب ہے۔ دین اسلام کو سبیل ربک کے عنوان سے تعبیر کر کے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ یہ دعوت کسی سیاسی جتھہ بندی کیلئے، کسی معاشی گروہ سازی کے لئے نہیں دی جارہی بلکہ اس راستے کی طرف بلایا جارہا ہے جو بندے کو اپنے مالک حقیقی کی طرف لے جاتا ہے، جو دوری اور بیگانگی کے صحراؤں سے نکال کر قرب ولطف کی منزل تک پہنچانے والا ہے، اس جادہ منزل حبیب سے دور بھاگنے والوں کو قریب لانے کے آداب بتائے جارہے ہیں۔ حکمت، موعظہ حسنہ اور پسندیدہ انداز سے مجادلہ۔ ان تین چیزوں کے التزام کا حکم فرمایا گیا۔ حکمت سے مراد وہ پختہ دلائل ہیں جو حق کو روز روشن کی طرح عیاں کردیں۔ اور شک و شبہ کی تاریکیوں کو نور یقین سے بدل دینے کی قوت رکھتے ہوں۔

ھو الدلیل الموضح للحق المزیح للشبہات۔

موعظہ حسنہ اس پند ونصیحت کو کہتے ہیں جو خیر وفلاح کی یاد دہانی اس اسلوب سے کرائے کہ پتھر دل بھی موم ہو جائیں۔ یعنی فلسفیوں کی طرح خشک دلائل کے انبار لگاتے نہ چلے جاؤ بلکہ تمہارا انداز خطابت ایسا ہونا چاہئے جس کے لفظ لفظ سے اخلاص ومحبت کے چشمے ابل رہے ہوں۔ آپ کی آواز کا زیر و بم شفقت و پیار کا آئینہ دار ہو اور اگر بھٹکا ہوا راہی آمادہ پیکار ہو جائے اور بحث ومناظرہ تک نوبت جا پہنچے تو تم احسن اور عمدہ طریقہ سے مناظرہ کرو۔ اپنی علمی برتری کے گھمنڈ میں تہذیب اور شائستگی کا دامن مت چھوڑو۔ فریق مخالف کو ہر قیمت پر نیچا دکھانے کی کوشش نہ کرو۔ تمہارے پیش نظر فقط حق کی سربلندی ہو جب

تک کوئی مبلغ ان خوبیوں سے متصف نہ ہو اسے اس میدان میں قدم نہ رکھنا چاہیے۔ اس معیار پر پورا اُترنے کے لئے علم و آگاہی کی وسعتوں کے علاوہ مکارمِ اخلاق اور محاسن خصائل سے مزین ہونا بھی ضروری ہے اور یہ نعمت کسی صاحب دل کی صحبت سے حاصل ہو سکتی ہے۔" (۳۲)

قرآن پاک کے اس ارشاد اور ان آداب کی روشنی میں اولیائے کرام جب مخلوق خدا کو راہ اللہ دکھاتے ہیں اور اس پاکیزہ راہ کا پتہ دیتے ہیں اور انہیں اس شاہراہ پر گامزن کرنے کیلئے بلاتے ہیں تو ایک جہاں اُمڈا چلا آتا ہے۔ خواجہ شمس العارفین بھی ایک ایسے ہی مخلص فی اللہ مبلغ تھے جو رب کی راہ دکھانے کیلئے دور و نزدیک سے آنے والوں کو احسن انداز سے رہنمائی کرتے اور لوگ گرویدہ ہو جاتے۔

آپ کے سوانح نگار حاجی محمد مرید احمد چشتی "انداز تبلیغ و ارشاد" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کا انداز تبلیغ و ارشاد بالکل نرالا تھا، اور اُسوۂ نبوت کا کامل نمونہ تھا۔ مناظرہ، مجادلہ، بحث و تکرار کا تو وہاں گزر ہی نہ تھا جو بات فرماتے محبت و پیار کے رنگ میں رنگی ہوتی اور بڑے سے بڑا جھگڑالو مد مقابل بھی خلوص کی مہک سے از خود رفتہ ہو کر سر نیاز قدموں میں رکھ دیتا۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء مناظرہ کے لئے حاضر ہوئے لیکن نازک نگاہ کی تاب نہ لا کر ہمیشہ کے لئے بے دام غلام بن کر رہ گئے۔ بے شمار ایمان افروز واقعات میں صرف ایک واقعہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

تحصیل خوشاب میں انگہ ایک مشہور قصبہ ہے۔ حضرت مولانا قاضی سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ تھا۔ آپ کے علم و فضل کی شہرت دور دراز علاقوں میں پہنچ چکی تھی۔ ان کے تبحر علمی کے باعث علمائے عصر آپ کو استادِ کل کہا کرتے۔ ان کے علم و فضل کی بلندی کا اندازہ لگانے

جھنگ کنوں دل تنگ ہیوسے پچھاں ہزارے دیاں واٹاں
میرے ماہی دیاں مٹھیاں باتاں جیویں کھنڈ شکر نباتاں

قاضی صاحب سماع کی بات سن کر غصے سے دوڑتے ہوئے آئے۔ بار بار کہہ رہے تھے پھر بھی آپ باز نہ آئے۔ جب قاضی صاحب قریب پہنچے تو حضرت سیالوی نے ایک بار نگاہ بھر کر دیکھا۔ ان پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور غش کھا کر گرے اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے اور قوال برابر ان بولوں کو دہرا دہرا کر قاضی صاحب کی آتش شوق کو بھڑکا رہے تھے۔ قاضی صاحب بہت بڑی دستار باندھا کرتے تھے جو ان کے علم و فضل کی گواہی دیتی تھی۔ اس مستی و شوق میں اپنی دستار سر سے اتاری اور قوالوں کو جا کر نذر کر دی۔ اس محفل پر کیف و مستی کا جو رنگ چڑھا ہوگا اس کی ماہیت کیونکر بیان کی جا سکتی ہے۔ قوال جب اس بول کا تکرار کرتے تو آپ تڑپتے اور یہ نعرہ لگاتے۔

حق او یارو حق! حق او یارو حق!

حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی اس محفل پاک میں حاضر تھے۔ جب قاضی صاحب نے اپنی دستار قوالوں کو نذر کی تو آپ چپکے سے اُٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔ گھر میں سونے اور چاندی کے جتنے زیورات تھے سب اُٹھا کر لائے اور قوالوں کو پیش کر کے ان کے عوض قاضی صاحب کی دستار ان سے لے لی اور فرمایا: یہ عالم کی دستار ہے اور اس کے سر پر زیب دیتی ہے۔ پھر قاضی صاحب کے سر پر وہ دستار باندھ دی۔ حضرت خواجہ شمس العارفین اپنے فرزند دلبند کی اس ادا شناسی پر بڑے مسرور ہوئے اور آپ کو دعاؤں سے نوازا۔

مردان خدا مناظرہ کے اکھاڑوں کو یوں اپنی چشم کرم سے عشق و محبت کے

کے لیے صرف یہ کہہ دینا ہی کافی ہے کہ حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ نے بھی ان سے اکتساب علم کیا تھا۔ حضرت کئی سال تک انگہ میں قیام پذیر رہے اور آپ کے چشمہ علوم و معارف سے سیراب ہوتے رہے۔

قاضی سلطان محمود انگوی کو پتہ چلا کہ ان ہی کے ضلع شاہ پور میں سیال شریف کے مقام پر ایک فقیر ظاہر ہوا ہے جو سماع سنتا ہے اور لوگ جوق در جوق اس کے مرید بنتے جا رہے ہیں۔ قاضی صاحب کی تحقیق کے مطابق سماع شریعت میں ناجائز تھا۔ ان کی ایمانی غیرت یہ گوارا نہ کر سکی کہ ان کے علاقہ میں خلاف شریعت فعل کو اتنا فروغ نصیب ہو چنانچہ ایک دراز گوش پر اپنی کتابوں کا انبار لادو اور مناظرہ کرنے کے ارادہ سے سیال شریف روانہ ہوئے۔ وہاں اپنے معتقدین اور ساز و سامان کے ساتھ ایسے وقت پہنچے جب حضرت خواجہ شمس العارفین اپنی مجلس آراستہ کیے ہوئے معرفت کے موتی لٹا رہے تھے۔ قاضی صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ آداب مجلس کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور ایسے کام کرتے ہیں جو شرعاً ممنوع ہیں۔ حضرت سیالوی نے قاضی صاحب کی بات سن کر بڑے تحمل سے فرمایا قاضی صاحب میری گردن بلکہ میری سات پشتوں کی گردن شریعت کے سامنے جھکی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے خلاف شریعت کام کرنے سے بچائے۔ یہ جواب سننے کے بعد قاضی صاحب تھوڑی دیر خاموش بیٹھے رہے۔ پھر وضو کرنے کے لیے شرقی کنوئیں پر تشریف لے گئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد حضرت سیالوی نے قوالوں کو اشارہ کیا تو انہوں نے پنجابی کے ان بولوں سے محفل سماع کا آغاز کیا:۔

جھنگ کنوں دل تنگ ہیوے پچھاں ہزارے دیاں واٹاں
میرے ماہی دیا مٹھیاں باتاں جیویں کھنڈ شکر نباتاں

قاضی صاحب سماع کی بات سن کر غصے سے دوڑتے ہوئے آئے۔ بار بار کہہ رہے تھے پھر بھی آپ باز نہ آئے۔ جب قاضی صاحب قریب پہنچے تو حضرت سیالوی نے ایک بار نگاہ بھر کر دیکھا۔ ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور غش کھا کر گرے اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے اور قوال برابر ان بولوں کو دہرا دہرا کر قاضی صاحب کی آتش شوق کو بھڑکا رہے تھے۔ قاضی صاحب بہت بڑی دستار باندھا کرتے تھے جو ان کے علم و فضل کی گواہی دیتی تھی۔ اس مستی و شوق میں اپنی دستار سر سے اتاری اور قوالوں کو جا کر نذر کر دی۔ اس محفل پر کیف و مستی کا جو رنگ چڑھا ہوگا اس کی ماہیت کیونکر بیان کی جا سکتی ہے۔ قوال جب اس بول کا تکرار کرتے تو آپ تڑپتے اور یہ نعرہ لگاتے۔

حق او یارو حق! حق او یارو حق!

حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی اس محفل پاک میں حاضر تھے۔ جب قاضی صاحب نے اپنی دستار قوالوں کو نذر کی تو آپ چپکے سے اُٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔ گھر میں سونے اور چاندی کے جتنے زیورات تھے سب اُٹھا کر لائے اور قوالوں کو پیش کر کے ان کے عوض قاضی صاحب کی دستار ان سے لے لی اور فرمایا: یہ عالم کی دستار ہے اور اس کے سر پر زیب دیتی ہے۔ پھر قاضی صاحب کے سر پر وہ دستار باندھ دی۔ حضرت خواجہ شمس العارفین اپنے فرزند دلبند کی اس ادا شناسی پر بڑے مسرور ہوئے اور آپ کو دعاؤں سے نوازا۔

مردان خدا مناظرہ کے اکھاڑوں کو یوں اپنی چشم کرم سے عشق و محبت کے

خیابان میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ اس قسم کے واقعات شاذ و نادر ہی نہیں بلکہ ہر روز کا معمول تھا۔ خدنگ ناز کی زد میں جو آیا جانے نہیں پایا۔" (۳۴)

درس و تدریس:

مشاہدہ میں یہ بات آئی ہے کہ جہاں جہاں روحانی خانقاہوں میں علمی مراکز (دارالعلوم) کام کر رہے ہیں وہاں شریعت و طریقت میں ڈھلی زندگیوں کے انوار دکھائی دیتے ہیں۔ سلسلہ درس و تدریس اور قیل و قال کی اپنی ایک نورانی دنیا ہے اور جہاں جہاں علوم کے دیے روشن ہیں وہاں وہاں اخلاق و کردار کی عظمتیں جگمگا رہی ہیں۔ خواجہ شمس العارفین قدس سرہ چونکہ خود عالم دین تھے اس لئے علم کی اہمیت آپ پر عیاں تھی۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ لوگ احکام شریعت سے ناآشنا اور حلال و حرام کی تمیز سے بے خبر ہیں چنانچہ ایک دارالعلوم کی بنیاد ڈالی اور سلسلہ درس و تدریس کا آغاز کیا۔ پھر اسے ترقی دی اور یہ چراغ علم آج بھی ضیاء بار ہے۔ حاجی محمد مرید احمد چشتی اسی پس منظر میں تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کی دوربین نگاہ نے جلد ہی محسوس فرما لیا کہ نہ صرف عامۃ الناس بلکہ بعض خواص تک دین اسلام اور احکام شریعت کے مبادیات سے ناواقف اور حلال و حرام اور عبادات و معاملات کے ان ابتدائی مسائل سے بھی بے بہرہ ہیں جن کی قدم قدم پر ضرورت پڑتی رہتی ہے اور جن کے بغیر شریعت کی منازل اور طریقت و روحانیت کے مراحل طے نہیں ہو سکتے۔ شریعت ظاہری کے مبادیات سے بے خبر افراد باطنی علوم کے مرحلے کیسے طے کر سکتے ہیں۔ اور طریقت و معرفت کے اسرار و غوامض ان پر کیونکر کھل سکتے ہیں اور خدا شناسی کی منزل وہ کس طرح پا سکتے ہیں؟۔

بے علم نتواں خدارا شناخت

چنانچہ آپ نے اپنے شیخ طریقت خواجہ تونسوی قدس سرہ کی متابعت

میں مذہبی اور دینی دارالعلوم کی بنیاد ڈالی اور آستانہ عالیہ سیال شریف میں علوم شرعیہ کی درس و تدریس کا آغاز ہوا۔ ابتداء میں تنہا بنفس نفیس حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی ہی اس مدرسہ کے صدر المدرسین اور سارے درو بست کے قیم اعظم اور منتظم اعلیٰ تھے۔" (۳۴)

ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی لکھتے ہیں:

"حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے خلفاء میں سے سلسلہ کی اشاعت کا سب سے زیادہ کام حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی نے کیا۔ ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء میں آپ نے سیال شریف میں ایک بڑی اسلامی درسگاہ کی بنیاد بھی رکھی جس میں متعدد علماء دینی علوم کی تعلیم دیتے تھے اور آپ خود اس کی سرپرستی فرماتے تھے۔" (۳۵)

چنانچہ آپ کے سوانح نگاروں نے آپ کے تلامذہ میں سے بعض معروف تلامذہ کی فہرست مرتب کی ہے۔ اس سلسلہ میں دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کی سوا سو (۱۲۵) سالہ خدمات پر جو روئیداد چھپی ہے، اس کے مطابق:

"حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے شجر علمی کے بہت سے ثمرات اور گلہائے رنگا رنگ اوراق تاریخ سے گم ہیں۔ بڑی تحقیق و جستجو کے بعد جن علماء و فضلا کا سراغ مل سکا ان میں درج ذیل قابل ذکر ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا حافظ شیخ محمد عبدالجلیل قریشی۔
۲۔ حضرت خواجہ مولانا محمد معظم الدین معظم آبادی۔
۳۔ حضرت مولانا قاضی میاں احمد نوشہروی۔
۴۔ حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی۔
۵۔ حضرت محبوب سبحانی خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری۔
۶۔ حضرت خواجہ سید الٰہ بخش حاجی پوری۔
۷۔ حضرت قاضی احمد الدین ساکن بڑی، ضلع راولپنڈی۔

۸۔ حضرت خواجہ سید محمد سعید زنجانی لاہوری۔

۹۔ حضرت خواجہ سید مخدوم شاہ سوہاوی۔

۱۰۔ حضرت خواجہ سید رستم علی شاہ گردیزی۔

۱۱۔ حضرت قاضی محمد عبدالباقی کرمالوی۔

۱۲۔ حضرت مولانا غلام محمد للہی۔"(۳۶)

دینی و روحانی خدمات:

آپ کا دینی اور روحانی، علمی اور تدریسی خدمات کا دائرہ بے حد وسیع رہا۔ اپنے نام کی طرح آپ کا فیض بھی عام رہا۔ ایک چھوٹی سی بستی "سیال شریف" دنیا بھر میں معروف اور محبوب ہے۔ جس طرح سورج طلوع ہوتا ہے تو سارے جہاں کو اپنی روشنی سے منور کر دیتا ہے، ہر طرف اُجالے بانٹتا چلا جاتا ہے اور ہر سو ظلمتیں کافور ہوتی نظر آتی ہیں، آپ بھی اپنے شیخ کریم کے حکم پر جب سیال شریف میں مخلوقِ خدا کو سیراب کرنے تشریف لائے تو ہر طرح کے لوگ، ہر طبقہ کے افراد آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ نے اپنے روحانی فیضان سے انہیں سیراب کیا۔ آپ کے سوانح نگار حاجی محمد مرید احمد چشتی تحریر فرماتے ہیں:

> "ابتداء میں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کو سکھ حکومت کی چیرہ دستیوں اور مسلم دشمنی کی حرکتوں سے واسطہ پڑا اور جب تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کی تعمیل میں ضلع سرگودھا کے اس چھوٹے سے گاؤں سیال شریف میں روحانی اور دینی مرکز قائم کیا تو اولاً معاشرتی ماحول کو سدھارنے اور سنوارنے میں کافی محنت کرنا پڑی۔ آخر روحانیت کے اس شمس تاباں کی ضیاء پاشیاں گردونواح کو منور اور روشن کر کے دور دور تک پھیل گئیں۔ اس علاقہ کا کوئی سیاسی و علمی اور مذہبی طور پر معروف باا‌ثر شخص ایسا نہ تھا جو کہ حضرت شمس العارفین کے ساتھ عقیدت و

اخلاص نہ رکھتا ہو۔ سید، قریشی، ٹوانے، کلیار، لالی، بھٹی، لاٹی، پٹھان، اعوان، کھوکھر، سپرا، سیال، بلوچ، ہنجرا اور گوندل غرض یہ کہ ہر معروف قبیلہ کے لوگ حلقہ ارادت میں شامل ہونے لگے۔

آپ کی تبلیغ دین اور روحانی توجہ کا ہی اثر تھا کہ معاشرہ کے ہر طبقہ کے لوگوں کی اصلاح ہوئی اور وہ لادینی ماحول کے باوجود ایک راسخ العقیدہ پکے مسلمان بنے رہے یہاں تک کہ انگریزوں کے دور میں محکمہ پولیس میں ملازم تھانیدار اور انسپکٹر جو آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے بھی مخلص اور پختہ یقین والے نیک اشخاص ہو کر ابھرے جیسا کہ ملک فتح خان ٹوانہ اور ملک سلطان محمود ٹوانہ ساکن ہموکہ جو انگریزی دور میں تھانیدار اور انسپکٹر آف پولیس تھے، حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی غلامی اور فیض روحانی کی بدولت درویشانہ صفات کے حامل تھے۔

سیال شریف کے اطراف و جوانب ہی نہیں بلکہ آپ کے دریائے فیض کی طغیانی اور ابر کرم کی بارش عالمگیر حیثیت اختیار کر گئی اور اس ضلع سے متجاوز ہو کر سارے پنجاب و سندھ سرحد و ماروائے سرحد حتیٰ کہ وسط ہند سے گزرتی ہوئی سواحل تک کو چھو گئی۔ خراسان، افغانستان، بخارا، تبت، چین، برما، بھارت اور کشمیر وغیرہ میں آپ کے خلفاء نے اسلامی روایات کے احیاء اور تصوف کی تعلیمات کو پھیلانے میں بڑا موثر کردار ادا کیا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سیال شریف میں ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سبیل لگی ہوئی ہے اور سلسلہ چشت اہل بہشت کے سرگروہ سلطان الہند غریب نواز خواجہ اعظم سید معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا خوان کرم بچھا ہوا ہے، جس میں سے لے لے کر انواع و اقسام کی نعمتیں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کا دست کرم خلق خدا کو اس

کے ظرف کے مطابق اور بعض حالات میں بے دریغ دیتا اور بانٹتا چلا
جارہا ہے حتیٰ کہ اس تقسیم بے دریغ کی وجہ سے بعض تنگ داماں چھلکنے
بھی لگے۔'' (۳۷)

علماء وفضلا کی بزم میں یا ارادت مندوں کی جھرمٹ میں جب آپ قرآن کریم کی آیات بینات کی تفسیر وتشریح فرماتے یا سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث طیبہ کا مطلب ومفہوم بیان کرتے یا مشائخ کے اقوال کی توضیح کرتے تو سامعین دم بخود ہو جاتے۔ مثنوی مولانا روم کی شرح اس دلنشیں انداز سے فرماتے کہ سننے والے جھوم جھوم جاتے۔

مولانا محمد امام الدین گجراتی کی گواہی ہے کہ:

''حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے کمالات صوری اور معنوی
احاطہ تحریر سے باہر ہیں، جامع جمیع علوم تھے۔ فقر اور تجرید میں آپ کا
ثانی پیدا نہیں ہوا۔ علم تصوف اور توحید میں آپ کو ملکہ راسخہ حاصل تھا،
صدہا طالبان خدا بعد تحصیل علوم ظاہری آپ کی خدمت شریف میں آ
کر تارک الدنیا ہو گئے۔'' (۳۸)

علمی وادبی ذوق:

آپ کے آستانہ عالیہ پر جدید وقدیم کتب کی عظیم لائبریری آج بھی موجود ہے۔ عربی، فارسی، اردو، ہندی وغیرہ کتب یہاں موجود ہیں۔ آپ نے نہایت اعلیٰ علمی اور ادبی ذوق پایا تھا۔ مطالعہ کتب کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے اور اکثر اوقات مطالعہ میں مشغول نظر آتے تھے۔ عربی، فارسی، پنجابی، اُردو اور ہندی کے لاتعداد اشعار آپ کو ازبر تھے اور موقع محل کی مناسبت سے ان کا استعمال بھی فرماتے۔

حاجی محمد مرید احمد چشتی آپ کے علمی وادبی ذوق پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ آپ کے اُستاذ گرامی حضرت مولانا محمد علی مکھڈوی نے
ایک غزل لکھ کر اپنے مرشد کامل کی خدمت میں پیش کی، جس کا پہلا

مصرعہ یہ تھا۔

شہید تیر آں ترکم کہ از ابرو کماں دارد

مولانا مکھڈوی نے اپنے شاگرد عزیز کو بھی فرمایا کہ تم بھی اس زمیں میں غزل کہو، آپ فرماتے ہیں کہ اگرچہ میں نے پہلے کبھی شعر نہیں کہا تھا لیکن اُستاذ محترم کے حکم کی تعمیل میں یہ غزل موزوں ہوگئی۔

مقیم کوئے آں شاہم کہ اعلیٰ آستان دارد
طوکش جملہ مفتوں و ملائک پاسباں دارد
مثال عشق ماہا آں شہ خوبان عبرانی
چوآں زال کہ در دست تنیدہ ریشمان دارد (۳۹)

آپ سے پنجابی اشعار بھی منقول ہیں۔ مطالعہ کا شوق آخری عمر میں بھی رہا۔ اور شوق مطالعہ کے معمول میں فرق نہ آیا۔ کیمیائے سعادت، احیاء العلوم اور مثنوی معنوی کے مطالعہ کیلئے آپ کا فرمان تھا کہ سالک کے لئے ان کا مطالعہ کرنا بہت ضروری ہے۔

آپ کی مساعیٔ فروغ علم و عرفاں کی کئی یادگاریں ہیں جو اس خانوادہ کی علمی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہیں، انہی میں سے ایک.......... سیال شریف کا ضیا بار ادارہ۔ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام۔ سیال شریف بھی ہے۔

دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف:

محل وقوع:

ملک عزیز کی قدیم اور عظیم مقتدر اور نامور علمی درسگاہوں میں ایک ہے۔ یہ سرگودھا جھنگ روڈ پر سرگودھا شہر سے ۴۴ کلومیٹر اور جھنگ شہر سے ۳۷ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جھنگ اور سرگودھا، پاکستان کے صوبہ پنجاب کے معروف اضلاع میں سے ہیں۔ سیال شریف ضلع سرگودھا کی تحصیل ساہیوال میں واقع ہے اور ساہیوال سے جھنگ کی طرف آتے ہوئے محض ۹ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

تاریخ:

دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام کی بنیاد خواجۂ خواجگان، حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی نوراللہ مرقدہ نے ۱۸۴۳ء میں علوم دینیہ وعربیہ کی ترویج واشاعت کے لئے رکھی، دنیا جانتی اور مانتی ہے کہ آپ برصغیر پاک وہند میں سلسلۂ چشتیہ کے آفتاب عالم تاب ہیں اور نام مبارک کی طرح دین کے روشن سورج کی مانند آپ کا فیض سارے عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ آپ نے تعلیم وتدریس کے لئے وقت کے بے بدل علماء اور نامور مدرسین جمع کئے اس وقت سے آج تک یہ عظیم ادارہ بحمدہٖ تعالیٰ مسلسل خدمت دین، فروغ علم اور مخلوق خدا کی رہبری کے لئے متعینہ راہوں پر کامیابی کے ساتھ گامزن ہے۔ اس آستانہ پر جو آیا اور اس ادارہ سے جو متعلق ہوا دامن مراد پا گیا۔

۱۸۸۲ء میں حضرت شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ (المعروف حضرت ثانی غریب نواز) سجادہ نشین ہوئے۔ آپ نے اپنے عظیم والد کے مشن کو جاری رکھا، اس دارالعلوم کی سرپرستی کی، سابقہ شاندار روایات کو نہ صرف جاری رکھا، بلکہ اسے مزید وسعت اور برکت بخشی۔ طلباء پر شفقت فرمائی، علماء کی قدر فرمائی، دارالعلوم کی ضروریات کی کفالت کی اور یوں تشنگانِ علم اس چشمۂ شیریں سے فیض یاب ہوتے رہے۔

۱۹۰۹ء میں جب آپ اس دنیا سے پردہ فرما گئے تو آپ کے لخت جگر حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی (المعروف حضرت ثالث غریب نواز) زیب سجادہ ہوئے۔ آپ نے آستانہ عالیہ کے قریب دارالعلوم کیلئے ایک وسیع عمارت تعمیر کروائی اور ملک کے نامور اور مستند اساتذہ کی خدمات حاصل کیں۔ دکن، بنگال، افغانستان، سندھ، سرحد اور ہند کے کونے کونے سے مشتاقانِ علم کا ہجوم ہوگیا اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ دارالعلوم عروج کی انتہائی منزلوں پر پہنچ گیا۔

۱۹۲۹ء میں آپ کا وصال ہوگیا اور آپ کے فرزند دلبند، شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ رحمۃ الباری مسندِ سجادگی اور صدارتِ دارالعلوم پر متمکن ہوئے۔ اسی سال سیلاب آیا اور شدید طغیانی کے باعث دارالعلوم کی عمارت منہدم ہوگئی اور ناچار اسے

آستانہ عالیہ کے ملحقہ کمروں میں منتقل کرنا پڑا۔ دارالعلوم میں قدیم درسیات کی تعلیم دی جاتی تھی، متعلقین اور متوسلین کی خواہش تھی کہ جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ قدیم علوم کے ساتھ علوم عصریہ کی تدریس بھی نصاب میں شامل ہو تاکہ یہاں کے فیض یافتہ طلبہ صرف مساجد و مکاتب تک محدود نہ رہیں بلکہ سرکاری جامعات سے ڈگریاں لے کر تبلیغ دین کے ساتھ ملک کے اہم شعبوں میں خدمات انجام دینے کے قابل ہو سکیں۔ اس خواہش کی تکمیل کے لئے آپ نے رضامندی ظاہر فرمائی۔ آپ کا ایک ارادت مند ڈاکٹر تسخیر احمد یہ معرکہ سر کرنے کے ارادہ سے اٹھا اور اُس نے آستانہ عالیہ کے شمال میں ۱۸ ایکڑ کا وسیع قطعہ زمین پیش کر کے ہمیشہ کے لئے صدقۂ جاریہ کا ساماں کیا۔ آپ نے دارالعلوم کی از سر نو تنظیم فرمائی۔ صدارت آپ نے حسب روایت خود قبول فرمائی اور انتظامات کے لئے جناب ڈاکٹر تسخیر احمد کو ناظم اعلیٰ مقرر فرمایا۔ ایک مجلس عاملہ بھی ترتیب دی گئی جو دارالعلوم کی عمارت، نصاب اور دیگر انتظامات میں مشاورت اور معاونت کا فریضہ انجام دے گی۔ ۶ دسمبر ۱۹۶۲ء کو دارالعلوم کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ آپ دارالعلوم کے مین گیٹ سے داخل ہوں تو بائیں جانب دیوار پر سنگ بنیاد کی تختی نصب ہے اور اس پر لکھا ہے:

دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف، سرگودھا۔

سنگ بنیاد

حضرت خواجہ خان محمد صاحب سجادہ نشین تونسہ شریف

یکم رجب المرجب ۱۳۸۲ھ بروز جمعۃ المبارک اپنے دست مبارک سے رکھا۔

نئے عزم، نئے جوش، نئے ولولے، نئے ارادے، نئے طرز سے تعمیرات کا وسیع سلسلہ شروع ہوا تو آستانہ عالیہ کے مخیر حضرات و متعلقین نے دل کھول کر حصہ لیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ دارالعلوم نئے انداز کے ساتھ علمی دنیا میں ضوفشانیاں کرنے لگا۔ وسیع و عریض رقبہ پر پھیلے سادہ مگر کشادہ کلاس رومز، خوبصورت دفتر، وسیع لائبریری، حسین و جمیل مسجد، دلربا سبزہ زار کسی بڑے کالج یا یونیورسٹی کا تصور دیتے ہیں۔ آپ باؤنڈری وال کے اندر آ کر مین دروازے سے داخل ہونے لگیں تو اس کی پیشانی پر لکھی یہ عبارت نظر نواز ہوتی ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا ط

انتظامی دفتر کے سامنے ناظم اعلیٰ صاحب کی طرف سے طلباء کے لئے ترتیب وار ۲۲ ہدایات ہیں۔ جن پر عمل لازمی قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ اسکول و کالج کا سلسلہ بھی متصل ہے اس لئے طلباء کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ننگے سر کلاس میں نہ آئیں اور ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے کم از کم ٹوپی پہن کر آئیں۔ اساتذہ کا احترام لازمی ہے۔ عدم تعمیل پر نام خارج کرنے کا اعلان ہے۔

۱۹۸۱ء میں جب حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادہ خواجہ محمد حمید الدین صاحب سیالوی مدظلہ العالی زیب سجادہ اور صدر دار العلوم ہوئے اُس وقت سے یہ عظیم و قدیم درسگاہ آپ کے زیر سایہ علمی و دینی خدمات کی دوسری صدی مکمل کر رہی ہے۔ ۱۹۸۳ء میں ناظم اعلیٰ دار العلوم ڈاکٹر تسخیر احمد بوجہ علالت اپنے فرائض منصبی سے سبکدوش ہو گئے اور اب تو اس دنیا سے ہی رخصت ہو گئے۔ کریم اور رحیم مولیٰ اُن کی مخلصانہ خدمات کو قبولیت کا شرف بخشے اور اُن کی قبر پر رحمتوں کا مینہ برسائے۔ آپ کے بعد جناب ملک الطاف حسین صاحب کو ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ ۱۹۹۳ء میں ملک صاحب نے علالت اور دیگر مصروفیت کے باعث فرائض منصبی سے سبکدوشی چاہی تو حاجی ملک محمد افضل صاحب کو اس خدمت پر مامور کیا گیا۔ اب آپ بطور ناظم اعلیٰ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ الحمدللہ آپ اپنے فرائض نظامت بطریق احسن سرانجام دے رہے ہیں۔

تدریسی نصاب:

اس وقت دار العلوم میں تین نصاب زیر تدریس ہیں:

۱۔ شعبہ حفظ: اس شعبہ میں قرآن مجید ناظرہ اور حفظ کرانے کا انتظام ہے۔ یہ طلباء آستانہ عالیہ سے متصل بنے کمروں میں رہائش پذیر ہیں اور دربار شریف سے متصل ہی ان کی تدریس کا اہتمام ہے۔

۲۔ شعبہ درس نظامی: اس شعبہ میں درس نظامی کا قدیم نصاب رائج ہے اور دورہ حدیث کا

انتظام ہے۔ اساتذہ کرام کی جو فہرست دفتر میں آویزاں بورڈ پر درج ہے، اُس کے مطابق مندرجہ ذیل علمائے کرام فرائض تدریس انجام دے رہے ہیں۔ اب معلوم ہوا ہے کہ نامور اور شیریں بیاں خطیب اور ثقہ عالم علامہ مفتی محمد مظہر اللہ سیالوی کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں اور آپ نے تدریسی ذمہ داریاں نبھانا شروع فرمادی ہیں۔

- مولانا سید فیاض حسین شاہ صاحب۔ فاضل درس نظامی، تنظیم المدارس۔
- مولانا اصغر علی چشتی صاحب ایضاً۔
- مولانا نذیر احمد صاحب ایضاً۔
- مولانا عبدالرحمٰن صاحب ایضاً۔

(غالباً چند ماہ پہلے ان کا وصال ہو گیا۔ شاید لسٹ پہلے کی ہے اس لئے ان کا اسم گرامی بھی شامل ہے)۔

- مولانا نصر اللہ صاحب فاضل درس نظامی، تنظیم المدارس۔
- مولانا محمد انور صاحب ایضاً۔

۳۔ جدید نصاب: اس شعبہ میں پرائمری پاس طلبہ کو چھٹی جماعت میں داخل کیا جاتا ہے اور بی اے (B.A.) تک مروجہ نصاب کے مطابق پنجاب یونیورسٹی (University of Punjab) سے امتحان دلوایا جاتا ہے۔ ساتھ ہی ان طلبہ کو درس نظامی کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

تمام علوم کی تدریس کے لئے ملک کے معروف علماء حفاظ اور اساتذہ کا انتظام کیا گیا ہے۔ طلبہ کو رہائش، خوراک، کتب اور دیگر سہولیات مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ اس شعبہ "جدید نصاب" کے لئے درج ذیل حضرات تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں۔

- میاں ثناء اللہ صاحب ایم۔ اے عربی / ایم۔ اے اسلامیات
- ملک محمد ممتاز صاحب بی۔ اے / بی۔ ایڈ۔
- حافظ عبدالغفار صاحب بی۔ اے او۔ ٹی۔

- احسن عقیل صاحب — ایم۔ اے۔ اُردو۔
- سکندر حیات صاحب — بی۔ ایس۔ سی۔
- ملک ثناء اللہ صاحب — بی۔ اے/ اے ٹی سی۔
- عطاء اللہ صاحب — بی۔ اے/ ڈپلومہ کمپیوٹر۔
- صاحبزادہ اسد اللہ صاحب — بی۔ اے۔

تینوں شعبوں میں طلبہ کی تعداد ۳۲۵ ہے۔ یہ ملک کے مختلف شہروں اور قصبوں سے آئے ہوئے خدائی مہمان ہیں۔

علاوہ ازیں دارالعلوم کا ایک شعبہ ''دارالافتاء'' مصروفِ عمل ہے۔ اس کے روحِ رواں، اس کے نگراں، ''انوارِ قمریہ'' کے مرتب ذی شان اور حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے منظورِ نظر حضرت مولانا مفتی قاری غلام احمد سیالوی ہیں، جو پیرانہ سالی اور اس سے زیادہ علالت کے باوجود مصروفِ جہاد ہیں، جن کی کتاب ''انوارِ قمریہ'' کی تین جلدیں زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ پہلی جلد کے تین ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ اگرچہ آپ کئی بیماریوں کے بیک وقت شکار ہیں مگر افتاء کے کام سے غافل نہیں۔ کسی طرح نمازِ ظہر کی ادائگی کے لئے گھر سے آستانہ عالیہ تشریف لاتے ہیں، پھر دربار شریف کے ''دارالافتاء'' میں بیٹھتے ہیں۔ قبل ازیں ختم خواجگان آپ ہی پڑھاتے ہیں۔ نمازِ عصر پڑھ کر گھر جاتے ہیں۔ چند سال پہلے آپ کا وصال ہو گیا، باری تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائے۔ (آمین)

حوالہ جات

۱۔ عطا محمد، حکیم، قریشی، یادِ ایام، ص ۱۹، شاکی پریس، سرگودھا۔

۲۔ امیر بخش، مولانا، چشتی، انوارِ شمسیہ، ص ۷، مکتبہ ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف، جنوری ۱۹۷۵ء۔

۳۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج ۱، ص ادارہ تعلیمات اسلاف، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۴۔ قطرات ترجمہ لمعات، ص ۷، ۸۔ بحوالہ محمد سلیمان تونسوی اور اُن کے خلفاء از ڈاکٹر محمد حسین للٰہی۔

۵۔ محمد حسین للٰہی، ڈاکٹر، خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور اُن کے خلفاء، باب چہارم فصل دوم، ص ۱۹۹۔

۶۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، تذکرہ اکابر اہلسنت، ص ۵۷، شبیر برادرز پبلشرز اردو بازار لاہور، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۷۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۱۵، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۸۔ ایضاً ص ۱۶۔

۹۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۱۷، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۱۰۔ سید محمد سعید زنجانی، مرأۃ العاشقین، صفحہ ۲۵/ ۲۶، مطبع مصطفائی پریس لاہور ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۵ء۔

۱۱۔ مؤلف اردو ترجمہ مرأۃ العاشقین، صفحہ ۶۹/ ۷۰۔

۱۲۔ امیر بخش، مولانا، انوار شب، صفحہ ۲۱، مکتبہ کاروان قمر کراچی، مئی ۲۰۰۱ء۔

۱۳۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۱۹، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۱۴۔ محمد حسین للٰہی، ڈاکٹر، خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء، صفحہ ۲۰۱، اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور، ۱۹۷۹ء۔

۱۵۔ سید محمد امیر شاہ قادری، علامہ، پیر، تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، صفحہ ۱۲۲ تا ۱۲۷، مطبوعہ پشاور، ۱۳۸۳ھ۔

۱۶۔ یہ تمام احوال "فوز المقال فی خلفائے پیر سیال" کی جلد اوّل سے ماخوذ ہیں۔

۱۷۔ محمد دین ملکھڈوی، مولانا، تذکرۃ الولی، صفحہ ۳۲، ماریہ پریس اسلام آباد، اگست ۱۹۹۶ء۔

۱۸۔ محمد حسین للٰہی، ڈاکٹر، حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء، ۱۹۰/ ۱۹۱، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۷۹ء۔

۱۹۔ محمد حسین للٰہی، ڈاکٹر، خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء، صفحہ ۱۹۱، اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور، ۱۹۷۹ء۔

۲۰۔ محمد دین ملکھڈوی، مولانا، تذکرۃ الولی، صفحہ ۳۵، ماریہ پریس اسلام آباد ۱۹۹۶ء۔

۲۱۔ محمد دین ملکھڈوی، مولانا، تذکرۃ الولی، صفحہ ۳۷، ماریہ پریس اسلام آباد ۱۹۹۶ء۔

۲۲۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، صفحہ ۲۳/ ۲۴، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۲۳۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، صفحہ ۲۶، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۲۴۔ امیر بخش، مولانا، انوارِ شمسیہ، صفحہ ۲۶/ ۲۷، مکتبہ کاروانِ قمر کراچی، مئی ۲۰۰۱ء۔

۲۵۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، صفحہ ۳۴، ادارہ تعلیماتِ اسلاف، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۲۶۔ مرزا نواب بیگ دہلوی، تحفۃ الابرار، صفحہ ۶، ج دوم، مطبوعہ مطبع رضوی دہلی ۱۳۲۳ھ۔

۲۷۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، صفحہ ۵۰/ ۵۱، ادارہ تعلیماتِ اسلاف لاہور۔

۲۸۔ سید مہر علی شاہ، گولڑوی، پیر، ملفوظاتِ مہریہ، صفحہ ۲۲۷، بار دوم، نور آرٹ پریس راولپنڈی، ۱۳۸۵ھ۔

۲۹۔ امیر بخش، مولانا، انوارِ شمسیہ، ص ۳۱، مکتبہ کاروانِ قمر کراچی، مئی ۲۰۰۱ء۔

۳۰۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۱۵، ادارہ تعلیماتِ اسلاف، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۳۱۔ القرآن، سورۃ النحل، آیت ۱۲۵، پارہ ۱۴ (ربما)۔

۳۲۔ محمد کرم شاہ الازہری، جسٹس، پیر، ضیاء القرآن، ج دوم، ص ۶۱۷/ ۶۱۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

۳۳۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۴۱ تا ۴۴، ادارہ تعلیماتِ اسلاف، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۳۴۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج ۱، ص ۳۹، ادارہ تعلیماتِ اسلاف، لاہور، ۱۹۹۷ء۔

۳۵۔ محمد حسین للّٰہی، ڈاکٹر، خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء، ص ۱۹۹/ ۲۰۳، اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور، ۱۹۷۹ء۔

۳۶۔ روئیداد دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف، از ڈاکٹر تنویر احمد، علمی پرنٹنگ پریس، لاہور، صفحہ ۴ تا ۵۔

۳۷۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج ۱، ص ۳۷/ ۳۸، ادارہ تعلیماتِ اسلاف، لاہور، ۱۹۹۷ء۔

۳۸۔ محمد امام الدین گجراتی، مولانا، مرآۃ السالکین فی حالات الکاملین، ص ۱۵۴، مکی پریس، گوجرانوالہ، ۱۳۰۱ھ۔

۳۹۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج ۱، ص ۵۷، ادارہ تعلیماتِ اسلاف، لاہور، ۱۹۹۷ء۔

باب دوم

نامور خلفاء اور اُن کی مساعیٔ علم

باب دوم:

نامور خلفاء اور اُن کی مساعی علم

خانوادہ سیال شریف کے خلفاء اور ان کی مساعی علم کا تذکرہ کرنے سے پہلے تصوف کی اصطلاح ''خلیفہ'' اور اس کے متعلقات بیان کئے جاتے ہیں اور پھر حضرت شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی ایک فہرست پیش خدمت ہے۔ ازاں بعد حضرت کے بعض نامور خلفاء کی مساعی علم پر گفتگو کی جائے گی۔

خلیفہ کا معنی و مفہوم:

علامہ ابن منظور فرماتے ہیں:

الخليفة من الخلف ضد قدام و الخليفة الذي يتخلف من قبله و الجمع خلائف:

خلیفہ کا لفظ خلف سے بنا ہے جس کا معنی ہے، پیچھے یا بعد۔ یہ قدام کی ضد ہے۔ خلیفہ وہ ہے جسے اپنے ماقبل کا نائب بنایا جائے اس کی جمع خلائف آتی ہے۔(۱)

خلیفہ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کا مطلب ہے پیچھے آنے والا یا نائب اور قائم مقام جو کسی کی غیر موجودگی میں اس کا کام کرے۔ باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے اس کا صیغہ واحد مذکر خَلَفَ بنے گا جس کا معنی ہے وہ جانشین ہوا، وہ پیچھے آیا۔

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی ''لغات القرآن'' میں امام بغوی ابو حاتم اور ابن الاعرابی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

''خلف اس قرن (نسل) کو کہتے ہیں جو دوسرے قرن کے بعد آتا ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ خَلْفٌ لام کے سکون سے بمعنی اولاد ہے۔ واحد اور جمع دونوں کے لئے یکساں مستعمل ہے اور خَلَفٌ لام کے زبر

سے بمعنی بدل خواہ اولاد ہو یا کوئی اجنبی۔ ابن الاعرابی کا قول ہے کہ خَلَف زبر کے ساتھ نیک کے لئے آتا ہے اور جزم کے ساتھ بد کے لئے۔(۲)

مایہ ناز اور منفرد مفسر علامہ قاضی ناصر الدین ابوالخیر عبداللہ بن عمر المعروف بیضاوی، اپنی تفسیر "تفسیر البیضاوی" میں سورۂ بقرہ کی آیت کریمہ "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً" کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

الخلیفة من یخلف غیرہ و ینوب منابه والھاء فیه للمبالغة والمراد به آدم علیه السلام لانه خلیفة اللہ تعالی فی ارضه وکذالک کل نبی استخلفھم فی عمارة الارض وسیاسة الناس وتکمیل نفسھم و تنفیذ امرہ۔(۳)

خلیفہ وہ ہے جو کسی غیر کا جانشین ہو اور اس کا قائم مقام بنے۔ اس میں ھاء مبالغہ کی ہے اور اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالی کی زمین میں اس کے نائب ہیں۔ اسی طرح ہر نبی کو زمین کی آبادی و ترقی کے لئے، لوگوں کے معاملات، ان کی روحوں کی تکمیل اور اس کے حکم کے نافذ کرنے کے لئے خلیفہ بنائے گئے۔

عالم الاجساد کے لحاظ سے خلیفہ اول سیدنا آدم علیہ السلام ہیں۔ اور عالم ارواح کے اعتبار سے خلیفۂ اول سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ یہ علمی نکتہ تفسیر جلالین میں ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں ہے کہ:

انی جاعل فی الارض خلیفة: یخلفنی فی تنفیذ احکامی فیھا فھو آدم و آدم ھو ابو البشر والخلیفة الاول باعتبار عالم الاجساد و اما باعتبار عالم الارواح فھو سیدنا محمد صلی اللہ علیه وسلم۔(۴)

ترجمہ: میں زمین میں خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں۔ خلیفہ وہ ہے جو زمین

میں میرے احکام کے نفوذ کے لئے نائب ہوگا۔ پس وہ حضرت آدم ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام ہی ابو البشر ہیں اور عالمِ اجساد کے اعتبار سے وہی خلیفہ اول ہیں۔ جبکہ عالمِ ارواح کے لحاظ سے خلیفہ اول سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

امام فخر الدین رازی لفظ خلیفہ کا معنی ومفہوم بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الخليفة من يخلف غيره ويقوم مقامه قال الله تعالىٰ:

ثم جعلناكم خلائف في الارض

الخليفة اسم يصلح الواحد والجمع كما يصلح للذكر والأنثى وقرئ خليفة بالقاف"۔(۵)

ترجمہ: خلیفہ جو اپنے غیر (دوسرے) کے پیچھے (بعد) ہو اور اس کا قائم مقام (نائب یا جانشیں) ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے پھر ہم نے تمہیں زمین میں خلیفے جانشیں بنایا۔

خلیفہ واحد اور جمع کے اسم کی صلاحیت رکھتا ہے جیسے کہ مذکر اور مؤنث کی (یعنی لفظ خلیفہ واحد اور جمع بولا جا سکتا ہے) اور ق کے ساتھ خلیقہ بھی پڑھا گیا ہے۔

اسی طرح امام اسماعیل بن کثیر اپنی تفسیر "تفسیر القرآن العظیم" میں تحریر کرتے ہیں:

"اني جاعل في الارض خليفة: اى قوما يخلف بعضهم بعضاً قرناً بعد قرنٍ وجيلاً بعد جيل كما قال الله تعالىٰ: هو الذى جعلكم خلائف الارض"۔(۶)

ترجمہ: یقیناً میں زمین میں خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں۔ یعنی ایک قوم (لوگ) جو بعض بعض کے بعد (نائب) ہوتے ہیں، زمانہ بعد زمانہ کے اور گروہ بعد گروہ کے۔

تاریخ نگار کہتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جب خلافت

راشدہ کا دور شروع ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا خلیفۂ اول منتخب کیا گیا تو سب سے پہلے لفظ خلیفہ آپ کیلئے استعمال ہوا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی اولیات کی فصل میں رقمطراز ہیں:

"آپ رضی اللہ عنہ نے ہی سب سے پہلے قرآن پاک کو مصحف کا نام دیا اور اس پر دلیل پیش کی اور آپ ہی کو سب سے پہلے خلیفہ پکارا گیا۔" (۷)

علامہ سید احمد سعید کاظمی آیت انی جاعل فی الارض خلیفہ کے ضمن میں لفظ خلیفہ کا یہ مفہوم بتاتے ہیں:

"لغت میں پیچھے آنے والے کو "خلیفہ" کہتے ہیں لیکن یہاں نائب کے معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نائب ہونے کی حیثیت سے زمین و آسمان کی اشیاء میں تصرف کرنے والا، جس سے آدم علیہ السلام مراد ہے، آدم علیہ السلام کے بعد یہ خلافت ان کی اولاد کو منتقل ہوئی۔ انبیاء و رسل علیہم السلام اپنے اپنے دور میں اس منصب خلافت پر فائز رہے حتیٰ کہ ان میں سے بعض انبیاء علیہم السلام کو "خلیفہ" کا لقب بھی عطا ہوا، جیسے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا گیا یا داؤد انا جعلنک خلیفۃ فی الارض ط (ص: آیت ۲۶) حضرات انبیائے کرام کے بعد صدیقین اور اولیائے کاملین اُن کے قائم مقام ہوئے اور بالواسطہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ قرار پائے۔" (۸)

مفتی احمد یار خان نعیمی "انی جاعل فی الارض خلیفہ" کی تفسیر میں خلیفہ کی ۳ قسمیں بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"خلیفہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ پسِ وفاتِ سلطان، اس کا کام چلانے والا جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفائے راشدین، پسِ پشتِ سلطان کارفرما۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں حضرت ہارون یا

حضور علیہ السلام کی غیوبت میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ۔
پس پردہ نیابت کرنے والا یہاں تیسری خلافت مراد ہے۔ کیونکہ رب
نہ میت ہے نہ غائب بلکہ محجوب ہے۔ اسی لئے قیامت میں کوئی اس کا
خلیفہ نہ ہوگا کہ رب ظاہر وعیاں ہوگا۔ اس لحاظ سے سارے پیغمبر اور
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قیامت تک ہر زمانے کے قطب
خلیفۃ اللہ ہیں۔" (۹)

قرآن پاک میں دو مقامات پر لفظ خلیفہ بطور نائب کے استعمال ہوا ہے۔ پہلی مرتبہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۰ کے ابتدائی حصہ میں باری تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے ملائکہ سے فرمایا:

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط (۱۰)

اور یاد کرو جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین
میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

دوسری جگہ سورۂ ص میں یہ لفظ اس طرح آیا:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ
بِالْحَقِّ ط (آیت ۲۶) (۱۱)

اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا پس آپ لوگوں کے مابین
حق سے فیصلہ فرمائیں۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ رحمۃ الباری اپنی ضیاء بار تفسیر "ضیاء القرآن" کی پہلی جلد میں لفظ خلیفہ کا معنی ومفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"خلیفہ وہ ہے جو کسی کے ملک میں اس کے نائب کی حیثیت سے اس
کے احکام کے مطابق عمل کرائے۔ اس منصب کے لئے انسان کے
انتخاب کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انسان کے علاوہ جتنی مخلوق ہے اُس
کی استعداد، علم اور اس کا دائرہ عمل محدود ہے اور جس کی محدودیت کا یہ
عالم ہو وہ اس ذات پاک کا خلیفہ نہیں بن سکتا جس کا علم، ارادہ، احکام

اور تصرف غیر محدود ہے لیکن انسان جو ابتداء میں ضعیف بھی ہے اور جھول بھی اس میں وہ پایاں ناپذیر استعداد رکھ دی گئی ہے اور عقل وفہم کی وہ قوتیں ودیعت فرمادی گئی ہیں جن کے تصرفات کی حد نہیں۔ اس لئے جملہ مخلوقات سے صرف یہی ایک مخلوق ہے جو منصب خلافت کی اہلیت رکھتی ہے۔ (اس گفتگو کو سمیٹتے ہوئے آخری جملہ ملاحظہ ہو)۔ یہ وہ ذرہ ہے جس کے سامنے آسمان کی رفعتیں سرنگوں ہیں اور یہ وہ قطرہ ہے جس میں سمندروں کی گہرائیاں ہیں۔" (۱۲)

اہلِ طریقت کے ہاں خلیفہ کا مقام ومرتبہ:

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے نزدیک اُن کا جو ارادت مند صوری اور معنوی اعتبار سے ان کے مشن کا امین بننے کا حق دار ہو، اپنے مرشد کی تعلیمات کے مطابق اوراد و وظائف کا عامل ہو، اپنے شیخ کے رنگ میں ڈھلا ہو اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو، علمی اور روحانی لحاظ سے اپنے شیخ طریقت کی تعلیمات، آپ کے اطوار اور آپکے سلسلوں کو مخلوق خدا تک پہنچا سکتا ہو، وہ خلافت کا مستحق جانا جاتا ہے۔ شیخ طریقت مناسب موقع پر اُسے خرقۂ خلافت پہناتے ہیں، بیعت کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں، اس کی رہبری و رہنمائی کرتے ہیں اور یوں جو بزرگ جتنا بلند مقام ہو اس کے خلفاء بھی بلند اقبال ہوتے ہیں، جس طرح کوئی شریف ونجیب شاگرد اپنے اُستاذ گرامی کا علمی وارث ہوتا ہے، اسی طرح خلیفہ بھی اپنے مرشدِ گرامی کا روحانی وارث قرار پاتا ہے۔

صوفیائے کرام نے ہر دور میں اپنے بعض ارادت مندوں کو منازلِ سلوک طے کرائیں اور جب محسوس کیا کہ یہ مرید ہماری تعلیمات اور رسومات کا سلسلہ آگے بڑھا سکتا ہے اور اس میں نیابت کی استعداد موجود ہے تو مناسب وقت پر اسے خلیفہ بنایا اور خلافت سے سرفراز کیا۔

خلافت:

خلافت، نیابت اور جانشینی کے معنی میں آتا ہے۔ یہ نیابت کبھی تو کسی کی

غیر موجودگی کے باعث ہوتی ہے، کبھی کسی کی موت واقع ہونے کی صورت میں اور کبھی کسی کو شرف و منزلت عطا کرنے کی بناء پر۔ امام راغب اصفہانی ''خلافت'' کا یہ خوبصورت مفہوم بیان کرتے ہیں:

الخلافة، النيابة عن الغير اما لغيبة المنوب عنه واما لموته واما لعجزه واما لتشريف المستخلف وعلى هذا الوجه الاخير استخلف الله اولياء ه في الارض قال الله تعالى:

وهو الذي جعلكم خلائف في الارض ط (فاطر ۳۹)(۱۳)

ترجمہ: الخلافۃ: غیر کا نائب ہونا یا تو منوب عنہ (جس کا نائب بنایا گیا ہو) کی عدم موجودگی میں یا اس کی موت کی وجہ سے یا اس کے عاجز ہونے کی وجہ سے یا خلیفہ بنانے والے کے شرف دینے کی وجہ سے اور اس آخری جب سے زمین میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو خلیفہ بنایا اور ارشاد فرمایا: وہ وہی ذات پاک ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ (نائب) بنایا۔

اسلامی انسائیکلو پیڈیا کے مطابق خلافت کا مطلب ہے:

اس کے ایک معنی خدا کے دیئے ہوئے اختیارات کا حامل ہونا، دوسرے معنی خدا کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے امر شرعی کے تحت اختیارات خلافت کو استعمال کرنا اور تیسرے معنی ایک دور کی غالب قوم کے بعد دوسری قوم کا اس کی جگہ لینا ہے۔ قرآن کریم کی رو سے انسان کو خلافتِ الٰہی یعنی زمین پر خدا کی نیابت بخشی گئی۔ (۱۴)

جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء کرام کا دورِ خلافت ''خلافتِ راشدہ'' کہلاتا ہے۔ اُمت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اور اپنے خلفاء راشدین کی سنت کی اتباع واجب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِي۔

ترجمہ: تم میرے بعد میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت لازم پکڑو۔ (۱۵)

اسی طرح مسجدِ نبوی کی تعمیر کے موقع پر خلفائے اربعہ کی ترتیب کے بارے میں نامور سیرت نگار علامہ شبلی تحریر کرتے ہیں:

"تعمیر شروع ہوئی تو سب سے پہلا پتھر جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا، دوسرا پتھر صدیق اکبر نے، تیسرا فاروق اعظم نے، چوتھا عثمانِ غنی نے اور پانچواں علی مرتضیٰ نے رکھا (رضی اللہ عنہم) جب اس ترتیب کے بارے میں جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

هٰؤُلَاءِ الْخُلَفَاءُ مِنْ بَعْدِیْ۔ (یہ لوگ میرے بعد میرے قائم مقام ہوں گے)۔ (۱۶)

دائرہ معارف القرن العشرون کے مؤلف محمد فرید وجدی لکھتے ہیں:

اجمع المسلمون ان الخلفاء الراشدین اربعة وهم ابوبکر وعمر و عثمان وعلی (رضی الله عنهم)

ترجمہ: مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ خلفاء راشدین چار ہیں اور وہ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ (۱۷)

خلفاء کی تربیت:

ہر مرید خلیفہ بننے کی اہلیت نہیں رکھتا، نہ ہی مرشد اپنے ہر ارادت مند کو خلافت عطا کرتا ہے۔ پھر جنہیں خلیفہ بنایا جاتا ہے ان کی باقاعدہ تربیت کا اہتمام ہوتا ہے کیونکہ خلفاء ہی اپنے رہبر کے سلسلہ کو فروغ دیتے ہیں۔

صوفیاء کی بارگاہ میں ہر مزاج اور ہر صلاحیت و استعداد کے لوگ آتے ہیں اور بقدر ظرف فیض پاتے ہیں۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی "خلفاء کی تربیت" کے عنوان سے تحریر کرتے ہیں:

''مشائخ کرام کی خدمت میں مختلف قسم کے لوگ حاضر ہوتے تھے۔ اُن کی ذہنی صلاحیتیں، ضروریات اور مقاصد مختلف ہوتے تھے چنانچہ مشائخ کو اُن کی اصلاح و تربیت کیلئے مختلف طریقے اور تدابیر اختیار کرنی پڑتی تھیں۔ آنے والوں میں عموماً چار طرح کے لوگ ہوتے تھے۔

۱۔ خلفاء:

۲۔ مخصوص مریدین: (یعنی وہ جن کو خلافت سے تو نہیں نوازا جاتا لیکن ان کی اصلاح کی جانب خاص توجہ دی جاتی تھی اور وہ اکثر و بیشتر بارگاہِ شیخ میں حاضر رہتے تھے)۔

۳۔ عام مریدین: (جو بیعت کے بعد عموماً شیخ طریقت سے جدا ہو جاتے اور کبھی کبھی شیخ کی بارگاہ میں حاضری دیتے)۔

۴۔ عوام: (وہ لوگ جو مختلف دینی و دنیاوی مقاصد کے لئے آتے تھے)۔

جن مریدوں کو مشائخ خرقہ ولایت دینا چاہتے تھے ان کی اصلاح و تربیت کی طرف خاص طور سے توجہ فرماتے تھے۔

ان خلفاء پر سلسلہ کی آئندہ ترقی کا انحصار ہوتا تھا اس بناء پر اُن کی شخصیت کی تعمیر میں بڑی محنت کی جاتی تھی اور ان کی ظاہری اور باطنی زندگی کے ہر ہر گوشہ کو پرکھا جاتا تھا۔ شیخ کی یہ اصلاحی جدوجہد اُس وقت تک جاری رہتی تھی جب تک اُس کو یہ یقین نہ ہو جائے کہ اب خلیفہ میں سلسلہ کے نظام کو سنبھالنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے۔

ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ خلافت کے لئے کن اوصاف کی ضرورت ہے تو شیخ نے فرمایا:

(ترجمہ): اس کام کے لئے بہت سے اوصاف درکار ہیں لیکن جس زمانہ میں کہ خواجہ نے مجھے دولت خلافت عنایت فرمائی تھی ایک دن مجھ سے یوں فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ نے تجھے علم، عشق، عقل تینوں چیزیں عنایت فرمائی ہیں اور جو شخص ان تینوں چیزوں کے ساتھ موصوف ہو، اُسے مشائخ کی خلافت سزاوار ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مشائخ کرام خلیفہ کی ان ہی تین صلاحیتوں یعنی علم، عقل اور عشق کو صقل کرنے کی کوشش فرمایا کرتے تھے۔" (۱۸)

سلاسلِ تصوف میں قدیم سلسلہ چشتیہ کے مشائخ کا یہ ایک محکم اصول تھا کہ وہ کبھی ایسے شخص کو خلافت نہ دیتے تھے جس نے علوم ظاہری کی تکمیل نہ کر لی ہو۔ اسی طرح مشائخ اپنے خلفاء کو ترکِ دنیا کا درس دیتے اور تعمیر شخصیت پر زور دیتے۔ کہا جاتا ہے کہ:

"حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے جب مولانا حسام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت عطا فرمائی تو شہادت کی انگلی اٹھا کر دو مرتبہ فرمایا دنیا کو ترک کر۔ دنیا کو ترک کر۔

مولانا نے عرض کیا: اگر حکم ہو تو شہر میں نہ رہوں۔ فرمایا: نہیں شہر ہی میں رہو اور اسی طرح رہو جیسے اور لوگ رہتے ہیں۔" (۱۹)

اسی طرح شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ خلافت نامہ دیتے وقت اپنے خلفاء کو ہدایت فرماتے:

۱۔ ترکِ دنیا کرو۔

۲۔ دنیا اور اہلِ دنیا کی جانب میلان نہ رکھو۔

۳۔ جاگیر قبول نہ کرو۔

۴۔ بادشاہوں سے صلہ نہ لو۔

"سیر الاولیاء" میں ہے کہ آپ فرماتے:

"می باید کہ تارک دنیا باشی۔ بسوئے دنیا و ارباب دنیا مائل نہ شوی و ہدیہ قبول نہ کئی وصلہ بادشاہاں نگیری۔" (۲۰)

چشتیہ سلسلہ کے بزرگ اپنے خلفاء کی تربیت کا یہ بھی اہتمام کرتے کہ انہیں دینی کتابوں کا درس دیتے۔ مثلاً احادیث نبوی، احیاء العلوم، قوت القلوب، مکتوبات عین القضاۃ، فصوص الحکم، فتوحات مکیہ، کشف المحجوب، رسالہ قشیریہ، کیمیائے سعادت، مثنوی مولانا روم وغیرہ۔

آپ کے خلفاء:

محققین علماء فرماتے ہیں کہ قدرت کا نظام ہے جتنا نبی کا مقام بلند و بالا ہوتا ہے اتنے ہی اس کے جانشیں درجات عالیہ پر فائز ہوتے ہیں۔ اسی طرح جتنا اللہ کا ولی کامل ہوتا ہے اس قدر اس کا فیض بھی عام ہوتا ہے اور اس کے خلفاء و متوسلین بھی کثیر ہوتے ہیں۔ علامہ محمد اشرف سیالوی نے اپنی تالیف ''کوثر الخیرات لسید السادات'' (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ''انا اعطینک الکوثر'' کی تفسیر وتشریح میں لفظ ''کوثر'' کے متعدد معانی ومطالب پر بحث کرتے ہوئے کوثر کا ایک معنی اولیائے کرام وعلمائے عظام علیہم الرضوان کی کثرت بھی لکھا ہے چنانچہ آپ ایک مقام پر تحریر کرتے ہیں:

> ''جتنی نبوت عام اور رسالت وسیع ہوتی ہے اتنے ہی وارثانِ علوم و اسرار اور مسند نشینانِ خلافت و نیابت زیادہ ہوتے ہیں اور جتنی مدتِ نبوت و رسالت طویل ہوتی ہے اتنی ہی وارثانِ علوم و معارف اور امینانِ اسرار و رموز کی تعداد کثیر اور ترقی پذیر ہوتی ہے، جب سید الخلق افضل الرسل امام الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام سب سے افضل ہیں اور مرتبہ میں بلند و بالا ہیں۔ ان کی نبوت و رسالت محیط عام ہے اور اُن کی شریعت وملت ناقابلِ نسخ و اختتام ہے تو ان کی اُمت کے علماء ظاہرو باطن، ائمہ دین اور علماء اور اقطاب واولیاء بھی سب اُمتوں سے افضل واکمل، گنتی وشمار میں سب سے زائد اسی لئے ارشاد فرمایا:
>
> انــا اعــطــیــنــک الــکــوثــر
>
> ہر عالم اپنے علاقہ اور حلقۂ اثر میں دینِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پھیلاتا ہے اور اس فیض کو عامۃ الناس تک پہنچاتا ہے، لہٰذا اس کی فضیلت عام اُمتی اور محض عابد و زاہد سے بہت زیادہ ہے۔ (۴۱)

خواجہ شمس الدین سیالوی کا فیض بھی عام تھا اور آپ کے خلفاء مختلف مقامات پر خلق خدا کی صلاح وفلاح میں مشغول رہے، یہی وجہ ہے کہ تذکرہ نگار تمام تر جستجو کے باوجود

آپ کے خلفاء کی حتمی تعداد متعین نہ کر سکے۔ ''تاریخ مشائخ چشت'' کے مؤلف پروفیسر خلیق احمد نظامی نے ۳۵ خلفاء کی فہرست پیش کی، مگر اس سے قبل یہ جملہ لکھا: ''خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں مندرجہ ذیل ۳۵ بزرگ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔''

اس کا معنی ہوا کہ یہ فہرست خاص خلفاء کی ہے۔

تصوف پر بلند پایہ کتب یا بزرگان دین کے احوال، خدمات اور اقوال پر مرتب کی گئیں کتابوں میں جن اولیائے کرام کے احوال ملتے ہیں، وہاں اُن کے خلفاء کا ذکر جمیل بھی شامل ہے۔ بعض مشائخ کے خلفاء اتنے کثیر اور اس قدر عظیم ہیں کہ اُن کے شیخ طریقت کی عظمت کی دلیل بن گئے ہیں۔

خواجہ شمس العارفین سیالوی کی بارگاہ سے فیض پانے والوں کا کوئی شمار نہیں، ہزاروں لوگ آپ کے آستانہ پر آئے اور زندگی سنوار گئے، جن طالبان حق کو آپ نے بیعت کی سعادت کے بعد خلافت کی نعمت سے سرفراز کیا ان کی تعداد کا بھی حتمی علم نہ ہو سکا۔ تلاش وجستجو کے بعد آپ کے سوانح نگار اور آپ کے آستانہ عالیہ سیال شریف کے بے دام خدمت گار حاجی محمد مرید احمد چشتی نے آپ کے خلفاء کی جو فہرست مرتب کی ہے اس کی آخری تعداد ۱۱۰ رقم کی ہے۔ ۳۵ خلفاء تو وہ ہیں جن کے نام مؤلف انوار شمسیہ نے ان کے علاقوں کے ناموں کے ساتھ درج کیے ہیں، سینکڑوں وہ ہیں جو غیر معروف ہیں، ۵ خلفاء وہ ہیں جو جہاں بھر میں نامور ہیں۔ ہم اہل تحقیق کا ایک خلاصہ آپ کی نذر کرتے ہیں۔

مؤلف ''فوز المقال فی خلفائے پیر سیال'' ''خلفائے کرام'' کے عنوان سے تحریر کرتے ہیں:

''حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی سے فیض یافتگان کا شمار تو کہاں؟ آپ نے جن طالبان حق کو واصل بحق کر کے خلافت بخشی ان کا شمار بھی ممکن نہیں۔ مولوی ممتاز علی ایم۔ اے (چکوال) اپنی بیاض میں لکھتے ہیں:

حضرت خواجہ محمد عبدالعزیز چاچڑ وی المعروف قلندر کریم قدس سرہٗ نے

کئی دفعہ ذکر فرمایا کہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے بڑے بڑے خلفاء کو تو ہر کہ ومہ جانتا ہے لیکن صدہا خلفاء ایسے بھی ہیں جن کو بہت کم لوگ جانتے ہیں۔" (۲۲)

صوفی نور عالم شمس پوری، "مجات المحبوب" میں لکھتے ہیں:

"صدہا خلفائے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کہ در حیات حضرت پوشیدہ بودند بعد وصال ایشاں ظاہر بخلوق گشتہ اند آری مہتاب اگرچہ بسا صاحب روشنی بود اما بمقابلہ آفتاب بے نور باشد زیرا کہ نور حضرت ما بیشک بمنزلہ نور آفتاب بود کہ در زمان خود بے نظیر بودہ اند۔ (۲۳)

ترجمہ: سینکڑوں خلفاء حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی زندگی میں پوشیدہ رہے آپ کے وصال کے بعد مخلوق میں ظاہر ہو گئے۔ کیونکہ ہمارے حضرت صاحب کا نور بے شک آفتاب کے نور کی طرح تھا، اپنے زمانے میں بے نظیر تھے۔

مؤلف انوار شمسیہ، مولانا امیر بخش رقمطراز ہیں:

"حضرت شمس دوراں کے خلفائے کرام بے پایاں ہیں مگر ان میں سے پینتیس صاحبوں کے نام جن کا راقم کو علم ہے بصحت تمام ارقام کیے جاتے ہیں۔ منجملہ ازاں تین صاحبزادگان صاحبان عالی شان ہیں۔ قائم مقام حضرت شمس العارفین خواجہ محمد الدین سجادہ نشین صاحب فضائل و کمالات آگین صاحبزادہ فضل الدین صاحب معارف و حقائق آگین صاحبزادہ شجاع الدین صاحب اور پانچ خلفائے عظام بہ نسبت دیگر خلفائے زماں زیادہ تر فیض رساں عالمیاں اور برگزیدہ فضلائے جہان ہیں۔ کرامت و عظمت پناہ حضرت غلام حیدر شاہ صاحب، ساکن جلالپور شریف عوارف و فضائل دست گاہ حضرت مہر علی شاہ صاحب ساکن گولڑہ شریف قدوۃ العاشقین مولوی فضل الدین

صاحب ساکن چاچڑ تحصیل شاہ پور زبدۃ السالکین مولوی معظم الدین صاحب ساکن مرولہ والا تحصیل بھیرہ برگزیدہ صادقین مولوی محمد امین صاحب ساکن چکوڑی شریف۔

(ازاں بعد ۲۷ خلفائے کے اسماء مع علاقہ جات لکھ کر بیان کرتے ہیں):

ناظرین اور محققین کو واضح ہو کہ ان کے ماسوا اور بھی بہت خلفاء ہیں جو کہ بعد الاطراف سے جناب کے پاس آئے اور نعمت باطنی اور گنج مخفی سے کامران ہو کر واپس اپنے مکان کو گئے اور پھر مسافت بعیدہ کے تکلفات سے یا عوارضات شدیدہ کے موانعات سے دوبارہ حضور کے دوارہ پر حاضر نہ ہو سکے، لہٰذا ان کا نام بوجہ عدم اعلام ارقام نہیں ہو سکا۔" (۴۴)

"فوز المقال فی خلفائے پیر سیال" کی جلد اول کے صفحہ نمبر ۴۷ تا ۸۰ آپ کے خلفاء کے اسمائے گرامی درج ہیں، جن جن علاقوں میں یہ خلفاء آپ کے فیض کے امین بنے، ضلع کی مناسبت سے ان کی فہرست مرتب کی گئی ہے۔ ہم یہ فہرست مؤلف فوز المقال کے شکریہ اور اُن کے لئے دعائے خیر کے ہدیہ کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے جن خلفائے کبار کے اسمائے گرامی معلوم ہو سکے ان کی فہرست حسب ذیل ہے:

ضلع سرگودھا

۱۔ حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی۔

۲۔ حضرت صاحبزادہ محمد فضل الدین سیالوی۔

۳۔ حضرت صاحبزادہ محمد شجاع الدین سیالوی۔

۴۔ حضرت خواجہ محمد فضل الدین چاچڑوی۔

۵۔ حضرت خواجہ محمد معظم الدین معظم آبادی۔

۶۔ حضرت حافظ شیخ محمد عبدالجلیل قریشی۔

۷۔ حضرت مولانا علی محمد ساکن کوٹ کالا، تحصیل بھلوال۔

۸۔ حضرت میاں غلام فرید فروکہ ساکن سلیقہ نواحی ساہی وال۔

۹۔ حضرت مولانا محمد نصیرالدین چاچڑوی۔

۱۰۔ حضرت مولانا محمد عبدالعزیز چاچڑوی۔

۱۱۔ ملک سلطان محمود خان ٹوانہ (خواجہ آباد)۔

۱۲۔ حضرت امیر السالکین پیر امیر شاہ بھیروی۔

۱۳۔ حضرت مولانا غلام قادر بھیروی لاہوری۔

۱۴۔ حضرت مولانا محمد عبدالعزیز بگوی بھیروی۔

ضلع جھنگ

۱۵۔ حضرت مولانا فتح محمد سلیانوی۔

۱۶۔ حضرت خواجہ سید فیض احمد شاہ ساکن جھانب، تحصیل چنیوٹ۔

۱۷۔ حضرت خواجہ سید محمد غوث شاہ ساکن شاہ جیونہ۔

۱۸۔ حضرت سید صالح محمد شاہ سلطان پوری۔

۱۹۔ حضرت خواجہ پیر بخش ڈوگرہ چنیوٹی۔

۲۰۔ حضرت سید امیر شاہ ساکن ٹھٹھہ محمد شاہ۔

ضلع میانوالی

۲۱۔ حضرت خواجہ سید محمد پیر بخش شاہ کاظمی خواجہ آبادی۔

۲۲۔ حضرت مولانا علی حیدر شاہ میانوالی محلہ میانہ۔

۲۳۔ حضرت مولانا احمد الدین صوفی کلوری، کلور شریف۔

۲۴۔ حضرت خواجہ سید مراد علی شاہ کاظمی بھوروی۔

۲۵۔ حضرت سید نور مصطفیٰ شاہ کاظمی۔

ضلع اٹک

۲۶۔ حضرت خواجہ سید محمد مبارک شاہ جہان آبادی۔
۲۷۔ حضرت خواجہ پیر گلاب شاہ اورنگ آبادی۔
۲۸۔ حضرت خواجہ سید احمد شاہ فتح جنگی۔
۲۹۔ حضرت سید غازی احمد شاہ غور غشتوی۔
۳۰۔ حضرت میاں نور احمد غور غشتوی۔
۳۱۔ حضرت خواجہ سید عباس علی شاہ گیلانی، ساکن بستی نور احمد شاہ۔
۳۲۔ حضرت خواجہ میر احمد شاہ ساکن نواحی حسن آباد۔
۳۳۔ حضرت خواجہ سید امیر علی شاہ گیلانی، نور پور شریف۔
۳۴۔ حضرت قاضی فیض احمد چھاچھی۔
۳۵۔ حضرت مولانا محمد امین نکوچی۔
۳۶۔ حضرت خواجہ سید اکبر علی شاہ، مدفون کسان ضلع اٹک۔

ضلع راولپنڈی

۳۷۔ حضرت حافظ محمد سعد اللہ چشتی، ساکن سموں شریف۔
۳۸۔ حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی۔

ضلع چکوال

۳۹۔ حضرت خواجہ سید محمد حیات شاہ ہمدانی۔
۴۰۔ حضرت مولانا غلام محمد چشتی، موہڑہ کدلٹھی۔
۴۱۔ حضرت قاضی احمد الدین چکوالی۔
۴۲۔ حضرت قاضی حافظ محمد حسن ساکن کالس راجگان۔

۴۳۔ حضرت قاضی احمد الدین کرسالوی۔

۴۴۔ حضرت قاضی محمد عبدالباقی کرسالوی۔

۴۵۔ حضرت قاضی غلام نبی، ساکن چاولی۔

۴۶۔ حضرت قاضی نورالدین بولوی، ساکن بولہ شریف۔

۴۷۔ حضرت قاضی عبدالحلیم چکوالی، ساکن ڈھاب کلاں۔

۴۸۔ حضرت خواجہ سید محمد فضل شاہ، ساکن دریا مال نواحی چکوال۔

۴۹۔ حضرت مولانا سلطان محمود، ساکن سدوال۔

۵۰۔ حضرت قاضی احمد الدین واعظ، ساکن پادشاہاں۔

۵۱۔ حضرت مولانا غلام حسین چکوالی۔

ضلع جہلم

۵۲۔ حضرت محبوب سبحانی خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری۔

۵۳۔ حضرت خواجہ سید غلام شاہ ہرن پوری۔

۵۴۔ حضرت خواجہ سید محمد طیب شاہ ساکن پدھری۔

۵۵۔ چودھری الہٰ بخش ساکن ساؤوال (پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر)۔

۵۶۔ حضرت قاضی محمد نور عالم چشتی، ساکن کڑی شریف۔

۵۷۔ حضرت حافظ میاں خان اعوان، ساکن کندوال۔

۵۸۔ حضرت مولانا غلام محمد للہی۔

۵۹۔ حضرت خواجہ سید غلام رسول شاہ بخاری، شکریلہ شریف۔

۶۰۔ حضرت پیر بہادر شاہ قریشی، پیر کھارا شریف۔

۶۱۔ حضرت سید خیر شاہ، ساکن پنڈ دادن خان۔

۶۲۔ حضرت سید مہتاب شاہ، ساکن بھمبر سیداں۔

۶۳۔ حضرت حافظ خدا بخش دھریالوی، دھریالہ جالپ۔

ضلع گجرات

۶۴۔ حضرت خواجہ محمد امین چکوڑوی۔

۶۵۔ حضرت شیخ محمد عبداللہ چک عمر۔

۶۶۔ حضرت قاضی محمد فضل الدین گجراتی، گجرات مؤلف انوار نعمانیہ۔

۶۷۔ حضرت مولانا غلام محمد تونسوی گجراتی۔

۶۸۔ حضرت مولانا سید نورالدین احمد گجراتی، ساکن ناگڑیاں۔

۶۹۔ حضرت مولانا محمد امام الدین گجراتی، ساکن لکھن وال، مؤلف مراۃ السالکین، مدفون کلکتہ، (بھارت)۔

ضلع گوجرانوالہ

۷۰۔ حضرت خواجہ سید محمد اکرام شاہ بخاری، ساکن سلہو کے شریف۔

ضلع لاہور

۷۱۔ حضرت خواجہ سید محمد سعید شاہ زنجانی لاہوری، مؤلف مراۃ العاشقین۔

ضلع ملتان

۷۲۔ حضرت مولانا محمد جمال الدین گھوٹوی۔

ضلع لیہ

۷۳۔ چودھری محمد بخش سمرا، ساکن لیہ۔

ضلع مظفر گڑھ

۷۴۔ حضرت خواجہ سید اللہ بخش شاہ کاظمی حاجی پوری۔

ضلع ڈیرہ غازی خان

۷۵۔ حضرت خواجہ سید محمد حسن شاہ گیلانی ساکن سنجر سیداں۔

۷۶۔ حضرت خواجہ سید نوبہار شاہ گیلانی، ساکن سنجر سیداں۔

۷۷۔ حضرت خواجہ سید خدا بخش شاہ گیلانی ساکن سنجر سیداں۔

۷۸۔ حضرت میاں امام بخش نذر بردار، ساکن منی مہوئی متصل تونسہ شریف۔

ضلع خوشاب

۷۹۔ حضرت خواجہ میاں عبدالحفیظ، ساکن سرکی شریف۔

۸۰۔ حضرت خواجہ سید چندووڈا شاہ گیلانی وڑچھہ شریف۔

۸۱۔ حضرت مولانا سلطان محمود تازہ وی، تازہ۔

۸۲۔ حضرت قاضی محی الدین، ساکن کرڑ، مدفون معظم آباد شریف۔

۸۳۔ حضرت قاضی میاں احمد نوشہروی (مدفون سیال شریف)۔

۸۴۔ حضرت قاضی میاں محمد نوشہروی۔

۸۵۔ حضرت قاضی میاں محمد کمر الوی۔

۸۶۔ حضرت حافظ جمال دین گھڑی شریف۔

۸۷۔ حضرت میاں عبدالعزیز ملان شریف، گھڑی۔

۸۸۔ ملک فتح خان نواب، ساکن جھوک۔

ضلع ایبٹ آباد

۸۹۔ حضرت خواجہ سید فضل شاہ عطاروی (عطار)۔

۹۰۔ حضرت مولانا نور اللہ قاضی، ساکن چھپاں نواحی ہری پور۔

ضلع مانسہرہ

۹۱۔ حضرت خواجہ سید ضامن شاہ بیدڑوی۔

۹۲۔ حضرت مولانا ولی احمد، ساکن میرا شریف نواحی گلی باغ۔

۹۳۔ حضرت قاضی نور عالم مانسہروی۔

۹۴۔ حضرت قاضی ظہور احمد مانسہروی۔

۹۵۔ حضرت مولانا محمد امیر اللہ مانسہروی۔

۹۶۔ حضرت شاہ صاحب اجمیری، مانسہرہ کے سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ساری زندگی اجمیر شریف کی پہاڑیوں میں گزاری اور اجمیر شریف مدفن پاک بنا۔

ضلع پشاور

۹۷۔ حضرت خواجہ سید سکندر شاہ پشاوری۔

آزاد کشمیر

۹۸۔ حضرت خواجہ رستم علی شاہ گردیزی، سان سرچھ شریف۔

۹۹۔ حضرت خواجہ سید نیاز علی شاہ گردیزی۔

۱۰۰۔ حضرت خواجہ سید محمد مخدوم شاہ گردیزی۔

۱۰۱۔ حضرت میاں محمد امام الدین کشمیری، مدفون معظم آباد شریف۔

۱۰۲۔ حضرت سائیں سُکل سرکار، مظفر آبادی۔

تبت

۱۰۳۔ حضرت خواجہ سید معظم علی شاہ۔

دہلی (بھارت)

۱۰۴۔ حضرت مرزا نواب بیگ دہلوی، مصنف تحفۃ الابرار (پنشنر تحصیلدار، درجہ اول)۔

افغانستان

۱۰۵۔ حضرت خواجہ سید محمد شاہ غزنوی، ساکن کتاواز ہ متصلہ یوبک خیل، غزنی، خراسان۔

۱۰۶۔ حضرت ملا خوشنود یوسف زئی، کابل۔

۱۰۷۔ مراۃ العاشقین کے صفحہ ۱۲۵ پر خلفاء کرام کی فہرست میں سید فضل شاہ کا نام آتا ہے جن کی سکونت وغیرہ کا ذکر نہیں ہے۔

۱۰۸۔ حضرت میاں صالح محمد۔

۱۰۹۔ حضرت مولانا عبدالغفار شاہ۔

۱۱۰۔ اسم گرامی حافظہ سے جاتا رہا جو حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد آپ کے جسم مبارک کے قریب کھڑے کھڑے وہیں گم ہو گئے۔ اور بقول مولوی محمد ذاکر بگوی "رجال الغیب" میں جا ملے۔ (برکات سیال، صفحہ ۲۰)۔ (۲۵)

خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری

ولادت اور خاندان:

امام عرفا، پیر سید غلام حیدر شاہ ابن سید جمعہ شاہ ۳ رصفر ۱۲۵۴ھ مطابق ۲۶ راپریل ۱۸۳۸ء کو جلال پور (جہلم) میں رونق افزائے دار دنیا ہوئے۔ آپ سید السادات نجیب الطرفین ہیں۔ آپ مخدوم جہانیاں جہاں گشت یعنی جلال الدین بخاری قدس سرہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب دسویں پشت میں حضرت سید مخدوم جہانیاں سے جا ملتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ سجادہ بیگم بڑی عبادت گزار اور صالحہ خاتون تھیں، آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ ہماری والدہ بابا فرید الدین گنج شکر کی والدہ کی مانند تھیں جنہوں نے ابتداء ہی سے اپنے لخت جگر کو نماز و روزہ کا پابند بنا دیا تھا۔ (۲۶)

آپ کے والد گرامی سید جمعہ شاہ نہایت با خدا درویش کامل اور صابر و قانع متوکل و منکسر المزاج بزرگ تھے۔ آپ کی پیدائش سے قبل سخت قحط تھا۔ کھیتیاں خشک پڑی تھیں، سید جمعہ شاہ کے گھر آپ کی ولادت ہوئی، تو آپ کی تشریف آوری سے قحط سالی کا خاتمہ ہوا اور رحمت کی بارش بری جس سے کھیتیاں سرسبز و شاداب ہو گئیں۔ (۲۷)

آپ کی سکونت اور خاندانی نسبت کے حوالہ سے مؤلفِ "انوار شمسیہ" لکھتے ہیں:

> "آپ کی سکونت موضع جلال پور کیکناں ضلع جہلم میں ہے، آپ کے والد ماجد کا نام سید جمعہ شاہ مکرم معظم ہے اور آپ کی نسب چندیں پشت سے سید العارفین مخدوم جلال الدین صاحب بخاری سے ملتی ہے۔" (۲۸)

تعلیم و تربیت:

آپ کی تعلیم و تربیت کے احوال بیان کرتے ہوئے نامور محقق اور مصنف علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اپنی تالیف "تذکرہ اکابرِ اہلسنت" میں رقمطراز ہیں:

''جب آپ نے ہوش سنبھالا تو قرآن پاک کی تعلیم کے لئے آپ کو میاں خاں محمد اعظم پوری کے سپرد کیا گیا، انہوں نے قرآن مجید پڑھانا شروع کیا جس کی تکمیل آپ کے چچا سید امام شاہ نے فرمائی۔ اس کے بعد میاں عبداللہ چکوڑی سے فارسی اور اردو کی درسی کتب پڑھیں پھر جلال پور سے پانچ کوس کے فاصلہ پر قاضی محمد کامل کی خدمت میں چمن وال تشریف لے گئے اور ان سے کتب فقہ کا درس لیا۔ اپنے علاقہ کے مشہور عالم مفتی غلام محی الدین سے استفادہ کیا اور کنز الدقائق پڑھی۔ اس سے زیادہ آپ نے ظاہری علم باقاعدگی سے نہیں پڑھا، لیکن بلند صلاحیتوں اور اہل علم کی مجلسوں کی وجہ سے وہ عالمانہ مقام حاصل کر لیا جس سے بہت سے عالم بھی محروم تھے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ سے مرقع اور کشکول کا درس لیا۔'' (۲۹)

اسی طرح ''تاریخ مشائخ چشت'' کے مصنف کا بیان ہے کہ

''اس سے زیادہ ظاہری علم شاہ صاحب نے باقاعدہ حاصل نہیں کیا لیکن طبیعت کی افتاد اور ماحول کے اثر نے ان میں وہ عالمانہ انداز پیدا کر دیا تھا جس سے بہت سے عالم بھی محروم تھے۔'' (۳۰)

آپ کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ زمانہ طالب علمی میں آپ نے ذوق و شوق سے تعلیم حاصل کی اس لئے دوران تعلیم اساتذہ کی زجر و توبیخ سے ہمیشہ محفوظ رہے۔

بیعت و خلافت

سید غلام حیدر شاہ جلال پوری، اپنے مرشد خواجہ شمس الدین سیالوی کے خلفاء میں سب سے بلند تر مقام کے حامل ہیں۔ آپ کو سب سے پہلے خلافت سے سرفراز کیا گیا۔ خانوادہ سیال شریف کی تاریخ مرتب کرنے والوں نے تصریح کی ہے کہ خواجہ سیالوی کے بے شمار خلفاء میں ۳۵ معروف ہیں۔ پھر ان ۳۵ میں ۵ خلفاء کو دیگر خلفائے زمان میں

خلفائے عظام سے یاد کیا گیا اور ان پانچ میں بھی کرامات و کمالات کے اعتبار سے سید غلام حیدر شاہ جلال پوری اور سید مہر علی شاہ گولڑوی سب سے بلند و بالا ہیں۔ مؤلف "انوار شمسیہ" کی تحقیق کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

"حضرت شمس دوران کے خلفائے کرام بے پایاں ہیں مگر ان میں ۳۵ صاحبوں کے نام جن کا راقم کو علم ہے بصمت تمام ارقام کئے جاتے ہیں۔ منجملہ ازاں تین صاحبزادگان صاحبان عالی شان ہیں اور پانچ خلفائے عظام بہ نسبت دیگر خلفائے زماں زیادہ تر فیض رساں عالمیاں اور برگزیدہ فضلائے جہاں ہیں۔ کرامت و عظمت پناہ حضرت غلام حیدر شاہ صاحب ساکن جلال پور شریف، عوارف و فضائل دست گاہ حضرت سید مہر علی شاہ صاحب ساکن گولڑہ شریف، قدوۃ العاشقین مولوی فضل الدین صاحب ساکن چاچڑ تحصیل شاہ پور، زبدۃ السالکین مولوی معظم الدین صاحب ساکن مروله تحصیل بھیرہ (حال معظم آباد تحصیل کوٹ مؤمن) برگزیدہ صادقین مولوی محمد امین صاحب ساکن چکوڑی ضلع گجرات مگر ان میں سے جناب شاہ صاحب جلال پوری اور حضرت پیر صاحب گولڑوی کرامات و کمالات میں مستثنیٰ ہیں اور خلائق کی ہدایت اور افادت کیلئے مقتداء ہیں۔ (بقیہ خلفاء کے نام لکھنے کے بعد) جمیع اصحاب اور احباب کو پیدا اور ہویدا ہو کہ منجملہ سب خلفاء ذوالاجداء کے ابتداء میں جناب شاہ صاحب سید غلام حیدر شاہ شمس الہدیٰ کی بارگاہ میں خلافت کی خلعت سے سرفراز ہوئے اور سب سے بعد سید پیر مہر علی شاہ صاحب خلافت سے مجاز اور نعمت باطنی سے ممتاز ہوئے۔ اسلئے صرف ابتداء اور انتہا کو لیا جاتا ہے اور ان ہر دو صاحبان عظیم الشان کا خلاصہ بیان لکھا جاتا ہے اور بقیہ خلفاء کا حال چونکہ اس مختصر رسالہ میں انفصال سے لکھنا محال ہے اس لئے التواء کیا گیا ہے۔" (۳۱)

آپ کی بیعت اور خلافت کے بارے میں ''مرآۃ السالکین'' میں ہے کہ:

''ابتداء میں شاہ صاحب (سید غلام حیدر علی شاہ) بعد تحصیل علوم ظاہری کے ہمراہ پیر غلام شاہ ساکن ہرن پور کے سیال شریف میں حاضر ہو کر خواجہ سیالوی سے مرید ہوئے۔ جس دن آپ خواجہ بابرکت کی خدمت میں مشرف ہوئے ایک درویش نے حضرت خواجہ کی خدمت شریف میں عرض کی کہ یا حضرت! ایک سید زادہ خوش لباس علاقہ جہلم سے آیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سید زادہ خلافت و خرقہ فقر اور کلاہ چار ترکی کے لائق ہے اور لنگر خاندان چشت کا مالک ہے۔'' (۳۲)

بیعت اور خلافت کی تاریخ اور تفصیل بتاتے ہوئے مؤلف ''تذکرہ اکابر اہلسنت'' لکھتے ہیں:

''ابھی آپ کی عمر ۱۷ سال تھی کہ والد ماجد کا وصال ہو گیا۔ تلاش مرشد میں سید غلام شاہ کی خدمت میں ہرن پور پہنچے اور بیعت کی درخواست کی۔ انہوں نے سیال شریف جانے کا مشورہ دیا۔ بلکہ خود ساتھ لے گئے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین نے انہیں دیکھا تو کھڑے ہو گئے، مزاج پوچھا اور بیٹھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ ۷ رجب ۱۲۷۱ھ کو ان کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ بیعت کے بعد ہر ماہ دو تین مرتبہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور شیخ کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ ان کے سامنے بولنے کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی۔ جب چھٹی مرتبہ حاضر ہوئے تو حضرت شیخ نے خرقۂ خلافت اور اجازت بیعت سے سرفراز فرمایا۔'' (۳۳)

جلال و جمال اور اخلاق و کردار:

رب ذوالجلال والاکرام نے آپ کو اپنے آبائی علاقہ ''جلال پور'' کی نسبت سے

صاحب جمال و جلال بنایا تھا۔ مہربان خدا نے ظاہری اور باطنی حسن و جمال کی نعمتوں اور اخلاق و کردار کی رفعتوں سے بڑی فیاضی کے ساتھ نوازا۔ چنانچہ مولف "تذکرہ اکابر اہلسنت" لکھتے ہیں:

"حضرت پیر حیدر شاہ صاحب منکسر المزاج اور بلند اخلاق کے مالک تھے۔ آپ کو خود پسندی چھو کر بھی نہیں گزری تھی۔ نہایت نرم دل اور سراپا شفقت و عنایت تھے۔ غرباء کی دلجوئی آپ کا خاص وصف تھا، اعمال میں نہایت محتاط اور پابند شریعت تھے۔ آپ حد درجہ خوبصورت تھے۔ دراز قامت، دلکش آنکھیں، شانوں پر زلفیں، کلاہ چہار ترکی سر پر، موسم سرما میں بانات کا کوٹ، گرمیوں میں ململ کا کرتہ، پاؤں میں جہلمی طرز کا سادہ جوتا پہنے ہوئے وہ حسن مجسم معلوم ہوتے تھے۔" (۳۴)

آپ کے سوانح نگار ملک محمد دین ایڈیٹر "صوفی" اپنی تالیف لطیف "ذکر حبیب" میں آپ کا حلیہ شریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"آپ نہایت خوبصورت جوان تھے۔ رنگ گندم گوں زیادہ سفیدی مائل، دراز قامت، قوی الجسم، متناسب الاعضاء، بازو اور پاؤں گوشت سے پُر، چہرہ مثال بدر نورانی، آنکھیں مثل بادام نہایت خوبصورت، ابرو مثل ہلال عید، دندان مبارک پاک و صاف، گردن بلند، سر میانہ، سر کے بال لمبے، کبھی بردوش اور کبھی تابہ گوش، آواز میں قدرے جبر، محاسن مبارک کے بال نہ زیادہ گھنے نہ بالکل کم۔" (۳۵)

اسی کتاب "ذکر حبیب" میں آگے چل کر آپ کے اخلاق کا تذکرہ کرتے ہوئے ملک محمد دین رقمطراز ہیں:

"حضرت قبلۂ عالم خواجہ غریب نواز جلال پوری نور اللہ مرقدہٗ و قدس سرہٗ کی زندگی بھی سراپا اخلاق گزری ہے۔ آپ کے خلق سے ہندو اور

مسلمان مرید اور غیر مرید، بچے، جوان، بوڑھے، عورتیں بھی متاثر رہتے تھے۔

عام طور پر مشہور ہے کہ حضور کبھی کسی پر ناراض نہیں ہوئے، نہ کسی کو کوئی تکلیف پہنچائی۔ اگر آپ کسی سے بہت زیادہ ناراض ہو جاتے تو صرف اس قدر فرماتے کہ "نیک بخت تم نے یہ کیا کیا۔" یہ کہنے کے بعد بھی اسے آزردہ نہ ہونے دیتے اور جس طرح ہوسکتا خوش کر دیتے۔ حضور انور ہمیشہ خندہ پیشانی رکھتے، کسی نے آپ کو کبھی چیں بجبیں نہ دیکھا۔" (۳۶)

آپ غرباء و فقراء کے ساتھ نہایت شفقت و محبت سے پیش آتے۔ اُن کی حاجات ہمدردی سے پوری فرماتے، مگر عام دنیادار، سرکاری اہلکار اور تھانے دار آپ کے رعب و جلال کے سامنے بولنے کی ہمت نہ کر پاتے۔ "ذکرِ حبیب" میں یہ ذکر موجود ہے کہ:

"مولوی عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ تحصیل دار، تھانے دار اور اہلِ دنیا اگرچہ بکثرت دربارِ عالی میں حاضر ہوتے تھے لیکن حضرت کے رعب و جلال سے کسی کو بات کہنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔"

ہیبت حق است ایں از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست (۳۷)

شیخِ طریقت سے بے پایاں محبت اور دیرِ شیخ کا بے انتہا ادب:

سید غلام حیدر شاہ جلال پوری ساری زندگی اپنے شیخِ طریقت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی کی بے پایاں محبت میں جیئے۔ اپنے شیخ سے منسوب ہر ہر شے کا اس قدر ادب کیا کہ ارادت مند اس ادائے دلبرانہ پر حیران رہ جاتے۔ کمال یہ ہے کہ زندگی بھر سرزمین سیال شریف پر پاؤں میں جوتا نہ پہنا مبادا شیخ کے قدموں پر آ جائے اور سوئے ادب ہو جائے۔ آستان پر جب بھی حاضر ہوئے ہر طرح کی خدمات کے لئے کمربستہ رہے۔ شیخِ طریقت کے

گھرانہ کے افراد کا ایسا احترام کرتے کہ دیکھنے والے رشک کرتے۔ حد یہ ہے کہ خواجہ سیالوی کے مریدین کا بھی اس قدر ادب و اکرام بجا لاتے جیسے کوئی اپنے مرشد کی تعظیم کرتا ہے۔

مؤلف ''انوارِ شمسیہ'' نے آپ کے ادب، آپ کی خدمت، آپ کی سعادت اور عطائے خلافت کا یہ حال قلمبند کیا ہے۔

''آپ، حضرت شمس العارفین سیالوی کے خلفائے اولین سے ہیں۔ ایسے صادق الیقین اور نیاز آگین تھے کہ ابتداء سے انتہاء تک تمام عمر میں اس عالی قدر نے سیال شریف کی زمین پر بہ ادب ترین کبھی قدمین میں نعلین نہ لیں اور نہ کبھی اپنے مرشد فیض رساں کے مکان میں چارپائی پر آرام فرمایا۔ ابتداء میں جتنے ایام حضور کے آستان پر قیام فرماتے تھے لنگر کے کام میں محبت اور اہتمام سے ہر وقت کمربستہ رہتے تھے اور مکانات کی تیاری اور لپائی کیلئے گارا اور کیچڑ سر پر اٹھاتے تھے اور لنگر کے تمام کام کو دل و جان سے سعادت جاوداں سمجھتے تھے۔ جب وہ پہلے معارف آگاہ سید غلام شاہ ہرن پور والوں کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے تو ایک درویش خیر اندیش نے عرض کیا کہ عالی جاہ سید زادہ خوبصورت اور نیک سیرت بڑا شاغل ہے آپ نے فرمایا کہ واقعی یہ درویش صاف دل خلافت کے قابل ہے۔ بعدہ حضور فیض گنجور نے عنایت موفور سے ان کے حال پر کرم کمال فرمایا اور مدت قلیل میں منزل تکمیل کو پہنچایا اور نعمت باطنی سے سرفراز اور ممتاز کر کے خلافت سے حزین فرمایا۔'' (۳۸)

صاحب ''برکاتِ سیال'' کا خیال ہے اور ان کی اس کتاب میں یہ صدق مقال ہے کہ:

''درویشوں میں مشہور تھا کہ ادب سیکھنا ہو تو شاہ صاحب سے سیکھنا چاہئے۔'' (۳۹)

آپ کے ایک معاصر مؤرخ اور سوانح نگار مولانا محمد امام الدین چشتی سیالوی کا

بیان ہے:

''خواجہ سیالوی کے مریدوں کی آپ اس قدر تعظیم و تکریم فرماتے ہیں جیسا کوئی اپنے پیر کی تعظیم کرتا ہے۔''(۴۰)

اسی طرح ملک محمد دین ایڈیٹر صوفی اپنی تالیف ''ذکر حبیب'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''خواجہ غریب نواز (پیر سید غلام حیدر شاہ صاحب) اپنے شیخ کا ادب بدرجۂ غایت فرماتے تھے آپ کبھی اُن کے سامنے کوئی بات نہ کرتے تھے، آپ فرماتے تھے کہ مجھے ایک بات یاد آنے سے بہت ہی شرم آتی ہے کہ تمام عمر میں، میں نے ایک دفعہ بھی کیوں خواجہ شمس الدین علیہ الرحمۃ کے سامنے زبان کھولی۔ وہ بات یہ تھی کہ سید غلام شاہ صاحب ہرن پوری کی شفقت و عنایت نے مجھے اپنا گرویدہ بنا کر یہ سوال مرشد کی حضور میں کرا دیا کہ حضور میری بیعت شاہ صاحب کے حوالے کر دی جائے اس پر آپ نے فرمایا کہ عزیز من غلام شاہ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ تمہیں مرید کر سکیں۔''۔

دیتے ہیں قدح ظرف بادہ خوار دیکھ کر (۴۱)

تاجدارِ گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز

پاک دھرتی جن اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کا فیضان ہے، جن کی برکات اور باقیات الصالحات سے معمور ہے، جن کے صدقے دنیا بھر کے مسلمانوں کی آنکھوں کا نور اور دلوں کا سرور ہے، جن کے روحانی فیوض و ثمرات سے جگمگا رہی ہے، جن کی تعلیمات مشعلِ راہ اور مینارۂ نور ہیں، جن کے آستانے خلقِ خدا کی مغفرت کے بہانے اور امراض کے لئے خدائی شفا خانے ہیں۔ جہاں ہر آن انوار و تجلیات کا مینہ برس رہا ہے، ان میں ایک بارونق اور بابرکت نام:

مجدد وقت، عالم بے بدل، ولی کامل، تاجدار گولڑہ
حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ رحمۃ الباری کا بھی ہے۔

خواجۂ خواجگان خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی تعداد ۳۵ ذکر کی گئی ہے۔ ان میں ۵ نام بلند مقام ہیں۔ ان کا تذکرۂ خاص ان کی عظمتوں کا نشان ہے۔ "صاحب انوار شمسیہ" کا یہ عقیدت بھرا بیان وابستگان کے لئے باعث اطمینان ہے۔

"یہ پانچ خلفائے عظام بہ نسبت دیگر خلفائے زمان زیادہ ترفیض رسانِ عالمیان اور برگزیدہ فضلائے جہاں ہیں۔ کرامت و عظمت پناہ حضرت غلام حیدر شاہ ساکن جلال پور شریف، عوارف و فضائل دستگاہ حضرت مہر علی شاہ ساکن گولڑہ شریف، قدوۃ العاشقین، مولوی فضل دین ساکن چاچ تحصیل شاہ پور، زبدۃ السالکین مولوی معظم دین ساکن مرولہ والا تحصیل بھیرہ، برگزیدہ صادقین مولوی محمد امین ساکن چکوڑی ضلع گجرات۔ مگر ان میں سے جناب شاہ صاحب جلال پوری اور حضرت پیر صاحب گولڑوی کرامات و کمالات میں مستثنیٰ ہیں اور خلائق کی ہدایت اور افادت کے لئے مقتدا ہیں۔" (۳۲)

گویا ۳۵ خلفاء کرام میں ۵ کو خلفائے عظام کے طور پر ذکر کرنے کے بعد کرامات و کمالات کے

اعتبار سے اور خلائق کی ہدایت و افادت کے لحاظ سے جن دو مقتدر ہستیوں کی عظمتوں کو اُجاگر کیا گیا، اُن میں جلال پور شریف اور گولڑہ شریف کے باکمال شاہ صاحبان آسمانِ ولایت پر سورج و چاند کی مانند تاباں و درخشاں ہیں۔ اس وقت مہر عالمتاب تاجدارِ گولڑہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاکیزہ حالاتِ زندگی پیش کرنے کی سعادت پاتا ہوں۔

ولادت باسعادت:

دربار عالیہ گولڑہ شریف اسلام آباد کے خطیب اُستاذ العلماء مفتی فیض احمد فیض کی معروف تالیف "مہر منیر" کے مطابق:

> "حضرت قبلۂ عالم پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۴ر اپریل ۱۸۵۹ء بروز سوموار پیدا ہوئے۔" (۴۳)

یہی بات "تجلیاتِ مہر انور" کے مؤلف علامہ مفتی شاہ حسین گردیزی نے یوں بیان فرمائی۔

> "اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی یکم رمضان ۱۲۷۵ھ میں جلوہ افروز ہوئے۔" (۴۴)

ابتدائی تعلیم:

باری تعالیٰ جل جلالہ نے ابتداء ہی سے آپ کو ذہانت و ذکاوت کی دولت سے بڑی فیاضی کے ساتھ مالا مال فرمایا تھا۔ حد یہ ہے کہ قرآن حکیم ناظرہ پڑھتے وقت بلا ارادہ حفظ بھی ہوتا رہا۔ جب قرآنِ کریم ختم کیا تو بفضلہٖ تعالیٰ حافظ ہو چکے تھے۔ آپ کے سوانح نگار مفتی فیض احمد فیض آپ کی تعلیم اور آپ کے خداداد حافظ کی بابت تحریر فرماتے ہیں:

> "آپ کو قرآن کریم پڑھنے کے لئے خانقاہ کے درس میں اور اُردو فارسی کے لئے مدرسہ میں داخل کیا گیا۔ عمر اتنی کم تھی کہ خادم اُٹھا کر لے جاتا اور واپس لاتا۔ مدرسہ کے طلباء نے راولپنڈی جا کر امتحان دیا۔ آپ کو جمعہ چوکیدار اپنے کندھوں پر اُٹھا کر لے گیا۔ ممتحن انگریز تھا۔ اُس نے سب سے پہلے آپ پر ہی سوال کیا کہ بائیدکا مصدر کیا ہے، آپ نے صحیح جواب دیا۔ ممتحن نے ساری جماعت کو یہ کہہ کر پاس

کر دیا کہ جب اس قدر کم سن بچہ ایسا صحیح جواب دے رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اُستاذ کی تعلیم اچھی ہے اور پوری جماعت لائق ہے۔ حافظہ کی یہ حالت تھی کہ قرآن مجید کا روزانہ سبق آپ زبانی یاد کر کے سنا دیا کرتے تھے۔ جب قرآن مجید ختم کیا تو اُس وقت سارا قرآن آپ کو بلا ارادہ حفظ ہو چکا تھا۔ عربی، فارسی اور صرف و نحو کی تعلیم کیلئے بڑے پیر صاحب نے علاقہ پکھلی (ہزارہ) کے مولوی غلام محی الدین صاحب کو مقرر فرمایا تھا۔ جنہوں نے آپ کو کافیہ تک تعلیم دی۔ آپ فرماتے تھے کہ ایک روز اُستاذ صاحب نے پوچھا کہ مطالعہ کر کے آتے ہو یا نہیں؟ مجھے اُس وقت تک لفظ مطالعہ کا صحیح مطلب معلوم نہیں تھا میں سمجھا مطالعہ زبانی یاد کرنے کو کہتے ہیں اس لئے اگلے روز تمام سبق زبانی سنایا تو اُستاذ صاحب کی حیرانی کی انتہا نہ رہی۔" (۳۵)

اپنے اُستاذ مولوی غلام محی الدین صاحب کی مشاورت سے آپ کو مزید تعلیم کے لئے، موضع بھوئی حسن ابدال (اٹک) فاضل اجل مولانا محمد شفیع قریشی کے درس میں داخل کیا گیا، جہاں آپ نے دو اڑھائی سال میں منطق، قطبی تک اور نحو اور اصول کے درمیانہ اسباق کی تعلیم حاصل کی۔

ازاں بعد موضع انگہ علاقہ سون ضلع شاہ پور (موجودہ خوشاب) سرگودھا میں وقت کے جید عالم اور فاضل مدرس مولانا سلطان محمود صاحب سے اکتساب فیض کیا۔ اُستاذ گرامی خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ سے بیعت تھے، آپ بھی سیال شریف اُستاذ گرامی کے ہمراہ حاضر ہوتے۔ تقریباً اڑھائی سال آپ نے انگہ رہ کر تحصیل علوم کئے۔ جب آپ انگہ سے واپس لوٹے تو ہندوستان جانے کا ارادہ کیا۔ سب سے پہلے کانپور میں مولانا احمد حسن محدث کے پاس پہنچے، وہ سفر حج کے لئے تیار تھے، آپ کے مشورہ پر اُن کے اُستاذ مولانا لطف اللہ صاحب کے درس میں داخل ہو گئے۔

آپ نے درس حدیث بخاری و مسلم شریف سہارن پور میں شیخ الحدیث مولانا

احمد علی رحمۃ اللہ علیہ سے لیا۔ عظیم اُستاذ نے آپ کی استعداد سے متاثر ہو کر فرمایا: ''وطن تشریف لے جایئے اور دین کی خدمت کیجئے۔'' (۳۶)

جامع العلوم:

ربِّ ذوالجلال والاکرام کے فضل و کرم سے بعض لوگ جامع العلوم ہو گزرے ہیں۔ سینکڑوں علوم و فنون پر فیاضِ قدرت نے انہیں کمال عطا کیا۔ خواجہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ رحمۃ الباری بھی انہی نفوسِ قدسیہ میں تھے، جنہیں ''جامع العلوم'' ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ''مؤلفِ مہر انور'' علامہ مفتی سید شاہ حسین گردیزی ''جامع العلوم'' کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں:

> ''علمائے اسلام میں بعض ہستیاں بڑی جامع العلوم ہو گزری ہیں۔ اور سینکڑوں علوم و فنون کی ماہر و کامل ہوئی ہیں، ہمارے ماضی قریب میں حضرت شیخ عبدالعزیز پرہاروی صاحب نبراس تین سو سے زائد علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا قول ہے کہ مجھے ایک سو پچاس علوم و فنون میں مہارت حاصل ہے۔ اسی طرح حضرت مجدد گولڑوی بھی بے شمار علوم و فنون کے جامع تھے کسی نے کیا خوب کہا ہے:
>
> مرد جامع در جہاں مہر علی
>
> حضرت مجدد گولڑوی علومِ متداولہ کے مسلّم الثبوت فاضل تھے مثلاً صرف، نحو، ادب، کلام، منطق، فلسفہ، فقہ، اُصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، اسماء الرجال، التفسیر، تصوف اور ایسے ہی تمام علوم رسمیہ و کسبیہ کے عالم تو تھے ہی مگر ان فنون کے عالم تھے جو عام علمائے کرام کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض کا ذکر آپ نے ''فتوحات الصمدیہ'' کے دیباچہ میں کیا ہے۔ مثلاً اقلیدس،

علم الحروف، علم ہیئت، علم افلاک، علم ریاضی، علم سیمیا الکیان، علم الطیر، علم البذور، علم الاسماء، علم العالم، علم الحیوان، علم النفس، علم الطب، علم فلاح، علم التعبیر، علم السیمیا، علم الکیمیا، وغیرہ۔

ان علوم کے علاوہ کئی صدری علم آپ کے سینۂ فیض گنجینہ میں موجود تھے۔" (۴۷)

اعلیٰ حضرت سیالوی سے بیعت اور خلافت:

انگہ میں حصول تعلیم کے دوران اپنے اُستاذ جناب حافظ سلطان محمود کی معیت میں آپ کو کئی مرتبہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ جناب خواجہ صاحب بھی حضرت پر خاص شفقت فرماتے تھے چنانچہ ہندوستان سے جب آپ فارغ التحصیل ہو کر واپس پہنچے تو سیال شریف حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ سیالوی کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ قبل ازیں آپ سلسلہ عالیہ قادریہ جذبیہ میں اپنے خاندان میں ہی بیعت تھے۔ (۴۸)

مرآۃ السالکین میں ہے: بیعت اور ارادت آپ کی حضرت خواجہ سیالوی کے ساتھ ہے۔ بعد ریاضت سالہا سال کے آپ نے خرقہ خلافت کا حضرت خواجہ شمس العارفین سے حاصل کیا ہے۔ (۴۹)

صاحب الیواقیت المہر یہ رقمطراز ہیں:

"میں نے سیدی و مولائی خواجہ محمد قمر الدین سیالوی دام لطفہ سے سنا کہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے اپنے وصال سے سترہ یوم قبل حضرت گولڑوی کو جمیع سلاسل میں بیعت و ارشاد کی اجازت عامہ کا مجاز فرما دیا تھا اور اوراد و وظائف کی ترتیب خلیفہ اعظم مولانا معظم الدین ساکن معظم آباد ضلع سرگودھا سے دریافت کرنے کی وصیت کی۔ حضرت گولڑوی نے بعد از وصال خواجہ سیالوی کی وصیت کے مطابق استفادہ کیا۔" (عربی عبارت کا ترجمہ) (۵۰)

حسن و جمال اور اخلاق و اطوار:

کریم اور رحیم پروردگار جل جلالہ نے حضرت گولڑوی کو حسن ظاہری اور باطنی سے بڑی فیاضی کے ساتھ نوازا تھا۔ چاند کی طرح چمکتا چہرہ، خوبصورت آنکھیں، حسین زلفیں، باوقار دستار، کشادہ جبیں، دراز قد، دیکھنے والا دیکھتا رہ جاتا۔ جو ایک بار محفل میں آیا، آپ کے در کا گدا ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو عمدہ اخلاق اور پاکیزہ اطوار سے سرفراز فرمایا۔ ہزاران بندگان خدا کو آپ کی بدولت ہدایت عطا ہوئی ہے۔ آپ کی نگاہ میں یہ تاثیر ہے کہ جس کی طرف آپ نگاہ فیض سے دیکھتے ہیں مست الست کر دیتے ہیں۔ لاہور، پشاور اور اضلاع ہندوستان میں اکثر جگہ آپ کے مرید وظائف خواں اور اہل ورد دیکھے گئے ہیں۔(۵۱)

آواز و گفتار:

آواز مبارک شیریں، پرسوز اور باوقار تھی، یوں متانت سے گفتگو فرماتے کہ ایک ایک لفظ گنا جا سکے اور یاد رہ جائے۔ اکثر لوگ اپنا تجربہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے کافی طویل اوراد و وظائف تلقین فرمائے جو ایک ہی بار سن لینے سے دماغ میں نقش ہو گئے۔ اور پھر کبھی فراموش نہیں ہوئے یہ چیز حضرت کی کرامات سے شمار ہوتی تھی۔(۵۲)

حضرت خواجہ خواجگان شیخ الاسلام سیالوی قدس سرہ کے قول کے مطابق ۷ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ کو حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ نے آپ کو خلافت و اجازت سے مشرف فرمایا۔(۵۳)

وصال مبارک:

آپ کا وصال مبارک ۲۹ صفر المظفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء بروز سہ شنبہ ہوا۔ گولڑہ شریف میں مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔

روضۂ مبارک:

گولڑہ شریف میں آپ کا روضۂ مبارک مرجع خلائق ہے۔ ہر روز زائرین روضہ پاک پر آتے ہیں اور عقیدتیں نچھاور کرتے ہیں۔ یہ بہت حسین تعمیر کیا گیا۔ روضۂ مبارک پر آیاتِ طیبات، احادیث مبارکہ اور اقوال طریقے اور سلیقے سے لکھے گئے ہیں۔ پھر آیات و احادیث کے ہم معنی اشعار دیکھنے اور پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے سوانح نگار آپ کے روضۂ مبارک کے احوال میں لکھتے ہیں:

> ''حضرت کے حسیں سنگ مرمریں روضۂ پاک کی تیاری میں بیس برس لگے ہیں۔ سنگ مرمر جودھ پور ریاست میں مکراز کی مشہور عالم کان سے منگوایا گیا۔ معمار بھی وہیں سے آئے اور بالآخر گولڑہ شریف میں رہائش اختیار کر کے پاکستانی شہری بن گئے ہیں۔ روضۂ شریف کے اندر اور باہر بلندی پر سنگ سیاہ سے آیات، احادیث اور اُن کے ہم معنی اشعار اس خوبصورتی سے کندہ کیے گئے ہیں کہ باید وشاید۔'' (۵۴)

مزار شریف سے متصل عظیم الشان مسجد کا بلند مینار قابل دید ہے۔ دور سے نظر نواز ہو کر دعوتِ نظارہ دیتا ہے۔ بندہ گولڑہ شریف کی حدود میں داخل ہوتا ہے تو مسجد کا بلند مینار بہت خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ پھر جب عقیدت مند روضۂ شریف پر حاضر ہوتے ہیں تو عجب سکون و سرور کی دولت پاتے ہیں۔

اولادِ امجاد: سجادہ نشیں:

آپ کے وصال شریف کے بعد آپ کے اکلوتے فرزند حضرت صاحبزادہ غلام محی الدین گیلانی المعروف بہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ مسند نشیں ہوئے۔ آپ حضرت خواجہ گولڑوی کے پرتو تھے۔

فروغِ علم کے سلسلہ میں تاجدار گولڑہ کے گہربار کارنامے

تصانیف لطیفہ

مجدد گولڑوی حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نور اللہ مرقدہ کی بلند پایہ تصانیف کا مطالعہ کرنے والے آپ کے تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں۔ علم وحکمت سے معمور یہ تالیفات اہلِ علم کے لئے انمول تحائف ہیں۔ اپنے عہد کے تقاضوں کے مطابق لکھی گئیں، یہ کتابیں آج بھی عظیم علمی خزانہ ہیں۔ ہم ذیل میں آپ کی مشہور کتابوں کا ایک مختصر تعارف پیش کرنے کی سعادت پاتے ہیں۔

ا۔ "تحقیق الحق فی کلمۃ الحق" ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۷ء:

فارسی زبان میں لکھی گئی آپ کی یہ پہلی تصنیف لطیف ۱۸۹۷ء میں اپنے لطیف مسائل، دقیق مباحث اور عظیم علمی کردار کے باعث تمام اسلامی دنیا میں مشہور ہوئی۔ مؤلف مہر منیر کی تحقیق کے مطابق ۱۹۶۲ء میں فارسی متن کے ساتھ اس کا اُردو ترجمہ بھی شائع کیا گیا۔ یہ کتاب مسئلہ وحدۃ الوجود اور کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی توضیح وتشریح سے عبارت ہے۔

لکھنؤ میں ایک بزرگ مولانا عبدالرحمٰن کے نام سے گزرے ہیں۔ یہ علومِ ظاہر اور علومِ تصوف پر دسترس رکھنے والے جید عالم تھے۔ انہوں نے اپنی تصنیف "کلمۃ الحق" میں اصنام (معبودانِ باطلہ) کو عین اللہ قرار دے دیا اور کلمہ طیبہ کے معانی اپنے زعم کیمطابق اور خلاف قانونِ ادب عربی کرتے ہوئے تحریر کیا کہ کلمۂ توحید میں الٰہ سے مراد اصنام ہیں اور خبر محذوف غیر ہے۔ لہٰذا الٰہ الا اللہ کے معنی ہیں:

"لا شیء من الاصنام غیر اللہ الا اللہ"

(نہیں کوئی شے اصنام میں سے غیر اللہ مگر اللہ یعنی ہر صنم عین اللہ ہے)

پھر اسی پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ اس بات پر بھی مصر ہوئے کہ تمام امت پر لازم ہے کہ وہ ان کے بیان کردہ مطلب کو صحیح سمجھے اور تمام علمائے سلف جنہوں نے ایسا نہیں کیا اور جو آئندہ ایسا نہیں کریں گے سب گمراہ ہوں گے۔(۵۵)

اس نازک موقع پر اس خالص علمی نکتہ پر آپ نے اپنا مبارک قلم اُٹھایا اور یہ کتاب ''تحقیق الحق فی کلمۃ الحق'' تحریر فرمائی، جس میں کلمۂ توحید کا وہ حقیق اور متفقہ معنی دلائل و براہین کے ساتھ واضح کیا جس پر زمانۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام اہلِ اسلام متفق چلے آتے ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے مسلک کی نہایت قوی اور مفصل براہین کے ساتھ تردید فرمائی۔ اکابرین امت نے آپ کے دلائل اور طرزِ استدلال کو نہ صرف سراہا بلکہ اعتراف کیا کہ اگر مجدد گولڑوی جیسے محقق عارف اس موضوع پر اگر قلم نہ اُٹھاتے تو علماء ظاہر میں سے شاید ہی کسی کو کتاب مذکور کا جواب لکھنے کی جرأت ہوتی نتیجہ یہ ہوتا کہ اس اصل اصول کلمہ طیبہ میں اہلِ اسلام کے دو بڑے گروہوں میں تصادم ہو جاتا۔

''تحقیق الحق فی کلمۃ الحق'' کی ترتیب بیان کرتے ہوئے آپ کے سوانح نگار مؤلف ''مہرِ منیر'' علامہ مفتی فیض احمد فیض دامت فیوضھم یہ فیض رساں بیان تحریر فرماتے ہیں:

> ''کتاب کی ترتیب اس طرح پر کی گئی ہے کہ اولاً بیان لا الٰـہ الا اللہ میں یہ ثابت کیا ہے کہ الٰـــہ سے معنی کل مستحق للعبادۃ مراد ہے نہ کہ اصنام (معبودانِ باطلہ) اور خبر غیر محذوف نہیں بلکہ موجود محذوف ہے۔ پس ''لا الٰہ الا اللہ'' کے معنی ہوں گے ''نہیں کوئی مستحق عبادت موجود مگر اللہ'' ثانیاً بیانِ توحید حقہ عرفائے کرام یعنی توحیدی وجودی کی تشریح اور اس کے حصول کا طریقہ۔ بعدہ بیانِ سیرت طیبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کلمۃ الحق کی دوسری جزو ''محـــمد رسول اللہ'' کی مختصر شرح ہے اور آخر میں تبرکاً احادیث مخصوصہ کشفیہ کا بیان ہے۔''(۵۶)

کتاب قرآن وحدیث اور آثار کے دلائل کا انبار ہے۔ لطیف علمی نکات کا شاہکار

ہے۔ علماء وادباء اور فلاسفہ ومناطقہ کے لئے گراں قدر علمی تحفہ ہے۔ بالخصوص لفظ "الٰـہ" پر جو دقیق علمی بحث ہے۔ اُسکے ایک ایک لفظ سے ایمان، عرفاں، عقیدہ، عقیدت، علم اور معرفت کا نور پھوٹ رہا ہے۔ یہ جملہ ملاحظہ ہو۔

"لا الٰـہ الا اللہ" کے سارے حروف غیر منقوط ہیں اور تعدد اور تفاتر موہومہ سے بری ہیں۔" (۵۷)

"تحقیق الحق" کی اجمالی فہرست اس طرح ہے۔

حصہ اول	:	کتاب کلمۃ الحق کا مضمون اور اس کا جواب	صفحہ ۱ تا ۷۹۔
حصہ دوم	:	درمیان توحید وجودی	صفحہ ۸۰ تا ۱۳۰۔
حصہ سوم	:	دربیان سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	صفحہ ۱۳۱ تا ۱۷۷۔
حصہ چہارم	:	احادیث کشفیہ۔ ماخوذہ از فتوحات مکیہ جلد چہارم،	صفحہ ۱۷۸ تا ۲۱۱۔

فارسی متن اور اُردو ترجمہ کے ساتھ خوشنما کتابت، سفید کاغذ پر طباعت اور مضبوط سنہری جلد والی یہ کتاب ۲۱۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ آستانہ عالیہ غوثیہ، گولڑہ شریف، اسلام آباد کے پتہ پر یہ کتاب دستیاب ہے۔ ترجمہ کی سعادت مولانا عبدالرحمٰن بنگوی اور مولانا فیض احمد فیض کے حصہ میں آئی۔ اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے اور اہل علم تک پہنچے۔ علماء اور محققین کے لئے اپنے موضوع پر منفرد اور مفید علمی شاہکار ہے۔ رب کردگار جل جلالہ مؤلف علیہ الرحمۃ کی قبر انور پر بے شمار رحمتوں کا مینہ برسائے۔ (آمین)

۲۔ شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح:

یہ کتاب لاجواب پہلی کتاب "تحقیق الحق فی کلمۃ الحق" کے تقریباً دو سال بعد قادیانی تحریک کی تردید میں آپ نے تحریر فرمائی اور اس کتاب نے علمی اور ایمانی حلقوں میں خوب اثر دکھایا جبکہ قادیان میں تہلکہ مچا دیا۔

تاریخ اس تاریخی حقیقت پر گواہ ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور رد قادیانیت میں مجدد گولڑوی علیہ رحمۃ الباری کا کردار سورج سے زیادہ تاباں و درخشاں ہے اور رہتی دنیا تک یہ اسی آب وتاب سے جگمگاتا رہے گا۔ (ان شاء اللہ)

دنیا جانتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بڑی عیاری اور ہوشیاری سے اپنے دعوائے نبوت تک پہنچنے کے لئے کئی مدارج طے کئے۔ اہل علم کو متاثر کرنے کے لئے اور اپنے آپ کو اسلام کا خادم اور محافظ ثابت کرنے کے لئے پہلے پہل مرزا نے آریہ سماجیوں اور نصاریٰ کے خلاف دین اسلام کی حمایت میں مناظرے کئے۔ پھر اسی دوران طے شدہ منصوبے کے تحت اپنے آپ کو مجدد کہلانا اور لکھنا شروع کر دیا۔ عامۃ المسلمین کو تشویش ہوئی مگر لوگوں نے خیال کیا کہ یہ شخص اہل ہنود و نصاریٰ کے مقابلہ میں کھڑا ہے اگر بوجہ تفاخر اپنے آپ کو اس طرح کے القابات سے مرصع کرنا چاہتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر دوسرا قدم اس نے یہ اُٹھایا کہ اپنے آپ کو "مسیح موعود" کہلانے لگا۔ اس سے پہلے اُس نے لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے صلیب پر چڑھایا مگر ان کی موت واقع نہ ہوئی بلکہ اُن کے حواریوں نے انہیں وہاں سے اُتار کر چھپا دیا اور وہ اپنی عمر طبعی گزار کر ۸۷ سال بعد سری نگر میں فوت ہوئے اور کہا کہ جس مسیح کے قیامت سے پہلے آنے کا ذکر قرآن کریم میں ہے وہ مثیل مسیح ہوگا اور دعویٰ کیا کہ وہ مثیل وہ خود ہیں۔ اپنے اس دعویٰ کی تصدیق میں اُس نے آیات قرآنی اور احادیث نبوی پیش کیں۔ ان حالات میں مجدد گولڑوی نے یہ کتاب "شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح" تالیف فرمائی۔ آپ نے قرآن پاک کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاداتِ طیبات کی روشنی میں مرزا کے دلائل کا رد پیش کیا اور عقیدۂ صحیحہ کو ایسے انداز عالمانہ سے پیش کیا کہ اہل ایمان کے قلوب نور و سرور سے معمور ہو گئے۔

یہ کتاب سوالاً جواباً ترتیب دی گئی ہے اور اپنے موضوع کے اعتبار سے بے حد مفید و فیض رساں ہے۔ مثلاً یہ دو سوال و جواب مسئلہ کے حل اور موضوع کو سمجھنے کے لئے رہنما کا درجہ رکھتے ہیں۔

سوال: اہل اسلام کا حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے بارے میں عقیدۂ اجماعیہ کیا ہے؟

جواب: اکثر و بیشتر اہل اسلام حضرت مسیح ابن مریم (علیہ السلام) کے اس جسم عنصری کے

ساتھ آسمان پر اُٹھائے جانے کے قائل ہیں مگر بعض محققین کا خیال ہے کہ وہ جسم برزخی تھا لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ مسیح ابن مریم دوبارہ آسمان سے نازل ہوں گے۔

سوال: یہ عقیدہ محض بے اصل اور اجماع کورانہ ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ''ازالۂ اوہام'' میں لکھا ہے یا قرآن وحدیث سے بھی اس کی کوئی سند ہے؟

جواب: ارشاد باری ہے: وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ط (یعنی یہود نے حضرت مسیح بن مریم کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اُٹھالیا)۔ یہ نص قطعی ہے جو دلالت کرتی ہے کہ آپ یہودیوں کے ہاتھوں مقتول نہیں ہوئے بلکہ جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر اُٹھالئے گئے۔

پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں دین مرزائیت کے بنیادی مسئلہ ''وفاتِ مسیح'' کی تردید کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر بجسد عنصری زندہ اُٹھائے جانے اور قیامت کے قریب زمین پر دوبارہ نزول فرما کر اسلام کی نصرت کا باعث بننے کو قرآن وحدیث سے نہایت قوی دلائل سے ثابت فرمایا ہے۔ آپ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اُن کی موت اور ان کے مثیل کے دنیا میں بطور مسیح موعود آنے کے قادیانی عقائد غلط اور باطل ہیں۔

یہ کتاب اپنی برکات اور ثمرات کے ساتھ شائع ہوئی تو قادیان میں تہلکہ مچ گیا۔

علامہ مفتی فیض احمد فیض ''قادیان میں تہلکہ'' کے عنوان سے رقمطراز ہیں:

> ''شمس الہدایہ'' کے مندرجات، منقولات اور معقولات اور اس کے مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی خداداد علمی و عارفانہ شہرت اور عوامی عقیدت ایسی چیزیں نہ تھیں جس سے قادیان میں تہلکہ نہ مچ جاتا، مرزا صاحب کے حواریوں نے خود لکھا ہے کہ کتاب کا شائع ہونا تھا کہ ملک کے طول وعرض میں ایک شور بپا ہو گیا۔ خصوصاً کلمہ طیبہ کے معانی کے سوال پر علمائے اسلام بھی دنگ رہ گئے۔ طبقۂ علماء میں ''شمس الہدایہ'' کی

قدردانی کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اہل حدیث کے پیشوا مولوی عبدالجبار غزنوی نے اس کے مطالعہ کے بعد حضرت کو مندرجہ ذیل خط تحریر کیا۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مجمع خیرات و برکات، منبع حسنات و فیوضات حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب لازال للدین والاسلام ناصراً وللالحاد والزندقۃ کاسراً۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ، بعد از سلام مسنون و ادعیہ اجابت مقرون، معروض خاطر انوار مظاہر آنکہ ہر چند لقائے جسمانی و ملاقات ظاہری بحکم الامور موہونۃ باوقاتہا بالفعل در زاویہ تعطیل و ناحیہ تاویل است، مگر تعارف روحانی یوم میثاق بحکم الارواح جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ اخْتَلَفَ موجب الفت و مورث محبت است۔ کتاب شمس الہدایہ در رد ملاحدہ و دہریہ زنادقہ عصر خذلہم اللہ از نظر احقر گزشت، از مطالعہ اش حظ وافر و خیر ظاہر برداشتم۔ کثر اللہ تعالیٰ امثالکم و نور بالکم وجعل الیٰ کل خیر مالک رسالہ فارسی آں مکرم را مشتاق و تشنہ لبانم۔

(ہر چند ظاہری ملاقات نہیں ہوئی مگر روز میثاق کا روحانی تعارف بمصداق حدیث شریف۔ موجب محبت ہے کتاب شمس الہدایت کے مطالعہ سے میں نے حظ وافر اور خیر ظاہر حاصل کیا ہے، آپ کے فارسی رسالہ کے مطالعہ کا اشتیاق ہے) یہاں فارسی رسالہ سے مراد حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی کتاب "تحقیق الحق" ہے۔(۵۸)

یہ کتاب سبز اور مضبوط جلد کے ساتھ، سفید کاغذ، عمدہ کتابت کے ساتھ زیور طباعت سے آراستہ ہو کر صفر المظفر ۱۴۰۶ھ / اکتوبر ۱۹۸۵ء میں مکتبہ گولڑہ شریف اسلام آباد نے شائع

کی۔ اس کے آخری صفحہ پر آپ کی تصانیف کی فہرست ہے اور آخر سے پہلے والے صفحہ پر ''اعلانِ طبع اول'' کے عنوان سے مولوی محمد غازی کی جانب سے اعلان ہے کہ مرزایان کا کوئی رفیق اس کا جواب لکھنا چاہے تو بیشک لکھے۔(۵۹)

۳۔سیف چشتیائی ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۲ء:

پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ رحمۃ الباری کی تصانیف میں کتاب ''سیف چشتیائی'' کو سب سے زیادہ پذیرائی نصیب ہوئی۔ یہ معرکۃ الآرا کتاب ۱۹۰۲ء میں شائع ہو کر برصغیر کے علماء و مشائخ، دینی مدارس اور مذہبی اداروں میں مفت تقسیم ہوئی اور جہاں جہاں اہل علم تک پہنچی عقیدت اور عقیدہ سے پڑھی گئی۔ بے شمار لوگ کتاب کا مطالعہ کر کے قادیانیت اور مرزائیت سے تائب ہو گئے۔ بہت سے مذبذب لوگوں کو سکون و اطمینان کی دولت اسی کتاب سے ملی۔ اس کتاب کے لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور کن حالات میں اسے تالیف کیا گیا۔ علامہ مفتی فیض احمد فیض مدظلہ العالی ''مہر منیر'' میں ''وجہ تالیف'' کے عنوان سے یہ مفید گفتگو فرماتے ہیں:

> ''بانی مرزائیت اپنے دعویٰ نبوت تک بتدریج پہنچے تھے۔ پہلے اپنے مجدد ہونے کا اعلان کیا، پھر مسیح موعود ہونے کا اور آخری منزل اعلان نبوت کی تھی جو انہوں نے ۱۹۰۱ء میں طے کی۔ حضرت نے اپنی تصنیف ''شمس الہدایت'' میں جہاں اُن کے دعوائے مسیح موعود ہونے کو نہایت حتمی طور پر قوی دلائل اور براہین کے ساتھ باطل قرار دیا تھا وہاں اُن سے چند سوالات بھی کیے تھے اور ساتھ ہی کلمۂ طیبہ کے معانی بیان کرنے کی دعوت بھی دی تھی۔ قریباً دو سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد مرزائیوں کی جانب سے مولوی محمد احسن صاحب نے ''شمس الہدایت'' کا جواب ''شمس بازغہ'' کے نام سے شائع کیا اور خود بانی مرزائیت نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر ''اعجازِ مسیح'' تالیف کی اور اُسے الہامی اعجاز قرار دیتے

ہوئے دعویٰ کیا کہ اس کا جواب طاقت بشری کے لئے ناممکن ہے۔ ان دونوں کتابوں کے جواب میں حضرت نے اپنی تیسری شہرۂ آفاق کتاب "سیف چشتیائی" تحریر فرمائی۔" (۶۰)

یہ کتاب "سیف چشتیائی" بھی سوالاً جواباً ہے اور اپنے موضوع پر وزنی دلائل کے باعث اسم بامسمّٰی ہے اور مخالفین کے لئے شمشیر برہنہ کا درجہ رکھتی ہے۔

آپ کی جملہ تصانیف میں یہ تصنیف لطیف سب سے زیادہ طبع ہوئی۔ سب سے زیادہ پڑھی گئی اور سب سے زیادہ فیض بخش قرار پائی۔ اپنوں کے علاوہ غیروں نے بھی اس کی افادیت اور اہمیت کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ برملا آپ کی عظمت کا اعتراف کرنے میں بخل سے کام نہیں لیا۔ علامہ فیض احمد فیض کی دلربا کتاب "مہر منیر" کا یہ تاباں پیراگراف ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے۔ فرماتے ہیں:

"حضرت کی یہ تصنیف یعنی "سیف چشتیائی" اپنے نادر استدلال، بلند پایہ علمی مضامین اور مسئلہ زیر بحث پر سوال و جواب کے پیرایہ میں واضح اور دل نشیں انداز اور تجزیہ کے باعث نہایت مقبول ہوئی اور آج نصف صدی گزرنے پر بھی بار بار طبع ہو کر ہاتھوں ہاتھ لے جا رہی ہے۔ بلند پایہ علماء کے طبقہ میں تو بالخصوص اس کی بہت مانگ ہے اور وہی درحقیقت اس کی صحیح قدر و منزلت بھی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ مولانا اشرف علی تھانوی اپنی تفسیر "بیان القرآن" میں آیت "**وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى بن مريم رسول الله**" (سورۂ نساء: آیت ۱۵۷) کے ذیل میں لکھتے ہیں: "اور حیات و موت عیسوی کی بحث میں کتاب "سیف چشتیائی" قابل مطالعہ ہے۔" اسی طرح دیوبند کے شیخ الحدیث علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی اپنی کتاب "عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام" کے دیباچہ میں سیف چشتیائی کو مسئلہ حیات مسیح پر ایک بہترین اور کافی وافی تحریر قرار دیا ہے۔ (۶۱)

اسی طرح مؤلف مہر منیر "سیف چشتیائی" کی عظمتوں کو اُجاگر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اس کتاب کو علمائے عصر نے تحریراً اور تقریراً ایک علمی شاہکار قرار دیا۔ مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اور مصنفین نے اپنی تصانیف میں بطور حوالہ پیش کیا۔ شعراء نے اس کی شان میں قصیدے لکھے اور مثنویاں موزوں کیں۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد علماء کے حق میں مرزائیت کی تبلیغ قطعاً غیر مؤثر ہو کر رہ گئی۔ اور ہزاروں مذبذبین اہل اسلام عقیدۂ حقہ پر مضبوط ہو گئے بلکہ کئی مرزائی اس کتاب کو پڑھ کر مرزائیت سے تائب ہو گئے۔ چنانچہ کتاب "صاعقۂ رحمانی بر نجل قادیانی" کے مصنف مولوی حبیب اللہ صاحب امرتسری نے جو مکتوب حضرت کی خدمت میں ارسال کیا اس میں کہا کہ "مرزائیوں کی کتاب "عسل مصفی" پڑھ کر میرے دل میں قسم قسم کے شکوک پیدا ہو گئے تھے۔ مگر الحمدللہ کہ جناب کی تصانیف "سیف چشتیائی" اور "شمس الہدایت" نے میرے مذبذب دل میں تسلی بخش امرت ٹپکایا اور نیز چند مرزائیوں نے اسے پڑھا چنانچہ حکیم الٰہی بخش صاحب مرحوم مع اپنے لڑکے کے آخر مرزائیت سے توبہ کر گئے اور اسلام پر فوت ہوئے۔" (۹۴)

۲۲۰ صفحات کی یہ وزنی کتاب متعدد بار شان و شوکت سے شائع ہوئی اور ارباب علم و فضل کے لیے عظیم تحفۂ علمی ثابت ہوئی۔ میرے سامنے جو ایڈیشن ہے یہ پانچواں ہے اور اس پر تاریخ اشاعت ۲۹ صفر المظفر ۱۴۱۹ھ / جون ۱۹۹۸ء ہے۔ اس کے پیش لفظ میں شامل یہ پیراگراف کتاب کے انداز اور اس کی اہمیت و فضیلت اور افادیت پر دال ہے۔

"کتاب ہذا مناظرانہ طرز میں تحریر کی گئی ہے چونکہ فریق مخالف نے اپنے اعتراضات علم و فن کے رنگ میں پیش کیے تھے۔ لہٰذا اُن کا

جواب بھی اُسی رنگ میں پیش کرنا ضروری تھا۔ ہندوستان کے مشہور مفتی اور عالم اور ریاست رام پور کے مدرسۂ عالیہ کے پرنسپل مولانا فضل حق رام پوری نے ایک سال اجمیر شریف میں عرس کے موقع پر حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ کی اس تصنیف کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

''یوں تو حضرت کے کمالات بہت بیان ہوتے ہیں لیکن میں تو اس دماغ کا شیدائی ہوں جس سے ''سیف چشتیائی'' ظہور میں آئی ہے۔''

کتاب ہذا میں اصطلاحی الفاظ اور فنی مباحث کا مکمل فہم فقط ماہرین علمائے کرام ہی کر سکتے ہیں، حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے مکتوبات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کی اس نادر تصنیف نے علمائے عصر سے بے حد خراجِ تحسین وصول کیا۔ (۶۳)

۴۔ اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللہِ: (۱۳۲۲ھ مطابق ۵۔۱۹۰۴ء):

اپنے موضوع پر قرآن و حدیث کے تقدس مآب دلائل کے ساتھ حضرت قدس سرہ کی یہ کتاب بھی اربابِ تحقیق اور اصحابِ تکریم کے لئے قابلِ دید بھی ہے، لائق داد بھی۔ کچھ لوگ قرآنی آیات کی غلط تفسیر اور تاویل کے مرتکب ہوتے ہیں، کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جو جانور کسی بزرگ کے نام پر پالے جائیں یا رب تعالیٰ جل جلالہ کا نام لے کر بزرگوں کے ایصالِ ثواب کے لئے ذبح کئے جائیں وہ حرام ہیں اور کچھ لوگ ایصالِ ثواب کو حق جان کر اسے حلال جانتے اور مانتے ہیں۔ آیتِ کریمہ ''وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللہِ'' کی تفسیر جاننے، اس مسئلہ کا شرعی نکتۂ نگاہ معلوم کرنے اور سیدھی راہ پر چل کر راہِ خدا میں جانور قربان کرنے کا جائز اور مستحسن طریقہ کیا ہے؟ یہ سب کچھ جاننے اور جان کر ماننے کے لئے کتاب ''اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان ما اھل بہ لغیر اللہ'' کا مطالعہ بے حد مفید ہے۔ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی

علیہ رحمۃ الباری اپنی اس تالیف لطیف کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے خطبہ میں فرماتے ہیں:

"چونکہ بزرگانِ دین کے نام پر نذر مانے ہوئے جانور کی حلت و حرمت کے متعلق علماء میں اختلاف ہے اور ہر دو فریقین کے وہ متبعین جو سخن فہمی اور دیانت و تقویٰ سے پوری طرح بہرہ ور نہیں ہیں، افراط و تفریط کا راستہ اختیار کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض لوگ ایسے جانوروں کو جو بغرضِ ایصالِ ثواب اور فاتحہ بزرگانِ دین اُن کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں یا اُس طعام کو جو (اسی غرضِ ایصالِ ثواب سے) اُن کے نام سے تقسیم کیا جاتا ہے مطلقاً حرام اور آیت "وما اھل بہ لغیر اللہ" میں داخل گردانتے ہیں۔ اگرچہ بوقت ذبح اُن پر خدائے تعالیٰ ہی کا نام لیا جائے اور ذابح کا مقصد بجز ایصالِ ثواب اور کچھ بھی نہ ہو اور بعض دیگر اصحاب اس قسم کی اشیاء کو مطلقاً حلال کہتے ہیں گو ذابح کا مقصد غیر اللہ کا تقرب ہی کیوں نہ ہو۔ بنا بریں یہ رسالہ تحریر کیا گیا کہ اہلِ اسلام افراط و تفریط کا راستہ ترک کر کے صراطِ مستقیم پر قائم رہیں اور برادرانِ اہلِ انصاف وساوس و اوہام سے محفوظ رہ کر شرِ شیطان سے بچیں۔" (۶۴)

یہ کتاب ایک مقدمہ، تین ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ اصل کتاب فارسی میں لکھی گئی جس میں پختون اور افغان علماء و عوام کی رعایت بھی مدِنظر تھی۔ ازاں بعد حضرت بابو جی علیہ الرحمۃ کے ایما پر متن کے ساتھ اُردو ترجمہ بھی شائع کر دیا گیا تاکہ عامۃ المسلمین بالخصوص پاک و ہند کے مسلمین کے لئے مفید ہو۔

کتاب کے مقدمہ میں وجہِ تالیف کے علاوہ تفسیر اور تاویل کے متعلق تحقیق شامل ہے۔ تفسیر بالرائے اور تاویل کے درمیاں فرق بیان فرما کر واضح کیا ہے کہ جو تاویل سلف صالحین کی مستند تفسیر کے خلاف یا قواعدِ عربیہ کے مطابق نہ ہو وہ تفسیر بالرائے میں داخل ہے، جو حسبِ ارشادِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مذموم ہے البتہ جو تاویل نصوصِ شریعہ اور قواعد

عربیہ کے ساتھ مطابقت رکھتی ہو وہ درست ہے۔ گو حضرات سلف صالحین صحابہؓ تابعین اور تبع تابعین سے صراحۃً منقول نہ بھی ہو۔

باب اول میں آیت وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کا معنی، مفہوم اور اس کی تفسیر کے تمام متعلق اُمور سوالات و جوابات کی صورت میں بیان فرمائے گئے ہیں۔

باب دوم میں ذبح کی شرائط اور اُس کے اقسام کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ مولانا عبدالحکیم ملتانی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مابین مسئلہ مذکورہ کے متعلق اختلافات پر تبصرہ فرمایا گیا ہے۔

باب سوم میں نذر کے معنی اور اس کے متعلقات کی تشریح فرما کر مسئلہ ندائے غائبانہ، توسل اور استعانت از اولیاء اللہ اور سماع موتی پر سیر حاصل بحث ہے۔ مسئلہ غیب ایسے انداز سے بیان فرمایا ہے کہ اہل علم عش عش کر اُٹھیں۔

پوری توجہ اور کامل انہماک سے اگر انصاف پسند قاری اس کتاب کا مطالعہ کرے تو وہ عقائد صحیحہ پر کاربند ہو جائے اور مطمئن دل کے ساتھ اس پر چٹان کی مانند ڈٹ جائے۔

کتاب ملک کے مختلف مقامات سے پوچھے گئے سوالات کے جواب میں ہے اور اپنے انداز و مواد کے اعتبار سے لاجواب ہے۔ مثلاً کوٹ نجیب اللہ علاقہ ہری پور ہزارہ کے احباب نے نذر اور استمداد ارواح اولیاء سے متعلق استفسار کیا۔ ماقولکم دام فضلکم صُوَرِ مسطورہ میں کہ:

۱۔ ایک شخص نذر معین کرے اس طور پر کہ اگر میرا مریض اچھا ہو جائے یا مسافر میرے گھر میں خیریت سے آ جائے تو میں اللہ کے نام کا بکرا دوں گا اور ثواب اس کا ولی اللہ کو پہنچاؤں گا۔

۲۔ دوسری صورت: اے ولی اللہ اگر میرا مریض اچھا ہو جائے تو میں تیرے نام کا بکرا دوں گا۔

۳۔ تیسری صورت: اے ولی اگر میرا مریض تم نے اچھا کیا یا میرا مطلب تم نے پورا کیا تو میں تمہارے نام کا بکرا دوں گا۔ پھر بعد حصولِ حاجت کے بکرا لے کر ولی اللہ کی قبر کے نزدیک ذبح کرے کہ میرا کام اس ولی اللہ نے پورا کیا ہے یا اپنے گھر میں ذبح کرے۔

آپ نے بالترتیب ان سوالات کے علمی اور تحقیقی جواب تحریر فرمائے۔ اسی طرح قبور پر دعائے مغفرت کرنا اور دعائے مغفرت اہل قبور کے لئے جانا مسنون ہے یا نہیں۔ اس کا تسلی اور تشفی آمیز جواب تحریر فرمایا۔

الغرض اس طرح کے مسائل اور استفسارات پر یہ کتاب گراں بہا خزانہ ہے۔ سمجھ کر پڑھنے والا، علمی اصلاحات سے آشنا اور زبان و بیان کی باریکیاں جاننے والا، قرآن و حدیث کے علوم سے آگاہ جب اس کی ایک ایک سطر پر نگاہ ڈالتا ہے یا کسی سوال کے جواب کی تفصیلات پڑھتا ہے تو اسے اندازہ ہو جاتا ہے کہ رب کریم کے ایک فہم و فراست والے عالم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور اسے قدم قدم پر تائیدِ ایزدی حاصل رہی ہے۔

حضرت کی تصانیف میں اس تصنیف کا بھی خوب چرچا ہے اور بے شمار مذبذب العقیدہ لوگ کتاب پڑھ کر صحیح صورتِ حال سے واقف ہو چکے ہیں۔

۵۔ الفتوحات الصمدیہ (۱۳۲۵ھ مطابق ۸۔۱۹۰۷ء):

پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ رحمۃ الباری کی یہ تصنیف لطیف دراصل غیر مقلدین کے اُن دس سوالات کے جوابات سے متعلق ہے جو انہوں نے دارالعلوم نعمانیہ لاہور کے ایک طالب علم قائم علی چشتی کے ساتھ تحریری بحث کے دوران کیے تھے۔ یہ سوالات اگرچہ طالب علم مذکور سے کیے گئے مگر غیر مقلدین کا خیال تھا کہ اس بحث کے در پردہ اس طالب علم کے رہبر و رہنما پیر مہر علی شاہ صاحب ہیں اس لئے اپنی تحریر میں انہوں نے آپ کو بھی مخاطب کیا۔ بڑی محنت اور مہارت سے تیار کئے گئے ان سوالات کی عبارت ملاحظہ ہو: مخالفین کے سوالات مختصراً یہ تھے:

۱۔ علم لغت: صاحب ''قاموس'' شیخ مجدالدین فیروز آبادی کے اشکالات جو انہوں نے ابونصر اسمٰعیل بن حماد جوہری صاحب ''صحاح'' پر وارد کیے اُن کی تشریح مانگی گئی۔

۲۔ علم التصریف والادب: عویصہ ابن الکمال کے اقوال متعلقہ ''اعلال لا تخشون'' پر اشکال اور اس کا جواب مانگا گیا۔

۳۔ علم الحروف والہیہ: علامہ رشید الدین الفارقی کی منظوم لغز (پہیلی درج کر کے اس کا جواب مانگا گیا۔

۴۔ علم فقہ: صاحب وقایہ کی عبارت مندرجہ ''کتاب البیوع'' پر علامہ قاری کے اشکال کا حل طلب کیا۔

۵۔ علم الکلام: کلامِ الٰہی کے بارے میں سوالات، یہ طویل سوال تھا اور اس کی کئی شقیں تھیں مثلاً کلامِ الٰہی قدرت اور مشیت کے نیچے داخل ہے یا نہیں؟ اور خدائے عزوجل کی ذات کے ساتھ قائم ہے یا قائم نہیں بلکہ خارج و منفصل ہے۔ حروف و اصوات یہ مخلوق ہیں یا غیر مخلوق؟ حروف و اصوات قدیم ہیں یا حادث، حکایت ہیں یا عبارت، حادث و مخلوق کے درمیان نسب اربعہ میں سے کونسی نسبت ہے؟ اگر قدیم ہیں تو کس طرح وغیرہ۔

اس سوال کی اہمیت اور طوالت کے باعث حضرت قدس سرہ نے سب سے پہلے اسی کا جواب تحریر فرمایا۔

۶۔ علم فلسفہ: دریافت کیا کہ ''تسلسل'' اور ''دور'' کے کتنے اقسام ہیں کونسا ممتنع، کونسا جائز اور کون سا مختلف فیہ؟

۷۔ علم تفسیر: ''تاویل'' کے معنی اور ''تاویل صحیح جائز'' اور ''تاویل فاسد غیر صحیح'' کے مابین فرق دریافت کیا۔

۸۔ علم فلسفہ: امکان و حدوثِ ذاتی و مکانی کی حد اور تعریف اور اس تقسیم کا موجد کون تھا؟ نیز تقسیم صحیح ہے یا باطل؟

۹۔ علم اقلیدس: نظام جو ''طفرہ'' کا قائل ہے اس کے متعلق سوال اور جواباً جیومیٹری کی شکل بنا کر توضیح مانگی ہے۔

۱۰۔ علم منطق: اصطلاح ''کلی ذاتی'' اور ''کلی عرضی'' کے درمیان فرق دریافت کیا ہے نیز یہ کہ باوجود مساوی الاقدام ہونے کے بحسب اللزوم ایک ذاتی اور دوسری عرضی کیوں قرار دی گئی؟

ان سوالات کی عبارات اور موضوعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مخالفین نے بڑی عرق ریزی سے سوالنامہ مرتب کیا پھر ادق موضوعات کا انتخاب کر کے گویا یہ امتحان لینا چاہا کہ جواب دینے والا (نعوذ باللہ) کتنے پانی میں ہے۔ اُن کا گمان تھا کہ ایک ہی شخص ان کثیر النوع علوم وفنون کا جامع نہیں ہو سکتا۔ ان تمام سوالات کے مسکت جوابات کسی ایک عالم کے بس میں نہیں گویا ایک طرح سے انہوں نے حضرت قدس سرہ کا امتحان لینا چاہا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ وہاب پروردگار جل جلالہ نے اپنے حبیب مختار، نورالانوار، سرالاسرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس گھرانہ کے ایک پاکباز فرزند کو علم لدنی سے نوازا ہے اور وہ اپنے رب کریم کے فضل عمیم سے ان سوالات کا ایسا عالمانہ اور محققانہ جواب تحریر فرمائے گا کہ دنیا حیران رہ جائے گی۔

صاحب "مہر منیر" علامہ مفتی فیض احمد فیض دامت فیوضہم کی تحقیق کے مطابق۔ ان سوالات کے جوابات مدرسہ نعمانیہ کے اساتذہ تیار کرنے کا ارادہ رکھتے تھے مگر حضرت علیہ الرحمۃ کے ایک نیازمند نے ایک عریضہ کے ذریعے استدعا کی کہ چونکہ مخالفین نے آپ کا نام نامی بھی اس بحث میں شامل کیا ہے اس لئے بہت مناسب ہوگا کہ جواب آپ ہی تحریر فرمائیں۔ جس وقت یہ خط آپ کی خدمت میں پہنچا، آپ پشاور تشریف لے جا رہے تھے، دوران سفر ہی آپ نے ان سوالات کے جواب بغیر کسی کتاب سے استفادہ کئے لکھوا دیئے۔

عام آدمی تو سوالات کی عبارات اور لوازمات تک سمجھنے سے عاجز ہے، جواب دینا تو دور کی بات ہے۔ پھر بغیر مطالعہ کئے اور کسی کتاب سے مدد لئے بغیر ان ادق ابحاث کا جواب لکھوانا کسی عام انسان کے لئے ممکن نہیں۔ یہ کام وہی ہاتھ انجام دے سکتے ہیں اور یہ کارنامہ وہی دماغ بروئے کار لا سکتا ہے جس کے ساتھ نصرت الٰہی قدم بقدم دم بدم ساتھ ہو، جسے قدرت نے فہم وفراست اور خداداد علمی استعداد سے سرفراز فرمایا ہو۔ جسے مہربان خدا نے علم لدنی سے نوازا ہو۔ مفتی فیض احمد فیض صاحب نے سچ اور حق لکھا کہ:

> "ان (سوالات) کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ مخالفین نے اُن کی تیاری میں بڑی محنت اور کاوش سے کام لیا تھا نہایت ادق ہونے کے علاوہ یہ نہ صرف اُن موضوعات سے متعلق تھے جو آج سے صدیوں قبل

مسلمانوں کے مختلف مکاتیب فکر معتزلہ، اشاعرہ، ماتریدیہ، جہمیہ وغیرہ کے درمیان متنازعہ فیہ رہ چکے ہیں۔ مثلاً الٰہیات، کلامِ باری تعالیٰ وغیرہ، بلکہ ایسے موضوعات بھی شامل کیے گئے تھے جیسے علم ہیئت، فلسفہ اقلیدس اور بعض مشہور الفاظ۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین حضرت کی وسعت علمی کا امتحان کرنا چاہتے تھے، اُن کے خیال میں یہ ممکن نہ تھا کہ ایک ہی شخص اتنے مختلف النوع مضامین میں اتنی مہارت رکھتا ہو۔ کہ ان سب سوالات کا جواب دے سکے مگر جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ حضرت کو قدرت نے علم لدنی سے نوازا تھا۔ چنانچہ آپ نے تمام سوالات کے نہایت مفصل جوابات دیئے۔ مخالفین نے اپنے سوالات کے ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ ان کا جواب دینے والوں کو ہم پر بھی سوال کرنے کا حق ہوگا۔ اس لئے جوابات لکھوانے کے ساتھ ہی حضرت نے اپنی طرف سے ۱۲ سوالات الٰہی اور دیگر مضامین کے متعلق مخالفین پر کیے جن کا جواب آج اتنی مدت گزر جانے پر بھی اُن سے نہیں بن آیا۔" (۶۵)

مجدد گولڑوی علیہ رحمۃ الباری کی یہ کتاب لاجواب علوم اسلامیہ کے چند نہایت مشکل اُمور سے متعلق ہے۔ اس میں علم کا سمندر موجزن ہے۔ اس سے حضرت کے تبحر علمی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اس سے صحیح استفادہ صرف حضرات اہل علم وفضل ہی کر سکتے ہیں۔

تصفیہ مابین سنی وشیعہ:

آپ کے سوانح نگار علامہ مفتی فیض احمد فیض دامت فیوضہم کے ارشاد کے مطابق یہ کتاب حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ رحمۃ الباری کی آخری تصنیف ہے۔ مگر ربیع الاول ۱۴۱۵ھ مطابق اگست ۱۹۹۴ء "ہدیۃ الرسول" کے شائع ہونے پر یہ آخری تصنیف نہ رہی البتہ جس دور میں "مہر منیر" منظر عام پر آئی اُس وقت واقعی "تصفیہ مابین سنی وشیعہ" حضرت کی

آخری تصنیف کے طور پر مانی گئی۔ مکتبہ مہریہ گولڑہ شریف، اسلام آباد سے شائع ہونے والی حضرت کی تصانیف کی جو فہرست آپ کی تالیفات کے آخری صفحات پر شائع ہوتی ہے۔ اس میں کتاب ہذا کے بارے میں یہ سطور شامل ہوتی ہیں۔

> ''اپنی اس تصنیف لطیف میں حضرت نے خلافت راشدہ کی حقانیت کے ساتھ ساتھ اہل بیت کرام کے فضائل کو از روئے کتاب و سنت انتہائی متوازن انداز میں ثابت فرمایا ہے۔ یہ کتاب توازن و استدلال مسلک کا شاہکار ہے۔''

خود حضرت علیہ الرحمۃ بعد حمد و ثناء کے وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''تخالفِ مذہبی مابین سنی و شیعہ کوئی نیا اختلاف نہیں جسے رفع کرنے کے لئے طالبانِ حق موجودہ زمانہ کے علماء سے التجا کریں اس سے قبل سلف صالحین علیہم الرضوان حسب تدبیر الٰہیہ وقتاً فوقتاً اہل بیت کرام سے محبت رکھنے کے وجوب اور خلافت خلفائے اربعہ کی حقانیت کے اہم موضوع پر نہایت شائستہ انداز میں اظہار خیال فرماتے چلے آئے ہیں۔ البتہ حال ہی میں اس تخالف میں ایک نئے رجحان کا اضافہ ہوا ہے اور یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ اہل سنت والجماعت ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان اہل بیت کرام کے خلاف بغض اور بنی اُمیہ کے ساتھ بغض رکھے۔ حالانکہ اہل سنت کبھی بھی اس شقاوت میں ملوث نہیں ہوئے اور اُن کے عقائد میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے دوستی مودت مدار ایمان اور فرض مانی گئی ہے۔ اس نئے رجحان کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے علمائے کرام نے بمقابلۂ اہل تشیع اپنے مواعظ و نصائح کی مجالس میں صرف رفع مطاعن و مطاعن کی طرف ہی رُخ کیا اور اہل بیت علیہم السلام کے فضائل و مناقب بیان کرنے کی طرف کم توجہ فرمائی۔ لہٰذا مخلص غلام مرتضیٰ

ساکن میانی اور سید صدیق شاہ صاحب اور عزیزی پیر غلام عباس صاحب حسنی مکھڈی حفظہم اللہ تعالیٰ نے شدید تقاضا کیا کہ اس نہایت ضروری امر کی طرف توجہ کی جائے۔ لہٰذا ارشاد کی تعمیل میں اور فرصت اور لیاقت نہ ہونے کے باوجود یہ چند اوراق جو سلف صالحین علیہم الرضوان کی کتب تاباں سے ماخوذات اور ذاتی عندیات پر مشتمل ہیں اس غرض سے لکھے جاتے ہیں کہ حضرات ناظرین محظوظ ہو کر اس سیاہ جریدۂ عالم کو دعائے خیر سے یاد فرما کر ممنون فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اُس وقت کی عزت و جلالت کے صدقے جب اُس نے اُستوائے علی العرش فرما کر دنیا اور دنیا والوں پر اپنی رحمت کا اجرا بصورت آل رحمۃ للعالمین فرمایا۔ اُمت محمدیہ کے ساتھ ستاری و غفاری سے معاملہ فرماتے ہوئے ہم سب کی بخشش فرمائے۔'' (۲۹)

قرآن و حدیث کی روشنی میں بالخصوص متعلقہ موضوع کی آیات طیبات اور ارشادات رسالت مآب علیہ افضل التحیات والتسلیمات کی تفسیر و تشریح میں جن موضوعات اور اُمورات پر آپ کے فرمودات قلمبند ہوئے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ خلافت راشدہ کا ثبوت بہ آیت استخلاف (وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ...... الْفٰسِقُوْنَ ۝ النور: ۵۵) و دیگر آیات قرآنی بلند مکانی۔

۲۔ مسئلہ قرطاس، جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ظاہری پردہ فرمانے سے قبل کچھ لکھنے کیلئے فرمایا۔ سامان کتابت میرے پاس لاؤ۔'' اس پر نفیس علمی گفتگو کی گئی ہے۔''

۳۔ حدیث خم غدیر۔ جو لوگ اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ آپ نے حدیث خم غدیر کی تفصیل بیان کر کے اس کی وضاحت فرمائی، حضرت علی کی محبت و عقیدت پر مشتمل حدیث رسول کی تشریح کر کے واضح فرمایا کہ خلیفہ بلا فصل ہونے سے اس حدیث کا کوئی تعلق نہیں۔ دریں اثناء حضرت علی کے ارشاد گرامی پر سیدنا ابوبکر کی خلافت بلا فصل کو ثابت کیا گیا۔

۴۔ باغ فدک۔ اس موضوع پر سوال و جواب کی صورت میں ۱۸ صفحات قلمبند کیے گئے۔

۵۔ آیت مباہلہ۔

۶۔ آیت تطہیر۔

۷۔ آیت مودت: (قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ط اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى)

۸۔ حدیث ثقلین (اِنِّى تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ الخ)

۹۔ فضائل سیدنا علی اور بحث حدیث "اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ" اوران کے متعلق ابن تیمیہ اور ابن جوزی کے اعتراضات کے جوابات صحاح ستہ کی معروف کتاب ترمذی شریف کی حدیث۔

"اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِىٌّ بَابُهَا"

(میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں)۔

پر شیخ ابن تیمیہ نے "منہاج السنۃ" میں اعتراض کیا ہے کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے اور واقعات کی رو سے بھی نفس مضمون صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ علم نبوت کا صرف ایک دروازہ ہو اور وہ حضرت علی ہوں۔ جن سے صرف کوفیوں نے قلیل مدت کے لئے علم حاصل کیا اور باقی بلاد اسلامیہ میں علم اوروں سے پہنچا۔

حضرت اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس علم سے مراد علم خاص یعنی علم اسرار مراد ہے۔ اس حدیث پاک کی تصحیح اور ابن تیمیہ کی تردید میں آپ کے زوردار علمی دلائل ۳۸ صفحات پر قلمبند ہوئے۔

اس کتاب کے آخر میں "ایک ضروری تنبیہ" کے عنوان سے آپ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "یااھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم الخ۔

(اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو۔)

آیت کریمہ اور اس کے ترجمہ کے بعد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کو اعتدال اور میانہ روی ہر کام میں پسند ہے اور یہی ہے صراط مستقیم جس کی درخواست کے لئے ہم مامور ہیں۔ اور غلو اور تجاوز

چاہے دین میں ہی ہو موجب ضلالت اور غضب الٰہی ہے۔ بسا اُمور ایسے ہیں کہ فی ذاتہ صحیح بلکہ کمال ایمان کے مستحق ہوتے ہیں۔ لیکن ایک بدطینت اور فاسد الرائے انسان انہی اُمور صحیحہ سے بوجہ غلو اور حد بڑھ جانے کے نتائج فاسدہ اخذ کر لیتا ہے............ لہٰذا انسان کو کبھی اعتدال کا صحیح راستہ نہیں چھوڑنا چاہئے............ حب اہل بیت و حب عباد الصالحین صاحب اعتدال کے لئے نہایت مفید اور موجب کمال ہیں مگر ان میں افراط و تفریط اور غلو کرنے والے گمراہی اور ضلالت کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔" (٦٧)

۷۔ ہدیۃ الرسول: (۱۴۱۵ھ مطابق اگست ۱۹۹۴ء):

زبدۃ العلماء، عمدۃ العرفاء حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی قدس سرہ (المتوفی صفر ۱۳۵۶ھ مطابق مئی ۱۹۳۷ء) کی یہ تالیف لطیف پہلی بار ایک ہزار کی تعداد میں ربیع الاول ۱۴۱۵ھ مطابق اگست ۱۹۹۴ء گولڑہ شریف اسلام آباد سے شائع ہوئی۔ اس کی اصل زبان فارسی ہے۔ آپ کی تصانیف کی فہرست میں اس کتاب کی بابت یہ عبارت درج ہے:

"ہدیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم: فارسی زبان میں لکھی گئی یہ کتاب حضرت قبلۂ عالم کی طرف سے مرزائیت کی مکمل تردید پر مشتمل ہے۔ اس کے مندرجات کی تفصیل پہلے شمس الہدایہ اور سیف چشتیائی کے عنوان سے شائع شدہ کتابوں کی صورت اُردو زبان میں منظر عام پر آ چکی ہیں اب اصل کتاب فارسی بھی فارسی دان حضرات کیلئے شائع ہو چکی ہے اور دستیاب ہے۔"

اندرون ٹائٹل پر ایک آیت اور ایک حدیث اس مضمون کی درج ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو رب تعالیٰ جل شانہٗ نے زندہ سلامت آسمانوں پہ اُٹھا لیا اور پھر قرب قیامت ان کے نزول کی پیش گوئی فرمائی۔ ازاں بعد کتاب کا پورا نام درج ہے جسے پڑھ کر

کتاب کا موضوع اور منشاء دریک نگاہ قاری کے ذہن نشیں ہو جاتا ہے۔

ہدیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

در رد

تاویلاتِ فاسدہ فرقہ مرزائیہ در معانی قرآن وسنت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

و بیان

عقیدۂ اجماعیہ اہلِ اسلام در حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام

مجھے اس کتاب کی اشاعت کے بارے میں اہلسنت کے نامور عالم دین مصنف اور محقق علامہ مفتی شاہ حسین گردیزی مدظلہ العالی کی زبانی پتہ چلا جب میں اُن کی بارگاہ میں اُن کی اپنی ضخیم تالیف ''تجلیاتِ مہر انور'' حاصل کرنے حاضر ہوا اور عرض کیا، پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف لطیفہ کہاں کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہیں اور یہ کہ اب تک طبع ہونے والی تالیفات کون کونسی ہیں۔ آپ نے کمال شفقت سے اپنے اُستاذ ذی وقار، سلف صالحین کی اعلیٰ یادگار، حضرت گولڑوی کے سوانح نگار علامہ مفتی فیض احمد فیض دامت فیوضہم کی عظیم اور تاب دار کتاب ''مہر منیر'' کے مطالعہ کا مشورہ دیا اور فرمایا: قبلہ اُستاذ صاحب نے آپ کی تصانیف کی فہرست اور اُن کا خلاصہ ''مہر منیر'' میں پیش فرما دیا ہے۔ البتہ ''ہدیۃ الرسول'' مہر منیر کے بعد چھپی ہے اور عام طور پر اچھے مکتبوں سے مل جاتی ہے۔ چنانچہ معمولی تگ و دو اور تلاش کے بعد یہ کتاب میسر آ گئی۔

۱۲۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب اُردو ترجمہ کے بغیر طبع کی گئی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ موضوع متعلق پر حضرت کی دو کتابیں قبل ازیں اردو میں دستیاب ہیں۔ اس کی اشاعت کی ضرورت اور اہمیت کو مفتی فیض احمد فیض صاحب نے کتاب کے ''مقدمہ'' میں اس طرح واضح فرمایا ہے۔

''موجودہ حالات میں، جبکہ افغانستان اور روس سے آزاد شدہ اسلامی ریاستوں کے باشندے عموماً فارسی زبان زیادہ سمجھتے ہیں حضرت کی

کتاب ''ہدیۃ الرسول'' (فارسی) کی طباعت و اشاعت کا بھی علیحدہ انتظام کیا جا رہا ہے تاکہ فارسی دان حضرات قادیانیت کی ریشہ دوانیوں سے واقف ہو کر اس کے شر سے محفوظ رہیں۔ چونکہ ''ہدیۃ الرسول'' کے بیشتر مضامین حضرت کی اُردو تصانیف ''شمس الہدایہ'' اور ''سیف چشتیائی'' میں آ چکے ہیں اس لئے انہیں دوبارہ شامل نہیں کیا جا رہا۔ البتہ اُصولِ تفسیر کے بارے میں کچھ تفصیل جو ''ہدیۃ الرسول'' میں درج تھی اور جواب ''سیف چشتیائی'' (صفحات ۱ تا ۶) میں ''خطبہ بزبان عربی'' کے عنوان سے (مع اردو ترجمہ و نوٹ) شامل ہے۔ اسے تبرکاً موجودہ مجموعہ میں شامل کر دیا گیا تاکہ قارئین کرام قادیانیوں کے خودساختہ شر سے محفوظ رہیں۔'' (۶۸)

مؤلف علیہ الرحمۃ نے اس کتاب کو ایک مقدمہ، ۳ مقاصد اور پھر مقدمہ میں دس اُصول پر تقسیم کیا ہے۔ آپ کے اپنے کلمات طیبات اس طرح ہیں:

''مشتمل بر یک مقدمہ و سہ مقاصد اما المقدمہ ففیہا اصول عشرۃ۔'' (۶۹)

۸۔ فتاویٰ مہریہ: (بارِ چہارم۔ صفر المظفر ۱۴۱۸ھ / جون ۱۹۹۷ء):

۱۵۲ صفحات پر مشتمل مختلف سوالات کے جوابات بصورت فتویٰ جات یکجا کر کے ''فتاویٰ مہریہ'' کے نام سے طبع ہوئے ہیں اور اپنی افادیت و اہمیت کی بناء پر اس کے کئی ایڈیشن طبع کرنا پڑے ہیں۔ میرے پیش نظر ایڈیشن ترتیب کے لحاظ سے چوتھا ہے، جو ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا۔ پہلا مجموعہ ۱۹۶۰ء میں شائع کیا گیا۔

''مہر منیر'' کے مؤلف دلپذیر ''فتاویٰ مہریہ'' کی تاریخ و تعریف میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ نے بوجہ اپنی مصروفیات جو ارشاد و تلقین سلوک اور تدریس کتب تصوف وغیرہ پر مشتمل تھیں، فتویٰ نویسی کا کام آستانہ عالیہ پر مقیم متبحر علمائے کرام کے سپرد کیا ہوا تھا جو خود بعد تکمیل

ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔ مگر بعض زیادہ قابل تحقیق یا ہنگامی فتاوٰی خود
بھی اپنے قلم مبارک سے تحریر فرماتے تھے، جن کو راقم الحروف نے ایک
مجموعہ کی شکل میں ۱۳۸۲ھ (۱۹۶۰ء) میں شائع کرا دیا ہے۔" (۷۰)

"فتاوٰی مہریہ" متفرق استفسارات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ ابتدائی ۱۸ صفحات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سوالات کے جواب کیلئے خاص ہیں۔ ۲۳ اور ۲۴ غیر مقلدین کے سوالات کے جواب، صفحہ ۲۵ تا ۴۲، فرقہ مرزائیہ اور بہائیہ کے اعتراضات کے جواب کیلئے مختص ہیں اور صفحہ نمبر ۴۳ تا ۱۰۳ متفرق مسائل کے جوابات کے لئے مختص ہیں۔ ازاں بعد طلاق، نکاح، شیعہ حضرات کے چند سوالوں کے جواب اور آخر میں علم تجوید کا ایک مسئلہ حرف "ض" کے صحیح مخرج کے بارے میں تحقیقی محاکمہ شامل کتاب ہے۔

آپ نے متفرق اور متنوع موضوعات پر پوچھے گئے سوالات کے جواب میں جو فتوٰی جات قلمبند فرمائے، ان کی عبارت دیکھ کر، طرز استدلال پر غور کر کے اور قرآن وسنت کے دلائل ملاحظہ کر کے آپ کی علمی جلالت کا پتہ چلتا ہے۔ نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے اسلام کے بارے میں ایک صاحب نے فتوٰی طلب کیا۔ سوال وجواب کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

"بخدمت فیض درجت فیض رساں تکیہ تو لا بے کساں، پشت پناہ
مریداں حضرت مربی صاحب جود دام ظلکم۔
بعد معروض آنکہ دست بستہ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مسئلہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین اسلام پر فوت ہوئے ہیں یا کہ نہیں اور اگر اسلام پر نہیں تو کس پیغمبر صاحب پر تھے۔ زیادہ حد آداب۔

العبد تابعدار ولی محمد چک نمبر ۱۷۱، منگانی
ڈاک خانہ خاص تحصیل وضلع جھنگ۔

الجواب ھو الصواب

متاخرین محققین اہل فقہ وحدیث نے اسلام ابوین شریفین حضرت رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کو احادیث سے ثابت کیا ہے بلکہ جمیع آباء وامہات حضرت سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام حضرت آدم علیہ السلام تک پایہ ثبوت کو پہنچایا ہے۔

اور اثباتِ اسلام کے تین طریقے بیان کیے ہیں۔ اول یہ کہ والدین شریفین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دین ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھے۔ دوسرا یہ کہ وہ دونوں صاحب زمانہ فطرت میں تھے نہ زمانہ نبوت میں یعنی اُن کو کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی۔ تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے آپ کے والدین شریفین کو زندہ کیا اور وہ اسلام لائے۔ چنانچہ احادیث میں مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ ایزدی میں سوال کیا کہ الٰہی میرے والدین کو زندہ فرما کر مشرف باسلام کر۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سوال منظور فرما کر آپ کے والدین کو زندہ فرما کر مشرف باسلام کیا۔ اگرچہ بعض احادیث میں اس کے خلاف بھی تصریح معلوم ہوتی ہے اور اس حدیث کی علماء متقدمین نے تضعیف بھی کی ہے لیکن متاخرین محققین نے حدیث احیاء کی تصحیح وتحسین کئی طرح سے فرمائی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث احیاء اُن احادیث سے کہ جن کو متقدمین محدثین نے روایت کیا ہے۔ متاخر ہے۔ گویا کہ یہ علم متقدمین سے ایک گونہ پوشیدہ ومستور تھا اور متاخرین پر اللہ تعالیٰ نے اس کو کھول دیا۔ ''وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ فَضْلِہٖ'' علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس بارہ میں کئی رسالے لکھے ہیں اور مخالفین کو بخوبی جواب دیئے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس صاحب مواہب لدنیہ وانوارِ محمدیہ من مواہب اللدنیہ نے بھی اس مدعا کا ثبوت پیش کیا ہے۔

علامہ شامی وطحطاوی نے بھی اسلام ابوین شریفین کا مسئلہ بغرض اثباتِ اسلام آنجہا ذکر فرمایا ہے۔ (اس کے بعد طویل عربی عبارات یعنی آیات واحادیث اور اقوالِ فقہاء وصلحاء یکجا ہیں)۔ آخری سطر کے الفاظ یہ ہیں:

الی اصل ایمان والدین شریفین حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
متاخرین علماء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک ثابت ہے
جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔"

الملتجی الی اللہ عبدہ المذنب
مہر علی شاہ (۷۱)

بعض سوالات فارسی میں ہیں، آپ نے فارسی میں جواب تحریر فرمایا۔ بعض فتاویٰ میں عربی عبارات سے کام لیا۔ جو سوالات تفصیل چاہتے تھے آپ نے اسی قدر مفصل جواب قلمبند فرمایا۔

حضرت قدس سرہ کی بقیہ تصانیف کی طرح یہ تالیف "فتاویٰ مہریہ" بھی خوشنما کتابت، مضبوط جلد، اعلیٰ سفید کاغذ اور حسین طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ پڑھنے والا اگر علم وفہم کا مالک ہے۔ تو فتاویٰ کی عبارات اور طرز استدلال دیکھ کر بے حد سرور پاتا ہے۔ کئی علمی نکات اُس کے سامنے آتے ہیں، کئی پوشیدہ گوشے وا ہوتے ہیں۔ علم کے متلاشی اس دریائے علم سے فیض پاتے وقت عجب کیف محسوس کرتے ہیں۔ جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف کے روح رواں علامہ مفتی فیض احمد فیض کا فیض جاری ہے۔ آپ نے حضرت کی تصانیف کو اس شان سے شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے کہ اُمت آپ کا یہ علمی احسان قیامت تک یاد رکھے۔

۹۔ مکتوبات مہریہ:

ڈیڑھ صد صفحات کی یہ کتاب عالم ربانی، عارف حقانی حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات طیبات پر مشتمل ہے۔ آپ کے شاگرد و مستفیض مولانا گل فقیر احمد صاحب پشاوری اور مولانا عبدالحق سسرالوی نے عوام الناس کے استفادہ کے لئے اپنی یادداشت سے انہیں جمع کیا۔ اس کا پہلا ایڈیشن فارسی میں شائع ہوا۔ فارسی خواں حضرات کے علاوہ باقی لوگوں کے لئے اس سے استفادہ مشکل تھا لہٰذا فیض ملت حضرت مفتی فیض احمد فیض نے اس کا اُردو ترجمہ کیا۔ تصحیح اور ترتیب کی ذمہ داری نبھائی اور اس طرح حکمت و دانش اور

وعظ و نصیحت سے بھرپور یہ ملفوظات دوسری بار اُردو ایڈیشن کے طور پر زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئے۔ جون ۱۹۹۷ء تک اس کے چار ایڈیشن ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکے، میرے سامنے اس کا یہی چوتھا ایڈیشن ہے۔

آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کے مفتی حضرت علامہ مفتی فیض احمد فیض ''تعارف'' کے عنوان سے فرماتے ہیں:

> ''اس مجموعہ میں سب سے پہلے وہ ملفوظ رکھا گیا ہے جو تصوف کی معرکۃ الآراء کتاب ''فصوص الحکم'' کے پہلے سبق پر مشتمل ہے اور آخر میں ''لسان الغیب'' حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے دیوان کی پہلی غزل کی تشریح اور مثنوی شریف حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ کے سبق کے خلاصہ پر مشتمل ملفوظات ہیں۔ جس سے قارئین کرام بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ نے چودھویں صدی جیسے دورِ مادیت میں روحانیت اور تصوف کی کیسی قابلِ قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔'' (۷۲)

آنجناب کی دیگر تصانیف کی طرح یہ کتاب بھی خوبصورت سفید کاغذ، نفیس کتابت، مضبوط جلد اور حسین طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہے۔

قدوۃ العاشقین حضرت مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی علیہ رحمۃ الباری

خاندانِ عالی شان:

تذکرہ نگاروں کے مطابق مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی کا خاندانی تعلق مخدوم برہان الدین سہروردی کے خانوادہ سے ہے جن کا روحانی اور ایک روایت کے موافق نسبی تعلق حضرت بہاؤ الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔ چنانچہ مؤلف اولیائے جھنگ بلال زبیری لکھتے ہیں:

> ''حضرت مخدوم برہان الدین احمد سلسلہ سہروردیہ کے مبلغ تھے۔ آپ کا خاندانی اور روحانی تعلق حضرت بہاؤ الحق زکریا ملتانی قدس سرہ سے منسوب ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ حضرت غوث بہاؤ الحق زکریا ملتانی کے حقیقی فرزند تھے اور والد کے حکم پر لنگر مخدوم اقامت پذیر ہوئے۔ اس وقت یہ علاقہ غیر آباد تھا۔ آپ نے جنگل میں جھونپڑی ڈال لی اور یادِ الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ چونکہ یہ جنگل گزرگاہ تھا، مسافر عموماً یہاں سے گزرتے تھے، آپ نے ان کی سہولت کیلئے لنگر جاری کر دیا جو صدیوں تک جاری رہا، اس وجہ سے اس علاقہ کا نام لنگر مخدوم مشہور ہو گیا۔ آپ کی اولاد میں مخدوم محمد طیب اور مخدوم عبدالکریم اپنے عہد کے باکمال عارف گزرے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین محمد باہو بھی آپ کے آستانہ پر حاضری دیتے رہے ہیں۔'' (۷۳)

ولادت:

مؤلف ''فوز المقال فی خلفائے پیر سیال'' کی تحقیق کے مطابق مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی کی ولادت باسعادت ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۸ء کو چاچڑ شریف ضلع سرگودھا میں ہوئی۔ آپ کا وصال بھی اسی مقام ''چاچڑ شریف'' میں ہوا اور آج بھی آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ (۷۴)

حصولِ علم:

آپ نے بفضل سبحان جل جلالہ بچپن ہی میں رحمان کا کلام قرآن حفظ کیا۔ سعادتِ حفظِ قرآن کے بعد علومِ متداولہ کی تحصیل کی۔ بقول مؤلف حیاتِ عزیز ریاض چشتی:

"آپ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔" (۷۵)

مصنف تحفۃ الابرار کی گواہی ہے کہ:

"علمِ ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔" (۷۶)

ملک محمد الدین مدیر "صوفی" پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات لکھتے ہیں:

"قدوۃ العاشقین مولوی محمد فضل الدین چاچڑ دی ایک بہت بڑے صاحب علم بزرگ تھے۔" (۷۷)

مشہور ادیب و شاعر اور محقق و مصنف مولوی غلام رسول مہر رقمطراز ہیں۔

"علامہ مولوی فضل الدین عالم و فاضل ہونے کے علاوہ سیال شریف کے مشہور پیر طریقت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔" (۷۸)

علومِ دینیہ کی تحصیل کے بعد آپ کے دل میں کسی اللہ والے کسی رہبر و رہنما اور کسی پیر و مرشد کے در سے وابستگی کا جذبہ انگڑائیاں لینے لگا۔ آپ نے چاہا کہ کسی صاحب طریقت کا دامن تھام لوں، چنانچہ رب تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کو سیال شریف کی راہ دکھائی۔

سعادتِ بیعت اور عطائے خلافت:

شمس العارفین خواجہ محمد شمس الدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ کے بے شمار خلفاء عزتوں، عظمتوں، برکتوں، رحمتوں اور شہرتوں کے تاجدار بنے۔ ۳۵ خلفاء وہ ہیں جن کے احوال بآسانی میسر آئے اور ان میں ۵ وہ ہیں جن کا چرچا ایک جہاں میں برسوں سے ہو رہا ہے اور جب تک یہ چاند سورج باقی ہیں "خلفائے شمس الدین" کا تذکرہ جمیل جاری و ساری رہے گا۔ ان پانچ معروف ترین خلفاء میں ایک بڑا نام حضرت مولانا محمد فضل الدین چاچڑ دی کا بھی ہے۔

آپ علومِ دینیہ سے فارغ ہو کر بغرضِ بیعت سیال شریف حاضر ہوئے۔ "صاحب برکات سیال" آپ کی بیعت کے احوال میں تحریر فرماتے ہیں:

> "مولوی محمد فضل الدین نے سیال شریف حاضر ہو کر اس شرط پر بیعت کیلئے عرض کیا کہ ہاتھ دیتے ہی ذوق وشوق طبیعت میں پیدا ہو جائے کچھ ردو کد کے بعد یہ درخواست منظور ہوئی، تو ان کی حالت بھی دگرگوں ہوئی۔ ذوق سے مستی اور مستی سے وارفتگی پیدا ہوئی۔ آخر رندانہ مشرب پر آٹھہرے لیکن شریعت کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پایا۔" (۷۹)

خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہٗ کے جن خلفاء نے شریعت وطریقت اور علم و فضل میں بلند نام اور رفیع مقام پایا، اُن میں ایک بڑا نام آپ کا بھی ہے۔ صاحب تحفۃ الابرار نے اس تناظر میں یہ خوبصورت جملہ رقم کیا ہے۔

> "مولانا فضل الدین صاحب مرید واعظم واکمل خلفائے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی تھے۔" (۸۰)

اپنے شیخ طریقت سے والہانہ محبت:

جو لوگ کسی اللہ والے کے در سے وابستہ ہو کر شریعت اور طریقت کی پاکیزہ راہوں پر گامزن ہوتے ہیں پھر زندگی اسی مشن کے نام کرتے ہیں، اپنے مرشد کی ہدایت اور تعلیمات اُن کا اوڑھنا بچھونا ہوتا ہے اور اُن کے شب و روز اسی تصور شیخ میں بسر ہوتے ہیں، سلوک کی زبان میں انہیں "فنافی الشیخ" کا نام دیا جاتا ہے۔ ایسے لوگ اپنے شیخ کامل سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اور ان کی پیروی میں منفرد مقام کے حامل قرار پاتے ہیں، مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی بھی ان ممتاز اور منفرد شخصیات میں ایک ہیں جنہیں اپنے شیخ کریم سے والہانہ عقیدت اور ان کے احترام و پیروی میں ایک منفرد مقام حاصل تھا اور وہ واقعتا "فنافی الشیخ" کے مرتبہ پر فائز تھے۔

آپ کئی بار اپنے وطن چاچڑ شریف سے سیال شریف پاپیادہ جذب وکیف کی حالت

میں حاضر ہوئے اور اسی حالت کیف و مستی میں واپس چاچڑ شریف تشریف لائے۔ حضرت مولانا محمد عبدالعزیز چاچڑوی فرماتے ہیں:

''مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی پر اس قدر جذب و سرور اور سوز و عشق کی مستی طاری رہتی کہ بعض دفعہ جب ہوش میں آتے تو بغیر کسی کو مطلع کئے یا کسی جگہ قیام کئے سیدھے سیال شریف جا کر دم لیتے، چلتے وقت اگر سر سے ننگے ہیں تو اسی حالت میں چل پڑتے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ آپ نے ایک پاؤں میں جوتا پہنا ہوا ہے اور دوسرے میں نہیں۔ الغرض چلتے وقت ایسی بے خودی اور کیف و مستی طاری ہو جاتی کہ اپنے تن بدن اور لباس وغیرہ کو بالکل فراموش کر دیتے۔ وہاں حاضری دے کر پھر انہی قدموں پر اسی حالت میں واپس چاچڑ شریف تشریف لاتے۔'' (۸۱)

آپ اپنے شیخ کریم سے والہانہ محبت کے جذبہ سے بار بار عقیدت و احترام سے سیال شریف حاضر ہوتے، اپنے شیخ کے خاندان کے افراد سے بے پناہ محبت کرتے، ان کا ادب و احترام کرتے اور یہ آنا جانا اس کثرت سے رہا کہ لوگ سیال شریف کو ہی آپ کا وطن جاننے لگے۔ اپنے شیخ کے صاحبزادگان سے نشست و برخاست اس انداز کی تھی کہ یوں محسوس ہوتا کہ حضرات سیالوی کا ان کے خاندان سے وہ تعلق ہے جو پیری مریدی سے گزر کر یگانگت و اخوت تک پہنچ گیا ہے۔ چنانچہ جذبات سعید کے مؤلف محترم رقمطراز ہیں:

''حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد الدین سیالوی نے بیان فرمایا کہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے زمانہ میں خوشاب کا ایک درزی حضرت خواجہ سیالوی کے لئے چار گوشہ ٹوپی تیار کر کے مولانا محمد فضل الدین چاچڑوی کے پاس چاچڑ شریف میں لایا کہ آپ تو اکثر سیال شریف حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ آئندہ جب حاضری کا اتفاق ہو تو یہ ٹوپی حضرت خواجہ سیالوی کے حضور پیش کر دینا۔

حضرت مولانا چاچڑوی اس سے صرف ایک آدھ دن ہی پہلے آستانہ پاک سے ہو کر آئے تھے۔ وہ ٹوپی مبارک مولانا نے اپنے مصلی کے سامنے کتابوں کے جزدان پر اس طرح کھول کر رکھ دی جیسے کہ حضرت خواجہ سیالوی کے سر مبارک پر پہننے کے وقت ہوتی تھی، اس کی وضع قطع اور سج دھج دیکھ کر آپ کو حضرت خواجہ سیالوی کی ٹوپی کا تصور یاد آ گیا اور جوش محبت میں کہنے لگے:

"ٹوپی کیسی ہے، ٹوپی والا کیسا ہوگا؟"

الغرض اسی جذبہ میں فرمایا! بھئی اب یہ ٹوپی بیٹھنے نہیں دیتی اور پھر اسی دن سیال شریف کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔" (٨٢)

اخلاق و عادات، لباس و خوراک:

آپ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ پاکیزہ اخلاق و اطوار کے مالک تھے اور شریعت مطہرہ کے پابند تھے۔ مؤلف تحفۃ الابرار لکھتے ہیں:

"آپ صاحب ترک و تجرید و وجد و سماع تھے اور علم ظاہری و باطنی سے آراستہ عاشق مزاج آزاد و متوکل منش تھے اور صاحب تاثیر جس کو ایک دفعہ نظر بھر کر دیکھا منکر بھی مطیع ہو گیا۔" (٨٣)

نفاست اور لطافت پسند تھے۔ کوئی حسین ترین شے نظر آ جاتی تو پہروں دیکھتے رہتے۔ باری تعالیٰ جل جلالہ کی تخلیق میں محو دید ہو کر اُسے مظہر جمال الٰہی جان کر نظریں اسی پر گاڑ دیتے۔ "فوز المقال فی خلفائے پیر سیال" کے مؤلف ذی اکرام تحریر فرماتے ہیں:

"کوئی حسین و جمیل چیز سامنے آ جاتی تو اس کی دید میں محو ہو جاتے۔ کوئی خوبصورت گھوڑا یا کوئی اور جانور نظر آ گیا تو نظریں، اسی کو مظہر جمال الٰہی سمجھ کر اس پر گڑ گئیں۔ کوئی خوبصورت درخت یا پودا دیکھ لیا تو وہیں کئی کئی گھنٹے اسے دیکھتے رہے اور لطف اٹھاتے رہے بہت

بدصورت چیز سے بھی آپ کو بہت پیار ہو جاتا۔" (۸۴)

بہت سادہ لباس زیب تن کرتے۔ آپ کی غذا اور خوراک بھی از حد کم تھی۔ گویا آپ کی اصل غذا یادِ خدا تھی۔ اللہ والے یادِ خدا میں رطب للسان رہتے ہیں یہی اُن کی غذا اور تسکین دل کی دوا ہوتی ہے۔ (۸۵)

اولاد:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو فرزند عطا فرمائے۔

۱۔ مولانا محمد نصیر الدین چاچڑوی۔

۲۔ مولانا محمد عبدالعزیز المعروف قلندر کریم چاچڑوی۔

وصال:

آپ کا وصال مبارک چاچڑ شریف میں ۷ رجب المرجب ۱۲۹۸ھ مطابق ۶ جون ۱۸۸۱ء بروز یک شنبہ بوقت اشراق ہوا۔ مادہ ہائے تاریخ وصال یہ ہے:

منظور محمدی .... مظہر حق

۱۲۹۸ھ ۱۲۹۸ھ

روضہ مبارک:

آپ کا عالی شان روضہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک خوبصورت مسجد ہے۔ مہمانوں کے لئے مکانات اور لنگر خانہ موجود ہے۔

سجادہ نشیں:

آپ کے وصال کے بعد آپ کے فرزند مولانا محمد نصیر الدین چاچڑوی سجادہ نشیں ہوئے۔ انہوں نے ۳۶ سال تک آپ کے سجادہ نشیں کے طور پر خدمات انجام دیں۔ ان کے بعد ۲۳ سال تک مولانا محمد عبدالعزیز چاچڑوی نے مسندِ سجادگی کو رونق بخشی۔ ان کے وصال کے بعد صاحبزادہ مخدوم غلام ریاض الدین صاحب چاچڑوی سجادہ مشیخیت پر جلوہ افروز ہوئے۔ (۸۶)

حضرت خواجہ محمد معظّم الدین معظّم آبادی علیہ رحمۃ الباری

ولادت:

عزت و عظمت پناہ خواجہ محمد معظم الدین رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۴۷ھ مطابق ۱۸۳۲ء معظم آباد شریف (سابقہ مرولہ) تحصیل کوٹ مومن ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ سن عیسوی کے مطابق تاریخ ولادت صوفی مخمور صاحب نے یوں کہی ہے:

جب تولّد ہوئے خواجۂ خواجگان
تھی سہانی گھڑی دلکشا نور زا
تھا یہ مصرع ملائک کے وردِ زباں
"سرورِ صادقاں، خاتم الاولیاءؒ"

۱۸۳۲ء

آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی حافظ میاں محمد یار (رحمۃ اللہ علیہ) ہے۔ آپ جید حافظ اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ (۸۷)

خاندان:

آپ کے سوانح نگاروں کی تحقیق کے مطابق آپ کا تعلق سپرا قوم سے ہے۔ یہ لوگ جھنگ اور سرگودھا کے علاقوں میں رہائش پذیر ہیں۔ سپرا قوم میں تین بزرگ نامور ولی کامل گزرے ہیں۔ ایک حضرت میاں محمد صدیق لالی جنہیں باوا صدیق حضوری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ پنجابی زبان کے زبردست شاعر تھے ان کا دیوان پروفیسر ریاض شاد (سرگودھا) نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ آپ کا مزار لالیاں کے نواحی گاؤں "میاں محمد صدیق والا" میں ہے۔ دوسرے اہم بزرگ حضرت شاہ بہلول دریائی ہیں جو حضرت شاہ بری لطیف قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ بعض مورخین کے مطابق آپ سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان شہید کے جد امجد ہیں۔ آپ کا مزار پنڈی بھٹیاں اور چنیوٹ کے درمیان "شاہ

بہلول" نامی گاؤں میں ہے۔ آپ کی اولاد کے لوگ "بہلول کے" کہلاتے ہیں۔ سپرا قوم کے تیسرے عظیم ترین بزرگ خواجہ محمد معظم الدین معظم آباد کی ہیں۔(۸۸)

خواجہ محمد معظم الدین کے آباؤ اجداد لالیاں سے نقل مکانی کر کے موضع گھنگوال نزد جھاوریاں ضلع سرگودھا میں مستقلاً سکونت پذیر ہوئے۔ یہاں مزروعہ اراضی آپ کے خاندان کے زیرِ تصرف تھی پھر وہاں سے ترکِ سکونت کر کے علاقہ کرانہ بار کے موضع مرولہ میں قیام پذیر ہوئے۔ گھنگوال میں دو کنوؤں کی آباد زمین حضرت مولانا محمد معظم الدین کے حصہ میں آئی، جسے آپ کے صاحبزادے محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دورِ سجادگی میں فروخت کر دیا تھا۔ معظم آباد شریف میں پونے چار مربعہ اراضی آپ کی میراث تھی۔(۸۹)

تعلیم:

آپ قرآنِ پاک کے حافظ اور علومِ عقلیہ ونقلیہ کے جامع تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے تذکرہ نگاروں نے آپ کو جامع علوم معقول ومنقول، حاوی فروع واصول اور حاجی الحرمین الشریفین، زائر روضۂ سید الثقلین جیسے القابات سے یاد کیا ہے، آپ کے سوانح نگار آپ کی تعلیمی زندگی کے احوال قلمبند کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "ابتداء میں مولوی صاحب بعد حفظ قرآن شریف کے چند کتب نظم درسیہ پڑھ کر خواجہ بابرکت سیالوی کی خدمت انور میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ پھر بحکم پیرو مرشد تحصیل علوم کے لئے لاہور میں آ کر مولوی غلام قادر صاحب سے چندے استفادہ علوم کرکے رام پور ہندوستان میں تشریف لے جا کر تحصیل علوم مروجہ سے فارغ ہوئے۔"(۹۰)

آپ کے تذکرہ نگاروں کا کہنا ہے کہ آپ نے ۱۸ سال کا عرصہ کمال عرق ریزی تحصیلِ علومِ دینیہ میں صرف کیا۔ پنجاب اور ہندوستان کے مختلف شہروں کی سیاحت کے دوران وقت کے اکابر علماء سے اکتسابِ فیض کیا۔

درگاہِ عالیہ معظم آباد شریف تحصیل کوٹ مومن، ضلع سرگودھا

وجہ تسمیہ: محل وقوع اور تاریخ:

معظم آباد شریف، صوبہ پنجاب کے ضلع سرگودھا کے مضافات میں واقع ہے۔ یہ علاقہ تحصیل کوٹ مومن میں آتا ہے۔ کوٹ مومن یہاں سے تقریباً ۱۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے جبکہ سرگودھا شہر کی مسافت ۲۰ کلومیٹر ہے۔ اسی راستے پر تحصیل بھلوال ہے اور غالباً یہ بستی پہلے اسی تحصیل سے منسلک تھی۔ معظم آباد شریف کا پرانا نام ''مرولہ'' ہے جسے لوگ عقیدتاً مرولہ شریف کہتے تھے۔ یہاں کے باسیوں کا خیال ہے کہ ''مرولہ'' نامی قوم یہاں آباد تھی ان کی نسبت سے یہ نام پڑ گیا۔

خانقاہِ معظمیہ کے صد سالہ عہد روحانیت پر گراں قدر تالیف **"ھو المعظم"** کے مؤلف مکرم صاحبزادہ غلام نظام الدین مرولوی مدظلہ العالی ''مرولہ کی وجہ تسمیہ'' بتاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ''مرولہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں کہ جنگل کے زمانے میں مرولہ قوم کے لوگ گوجرانوالہ کے دیہاتی علاقوں سے آ کر کرانہ بار کے اس خاص مقام پر آباد ہو گئے تھے، اُنہی کے نام سے اسے مرولہ یا مرولہ والہ یا مرولیاں والہ کہنے لگے۔ لیکن جلد ہی یہ لوگ، ایک جاودانی حسرت و افسوس کو اپنا جانشین ٹھہرا کر، عرصۂ ہستی سے اس طرح معدوم ہوئے کہ اب اُن کے قومی نام کے علاوہ یہاں اُن کی کوئی یادگار دستیاب نہیں اور نہ ہی کسی کو یہ پتہ ہے کہ وہ کہاں جا بسے۔
>
> در جستجوی ما نہ کشتی زحمت سراغ
> جائی رسیدہ ایم کہ عنقانمی رسد
>
> لیکن قیاس ہے کہ یہ لوگ شریف اور خدا ترس ہوں گے کہ اُن کا نام تو

بہر حال باقی رہ گیا ورنہ حادثاتِ زمانی کے ہوشربا تھپیڑوں میں نام کے باقی رہ جانے کی بھی آخر کیا ضمانت دی جا سکتی ہے؟

بر ایں رواق زبر جد نوشتہ اند بزر
کہ جز نکوئی اہل کرم نخواہد ماند

۱۹۰۱ء میں یہاں نہر آئی۔ جنگل کا علاقہ شاداب ہو گیا، پرُخطر بدوی زندگی میں تہذیبی عافیت اور تمدنی معاشرت کے آثار نظر آنے لگے۔ خواجہ معظم دین کے روحانی فیض سے سکونِ قلب ونظر اور دریائے جہلم کے زرخیز پانی سے روزی کی فراوانی میسر ہوئی۔ تب سے مرولیانوالہ اپنے پڑوسی قریوں میں واقعی شریف اور ممتاز ہوا۔'' (۹۱)

عظیم المرتبت صاحبزادہ غلام نظام الدین صاحب نے اس مناسبت سے ایک قطعہ بھی نظم کیا ہے لیکن اب چونکہ یہ نام سرکاری طور پر تبدیل ہو کر حضرت خواجہ محمد معظم دین رحمۃ اللہ علیہ کے نام عظمت شان کی مناسبت سے ''معظم آباد شریف'' ہو گیا ہے لہذا ہم نے خود تو یہ خوبصورت قطعہ پڑھ لیا ہے اسے یہاں نقل نہیں کر رہے۔ آپ ان کی کتاب ''ھو المعظم'' کے صفحہ نمبر ۱۳۳ پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

مرولہ شریف کا نام ''معظم آباد شریف'' کب اور کیسے بنا؟ صاحبزادہ محمد معظم الحق محمودی دامت فیوضہم نے میرے استفسار پر یہ داستان سنائی:

''ہم نے اُس وقت کے گورنر پنجاب لیفٹیننٹ جنرل غلام جیلانی کو خانقاہ شریف کی طرف سے درخواست دی اور اُن سے التجا کی کہ ہمارے واجب التعظیم بزرگ حضرت خواجہ محمد معظم دین رحمۃ اللہ علیہ کے نامِ نامی کی مناسبت سے ہمارے گاؤں کا نام مرولہ کے بجائے ''معظم آباد'' رکھا جائے۔ گورنر ہاؤس سے جواب آیا کہ اس طرح کی تبدیلی پر حکومتِ وقت کے خاصے اخراجات آتے ہیں اور حکومت کو

اس میں دلچسپی بھی نہیں۔ لہٰذا یہ درخواست قبول نہیں کی جا سکتی۔
اتفاق سے ۳ ماہ بعد خود ہی ۱۷ مارچ ۱۹۸۳ء کو گورنر غلام جیلانی صاحب کی طرف سے سرکاری چٹھی آئی اور ہماری درخواست کو قبول کر کے باقاعدہ سرکاری سطح پر ''معظم آباد'' نام رکھ دیا گیا، اُس دن سے سرکاری کاغذوں میں عوام کی زبانوں پر، اشتہاروں اور دکانوں پر ''معظم آباد'' بلکہ معظم آباد شریف کی گونج ہے اور ان شاء اللہ اب یہی نام اس نسبت اور اس کے باسیوں کو معظم و مکرم کرتا رہے گا۔'' (۹۲)

''معظم آباد'' تقریباً ۲۵ ہزار نفوس کی آبادی پر مشتمل قصبہ ہے۔ یہاں باقاعدہ یونین کونسل ہے۔ بجلی، پانی اور ٹیلیفون کی سہولت ہے۔ ضروریاتِ زندگی بآسانی دستیاب ہیں۔ گورنمنٹ ہائی اسکول گرلز اور بوائز دونوں موجود ہیں۔ زیادہ لوگ کاشت کاری کے پیشہ سے منسلک ہیں، پڑھا لکھا طبقہ بھی خاصی تعداد میں ہے، زمینیں ہموار اور زرخیز ہیں۔ گندم کثرت سے ہوتی ہے، مالٹے اور کینو کے باغات ہیں، روڈ کی تعمیر نو تیزی سے جاری ہے، یہی سڑک کوٹ مومن انٹر چینج پر موٹر وے سے منسلک کر دی جائے گی۔ سوئی گیس کی آمد آمد ہے، اس سب کے باوجود دنیا جانتی اور مانتی ہے کہ ''معظم آباد'' اعلیٰ حضرت خواجہ معظم دین رحمۃ اللہ علیہ کی بدولت ''معظم'' ہے۔

جامعہ معظمیہ۔ درگاہِ معظمیہ معظم آباد شریف (سرگودھا)

جامعہ معظمیہ درگاہِ معظمیہ سے متصل ہے۔ صاحب سجادہ حضرت خواجہ غلام حمید الدین احمد مدظلہ العالی کی سرپرستی اور آپ کے فرزندِ ارجمند صاحبزادہ محمد معظم الحق محمودی مدظلہ کی دلچسپی سے ادارہ بحمدہٖ تعالیٰ روز افزوں ترقی کر رہا ہے۔ اس کی مزید توسیع کے لئے چھ کنال قطعہ اراضی حاصل کر لیا گیا ہے۔ اس وقت شعبہ حفظ، مڈل اسکول اور شعبۂ درسِ نظامی کا نصاب رائج ہے۔

● شعبۂ حفظ:

اس شعبہ میں درج ذیل تین فاضل حفاظ فرائض تدریس انجام دے رہے ہیں۔

۱۔ حافظ غیاث احمد صاحب۔

۲۔ صاحبزادہ محمد ضیاء الحق صاحب۔

۳۔ حافظ محمد ریاض صاحب۔

طلباء درگاہ شریف کے اردگرد ترتیب سے بیٹھے پڑھتے ہیں اور اندر روضہ شریف میں حاضری دینے والا محسوس کرتا ہے کہ کلامِ حکیم کی تلاوت کی آواز آ رہی ہے۔ خوش نصیب اللہ والے ابدی آرام فرما ہیں اور طلباء تلاوتِ کلامِ باری سے ہمہ اوقات اُن کی ارواح پاک کو مسرور کر رہے ہیں۔ معظم آباد شریف اور گردونواح سے آئے ہوئے ان طلباء حفظ کے لئے جملہ ضروریات کا ادارہ کفیل ہے۔

● علومِ عصریہ:

اس شعبہ میں دو معزز اساتذہ (Teacher) کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اور مڈل تک طلباء کی تعلیم کا انتظام ہے۔

● شعبۂ درسِ نظامی:

اس شعبہ میں تنظیم المدارس (اہلسنّت) کا نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ پھر تنظیم کے تحت طلباء کو امتحان دلایا جاتا ہے۔ ادارہ کی مثالی تدریس اور حسنِ انتظام کی زندہ مثال ہے کہ یہاں کا طالب علم تنظیم المدارس کے سالانہ امتحان میں تیسری پوزیشن سے کامیاب ہوا۔

اس شعبہ میں ۳ فاضل اور فائق مدرسین تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

۱۔ صاحبزادہ محمد معظم الحق محمودیؔ:

آپ ملکِ عزیز کے مقتدر اور نامور عالم دین، بے بدل مدرس، بے مثال خطیب،

نازش بصیرت محقق و مصنف شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی دامت برکاتہم العالیہ کے شاگرد رشید ہیں اور عجیب حسن اتفاق ہے کہ خود فاضل شیخ الحدیث صاحب اپنے دور میں جامعہ معظمیہ کے طالب علم رہے ہیں۔ اور اس نسبت پر نازاں ہیں۔ صاحبزادہ محمد معظم الحق محمودی نے ۱۹۹۳ء میں دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف (سرگودھا) سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ قبل ازیں ملک کی مایۂ ناز عظیم اور قدیم دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ لاہور اور جامعہ رضویہ راولپنڈی میں زیر تعلیم رہے ہیں۔ انتہائی خلیق اور اوصاف حمیدہ کے حامل محبوب اور محمود شخصیت ہیں۔ اپنے اسلاف کے لئے قابل فخر اثاثہ اور اُن کا صدقۂ جاریہ ہیں۔ عقیدت و محبت اور ادب و احترام کا محور و مرکز ہیں۔ ظاہری و باطنی حسن و جمال اور فضل و کمال سے مالا مال ہیں۔ رب کریم و قدیر جل جلالہ اپنے رؤف و رحیم حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصدق سے انہیں علم و عمل کی عظمتوں پر فائز فرمائے اور اپنی مخلوق کو ان کے علمی و ادبی فیض سے سیراب کرے۔ (آمین) بفضلہ تعالیٰ لائق و فائق ادیب و خطیب بھی ہیں۔ سہ ماہی ''المدینہ'' کے مدیر اعلیٰ ہونے کے علاوہ کئی تالیفات کے مؤلف بھی ہیں اور اپنے ادارہ کے منتظم بھی۔

ان کے علاوہ مولانا محمد چمن زمان صاحب اور مولانا اللہ بخش صاحب درس نظامی کے اسباق پڑھاتے ہیں۔ دور دراز اور قرب و جوار کے طلباء حصول علم کے لئے اس جامعہ کا رُخ کرتے ہیں۔ ادارہ مزید وسعت علمی کے منصوبہ جات کی تکمیل کے لئے کوشاں ہے۔

خواجہ معظم دین کا روضۂ روشن ترین

خواجہ معظم الدین علیہ رحمۃ الرحیم جس حجرے میں رحمان و رحیم پروردگار جل جلالہ کی عبادت میں مگن رہتے تھے، وصال کے بعد پہلے اسی حجرے میں آپ کی تدفین کی گئی۔ ازاں بعد خواجہ محمد الدین سیالوی (ثانی غریب نواز) کے حکم سے تابوت کا صندوق نکال کر قدرے فاصلہ پر دوبارہ تدفین کی گئی۔ اب یہاں بہت خوبصورت روضہ تعمیر کیا گیا ہے اور مرجع خلائق ہے۔ ''مہر المعظم'' کے مؤلف محترم صاحبزادہ غلام نظام الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"خواجہ معظم دین مرولوی جس حجرے میں عبادت کرتے تھے اسی میں دفن کیے گئے۔ بعد میں حضرت ثانی صاحب سیالوی کے حکم سے تابوت کا صندوق وہاں سے نکال کر ذرا فاصلے پر دوبارہ اس کی تدفین کی گئی۔" (۹۳)

اس روایت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ پہلے امانتاً تدفین ہوئی اور اس کے بعد دوبارہ تدفین عمل میں آئی۔

خواجہ معظم دین رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارکہ میں ۳ قبریں ہیں۔ آپ کی مرقد انور درمیان میں ہے۔ ایک جانب آپ کے جانشیں صاحبزادہ غلام حسین معظمی کی اور دوسری طرف آپ کے پوتے صاحبزادہ سدید الدین معظمی (رحمہم اللہ اجمعین) ابدی آرام فرما ہیں۔ روضہ شریف بے حد حسین ہے۔ اس میں شیشہ کاری کے خوبصورت نمونے قابل دید بھی ہیں لائق داد بھی۔ رنگ برنگے چمکتے دمکتے شیشے نور بکھیرتے دکھائی دیتے ہیں۔ گنبد کے اندرونی حصے میں جان دو عالم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارکہ ستاروں کی مانند چمک رہے ہیں۔ بندہ نگاہ اٹھائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے، تاروں بھری رات میں نیلا فلک جگمگا رہا ہے۔ میں نے بار بار گنبد کے اس حصہ کی زیارت کی اور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات کے اسمائے گرامی کی برکات حاصل کیں۔ تینوں قبور کے ارد گرد سبتی مگر اچھی لکڑی کی ڈیزائن والی جالی ہے اور خوبصورت ہے۔ قبریں سادگی کا نمونہ ہیں۔ سبز چادروں سے ڈھکی ہیں۔ لگتا ہے ساری زندگی اپنے رب تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے خادم بہت پرسکون نیند سو رہے ہیں۔ میں پہنچا تو نماز ظہر میں گھنٹہ بھر باقی تھا۔ خانقاہ سے وابستہ محمد شاہد صاحب نے شہادت دی کہ نماز ظہر کے معاً بعد روضہ شریف کا دروازہ کھل جائے گا اور شام کے بعد تک زائرین کو زیارت کی سہولت حاصل رہے گی۔ میں نماز پڑھ کر صاحبزادہ محمد معظم الحق محمودی مدظلہ العالی سے اجازت لے کر فاتحہ شریف پڑھنے حاضر ہوا تو محترم غلام رسول صاحب مصلیٰ بچھائے ختمیں پڑھ رہے تھے۔

روضہ شریف کی اندرونی دیواروں پر اعلیٰ قسم کی خطاطی کی گئی ہے۔ قصیدہ

بردہ شریف کے اشعار طریقے اور سلیقے سے لکھے گئے ہیں۔ جگہ جگہ فارسی، پنجابی اور اُردو زبان میں رباعیاں درج ہیں ایک جگہ یہ رباعی لکھی ہے:

تو آں شہباز قصر لامکانی باشکال تعیبہا خرامی
بمن یکجرعہ از درد نہاں بخش سوز حافظ و سعدی و جامی

فرمودۂ حضرت خواجہ غلام سدید الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

انہی کا ایک مرید جب بہت جلد اپنے مرشد کی شفقتوں سے محروم ہو گیا کہ آپ وصال فرما گئے تو اس نے غم فراق میں ایک شعر کہا یہ ایک تختی پر لکھا ہے اور دروازے کی چوکھٹ پر آویزاں ہے۔

مجھ کو اپنا بنا کے چھوڑ گئے
کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے

فریاد: مفتی محمد طفیل گوندی، گجرات

ایک پنجابی رباعی خواجہ معظم دین رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی ہے۔ اور ایک موجودہ صاحب سجادہ، پیکر صبر و رضا، مرکز مہر و وفا خواجہ محمد حمید الدین احمد معظمی مدظلہ کی یہ رباعی آنے والے کو متوجہ کرتی ہے۔

نگاہ کرم ہو حمید حزیں پر یہ جاروب کش ہے ترے آستاں کا
اسے کافی ہے بس تمہارا ہی سایہ نہیں ہے یہ طالب کسی سائباں کا

(حمید الدین احمد معظمی)

روضہ شریف کی تعمیر، تاریخ تکمیل، احاطہ میں بنے حجروں کی تفصیل کا ذکر کرتے ہوئے صاحبزادہ نظام الدین مرولوی رقمطراز ہیں:

"مائی صاحبہ کے حکم سے قاضی محی الدین صاحب نے فیروز پور کے مریدین کے مشورے سے امرتسر کے مشہور معمار حافظ جمال الدین کو

بلوا کر روضہ تعمیر کرایا۔ جو پانچ سال میں مکمل ہوا۔ سانجر ضلع جھنگ کے مولوی غلام مصطفی المتخلص بہ ترک نے تاریخ تکمیل روضہ کہی ہے۔

چو بر مرقد منور یافت تعمیر
معلّی روضۂ زیبا و اعظم
ندا آمد بہ ترک از بہر تاریخ
بگو "بیں! قبۂ عالی معظم"

۰ ۳ ۳ ۱ ھ

اس کے علاوہ، روضے کے قریب ہی شمال کی جانب ایک خوبصورت جامع مسجد تعمیر کی گئی۔ درویشوں کے لئے حجرے، زائرین کے لئے مہمان خانہ، مطبخ، حرم سرا، سجادہ نشین صاحب کے لئے بیٹھک، کتب خانہ، بگھی خانہ، مویشیوں کے لے حویلی اور غلے کے لئے انبار خانہ یہ سب تعمیرات اسی دور میں ہوئیں۔" (۹۳)

مسجد واقعی بہت خوبصورت تعمیر کی گئی۔ میں نے صحن میں کھڑے ہو کر بیرونی دیوار اور ستونوں پر رنگین پیلے شیشوں کا دیدار کیا تو یہ منظر بھلا لگا۔ محراب میں شیشے کا نفیس اور عمدہ کام بھی دیکھنے کے لائق ہے۔ شاید کچھ دن پہلے ماہ ربیع الاوّل شریف کی مناسبت سے محفل کا انعقاد ہوا ہوگا کہ مسجد کو خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔

روضہ شریف میں بیٹھ کر جب بندہ تلاوت کلام پاک کی سعادت پاتا ہے یا بارگاہِ رب العالمین میں روضہ حضرت معظم دین کی برکتوں کی خیرات مانگتا ہے تو عجب سکون و سرور محسوس کرتا ہے۔ ان بخت آور لمحوں میں خطاؤں کے خیال سے آنکھیں اشکبار ہوئیں تو یوں لگا۔ گناہ دھل گئے ہیں۔ کچھ اسی طرح کی کیفیت مؤلف "فوز المقال فی خلفائے پیر سیال" حاجی محمد مرید احمد چشتی دامت برکاتہم کی حاضری کے وقت ہوئی تو آپ نے لکھا:

"مؤلف اپریل ۱۹۷۲ء کو معظم آباد شریف حاضر ہوا۔ روضہ شریف کی

حاضری کے دوران میں بہت سرور اور طمانیت قلبی حاصل ہوئی۔
حضرت صاحبزادہ غلام حمیدالدین احمد معظمی نے بہت شفقت
فرمائی۔"(۹۵)

میں صاحب سجادہ صاحبزادہ غلام حمیدالدین احمد معظمی کی شفقتوں سے حصہ نہ پا سکا کہ آپ اسی روز حرمین طیبین کے تقدس مآب سفر پر روانہ ہو چکے تھے۔ البتہ آپ کے فرزندِ دلبند صاحبزادہ محمد معظم الحق محمودی کی عنایتوں اور محبتوں کا اسیر ہو گیا۔ آپ نے قیمتی کتب اور خانقاہ شریف کے ترجمان "سہ ماہی السدید" کے خصوصی نمبر "المعظم نمبر" "السدید نمبر" کے علاوہ دستیاب مختلف شمارے، اپنی تالیفات عطا فرمائیں۔ دعاؤں سے نوازا، آپ کے حکم پر خادم محمد شاہد لاری اڈہ تک ہمراہ آیا۔ تواضع فرمائی اور میں جانے لگا تو ایسا لگا دین دنیا کی دولت پا کر جا رہا ہوں۔

رب کریم اپنے حبیب عظیم کے طفیل اس خانقاہ کے بزرگوں کے روحانی تصرفات، اُن کی برکات اور خیرات سے مالا مال فرمائے۔ آپ کی جملہ اولاد کے علم وفضل میں، صحت و سلامتی میں، فیوض، انوار اور تجلیات میں وسعتیں عطا کرے اور اس پاک در کی حاضری لجپال پیر سیال کے تصدق سے قبول و منظور فرمائے۔ (آمین)

خواجہ محمد معظم الدین کے خلفائے معروفین:

بے شمار لوگ آپ کے در سے وابستہ ہوئے اور شرف بیعت حاصل کیا۔ تذکرہ نگاروں نے آپ کے مریدین کی تعداد تین ہزار لکھی ہے۔ صاحب "فوز المقال" نے آپ کے نامور اور معروف خلفاء میں ۵ نام جبکہ صاحب "حو المعظم" نے یہ تعداد ۷ لکھی ہے۔ ان خلفائے کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ صاحبزادہ مولانا محمد حسین معظم آبادی (فرزند و اولیں جانشیں)۔

۲۔ مولانا میاں شہاب الدین فیروز پوری (بھارت)۔

۳۔ خواجہ سید نادر علی شاہ صاحب جالندھری (بھارت)۔

۴۔ میاں سراج الدین گجراتی۔ (برج آگرہ گجرات)۔

۵۔ میاں محمد عیسیٰ۔

۶۔ قاضی محی الدین صاحب۔

۷۔ پیر سید ضامن علی شاہ بیڈزوی۔ (بیڈزہ ضلع ہزارہ، یہ آپ کے صاحبزادہ کے اُستاذ بھی تھے)۔ (رحمہم اللہ اجمعین) (۹۶)

اختصار چہ

(حیاتِ معظم بیک نظر)

ولادت	:	۱۲۴۷ھ/۱۸۳۲ء۔
سال بیعت عمر ۱۳ سال	:	۱۲۶۰ھ۔
پہلا قیام سیال شریف	:	۴ سال۔
تحصیلِ علم کے لئے روانگی	:	۱۲۶۵ھ۔
عرصۂ تعلیم و سیاحت	:	۲۱ سال۔
واپسی سیال شریف	:	اواخر ماہِ شوال ۱۲۸۵ھ۔
دوسرا قیام سیال شریف	:	۱۴ سال، ۳ ماہ۔
سیال شریف سے وطن واپسی	:	۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء عمر ۵۳ سال۔
عرصہ قیام مرولہ شریف	:	۲۵ سال۔
وصال	:	۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء۔
عمر بوقت وصال	:	۷۸ سال مطابق سن ہجری۔

(بشکریہ مہر المعظم، ص ۱۲۸)

آستانۂ عالیہ معظم آباد ضلع سرگودھا سے شائع ہونے والی کتب:

- ذکرِ مجتبیٰ در نورانیتِ مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) — از حضرت غلام حمید الدین احمد۔
- حوالمعظم (خانقاہ معظمیہ کا صد سالہ عہدِ روحانیت) — صاحبزادہ غلام نظام الدین مرولوی
- ملفوظاتِ سدیدیہ — صاحبزادہ معین نظامی۔
- مکتوباتِ سدیدیہ — صاحبزادہ معظم الحق محمودیؒ۔
- حیات السدید۔ مختصر تذکرہ — صاحبزادہ معین نظامی۔
- تین طلاقوں کا مسئلہ (فتویٰ) — مرتب صاحبزادہ محمد معظم الحق محمودیؒ
- آدابِ طریقت — صاحبزادہ محمد معظم الحق محمودیؒ۔
- محبت دی محبت — صاحبزادہ محمد معظم الحق محمودی۔
- مائل بہ عطا (دعا کے موضوع پر ایمان افروز تحریر) — صاحبزادہ محمد معظم الحق محمودیؒ۔
- سہ ماہی السدید — مدیرِ اعلیٰ صاحبزادہ محمد معظم الحق محمودیؒ

(عظمتِ الوہیت، رفعتِ رسالت اور اقدارِ طریقت کا امین)

"السدید" کے خاص نمبر۔

(الف): المعظم نمبر (مئی جون ۲۰۰۳ء میں نامور اہلِ قلم کی نگارشات پر مشتمل ہے)۔

(ب): السدید نمبر۔

حضرت خواجہ مولانا محمد امین چکوڑوی

ولادت اور خاندان:

زبدۃ المتورعین خواجہ حافظ محمد امین بن حافظ نورالدین بن حافظ غلام رسول بن حافظ دین محمد بن حافظ عبداللہ (رحمہم اللہ اجمعین) چکوڑی شریف ضلع گجرات میں ۱۱۷۲ھ کو پیدا ہوئے۔

چکوڑی شریف کا یہ خاندان امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہے اور فاروقی قریشی کی اس شاخ سے تعلق رکھتا ہے جس کا نسب نامہ خواجہ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے والد گرامی حافظ نورالدین نے اپنے والد ماجد حافظ غلام رسول صاحب سے صرف ۷ سات کی عمر میں حفظ قرآن مکمل کیا۔ ازاں بعد علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے دہلی کا رُخ کیا۔ سند فراغت کے بعد چکوڑی شریف ایک عظیم درسگاہ کی بنیاد رکھی۔ آپ کا وصال ۱۲۰۲ھ کو چکوڑی شریف میں ہوا۔ (۹۷)

حصولِ علم:

باری تعالیٰ جل جلالہ نے اس خاندان پر یہ خاص احسان اور عظیم انعام فرمایا کہ ان کے کئی بزرگ کلامِ پاک کے حافظ تھے۔ آپ، آپ کے والد گرامی، آپ کے دادا محترم، اسی طرح پردادا اور پھر ان کے والد وغیرہ سب ہی حفاظ قرآن تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے والد ماجد حافظ نورالدین سے اوائل عمر میں ہی قرآنِ پاک حفظ مکمل کیا۔ حفظِ قرآن کے علاوہ علومِ دینیہ مروجہ کی تعلیم بھی والد گرامی سے حاصل کی۔ سولہ سال کی عمر میں جملہ علوم وفنون مثلاً تفسیر، فقہ، حدیث، ادب اور منطق وغیرہ سے فراغت حاصل کی۔ (۹۸)

"مرأۃ السالکین" میں ہے: علوم ظاہری اپنے والد ماجد سے تحصیل کیے۔ (۹۹)

بیعت وخلافت:

خواجہ محمد امین چکوڑی، خانوادۂ سیال شریف کے بانی شمس دوراں خواجہ شمس الدین

سیالوی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ والد گرامی انہیں سیال شریف لے گئے اُس وقت آپ کی عمر محض ۱۶ برس تھی۔ آپ کے والد گرامی سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ کچھ عرصہ بعد خواجہ سیالوی نے خلافت سے نوازا۔ آپ اُن پانچ نامور اور اکابر خلفاء میں سے ایک ہیں۔ جن پر وابستگان سیال شریف ناز کرتے ہیں۔ بے شمار خلفاء پیر سیال میں آپ کا نام اُن پانچ اعاظم خلفاء کی فہرست میں چاند کی مانند چمک رہا ہے۔ آپ کے سوانح نگار حاجی محمد مرید احمد چشتی نے "مراۃ السالکین" کے حوالہ سے آپ کی بیعت وخلافت کے احوال میں لکھا ہے:

> "ابتداء ہی میں آپ کو عبادت و ریاضت کا کمال اشتیاق تھا۔ دن رات عبادت اور یادِ الٰہی میں آپ شاغل رہا کرتے اور فقراء کی تلاش میں ہر دم سرگرم رہتے تھے۔ آخر جاذب حقیقی نے آپ کو کمال رہبری سے سیال شریف کی راہ بتلائی، تب آپ اپنے والد ماجد حضرت مولوی حافظ نورالدین نقشبندی کے ہمراہ سیال شریف پہنچ کر حضرت خواجہ سیالوی سے بیعت حاصل کر کے ریاضت شاقہ میں مصروف ہوئے۔ اور ہر سال سیال شریف میں حضرت خواجہ سیالوی پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر فائز المرام ہوتے رہے ہیں۔ آخر ۱۲۹۰ھ کو اجازت ارشاد و تلقین کی حضرت خواجہ سیالوی سے حاصل کر کے بندگان خدا کی ہدایت و تعلیم میں شب و روز مصروف ہوئے۔" (۱۰۰)

مرشدِ گرامی سے والہانہ محبت:

خواجہ حافظ محمد امین چکوڑی، اپنے مرشد طریقت، قریہ سیال شریف اور خانوادۂ سیال شریف سے بے حد عقیدت رکھتے۔ آپ کے تذکرہ نگار شہادت دیتے ہیں کہ حدود سیال شریف میں آپ نے کبھی جوتا نہیں پہنا۔ اکثر اپنے مرشد کا ذکر فرماتے اور اُن کی یاد میں مستغرق رہتے۔ آنکھیں بند کر کے تصورِ شیخ میں سر جھکائے رکھتے۔ آپ کی اولاد سے بے پناہ محبت کرتے۔ ایک بار جب مرشد گرامی کے صاحبزادے خواجہ محمد الدین سیالوی پاک پتن شریف

حضرت خواجہ مولانا محمد امین چکوڑوی

ولادت اور خاندان:

زبدۃ المتوزعین خواجہ حافظ محمد امین بن حافظ نورالدین بن حافظ غلام رسول بن حافظ دین محمد بن حافظ عبداللہ (رحمہم اللہ اجمعین) چکوڑی شریف ضلع گجرات میں ۱۲۷۰ھ کو پیدا ہوئے۔

چکوڑی شریف کا یہ خاندان امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہے اور فاروقی قریشی کی اس شاخ سے تعلق رکھتا ہے جس کا نسب نامہ خواجہ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے والد گرامی حافظ نورالدین نے اپنے والد ماجد حافظ غلام رسول صاحب سے صرف ۷ سات کی عمر میں حفظ قرآن مکمل کیا۔ ازاں بعد علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے دہلی کا رُخ کیا۔ سند فراغت کے بعد چکوڑی شریف ایک عظیم درسگاہ کی بنیاد رکھی۔ آپ کا وصال ۱۳۰۲ھ کو چکوڑی شریف میں ہوا۔ (۹۷)

حصولِ علم:

باری تعالیٰ جل جلالہ نے اس خاندان پر یہ خاص احسان اور عظیم انعام فرمایا کہ ان کے کئی بزرگ کلام پاک کے حافظ تھے۔ آپ، آپ کے والد گرامی، آپ کے دادا محترم، اسی طرح پردادا اور پھر ان کے والد وغیرہ سب ہی حفاظ قرآن تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے والد ماجد حافظ نورالدین سے اوائل عمر میں ہی قرآنِ پاک حفظ مکمل کیا۔ حفظِ قرآن کے علاوہ علومِ دینیہ مروجہ کی تعلیم بھی والد گرامی سے حاصل کی۔ سولہ سال کی عمر میں جملہ علوم وفنون مثلاً تفسیر، فقہ، حدیث، ادب اور منطق وغیرہ سے فراغت حاصل کی۔ (۹۸)

"مرآۃ السالکین" میں ہے: علوم ظاہری اپنے والد ماجد سے تحصیل کئے۔ (۹۹)

بیعت وخلافت:

خواجہ محمد امین چکوڑی، خانوادۂ سیال شریف کے بانی شمس دوراں خواجہ شمس الدین

سیالوی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ والد گرامی انہیں سیال شریف لے گئے اُس وقت آپ کی عمر محض ۱۶ برس تھی۔ آپ کے والد گرامی سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ کچھ عرصہ بعد خواجہ سیالوی نے خلافت سے نوازا۔ آپ اُن پانچ نامور اور اکابر خلفاء میں سے ایک ہیں۔ جن پر وابستگان سیال شریف ناز کرتے ہیں۔ بے شمار خلفاء پیر سیال میں آپ کا نام اُن پانچ اعاظم خلفاء کی فہرست میں چاند کی مانند چمک رہا ہے۔ آپ کے سوانح نگار حاجی محمد مرید احمد چشتی نے ''مرآۃ السالکین'' کے حوالہ سے آپ کی بیعت وخلافت کے احوال میں لکھا ہے:

> ''ابتداء ہی میں آپ کو عبادت و ریاضت کا کمال اشتیاق تھا۔ دن رات عبادت اور یاد الٰہی میں آپ شاغل رہا کرتے اور فقراء کی تلاش میں ہر دم سرگرم رہتے تھے۔ آخر جاذب حقیقی نے آپ کو کمال رہبری سے سیال شریف کی راہ بتلائی، تب آپ اپنے والد ماجد حضرت مولوی حافظ نورالدین نقشبندی کے ہمراہ سیال شریف پہنچ کر حضرت خواجہ سیالوی سے بیعت حاصل کر کے ریاضت شاقہ میں مصروف ہوئے۔ اور ہر سال سیال شریف میں حضرت خواجہ سیالوی پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر فائز المرام ہوتے رہے ہیں۔ آخر ۱۲۹۰ھ کو اجازت ارشاد و تلقین کی حضرت خواجہ سیالوی سے حاصل کر کے بندگان خدا کی ہدایت و تعلیم میں شب و روز مصروف ہوئے۔'' (۱۰۰)

مرشدِ گرامی سے والہانہ محبت:

خواجہ حافظ محمد امین چکوڑی، اپنے مرشد طریقت، قریہ سیال شریف اور خانوادۂ سیال شریف سے بے حد عقیدت رکھتے۔ آپ کے تذکرہ نگار شہادت دیتے ہیں کہ حدود سیال شریف میں آپ نے کبھی جوتا نہیں پہنا۔ اکثر اپنے مرشد کا ذکر فرماتے اور اُن کی یاد میں مستغرق رہتے۔ آنکھیں بند کر کے تصور شیخ میں سر جھکائے رکھتے۔ آپ کی اولاد سے بے پناہ محبت کرتے۔ ایک بار جب مرشد گرامی کے صاحبزادے خواجہ محمد الدین سیالوی پاک پتن شریف

سے واپس جا رہے تھے تو چکوڑی شریف آمد پر آپ کا والہانہ استقبال کیا۔ تحائف پیش کئے۔ اس نعمت پر شاداں و فرحاں رہے۔

خواجہ شمس الدین سیالوی بھی آپ پر خصوصی توجہ فرماتے۔ بہت کم عرصہ میں جب آپ کو خلافت ملی تو ایک درویش نے اس کی وجہ دریافت کی۔ خواجہ سیالوی نے فرمایا:

''برتن میں دودھ صاف تھا، میں نے دہی بنا دیا۔'' یعنی استعداد بدرجہ اتم موجود تھی۔'' (۱۰۱)

اَخلاق و کردار: عبادات و معمولات:

اللہ والوں کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ شریعت کے متبع ہوتے ہیں۔ خلق خدا پر مہربان اور اپنے مہربان پروردگار کے تابع فرمان رہ کر زندگی بسر کرتے ہیں۔ حافظ محمد امین چکوڑوی بھی ان اوصاف سے متصف اور اخلاق و کردار کی عظمتوں پر فائز تھے۔ عبادت و ریاضت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ پاکیزہ معمولات سے حیات معمور تھی۔ ''مؤلف مرآۃ السالکین'' لکھتے ہیں:

''اتباع شریعت غراء میں آپ ثابت قدم اور نہایت متقی اور پارسا ہیں۔ طہارت اور عبادت میں احتیاط کما ینبغی آپ کو ملحوظ نظر ہے۔ تجرید اور تفرید میں آپ نظیر نہیں رکھتے۔'' (۱۰۲)

اسی طرح صاحب تحفۃ الابرار کا بیان ہے کہ:

''آپ زہد و ورع و تقویٰ و مجاہدہ میں بے نظیر ہیں۔'' (۱۰۳)

آپ کا مسلک خلق خدا کی خدمت تھا۔ اللہ کے بندوں کی اصلاح اور ان کی خدمت زندگی کا مشن تھا۔

فقراء پر حد درجہ مہربان تھے۔ اہل علاقہ کی ضرورتوں اور حاجتوں کا خیال فرماتے۔ طلبہ کی سہولت اور زائرین کے آرام و آسائش کے لئے گاؤں میں شمال مشرقی سمت مکانات تعمیر کرائے، مسجد بنوائی، باغ لگوایا، کتب خانہ تعمیر کرایا، لنگر شریف کا اہتمام فرمایا۔

ہر وقت طہارت رہنے کا اہتمام فرماتے۔ تہجد کی پابندی کرتے اوراد و وظائف میں مشغول رہتے۔

قرآن پاک خوش الحانی سے پڑھتے۔ جمعۃ المبارک کا خطبہ نہایت مؤثر طریقہ پر پڑھتے۔ نماز جمعہ و عیدین میں خلق خدا اُمڈ آتی۔ بہت خوش الحاں تھے، پڑھتے تو سحر طاری کر دیتے۔ ملک محمد الدین ایڈیٹر صوفی منڈی بہاؤ الدین نے آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے درست لکھا ہے کہ:

''مولانا محمد امین صاحب چکوڑی شریف کے مشہور بزرگ تھے۔ اور شریعت و طریقت دونوں مملکتوں کے بادشاہ تھے۔'' (۱۰۴)

فروغ علم کیلئے مساعی جمیلہ:

خواجہ حافظ محمد امین چکوڑوی صرف ولی وصوفی نہ تھے عالم دین اور شیریں بیاں خطیب بھی تھے۔ درس و تدریس، وعظ و تلقین، خطبہ وارشاد، تعمیرات اور کتب خانہ کی دیکھ بھال ہر انداز سے فروغ علم کے لئے کوشاں رہے۔ اپنے عظیم والد مولانا حافظ نور الدین نقشبندی کے قائم کردہ عظیم ادارہ میں درس و تدریس اور انتظام و انصرام میں ہاتھ بٹایا۔ حاجی مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال کی جلد اول میں لکھتے ہیں:

''حصول خلافت کے بعد چکوڑی شریف میں درس و تدریس میں اپنے والد ماجد کا ہاتھ بٹانے لگے۔ مرآۃ السالکین میں ہے کہ اوراد و اشغال سے جب آپ فارغ ہوتے ہیں تو اکثر طلباء علوم کتب دینیہ شرعیہ کا سبق آپ سے پڑھ کر مستفید ہوا کرتے ہیں۔ فقراء، درویشوں اور مہمانوں کو دو وقتی طعام آپ کے لنگر سے ملتا ہے اور طلباء علم وغیرہ کی خوراک اور ضروریات کا اصراف آپ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ (۱۰۵)

اسی طرح تحفۃ الابرار میں ہے۔ باب درس و تدریس کھلا رکھتے ہیں۔ صادر و وارد کے لئے لنگر موجود ہے۔ (۱۰۶)

درس و تدریس کے علاوہ جمعۃ المبارک کا خطبہ نہایت مؤثر طریقہ پر پڑھ کر نماز جمعہ پڑھاتے۔ نماز عیدین بھی نہایت تزک و احتشام سے ہوتی تھی۔ جب بھی فرزندان توحید کا زبردست اجتماع جامع مسجد میں نہ سما سکتا تھا تو باہر جنگل میں نماز جمعہ ہوتی گویا اسلامی شہنشاہوں کا زمانہ آنکھوں سے پھر جاتا۔

آپ کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کو کتب جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔ ہر موضوع پر قیمتی اور نادر کتابیں آپ کے کتب خانے میں موجود تھیں۔ بعض قلمی مسودات بھی محفوظ تھے۔

جو کتب خانہ تعمیر کرایا۔ اسی میں رات کو عبادت بھی کرتے۔ بے شمار لوگ آپ کے علمی ذخیرہ سے مستفید ہوئے۔ آج بھی آپ کی جمع شدہ کتب اور مسودات تشنگان علوم کو سیراب کر رہے ہیں۔

خلفاء کبار:

درج ذیل حضرات آپ کے خلفاء کے طور پر معروف ہیں۔ واضح رہے کہ آپ کے سارے خلفاء عالم باعمل، شریعت مطہرہ کے پابند اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔

۱۔ خواجہ مولانا فیض رسول فاروقی قریشی۔ (چکوڑی شریف)۔
۲۔ مولانا محمد شفیق فاروقی قریشی۔ (موہیاں شریف)۔
۳۔ مولانا محمد صدیق المعروف میاں کاکو۔ (موہیاں شریف)۔
۴۔ قاضی سید ممتاز احمد لدھیانوی۔ (لدھیانہ بھارت)۔
۵۔ سید عبدالمجید شاہ۔ (دلانوالہ ضلع گجرات)۔
۶۔ سید محمد رسول شاہ۔ (حاجی چک، ضلع گجرات)۔
۷۔ سید محمد مقبول شاہ۔ (حاجی چک، ضلع گجرات)۔
۸۔ صوفی رکن الدین لاہوری۔ (لاہور)۔
۹۔ حافظ رکن الدین۔ (ہیجن کسانہ، ضلع گجرات)۔

۱۰۔ میاں محمد انور۔ (خادم خاص)۔

۱۱۔ شیخ محمد اکبر۔

۱۲۔ مولانا حافظ عبدالحق ملوانوی۔ ساکن ملوانہ تحصیل کھاریاں، گجرات۔ (۱۰۷)

وصال:

آپ کا وصال ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ / ۱۷ دسمبر ۱۹۰۷ء بروز سہ شنبہ رات کو چکوڑی شریف ضلع گجرات میں ہوا۔

سجادہ نشیں: روضہ اور عرس مبارک:

آپ کے داماد مولانا فیض رسول فاروقی قریشی آپکے وصال کے بعد آپ کی مسند پر رونق افروز ہوئے۔ موصوف عالم اور صوفی باصفا تھے۔ آپکا عالیشان روضہ انہوں نے ہی تعمیر کرایا۔ ہر سال آپکا عرس مبارک تزک واحتشام اور عقیدت واحترام سے ہوتا ہے۔ (۱۰۸)

مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت اور خاندان:

حضرت مولانا غلام قادر بھیرویؒ المعروف مولوی غلام قادر بھیرویؒ متولی و خطیب "بیگم شاہی مسجد، لاہور" ضلع سرگودھا کے مردم خیز قصبہ بھیرہ میں تقریباً ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۸۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ تذکرہ نگاروں نے آپ کا پورا نام مولانا غلام قادر بھیرویؒ بن مولانا عبدالحکیم بن مولانا جان محمد بن مولانا محمد صدیق قدس اسرارہم لکھا ہے۔ آپ قریشی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ سندھ کے باسی تھے، سیاسی انقلابات کے بعد مجبوراً ترک سکونت کر کے سندھ سے بھیرہ (سرگودھا) میں اقامت گزیں ہو گئے۔ آپ کے والد گرامی صاحب علم اور متدین انسان تھے۔ آپ کے دو حقیقی بھائی مولانا غلام حیدر قریشی اور مولانا غلام حسن قریشی کے نام سے معروف تھے یہ خاندان علم و فضل میں مشہور تھا اور خاندان کا علمی شہرہ اکناف و اطراف علاقہ میں پھیلا ہوا تھا۔ (۱۰۹)

تعلیم:

قرآن مجید اور ابتدائی کتب کی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا عبدالحکیم قریشی سے حاصل کی۔ (۱۱۰)

آپ کی تعلیم و تربیت کا تذکرہ کرتے ہوئے مؤلف "تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور" تحریر فرماتے ہیں:

> "ان دنوں مولانا غلام محی الدین بگوی (متوفی ۱۲۷۳ھ) اور مولانا احمد دین بگوی (۱۲۸۶ھ) اندرون بھاٹی دروازہ میں فقیر عزیز الدین کے مکتب میں معلم تھے۔ مولانا غلام قادر نے ان دونوں بزرگوں سے ابتدائی کتب دینیہ پڑھیں۔ کچھ عرصہ بعد دہلی کا رُخ کیا وہاں صدر الصدور مفتی صدر الدین آزردہ (متوفی ۱۲۸۵ھ) جو معقولات و

منقولات کے عالم، شاعر اور بہترین معلم کی حیثیت سے مرجع خلائق تھے، کے ہاں علوم دینیہ کے طلبہ دور و نزدیک سے کھچے چلے آ رہے تھے۔ مولانا غلام قادر بھی لاہور سے دہلی پہنچے اور پہنچتے ہی ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور اُن کے خرمن فیض سے خوشہ چینی کی۔" (۱۱۱)

علمی مقام و مرتبہ:

مولانا غلام قادر بھیروی جید عالم، ثقہ مدرس، عظیم فقیہ اور مستند مفتی تھے۔ بے حد ذہین، لائق اور فائق، راسخ العقیدہ سنی عالم دین تھے۔ زمانہ طالب علمی میں ہی آپ کے ذہن رسا اور علمی قابلیت و استعداد کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ بڑے بڑے شہرۂ آفاق علماء علمی مذاکرات کیلئے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور آپ کی باریک بینی، نکتہ سنجی اور تفقہ فی الدین میں کمال کی تعریف کرتے نہ تھکتے، ذہانت و فطانت کا عالم یہ تھا کہ ہر علم کے ایک ایک رسالہ کا متن ازبر کر لیا۔ چنانچہ آپ کو عظیم علمی القابات سے یاد کیا جاتا۔ "بیگم شاہی مسجد لاہور" کے جوار میں مزار پُرانوار پر جو کتبہ آویزاں ہے اُس پر آپ کے یہ عظیم القاب درج ہیں۔ اُستاذ العلماء، شمس الفضلاء، عمدۃ المحققین، زبدۃ العارفین، سراج السالکین، حامی سنن وغیرہ۔ (۱۱۲)

عربی اور فارسی میں دستگاہ رکھتے تھے۔ اورنٹیل کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر کے طور پر آپ کی خدمات قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ اپنے دور کے بڑے بڑے علماء آپ کی بارگاہ میں علمی پیاس بجھانے حاضر ہوتے اور اس چشمہ علم سے سیراب ہوتے۔ حکیم احمد شجاع نے اپنے ایک فاضلانہ مضمون "لاہور میں چیلسی" "نقوش لاہور" میں شائع کرایا۔ اس مضمون میں وہ علامہ غلام قادر بھیروی کی رفعت علمی کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

> "عربی اور فارسی علوم میں آپ کو وہ دستگاہ حاصل تھی کہ بڑے بڑے عالم و فاضل اُن کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتے تھے۔ میرے والد (حکیم شجاع الدین احمد مرحوم) جو اپنی زندگی کے ابتدائی زمانے میں

دہلی میں قاضی القضاۃ ہند مفتی صدرالدین سے اکتساب علم کر چکے تھے۔ عربی زبان کے فاضل اجل ہونے کے باوجود اپنی عربی اور فارسی زبان کی تصنیفات مولانا غلام قادر ہی کی دکھاتے اور ان سے اصلاح لیتے تھے، مجھے اپنے بچپن میں ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور میں نے اکثر دیکھا کہ وہ درسِ قرآن دیتے وقت بھنے ہوئے چنے اور مٹھی چباتے رہتے تھے بعد میں معلوم ہوا کہ اسی پر ان کی خوراک کا دارومدار ہے۔ ہاں میں نے یہ بھی دیکھا کہ ان کے درس و تدریس کا سلسلہ انہی لوگوں تک محدود تھا، جو علم و فضل میں منتہائے کمال کو پہنچ چکے تھے۔ بچوں کو درسِ قرآن دینے کے لئے ان کے ایک شاگرد اور مرید تھے جو قاضی جی کہلاتے تھے، اس فقیر گوشہ نشیں کو میں نے اُس زمانہ میں دیکھا جب مجھ میں ان کے علم و فضل کو پرکھنے کی استعداد نہ تھی۔ پھر بھی مجھے فخر ہے کہ اس مردِ حق آگاہ نے مجھے آغاز کلام اللہ کے وقت بسم اللہ پڑھائی۔" (۱۱۳)

بیعت وخلافت:

مولانا غلام قادر بھیروی، شمس العارفین خواجہ محمد شمس الدین سیالوی قدس سرہٗ کے مرید خاص اور خلیفۂ مجاز تھے۔ آستانہ عالیہ سیال شریف حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے اور شیخ کریم نے پہلی نظر کیمیا اثر میں دل کی دنیا منور کر دی۔ بیعت وخلافت کا یہ پاکیزہ بیان مؤلف فوز المقال کی زبان فیض ترجمان میں ملاحظہ ہو۔

"دہلی سے بھیرہ میں قیام فرما ہوئے۔ تھوڑا عرصہ ہوا تھا کہ آپ بغرض بیعت سیال شریف حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ سیالوی نے آپ کو پہلی نظر میں ہی کشف قلبی سے جانچ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک ایسی استعداد

ودیعت فرمائی ہے کہ اگر اس کی صحیح طور پر نشوونما کی گئی تو یہ جواں مہرتاباں کی طرح ایک جہان کو منور کرے گا۔ چنانچہ چند دنوں میں ہی حضرت خواجہ سیالوی نے آپ کو بیعت فرما کر ظاہری اور باطنی کمالات سے مالا مال کر دیا۔......... حضرت مولانا بھیروی کو حضرت خواجہ سیالوی سے والہانہ محبت اور عشق تھا......... یہی محبت اور عشق تھا جس کے باعث آپ نے اپنے شیخ طریقت سے گہرا تعلق پیدا کر لیا اور بالآخر آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا گیا۔" (۱۱۴)

آپ کے تذکرہ نگاروں کا کہنا ہے کہ آپ نے اپنے شیخ کے ارشادات کے مطابق خوب مجاہدے اور ریاضات کیے۔ علاوہ ازیں تواضع مستعدی اور خلوص سے اپنے شیخ کریم کی خدمت کی۔ ہر دوسرے یا تیسرے ماہ سیال شریف حاضری دیتے۔ دورانِ قیام لاہور جب کبھی بھیرہ تشریف لے جاتے تو صرف ایک رات قیام کر کے سیال شریف تشریف لے جاتے۔ اپنے شیخ کا کمال ادب کرتے اور آپ کی خدمت کے لئے ہمہ وقت کمربستہ رہتے۔ حضرت ثانی غریب نواز خواجہ محمد دین سیالوی سے بھی آپ کو بہت محبت اور عقیدت تھی۔ جب آپ تشریف لے جاتے تو مولانا بھیروی حاضر خدمت ہو کر فیض یاب ہوتے۔

فروغِ علم کیلئے مساعیٔ جمیلہ:

مولانا غلام قادر بھیروی نے درس و تدریس، وعظ و تبلیغ، تحریر و تقریر اور تالیف و تصنیف کے طور پر فروغِ علم کے لئے جو زریں خدمات انجام دیں وہ صدقۂ جاریہ کے لحاظ سے آج بھی آپ کے بلندیٔ درجات کا باعث ہیں۔ آپ کی علمی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم۔اے تحریر فرماتے ہیں:

"۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی نے دہلی کے علمی چشموں کو بند کر دیا تھا۔ مولانا غلام قادر بھیروی انہی دنوں دہلی سے لاہور تشریف لائے اور بھاٹی دروازے کے اندر "اونچی مسجد" میں وعظ فرمانا شروع کیا۔ آپ

کے جوش تبلیغ نے لاہور کی مسلمان اکثریت کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔
"بیگم شاہی مسجد" کی متولیہ مائی جیواں (مدفون گڑھی شاہو لاہور) بھی آپ کی علمی خدمات سے بہت متاثر ہوئیں۔ وہ نیک بخت بی بی مالدار تھی مگر لاولد تھی۔ مولانا کو اپنی مسجد کی خطابت کے لئے منتخب کیا جب آپ وہاں آئے تو مائی جیواں نے آپ کو اپنا متبنّیٰ قرار دیتے ہوئے مسجد کی تولیت بھی آپ کے سپرد کر دی۔" (۱۱۵)

آپ نے اس مسجد کے خطیب کے طور پر بے مثال خدمات انجام دیں۔ ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۶ء میں فقیر سید جمال الدین مرحوم رجسٹرار لاہور کے روبرو پیش ہو کر مسجد کی تولیت کا انتقال باضابطہ آپ کے نام رجسٹری کروالیا گیا۔ آپ نے اسی دوران "انجمن حنفیہ" کے قیام کا اعلان کیا۔ پھر اس انجمن کے زیر اہتمام مدرسہ قائم فرمایا۔ مسجد کی تعمیر و توسیع کا اہتمام کیا۔ اس انجمن نے "مدرسہ نعمانیہ" قائم کیا۔ جہاں نامور علماء نے علم کے دریا بہائے اور اس ادارہ کے فیض یافتگان پوری دنیا میں مانے گئے۔

آپ نے اورنٹیل کالج لاہور میں عربی مدرس کے طور پر بھی خدمات انجام دیں۔ اورنٹیل کالج کے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۸۷۹ء میں عربی کے دوئم مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۸۸۱ء میں انگریزوں کو ایک فتویٰ کی ضرورت پیش آئی جس پر علمائے حقانی نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ حکومت نے سرکاری لوگوں سے رجوع کیا مگر آپ نے جرأت ایمانی سے انکار کر دیا اور ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ (۱۱۶)

آپ نے بداعتقادی کے خلاف گویا باقاعدہ جہاد کیا۔ مدارس و مکاتب میں جلسے منعقد کئے۔ کتب تالیف کیں۔ تبلیغی دورے کئے اور خلق خدا کی اصلاح فرمائی۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں تک ہے۔ یہ پاک و ہند کی دینی و علمی دنیا میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ ایک جہاں آج بھی ان کے علمی فیضان سے تاباں و درخشاں ہے۔ تذکرہ نگاروں نے مندرجہ ذیل ۲۰ نامور تلامذہ کے اسماء ذکر کئے ہیں۔

۱۔ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری۔

۲۔ مولانا غلام حیدر قریشی پونچھوی۔

۳۔ شیخ التفسیر مولانا نبی بخش حلوائی۔ مؤلف تفسیر نبوی پنجابی۔

۴۔ مولانا محمد عالم آسی امرتسری۔ مصنف الکاویہ علی الغاویہ۔

۵۔ صوفی غلام قادر چشتی سیالوی۔

۶۔ مولانا صدرالدین ساکن کھوکھر، چکوال، پروفیسر اورنٹیل کالج، لاہور۔

۷۔ مولانا حکیم محمد یعقوب سلامت پوری، سلامت پورہ، لاہور۔

۸۔ مولانا قمرالدین سابق امام وخطیب مسجد خراسیاں، لاہور۔

۹۔ مولانا عبدالحی چشتی سیالوی۔

۱۰۔ حکیم امام بخش خصوصی معالج راجہ ریاست، گوالیار۔

۱۱۔ مولانا ضیاءالدین احمد مدنی، مدینہ منورہ۔

۱۲۔ میاں افتخار الدین باغبانپوری، باغبانپورہ، لاہور۔

۱۳۔ حکیم احمد شجاع، لاہور۔ بازار حکیماں۔

۱۴۔ حضرت مولانا محمد حمید الدین صدیقی قادری چشتی۔

۱۵۔ مولانا سید لعل شاہ دوالمیالوی۔ دوالمیال، ضلع چکوال۔

۱۶۔ مولانا مفتی غلام احمد حافظ آبادی۔

۱۷۔ مولانا قاضی ظفرالدین لاہوری، کوٹ قاضی، لاہور۔

۱۸۔ مسٹر ڈین، گورنر پنجاب۔

۱۹۔ حکیم نورالدین بھیروی۔

۲۰۔ مولانا محمد مظہر القریشی الہاشمی۔ (۱۱۷)

تصانیف:

مولانا غلام قادر بھیروی کی ساری زندگی پڑھتے پڑھاتے گزری۔ اعتقادی تربیت

اور مسلک حقہ اہلسنت کی حمایت آپ کی زندگی کا مشن رہا، اور اس میدان میں آپ نے جو کام کیا وہ بے حد اہم تھا۔ آپ کی تصانیف اصلاح احوال اور تربیت کا شاہکار ہیں۔ آپ نے بچوں کی ابتدائی تعلیم سے لے کر عمر رسیدہ مسلمانوں کے لئے کتابیں لکھیں۔ ''اسلام کی گیارہ کتابیں'' نصابی حیثیت رکھتی ہیں۔ عقائد کی اصلاح کے لئے آپ کی کتب بے حد مفید ثابت ہوئیں۔ چھوٹے چھوٹے جملوں اور آسان زبان میں اعتقاد کے اہم مسائل کو آپ نے اس انداز سے پیش کیا کہ میاں شیر محمد شرق پوری نے اپنے ارادت مندوں کو مشورہ دیا کہ مولانا بھیروی کی کتب کا مطالعہ کریں۔ ''تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور'' اور ''فوز المقال فی خلفائے پیر سیال'' میں آپ کی کتب کی فہرست اس طرح درج ہے:

۱۔ اسلام کی گیارہ کتابیں (دینی تعلیم کا بہترین نصاب)۔

۲۔ نماز حضوری نوری۔

۳۔ نماز حضوری ضروری۔

۴۔ ختمات خواجگان۔

۵۔ حقیقت انوار محمدیہ۔

۶۔ شمس الحقیقہ بجواب نور الحقیقہ (مسئلہ وحدۃ الوجود)۔

۷۔ جواہر ایمانی سر قرآنی۔

۸۔ نور ربانی فی مدح المحبوب السبحانی۔

۹۔ عکازہ در صلوٰۃ جنازہ۔

۱۰۔ شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ فی رجم الشیاطین النجدیہ۔

۱۱۔ شمس الضحیٰ فی مدح خیر الوریٰ۔

۱۲۔ فاتحہ خوانی۔

۱۳۔ مصباح الظلام۔

۱۴۔ احسن العقائد حصہ اول۔ دوم۔

۱۵۔ سیوف الابرار علی منکر جہر الاذکار، مطبوعہ مطبع مفید عام لاہور۔ ۱۳۰۱ھ۔

۱۶۔ عقائد الاخیار فی فضائل الائمۃ الاطہار در مطبع دار الخلافہ لاہور ۱۳۰۲ھ۔

۱۷۔ رسالہ حق المبین، مطبوعہ مرتضائی پریس، لاہور ۱۳۰۲ھ۔

۱۸۔ رسالہ مساۃ الجواب الصواب فی انصات المقتدی عن فاتحۃ الکتاب در جواب رسالہ فصل الخطاب فی مسئلہ فاتحۃ الکتاب۔

۱۹۔ ارشاد الحق المبین لھدایۃ الجاھل الغبین۔

۲۰۔ ناصح العباد مع نافع العباد در جواب دافع الفساد۔

۲۱۔ شعب الایمان۔

۲۲۔ رسالہ علم غیب۔

۲۳۔ رسالہ تراویح۔

۲۴۔ اسلام کا اردو قاعدہ۔ (۱۱۸)

اولاد:

آپ کے سوانح نگاروں نے آپ کی اولاد کی تعداد کے بارے میں قدر اختلاف کیا ہے۔ "تذکرۂ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور" کے مؤلف محترم کے مطابق آپ کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں جبکہ مولانا مرید احمد چشتی کی تحقیق کے مطابق آپ کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ ہم یہ نام انہی کی کتاب "فوز المقال" سے نقل کر رہے ہیں۔

۱۔ مولانا عبدالعلی قریشی۔

۲۔ مولانا رفیع الدین قریشی۔

۳۔ مولانا زین العابدین قریشی۔

۴۔ مولانا قربان محمد قریشی۔

صاحبزادے ذی علم و عمل اور صاحب کمال و جمال تھے۔

وصال:

آپ طویل عمر پا کر ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء کو لاہور میں واصل بحق ہوئے۔ نماز جنازہ تاریخی شاہی مسجد میں پڑھنے کا اہتمام کیا گیا۔ مسجد بھر چکی تو لوگ حضوری باغ میں صف بستہ ہو گئے۔ آپ کے شاگرد مولانا محمد عالم آسی امرتسری نے

''فتح فیض رب جلیل'' سے تاریخ وفات

۱۳۲۶ھ

اور

''در خلد بریں رفت قبلۂ من'' سے سن وفات نکالا۔

بیگم شاہی کے جوار میں مزار پُر انوار پر عظیم القابات پر مشتمل جو کتبہ آویزاں ہے۔ اُس پر آپ کا نام اور تاریخ وصال یوں مرقوم ہے۔

''مولانا مولوی عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ المعروف مولانا غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ قریشی، ہاشمی، چشتی، قادری، سیالوی، بھیروی ثم لاہوری قدس سرہ العزیز وصال مبارک ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء'' (۱۱۹)

کریم اور قادر پروردگار جل جلالہ اپنے بندے غلام قادر بھیروی کی خدماتِ دینیہ قبول کر کے اُن کے اُخروی درجات بلند فرمائے۔ اُن کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔ (آمین)

حضرت خواجہ میاں عبدالعزیز مکان شریف، کفری (خوشاب)

ولادت اور خاندان:

خواجہ میاں عبدالعزیز سرگودھا ڈویژن، ضلع خوشاب کے گاؤں ''کفری'' میں ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء کو پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی میاں محمد یار ہے۔ اعوان خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اس خاندان کی ایک شاخ ''شہال'' کہلاتی ہے۔ آپ کا تعلق اعوان قبیلے کی اسی برادری سے تھا۔ آباؤ اجداد کا پیشہ کاشتکاری تھا۔ آپ کا خاندان نجابت و شرافت، سخاوت، صلہ رحمی، انصاف پسندی، مہمان نوازی اور علم دوستی ایسے اوصاف سے متصف تھا۔ آپ کے ایک بھائی میاں محمد تھے، جو عمر میں آپ سے ۱۲ برس بڑے تھے۔ (۱۲۰)

مقامِ ولادت قصبہ کفری:

خواجہ میاں عبدالعزیز ''کفری'' نامی جس قصبہ میں پیدا ہوئے اور جہاں آپ اور آپ کی اولاد آباد رہے، وادیٔ سون کا ایک پُرفضا اور خوبصورت گاؤں ہے۔ چھوٹی بڑی پہاڑیوں میں گھرا یہ قصبہ ضلع خوشاب کی تحصیل نوشہرہ میں واقع ہے۔ پروفیسر محمد مسعود احمد اس کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں۔

> ''کفری کا قصبہ وادیٔ سون میں ایک صحت افزاء اور پُر منظر مقام پر نوشہرہ سے ۶ کلومیٹر مغرب کی طرف اور سکیسر (پہاڑی کی چوٹی) سے ۱۸ کلومیٹر مشرق میں واقع ہے اس قصبہ کے شمال میں ''مکان شریف'' مرجع خلائق ہے۔ اسی قصبہ کفری میں میاں عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے تھے، جنہوں نے اس عظیم روحانی مرکز کی بنیاد ڈالی تھی۔'' (۱۲۱)

وادیٔ سون، ملکِ عزیز کے پُرفضا مقامات میں سے ایک ہے۔ اس علاقہ کے ایک معروف صاحبِ علم وقلم پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی اپنے تحقیقی مقالہ ''وادیٔ سون اور صوفیائے کرام'' میں اس حسین وجمیل وادی کا تعارف اور اس کی وجہ تسمیہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دریائے سوان سے کئی میل جنوب کی طرف اور خوشاب کے چمن سے کنار جہلم کے شمال کی جانب کوہستان نمک کے سلسلے کی اوٹ میں کچھ وادیاں بن گئی ہیں۔ ان کے درمیان دو وسیع قدرتی جھیلیں (جھیل اوچھالی اور جھیل کھبکی) اور پہاڑیوں کے دامن میں اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے آس پاس تقریباً بیس تیس بستیاں آباد ہیں اس پورے علاقہ کو وادی سون سکیسر کہتے ہیں۔

وادی کے مغرب میں واقع پہاڑی دراصل سکیسر کہلاتی ہے۔ سکیسر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ بدھوں کے دور میں جھیل اوچھالی کا یہی نام تھا۔ یہ نام دو لفظوں سے مل کر بنا ہے۔ ساکی یعنی ساکیہ قبیلے کا ساکی منی گوتم اور سر یعنی تالاب گویا گوتم بدھ کا تالاب۔ بعد ازاں جھیل کو تو سکیسر کی بجائے جھیل اوچھالی کہنے لگے البتہ اس کے ساتھ ایستادہ سلسلہ کوہ سکیسر کہلایا۔

وادی کا نام سون کیسے پڑ گیا؟ اس کے متعلق قیاسی آراء یہ ہیں کہ اس وادی کی خوبصورتی کی وجہ سے اسے سوہن (سنسکرت میں خوبصورت معنی ہوتے ہیں)۔ کہا جانے لگا اور تقریباً اصل تلفظ برقرار رہا کہ اب تک اسے سون کہتے ہیں۔ جس کا مطلب ہوا خوبصورت علاقہ۔ اس سے تھوڑا سا بعید قیاس یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سنسکرت میں سونے کو سورن کہتے ہیں۔ چونکہ یہ وادی زرخیز تھی اور اب تک ہے۔ ایک لحاظ سے جب اردگرد تپتے ہوئے ریگستان تھے اور زمین ذریعہ معاش بننے کی اہل نہ تھی تو یہاں کی زمین سونا اگلتی تھی شاید اس بناء پر اسے پہلے سورن (سونا) اور بعد ازاں ''ر'' حذف کر کے سون کہا جانے لگا۔

یہ وادی جیسا کہ اس کے آثارِ قدیمہ سے ظاہر ہے، کئی تہذیبوں اور ثقافتوں کی وارث ہے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اب تک اُجڑی ہوئی

بستیوں کے نشانات، حتیٰ کہ ان کے در و دیوار اور گلیاں موجود ہیں۔

آگ بجھی ہوئی ادھر، ٹوٹی ہوئی طناب ادھر
جانے اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں

اس مختصر سی وادی میں پتھر، لوہے اور بعد کے بھی ادوار کے لوگوں کے آثار ملتے ہیں۔ (۱۴۲)

اس خوبصورت اور تاریخی وادی کے ایک سو سالہ بزرگ ملک محمد سرور اعوانؒ نے حال ہی میں "وادئ سون کی تاریخ" نامی کتاب لکھی جسے لوک ورثہ اسلام آباد نے شائع کیا اور مصنف کو اسلام آباد مدعو کر کے اس کی تقریب تعارف کا اہتمام کیا۔ راقم الحروف اپنے رہبر ملک محبوب الرسول قادریؒ کے ہمراہ نوشہرہ میں اس بزرگ سے ملا، غضب کے حافظ والا نحیف و ناتواں ملک سرور اعوانؒ کئی کتابوں کا مؤلف ہے اور اس وادی سے متعلق بے شمار واقعات کا چشم دید گواہ ہے۔ (۱۴۳)

تعلیم و تربیت:

خواجہ میاں عبدالعزیز نے قرآن پاک کی تعلیم وادئ سون کے ایک معروف قصبہ "سکھر ال" میں حاصل کی۔ آپ کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ ہر روز صبح سبق پڑھنے آپ اپنے گاؤں "کفری" سے سکھرال جاتے، دوپہر کو واپس آ کر کاشتکاری میں والد صاحب کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ قرآن کریم حفظ کرنے کا اتنا شوق تھا کہ کام کاج میں بھی سبق یاد کرتے رہتے۔ (۱۴۴)

تذکرہ نگاروں نے آپ کی تعلیم و تربیت کا حال لکھتے ہوئے اختصار سے کام لیا ہے۔ حاجی محمد مرید احمد چشتی نے اپنی ضخیم تالیف "فوز المقال فی خلفائے پیر سیال" میں اس عنوان سے صرف ایک سطر یوں تحریر کی ہے:

"آپ نے قرآن مجید کی تعلیم سکھرال میں حاصل کی اور دیگر علوم متداولہ کی تکمیل بھی کی۔" (۱۴۵)

تذکرہ نگاروں کی نگارشات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے حفظِ قرآن کے علاوہ علومِ دینیہ کی تکمیل بھی کی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد کا یہ جملہ اسی جانب دلالت کرتا ہے۔

''حضرت میاں عبدالعزیز جب دینی علوم کی تکمیل کر چکے تو مرشد کامل کی جستجو میں سیال شریف پہنچے۔''(۱۲۶)

اولاد:

آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادے کا ذکر ملتا ہے۔ صاحبزادے کا نام ''میاں عبدالحمید'' ہے۔ یہ اکلوتا صاحبزادہ ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوا۔ ولادت سے پہلے میاں عبدالعزیز نے ایک خواب دیکھا۔ ان کی ملاقات ایک بزرگ سے ہوئی جنہوں نے انہیں ایک آئینہ دکھایا جس کے چاروں کونوں پر چار بزرگوں کے نام لکھے تھے۔ اس بزرگ نے میاں صاحب سے فرمایا۔ اللہ کریم تمہیں ایک فرزند عطا فرمائے گا جو ان بزرگوں (جن کے نام آئینہ پر لکھے تھے) کے سلسلہ کو آگے بڑھائے گا۔ غالباً وہ چار بزرگ مشائخ چشت میں سے تھے۔ یہی صاحبزادہ آپ کا جانشین بنا اور آپ کے مشن کو آگے بڑھانے میں ان کا کردار مثالی رہا۔ (۱۲۷)

سیال شریف حاضری اور بیعت:

تعلیم کی تکمیل ہوگئی تو دل میں مرشد کی تلاش کا جذبہ موجزن ہو گیا۔ تلاشِ مرشد میں سیال شریف پہنچے اور خواجہ سلیماں تونسوی کے خلیفۂ اجل خواجہ شمس الدین سیالوی کے دامن سے وابستہ ہو کر منزلِ مراد پا گئے۔ اس حاضری اور بیعت اور اپنے شیخ سے والہانہ محبت کا احوال حاجی محمد مرید احمد چشتی نے اس خوبصورت انداز سے بیان کیا ہے:

''تعلیم سے فراغت کے بعد مرشد کی تلاش و جستجو میں سیال شریف حاضر ہوئے، دوپہر کا وقت تھا، حضرت خواجہ سیالوی مصلی پر دراز تھے۔ بیعت ہو کر آپ کی غلامی کا طوق اپنی گردن میں سجا لیا، کچھ عرصہ

سیال شریف قیام فرمایا بعد ازاں اپنے وطن مالوف کفری لوٹ آئے۔
آپ اکثر برہنہ پا سیال شریف حاضری دیتے، سیال شریف جانے
کے دن قریب آتے تو آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔
ادب و نیاز کا یہ عالم تھا کہ سیال شریف سے جب واپس ہوتے تو اس
اہتمام سے چلتے کہ پشت سیال شریف کی طرف نہ ہو۔" (۱۲۸)

عطائے خلافت:

خانوادۂ سیال شریف کے بانی خواجہ شمس الدین سیالوی کے خلفاء میں اور آپ کے قائم کردہ روحانی مراکز میں خانقاہ مکان شریف، کفری، خوشاب کے بانی میاں عبدالعزیز کا نام معروف ہے۔ آپ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کو خلافت کی اہم ذمہ داری سونپنے سے پہلے خواجہ شمس العارفین نے اپنا ایک درویش کفری بھیجا کہ وہ وہاں خانقاہ کے قیام کے لئے حالات کا جائزہ لیں چنانچہ مؤلف فوز المقال لکھتے ہیں:

"آپ شیخ کامل کی خدمت معلیٰ میں حاضری دیتے رہے۔ مفوضہ اوراد و وظائف کی بجا آوری بڑی تندہی اور جانفشانی سے کی۔ مختلف قسم کے مجاہدات و ریاضات کئے۔ حضرت خواجہ سیالوی نے آپ کے امتحان کیلئے اپنے ایک درویش فقیر عبداللہ سبز پوش (مدفون معظم آباد شریف) کو کفری روانہ فرمایا۔ فقیر عبداللہ آپ کی اپنے شیخ طریقت سے محبت اور انتہائی نیازمندی دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ حضرت خواجہ سیالوی کی خدمت بابرکت میں آپ کی کامیابی کی رپورٹ پیش کی اور جب آپ سیال شریف حاضر ہوئے تو خرقہ خلافت عطا ہوا۔" (۱۲۹)

امیر السالکین پیر امیر شاہ صاحب بھیرہ، ضلع سرگودھا

ولادت اور خاندان:

امیر السالکین پیر امیر شاہ بھیروی بن پیر شاہ بن شمس الدین بن عبداللہ شاہ بن محمد غوث بھیروی (رحمہم اللہ الباری) بمقام بھیرہ شریف، تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا (پنجاب) میں تقریباً ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۴۰ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرۂ نسب شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ حضرت بہاؤ الدین ملتانی کے خاندان کے ایک باکمال شخص دیوان پیر فتح شاہ آج سے تقریباً تین صدیاں پہلے بھیرہ شریف تشریف فرما ہوئے اور اپنی مسیحا نفسی سے ہزاروں مردہ دلوں کو حیات جاوید عطا فرمائی۔ آپ کی اولاد میں بڑے بڑے برگزیدہ اور خدا رسیدہ اولیاء پیدا ہوئے۔ امیر السالکین پیر امیر شاہ بھیروی اسی سنہری سلسلے کی کڑی ہیں۔ (۱۳۰)

مؤلف "جمال کرم" آپ کے خاندانی پس منظر کا تاریخی جائزہ لیتے ہوئے ایک مقام پر رقمطراز ہیں:

> "حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے ہزاروں کی تعداد میں ایسے افراد پیدا ہوئے جنہوں نے نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ قرب و جوار کے جزیروں میں بھی رہائش پذیر بھٹکے ہوئے انسانوں کو اسلامی اقدار سے روشناس کرایا۔ مسلم معاشرہ کی تشکیل، تعلیم و تربیت اور اصلاحی سرگرمیوں کے سلسلہ میں آپ کے خانوادہ کی خدمات تاریخ اسلامی کا جلی عنوان ہیں۔
>
> ملتان شریف سے ہجرت کر کے جو بزرگ تبلیغی سرگرمیوں کے سلسلہ میں اطراف و اکناف کی طرف مائل ہوئے ان میں سے ایک بزرگ شمس الدین لاہوری بھی ہیں۔ آپ کی اولاد پہلے لاہور میں اقامت گزیں

رہی پھر آپ کے خاندان کے ایک جلیل القدر بزرگ حضرت دیوان شیخ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے چند اعزہ و اقارب سمیت بھیرہ شریف پہنچے...... تاریخی روایات اور شجرہ ہائے نسب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس قافلہ میں حضرت شیخ شمس الدین لاہوری کی اولاد میں سے حضرت شیخ محمد غوث بھی شامل تھے کیونکہ آپ کے نام کے ساتھ ساکن بھیرہ آتا ہے۔ حضرت شیخ محمد غوث کی چوتھی پشت سے حضرت پیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر امیر السالکین حضرت پیر امیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔" (۱۳۱)

تعلیم و تربیت اور حسنِ سیرت و صورت:

آپ کے سوانح نگار اس امر پر متفق ہیں کہ آپ والدین کی اکلوتی اولاد تھے۔ اور یہ کہ صرف دس برس کی عمر میں والد گرامی پیر شاہ بن شمس الدین وصال فرما گئے۔ والدۂ مکرمہ نے جو اکلوتے بیٹے کا واحد سہارا تھیں، تعلیم و تربیت کی ذمہ داریاں پوری کیں۔ آپ نے قرآن پاک کی تعلیم اور دیگر علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل بھیرہ شریف ضلع سرگودھا میں کی۔ (۱۳۲)

زمانہ طفولیت ہی میں آپ کا رجحان یادِ الٰہی اور رب تعالیٰ کی بندگی کی طرف تھا۔ تذکرہ نگاروں کا کہنا ہے کہ آپ قرآن کریم کی تعلیم کے سلسلہ میں خانوادہ غوث اعظم کے چشم و چراغ پیر بہادر شاہ صاحب کے درس سے منسلک ہو گئے تھے، جنہوں نے آپ پر بے حد شفقت فرمائی۔ مالی مشکلات میں بھی مدد دی اور روحانی فیوض و برکات سے بھی سرفراز کیا۔

کریم اور رحیم مولیٰ جل و علا نے آپ کو حسن ظاہری و باطنی سے بڑی فیاضی کے ساتھ نوازا تھا۔ مؤلف "فوز المقال" آپ کے حسن و جمال کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے امیر السالکین کو حسن سیرت کے ساتھ ساتھ حسن صورت سے بھی خوب نوازا تھا۔ آپ کا قد درمیانہ، جسم دبلا، چہرہ

کشادہ اور گل گلاب سے زیادہ شگفتہ اور شاداب تھا جسے صوری اور
معنوی دلفریبیوں نے نظارہ گاہ عالم بنا دیا تھا۔ آپ ہمیشہ سفید لباس
زیب تن فرماتے جو سادگی میں اپنی مثال آپ ہوتا تھا۔" (۱۳۳)

راقم نے آپ کے پوتے اور خانقاہ امیر السالکین کے تیسرے صاحب سجادہ پیر محمد کرم شاہ بن پیر محمد شاہ بن پیر امیر شاہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) کی بارہا زیارت کی۔ سفید لباس میں ملبوس آپ کا چہرہ آفتاب سے زیادہ روشن دکھائی دیتا۔ گلابی لبوں پہ مسکراہٹ کھیل رہی ہوتی اور کشادہ جبیں سجدہ ریزیوں کی گواہی دیتی نظر آتی۔ لگتا ہے فیاض قدرت نے اس خاندان کو ظاہری و باطنی حسن و جمال میں کمال بخشا تھا۔ اس حسن کے ساتھ علمی اور روحانی فیض کا دریا بھی جاری ہے اور بقول پروفیسر احمد بخش صاحب کہ:

"کرم کی گھٹا دل کھول کر برسی اور اتنی برسی کہ آج تک "فیضانِ کرم"
جاری ہے۔" (۱۳۴)

بیعت و خلافت:

امیر السالکین کا سارا خاندان، خانوادۂ سیال شریف کا ارادت مند ہے۔ آپ اس خانوادہ کے بانی خواجہ محمد شمس الدین سیالوی علیہ رحمۃ الباری کے معروف خلفاء میں سے ایک ہیں، آپ کے صاحبزادہ اور جانشیں خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کے مرید و خلیفہ ہیں جبکہ آپ کے پوتے اور آپ کی خانقاہ کے تیسرے صاحب سجادہ عالمی سطح پر شہرت یافتہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، اس خانوادہ کے چوتھے صاحب سجادہ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کے خلیفہ اعظم ہیں۔ اس طرح آپ کا سارا گھرانہ سیال شریف کا فیض یافتہ ہے۔

آپ کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ امیر السالکین کسی اللہ والے کی تلاش میں کئی درباروں پر حاضر ہوئے۔ بالآخر اسی تلاش میں ایک روز سیال شریف پہنچے اور پھر دل و جاں سے اسی آستاں کے ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ پروفیسر حافظ احمد بخش صاحب "روحانی ترقی" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں:

''آپ نے روحانی مدارج طے کرتے ہوئے متعدد درباروں پر حاضری دی۔ مختلف مقامات پر چلہ کشی کی، کئی جلیل القدر ہستیوں سے میل ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔ ان میں حضرت میاں غلام رسول صاحب مخدوم ساکن لنگر مخدوم کا تذکرہ کثرت سے آتا ہے۔ آپ کو میاں صاحب سے اور میاں صاحب کو آپ سے حد درجہ پیار تھا۔ سیال شریف حاضری اس روحانی سفر کا نقطۂ عروج ثابت ہوئی، پھر آپ اسی در کے ہو گئے۔'' (۱۳۵)

اور اس در سے وابستگی اور عطائے خلافت کا بیان مؤلف ''فوز المقال'' اس شان سے بیان کرتے ہیں:

''جب قدرت کی کرم گستریوں نے سیال شریف کے مقدس خطہ کو مہبط انوار بنا دیا اور قطب العارفین حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی نے بادہ نوشان توحید کو صلائے عام دی اور اس ساقی میخانہ وحدت کے جود وکرم کی دھوم مچی۔ اطراف و اکناف سے طالبانِ حق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور آپ کی شمع جمال پر پروانہ وار نثار ہونے لگے تو طالع بیدار نے آپ کی رہنمائی کی اور اس پاک خطہ میں پہنچا دیا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین نے شرف بیعت بھی بخشا اور خلعت خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ بقیہ عمر سیال شریف کے راستے پر ہی بسر ہوئی اور اس خسرو اقلیم فقر نے بھی ہمیشہ اپنی گوناں گوں عنایات سے بہرہ اندوز فرمایا۔'' (۱۳۶)

اخلاق و کردار کی عظمتیں:

آپ کے سوانح نگاروں نے آپ کے اخلاق و اطوار کی عظمتوں اور عبادت و ریاضت کی رفعتوں کو خاص طور پر بیان کیا ہے۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری تحریر کرتے ہیں کہ:

"قدرت نے آپ کو ابتداء ہی سے ذوق عرفاں سے سرفراز فرمایا تھا۔
سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیا اور تا عمر یہ سلسلہ
جاری رہا۔ شریعت مطہرہ کی سختی سے پابندی کرتے، فرائض تو کجا
نوافل کی ادائیگی میں بھی تساہل نہ کرتے۔ مریدین کو اتباع شریعت کا
تاکیدی حکم فرماتے۔" (۱۳۷)

مؤلف "فوز المقال فی خلفائے پیر سیال" آپ کے احوال بیان کرتے ہوئے "اخلاق و اطوار" کے عنوان سے رقمطراز ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن خصائل حمیدہ اور کمالات جمیلہ سے سرفراز
فرمایا اور خلق عظیم سے جو حظ وافر بخشا تھا اس کا احاطہ یہاں آسان
نہیں۔ آپ دن بھر روزہ رکھتے، عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد دریائے
جہلم کے کنارے پر رات بسر کرتے۔ ہر شب اللہ تعالیٰ کی یاد میں
سحر آشنا ہوتی۔ گرمی کا موسم ہو یا سردی کا یا طوفان باد و باراں ہو، سفر کی
حالت میں بھی آپ نے شاید ہی کبھی اس معمول کو ترک کیا ہو۔ دسمبر اور
جنوری کی طویل اور ٹھنڈی راتیں دریا کے کنارے پر ہی بیت جاتیں۔
کوئی حجرہ یا چھتر آپ نے نہیں بنوایا تھا۔ ایک سرکنڈے کی اوٹ میں
بیٹھ کر اللہ اللہ کیا کرتے۔ نہ گرمی کی پروا اور نہ سردی کا اندیشہ۔ سوز محبت
اور گداز عشق جن کو بخشا جاتا ہے عالم اسباب سے ان کی بے نیازی اور
مشاہدۂ حق میں ان کے استغراق کا یہی عالم ہوتا ہے۔
غریبوں سے محبت، مسافروں کی خاطر مدارات، ہمسایوں کا خیال،
بچوں سے پیار، آپ کی عادت مبارکہ تھی۔ عصر کے بعد جب آپ
کے دریا پر جانے کا وقت ہوتا تو محلّے کے بچے راہ گزر پر جمع ہو جاتے۔
آپ کو دیکھتے تو باوا جی باوا جی کہتے ہوئے دوڑ کر آتے اور ٹانگوں سے
لپٹ جاتے۔ آپ ان کے سر پر دست شفقت پھیرتے اور انہیں

دعائیں دیتے۔" (۱۳۸)

معروف صحافی اور "آزادی کی ان کہی داستان" کے مؤلف گل محمد فیضی اپنی کتاب "ابرِ کرم" میں لکھتے ہیں:

"آپ نے ساری زندگی خلقِ خدا کی اصلاح اور مریدین کے تزکیۂ نفس اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کا شوق دلانے میں بسر کی۔" (۱۳۹)

آپ کے اخلاق و کردار کا، شب و روز کے معمولات کا اور عبادت و ریاضت کا سب سے تفصیلی تذکرہ پروفیسر حافظ احمد بخش صاحب نے "جمال کرم" کی جلد اول کے ابتدائی صفحات میں کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"آپ نماز باجماعت کی ہمیشہ پابندی کرتے اور حلقۂ مریدین میں بھی اس کی تاکید کرتے۔ فرائض تو کجا نوافل پر بھی مواظبت آپ کی زندگی کا معمول رہا۔ زندگی بھر نفلی روزوں کا اہتمام فرمایا۔ سنتِ غیر مؤکدہ کی مواظبت کا بہت خیال رکھتے، شب بیداری اور تہجد کی ادائیگی آپ کے معمولات کا حصہ تھی، پڑوسیوں سے حسنِ سلوک آپ کا شیوہ رہا۔ مہمانوں کی خاطر مدارات میں فرحت محسوس کرتے، آپ کا دستر خواں بے حد وسیع تھا۔ غرباء کی بالخصوص دلجوئی فرماتے۔ اپنے مرشد کی بارگاہ میں عقیدت سے حاضری دیتے اور پاپیادہ سفر کرتے۔ کئی لوگ آپ کی اتباعِ شریعت اور آپ کا اخلاق و کردار دیکھ کر گناہوں سے تائب ہوتے۔ شراب کے عادی لوگ اس گناہ سے کنارہ ہو گئے اور یوں مخلوقِ خدا کی رہنمائی آپ کی زندہ کرامت ثابت ہوئی۔" (۱۴۰)

اولاد و امجاد:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین فرزند عطا فرمائے۔

۱۔ پیر صدیق شاہ بھیروی۔

۲۔ پیر محمد شاہ بھیروی (امیر جند اللہ)۔

۳۔ پیر فتح شاہ بھیروی۔

آپ نے منجھلے صاحبزادے پیر محمد شاہ بھیروی کو اپنا جانشین بنایا۔ آپ کے بعد آپ کے نامور فرزند پیر محمد کرم شاہ الازہری درگاہ امیر السالکین کے صاحب سجادہ ہوئے۔ ایک جہاں آپ کے نام، کام اور مقام سے آگاہ ہے۔ آپ کی تصانیف پوری دنیا میں قدر کی نگاہ سے دیکھی اور پڑھی جاتی ہیں۔ آپ کے قائم کردہ لاتعداد تعلیمی ادارے سارے عالم میں علم کا نور بانٹ رہے ہیں۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے بڑے فرزند پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب ان دنوں آپ کے جانشین ہیں۔

وصال:

امیر السالکین پیر امیر شاہ بھیرویؒ مدت مدید تک مخلوق خدا کی رہنمائی فرمانے اور ملت اسلامیہ کی طویل عرصہ تک اخلاقی و روحانی تربیت فرمانے کے بعد ۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۶ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۹۲۷ء بروز سہ شنبہ بھیرہ شریف میں وصال فرما گئے۔ نامور عالم دین مولانا پروفیسر اصغر علی روحی نے قطعہ تاریخ وصال اس طرح تحریر کیا۔

گرامی گوہر دریائے عرفان چراغ دودۂ نور تجلی
جناب شاہ امیر عارف حق گزیدہ مظہر اسماء حسنی
گل خنداں بستان رسالت فروغ شمع بزم اہل معنی
چو پا بیروں کشید از دار دنیا مقامے یافت در فردوس اعلیٰ

۶ ۴ ۳ ۱ ھ

یہ قطعہ آپ کے روضہ مبارک واقع بھیرہ شریف (سرگودھا) کے مشرقی دروازہ پر کندہ ہے۔ آپ کا روضہ آپ کے فرزند اور جانشین پیر محمد شاہ بھیروی نے تعمیر کرایا۔ اب اس میں آپ کی مرقد کے علاوہ آپ کے فرزند پیر محمد شاہ بھیروی اور پوتے پیر محمد کرم شاہ الازہری

کی قبور ہیں۔ یہ "خانقاہ امیر السالکین" کے نام سے معروف ہے۔ اور مرجع خلائق ہے۔ آپ کا سالانہ عرس ۸، ۹، ۱۰ جمادی الاخریٰ کو باقاعدگی کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ (۱۴۱)

عرس کے موقع پر آپ کے ارادت مند جوق در جوق شرکت کرتے ہیں۔ علمائے کرام کے خطابات کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ تربیتی نشستیں ہوتی ہیں۔ لوگوں کو شریعت و طریقت کے دروس پڑھائے جاتے ہیں۔ "دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف" کے اساتذہ اور سینکڑوں طلباء عرس کی تقریبات میں شریک ہوتے ہیں۔ دور و نزدیک سے آنے والے بندگان خدا کے لئے لنگر کا باقاعدہ انتظام کیا جاتا ہے۔

فروغ علم کیلئے مساعی:

آپ نے فروغ علم کے سلسلہ میں تبلیغی سرگرمیوں پر سب سے زیادہ توجہ دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پُر تاثیر انداز بیان سے سرفراز فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار لوگ آپ کی گفتگو سے متاثر ہو کر عملی زندگی میں کارآمد انسان بنے۔ پروفیسر حافظ احمد بخش صاحب "فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا" کے عنوان سے لکھتے ہیں

> "امیر السالکین حضرت پیر امیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سوانحی خاکہ میں اگرچہ یہ معلومات درج نہیں کہ انہوں نے قرآن کریم اور ابتدائی دینی تعلیمات کے علاوہ باقی متداول علوم مثلاً درس نظامی وغیرہ کی تکمیل کسی باقاعدہ درس گاہ سے کی ہو، البتہ یہ باتیں تواتر کے ساتھ پایہ ثبوت کو پہنچتی ہیں کہ جملہ فقہی و شرعی مسائل کے ساتھ ساتھ اسلام کے انتہائی اہم معاشرتی و اخلاقی موضوعات پر بڑی موثر گفتگو فرماتے تھے۔ کون سی وہ قوت تھی جس نے ان کے اندر یہ ملکہ پیدا کر دیا تھا اور کونسا وہ موثر ہتھیار تھا جس کے ذریعہ تھوڑی مدت میں آپ کا سلسلہ رشد و ہدایت دور دور تک پھیلتا چلا گیا۔
>
> جن علاقوں سے آپ گزرتے (سیال شریف اپنے مرشد کے آستانے

پر جاتے ہوئے) ہزاروں لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور اپنی پہلی بے مہار زندگیوں کو چھوڑ کر معرفت الٰہی کی رنگ و نور والی زندگیوں کی پناہ میں آ گئے۔ ان علاقوں کے علاوہ گوندل بار کے درجنوں گاؤں پورے کے پورے آپ کے مرید ہوئے۔ میرے اپنے گاؤں للیانی کی اکثر آبادی آپ کی مرید ہے۔ تھوڑا سا مشرق کی جانب جائیں تو دریائے چناب کے دونوں کناروں پر پنڈی بھٹیاں سے شروع ہو کر قادر آباد تک بیشتر علاقوں میں آپ ہی کے ارادت مند رہائش پذیر ہیں۔

آپ کے پھیلے ہوئے حلقہ ارادت کو آپ کے لخت جگر، غازی اسلام حضرت پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے منظم کیا اور جماعت "جنداللہ" کے ذریعہ ملکی پلیٹ فارم پر قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ یوں سمجھئے کہ امیر السالکین حضرت پیر امیر شاہ صاحب نے اس عظیم ترین علمی وفکری تحریک کی بنیادیں فراہم کیں، جو مستقبل میں پوری دنیا کے اندر اسلام کی روشنی پھیلانے والی تھی۔ امیر جنداللہ پیر محمد شاہ نے ان بنیادوں کو اوپر اٹھا کر ایک بلند و بالا محل کی صورت عطا کی اور نباض عصر ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس قصر رفیع کے بلند میناروں پر رہبری کی، ایسی قندیلیں روشن کیں جس سے زمانہ مدت دراز تک نور حاصل کرتا رہے گا۔" (۱۴۲)

حوالہ جات

۱۔ ابن منظور، علامہ، لسان العرب، ص ۸۸۳، دار لسان العرب، بیروت۔

۲۔ نعمانی، مولانا محمد عبد الرشید، لغات القرآن، ج دوم، ص ۳۱۷، جید برقی پریس دہلی، ۱۹۳۵ء۔

۳۔ بیضاوی، قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر، تفسیر البیضاوی، ص ۶۳، ایم ایچ سعید کمپنی کراچی، ۱۹۷۳ء۔

۴۔ محلی، جلال الدین سیوطی، جلال الدین، تفسیر جلالین، ص ۷، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، ۱۹۳۰ء۔

۵۔ الرازی، امام فخر الدین، التفسیر الکبیر، ج ۱، ص ۳۸۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء۔

۶۔ القرشی، اسماعیل بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۱، ص ۹۵، المکتبہ الامدادیہ مکۃ المکرمہ، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۷۔ سیوطی، علامہ جلال الدین، تاریخ الخلفاء، ص ۱۴۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، اکتوبر ۲۰۰۳ء۔

۸۔ کاظمی، علامہ سید احمد سعید، البیان مع التبیان، پہلا پارہ، ص ۹۹، کاظمی پبلی کیشنز، ملتان، نومبر ۱۹۹۳ء۔

۹۔ نعیمی، مفتی احمد یار خان، تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۲۵۰، مکتبہ اسلامیہ اردو بازار، لاہور، ۱۹۷۳ء۔

۱۰۔ سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۳۔

۱۱۔ سورۃ ص، آیت نمبر ۲۶۔

۱۲۔ محمد کرم شاہ الازہری، پیر، جسٹس، ضیاء القرآن، جلد اول، ص ۴۶/ ۴۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔

۱۳۔ الاصفہانی، العلامہ الراغب، مفردات الفاظ القرآن، ۲۹۴، دار القلم، ص ب ۵۲۳، دمشق، ۱۹۹۷ء۔

۱۴۔ سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص ۸۴۴، شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی، جنوری ۱۹۸۴ء۔

۱۵۔ نیشاپوری، امام حافظ ابو عبداللہ الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، ج ۱، ص ۹۶، دار الفکر بیروت، ۱۹۸۷ء۔

۱۶۔ حلبی، امام علی بن برہان الدین، السیرۃ الحلبیہ، ج ۳، ص ۱۷۵، دار الاشاعت کراچی، ۱۹۹۹ء۔

۱۷۔ وجدی، محمد فرید، دائرۃ معارف القرن العشرون، ج ثالث، ص ۷۶۱، المکتبۃ العلمیہ الجدیدہ، بیروت لبنان۔

۱۸۔ نظامی، پروفیسر خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، ص ۲۸۵/ ۲۸۶، مشتاق بک کارنر اردو بازار لاہور۔

۱۹۔ علوی کرمانی، سید محمد بن مبارک "میر خورد" سیر الاولیاء، ص ۲۵۳، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد ۱۳۰۲ھ۔

۲۰۔ علوی کرمانی، سید محمد بن مبارک "میر خورد" سیر الاولیاء، ص ۲۵۵، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد ۱۳۰۲ھ۔

۲۱۔ سیالوی، علامہ محمد اشرف، کوثر الخیرات لسید السادات، صفحہ ۳۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، فروری ۲۰۰۰ء۔

۲۲۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج ا، ص ۴۳، ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور، ۱۹۹۷ء۔

۲۳۔ صوفی نور عالم شمس پوری، محبات المحبوب، ص ۹۱، کارخانہ ہلالی سٹیم پریس، ساڈھورہ، ۱۳۲۷ھ۔

۲۴۔ امیر بخش، مولانا، انوار شمسیہ، ۶۱/۶۲، مکتبہ کاروان قمر، کراچی، مئی ۲۰۰۱ء۔

۲۵۔ چشتی، محمد مرید احمد، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج اول، ص ۷۷ تا ۸۰، ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۲۶۔ محمد عبد الحکیم شرف، قادری، علامہ، تذکرۂ اکابر اہلسنت، ص ۳۰۱، شبیر برادرز پبلشرز، اردو بازار لاہور، ۱۹۸۳ء۔

۲۷۔ محمد مرید احمد، چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۹۱، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۲۸۔ امیر بخش، مولانا، انوار شمسیہ المسمّٰی باسم التاریخی خطبہ چشتیہ، ص ۶۳، مکتبہ کاروان قمر، کراچی، بار دوم، مئی ۲۰۰۱ء۔

۲۹۔ قادری، محمد عبد الحکیم شرف، علامہ، تذکرۂ اکابر اہلسنت، ص ۳۰۱، شبیر برادرز پبلشرز اردو بازار، لاہور، ۱۹۸۳ء۔

۳۰۔ نظامی، خلیق احمد، پروفیسر، تاریخ مشائخ چشت، ص ۷۰۹، مطبوعہ لاہور۔

۳۱۔ امیر بخش، مولانا، انوار شمسیہ، ص ۶۱/۶۲، مکتبہ کاروان قمر، کراچی، مئی ۲۰۰۱ء۔

۳۲۔ چشتی محمد امام الدین مراۃ العاشقین، ص ۱۶۵/۱۶۶، مکی پریس، گوجرانوالہ ۱۳۱۳ھ۔

۳۳۔ قادری، محمد عبد الحکیم شرف، تذکرہ اکابر اہلسنت، ص ۳۰۱/۳۰۲، شبیر برادرز پبلشرز اردو بازار لاہور، ۱۹۸۳ء۔

۳۴۔ قاری، محمد عبدالحکیم شرف، تذکرہ اکابر اہلسنت، ص ۳۰۱/ ۳۰۲، شبیر برادرز پبلشرز اُردو بازار لاہور، ۱۹۸۳ء۔

۳۵۔ محمد دین، ملک، ذکر حبیب، ص ۶۷۰، ادارہ حزب اللہ جلال پور شریف، بار سوم ۱۴۲۳ھ۔

۳۶۔ محمد دین، ملک، ذکر حبیب، ص ۱۳۵، ادارہ حزب اللہ جلال پور شریف، بار سوم ۱۴۲۳ھ۔

۳۷۔ محمد دین، ملک، ذکر حبیب، ص ۳۳۰، ادارہ حزب اللہ جلال پور شریف، بار سوم ۱۴۲۳ھ۔

۳۸۔ امیر بخش، مولانا، انوار شمسیہ، ص ۹۳، مکتبہ کاروان قمر، کراچی، مئی ۲۰۰۱ء۔

۳۹۔ غلام دستگیر خان، بجنود جالندھری، برکات سیال، ص ۲۳، نگینہ پریس، جالندھر ۱۳۴۳ھ۔

۴۰۔ محمد امام الدین، چشتی، مولانا، مرآۃ السالکین۔

۴۱۔ محمد دین، ملک، ذکر حبیب، ص ۹۹/ ۱۰۰، ادارہ حزب اللہ جلال پور شریف، بار سوم ۱۴۲۳ھ۔

۴۲۔ امیر بخش، مولانا، انوار شمسیہ، مکتبہ کاروان قمر، کراچی، مئی ۲۰۰۱ء۔

۴۳۔ فیض احمد فیض، مفتی علامہ مہر منیر، صفحہ ۶۱، گولڑہ شریف، اشاعت مئی ۱۹۹۱ء۔

۴۴۔ شاہ حسین گردیزی، مفتی، علامہ، تجلیات مہر انور، ص ۲۶، مکتبہ مہریہ، گولڑہ شریف، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء۔

۴۵۔ فیض احمد فیض، مفتی، علامہ، مہر منیر، ص ۶۵، مکتبہ غوثیہ اسلام آباد، مئی ۱۹۹۱ء۔

۴۶۔ فیض احمد فیض، مفتی، علامہ، مہر منیر، ص ۸۳، مکتبہ غوثیہ اسلام آباد، مئی ۱۹۹۱ء۔

۴۷۔ سید شاہ حسین گردیزی، علامہ، مفتی، مہر انور، ص ۲۷/ ۲۸، مکتبہ مہریہ، اسلام آباد۔

۴۸۔ فیض احمد فیض، مفتی، علامہ، مہر منیر، ص ۹۳، مئی ۱۹۹۸ء۔

۴۹۔ مرآۃ العاشقین، ص ۷۰۔

۵۰۔ غلام مہر علی گولڑوی، مولانا، الیواقیت المہریہ، ص ۱۳، مطبوعہ حکیم آرٹ پریس، ملتان، ۱۹۹۶ء۔

۵۱۔ مرآۃ السالکین، ص ۷۰/ ۷۱۔

۵۲۔ فیض احمد فیض، علامہ، مفتی، مہر انور، ص ۳۱۷، مکتبہ غوثیہ گولڑہ شریف۔

۵۳۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال، ج اول، ص ۱۵۴، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور، ۱۹۹۷ء۔

۵۴۔ فیض احمد فیض، علامہ، مفتی، مہر منیر، ص ۳۵۵، مکتبہ غوثیہ گولڑہ شریف۔

۵۵۔ فیض احمد فیض، علامہ، مفتی، مہر منیر، ص ۵۱۳، گولڑہ شریف، اسلام آباد، مطبوعہ ۱۹۹۱ء۔

۵۶۔ فیض احمد فیض، علامہ، مفتی، مہر منیر، ص ۵۱۳، مکتبہ گولڑہ شریف، ۱۹۹۱ء۔

۵۷۔ ایضاً ص ۵۱۶

۵۸۔ فیض احمد فیض، علامہ، مفتی، مہر منیر، ص ۲۰۷، مکتبہ مہریہ گولڑہ شریف، اسلام آباد۔

۵۹۔ سید مہر علی شاہ گولڑوی، پیر، شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح علیہ السلام، ص ۷۔۶، مکتبہ گولڑہ شریف، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء۔

۶۰۔ فیض احمد فیض، علامہ، مفتی، مہر منیر، ص ۵۱۹، مکتبہ مہریہ، گولڑہ شریف، اسلام آباد۔

۶۱۔ فیض احمد فیض، علامہ، مفتی، مہر منیر، ص ۲۵۰، مکتبہ مہریہ، گولڑہ شریف، اسلام آباد۔

۶۲۔ ایضاً ص ۵۳۰

۶۳۔ مہر علی شاہ، گولڑوی، مجدد، سیف چشتیائی، ص ث، مکتبہ مہریہ گولڑہ شریف، اسلام آباد۔

۶۴۔ فیض احمد فیض، علامہ، مفتی، مہر منیر، ص ۵۳۶۔

۶۵۔ فیض احمد فیض، علامہ، مفتی، مہر منیر، ص ۵۵۹، مطبوعہ ۱۹۹۱ء۔

۶۶۔ فیض احمد فیض، علامہ، مفتی، مہر منیر، چھٹی فصل، ص ۵۵۴، مکتبہ گولڑہ شریف، اسلام آباد۔

۶۷۔ فیض احمد فیض، علامہ، مفتی، مہر منیر، ص ۵۶۵، مکتبہ مہریہ، گولڑہ شریف، اسلام آباد۔

۶۸۔ مہر علی شاہ گولڑوی، پیر، علامہ، ہدیۃ الرسول، ص ۱۲، مطبوعہ اگست ۱۹۹۳ء، گولڑہ شریف اسلام آباد۔

۶۹۔ ایضاً ص ۱۳

۷۰۔ فیض احمد فیض، علامہ، مفتی، مہر منیر، ص ۵۹۶، گولڑہ شریف۔

۷۱۔ مہر علی شاہ، مجدد گولڑوی فتاویٰ مہریہ، ص ۱۲/۱۳، مکتبہ مہریہ گولڑہ شریف، سن طباعت جون ۱۹۹۷ء، بار چہارم۔

۷۲۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی، ملفوظات مہریہ، ص ۳، مکتبہ مہریہ، گولڑہ شریف، جون ۱۹۹۷ء۔

۷۳۔ بلال زبیری، تذکرہ علمائے جھنگ، ص ۱۳۷، مطبوعہ ساجد پرنٹنگ پریس، جھنگ، ۱۹۷۳ء۔

۷۴۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۱۳۶، اکتوبر ۱۹۹۷ء، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور۔

۷۵۔ ریاض چشتی، حیات عزیز، ص ۳۷، ایس ٹی پرنٹرز راولپنڈی، ۱۹۷۶ء۔

۷۶۔ مرزا نواب بیگ دہلوی، تحفۃ الابرار

۷۷۔ محمد الدین، ملک، ایڈیٹر صوفی، پنڈی بہاؤ الدین، ضلع گجرات۔

۷۸۔ غلام رسول مہر، مولوی، جنرل عمر حیات خان ٹوانہ کی سوانح حیات اور خاندانی پس منظر، ص ۳۰۹/۳۱۰، ۱۹۶۵ء، لاہور۔

۷۹۔ غلام دستگیر خان، برکات سیال، ص ۲۷، نگینہ پریس، جالندھر، ۱۳۴۳ھ۔

۸۰۔ مرزا نواب بیگ دہلوی، تحفۃ الابرار، ص ۱۲۸، مطبع رضوی دہلوی ۱۳۲۳ھ۔

۸۱۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۱۴۰، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور، ۱۹۹۷ء۔

۸۲۔ مولانا محمد سعید بھیروی، جذبات سعید، ص ۸۵، تعمیر پرنٹنگ پریس، راولپنڈی۔

۸۳۔ مرزا نواب بیگ دہلوی، تحفۃ الابرار، ص ۱۲۸، جلد دوم، مطبع رضوی دہلی ۱۳۲۳ھ۔

۸۴۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۱۳۶/ ۱۲۷، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور۔

۸۵۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۱۲۷، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور۔

۸۶۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج ۱، ص ۱۲۷/ ۱۲۸، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور، ۱۹۹۷ء۔

۸۷۔ غلام نظام الدین، صاحبزادہ، ضوالمعظم، ص ۱۳۱/۱۳۲، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۷۹ء۔

۸۸۔ محمد مرید احمد، چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج ۱، ص ۱۰۷، مطبوعہ اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۸۹۔ غلام نظام الدین، صاحبزادہ، ضوالمعظم، ص ۱۳۱، مطبوعہ ۱۹۷۹ء۔

۹۰۔ محمد امام الدین چشتی، مرأۃ السالکین، ص ۱۲۸۔

۹۱۔ غلام نظام الدین، مولوی، صاحبزادہ، ضوالمعظم، ص ۱۳۲/۱۳۳، اسلامک بک فاؤنڈیشن، سال اشاعت ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء، ۲۲۹، این کمن آباد، لاہور۔

۹۲۔ راقم الحروف سے ملاقات، ۱۶ رمئی ۲۰۰۵ء، بمقام درگاہ خانقاہ معظمیہ، معظم آباد، سرگودھا۔

۹۳۔ نظام الدین، صاحبزادہ، ضوالمعظم، ص ۱۷۵، اسلام بک فاؤنڈیشن، کمن آباد لاہور، سن اشاعت ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۹۴۔ نظام الدین صاحبزادہ، ضوالمعظم، ص ۱۷۵/ ۱۷۶۔

۹۵۔ محمد مرید احمد، چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج ۱، ص ۱۱۸، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور، مطبوعہ اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۹۶۔ فوز المقال، ص ۱۱۵، ضوالمعظم، ۲۲۰۔

۹۷۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج اول، ص ۱۲۰/ ۱۲۱، اکتوبر ۱۹۹۷ء، ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور۔

۹۸۔ ایضاً۔

۹۹۔ محمد امام الدین چشتی، مرآۃ السالکین، ص ۱۶۹، ۱۳۱۳ھ، میکی پریس، گوجرانوالہ۔

۱۰۰۔ محمد امام الدین چشتی، مرآۃ السالکین، ص ۱۶۹، ۱۳۱۳ھ، میکی پریس، گوجرانوالہ۔

۱۰۱۔ ظفر علی قریشی، الامین، مطبوعہ حجازی پریس لاہور، ۱۳۵۷ھ۔

۱۰۲۔ محمد امام الدین چشتی، مرآۃ السالکین، ص ۱۷۰، ۱۳۱۳ھ، میکی پریس، گوجرانوالہ۔

۱۰۳۔ مرزا بیگ دہلوی، نواب، تحفۃ الابرار، جلد دوم، ص ۱۳۹، مطبوعہ مطبع رضوی دہلی ۱۳۲۳ھ۔

۱۰۴۔ محمد الدین، ملک، ایڈیٹر صوفی بہاؤ الدین، مشاہیر اسلام، حصہ دوم۔

۱۰۵۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج اول، ص ۱۲۵، ۱۹۹۷ء، ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور۔

۱۰۶۔ مرزا بیگ دہلوی، نواب، تحفۃ الابرار، ص ۱۳۹، مطبوعہ مطبع رضوی دہلی ۱۳۲۳ھ۔

۱۰۷۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج اول، ص ۱۳۲، ۱۹۹۷ء، ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور۔

۱۰۸۔ ایضاً۔

۱۰۹۔ محمد مرید احمد، چشتی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج ا، ص ۵۹۴، مطبوعہ اکتوبر ۱۹۹۰ء۔

۱۱۰۔ ایضاً۔

۱۱۱۔ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ، علامہ، تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت، لاہور، ص ۲۲۳، مطبوعہ مئی ۱۹۸۷ء، مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور۔

۱۱۲۔ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ، علامہ، تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت، لاہور، ص ۲۳۴، مطبوعہ مئی ۱۹۸۷ء، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور۔

۱۱۳۔ احمد شجاع، حکیم، نقوش، (لاہور کا جلیسی)، ص ۳۲۔

۱۱۴۔ فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۵۹۳/۵۹۴، ج ۱

۱۱۵۔ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ، علامہ، تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت، لاہور، ص ۲۲۳، مطبوعہ مئی ۱۹۸۷ء۔

۱۱۶۔ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ، علامہ، تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت، لاہور، ص ۲۲۸، مطبوعہ مئی ۱۹۸۷ء۔

۱۱۷۔ یہ فہرست "راحۃ الخاطر نزہۃ الخواطر"، جلد ہشتم، تذکرہ اکابر اہلسنت، تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت

لاہور، گوزنی کا لعل اور فوز المقال فی خلفائے پیر سیال سے مرتب کی گئی۔ (راقم الحروف)۔

۱۱۸۔ فوز المقال، ص ۶۱۰/ ۶۱۱، تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت، لاہور، ج ص ۲۳۱۔

۱۱۹۔ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ، علامہ، تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور، ص ۲۳۲۔

۱۲۰۔ محمد مرید احمد، چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۵۰۲، ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور۔

۱۲۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، ھوالحمید، ص ۴۹، آستانہ عالیہ مکان شریف، کفری، خوشاب، رجب ۱۴۱۳ھ/ دسمبر ۱۹۹۲ء۔

۱۲۲۔ سعید احمد، پروفیسر ہمدانی، بحوالہ ''ھوالحمید'' ص ۳۷/ ۳۸، آستانہ عالیہ مکان شریف، کفری، رجب المرجب ۱۴۱۳ھ/ دسمبر ۱۹۹۲ء۔

۱۲۳۔ ذاتی مشاہدہ، مئی ۲۰۰۵ء۔

۱۲۴۔ محمد مسعود احمد، صاحبزادہ، ھوالحمید، ص ۵۱، مکتبہ آستانہ عالیہ مکان شریف، کفری، نوشہرہ، رجب ۱۴۱۳ھ/ دسمبر ۱۹۹۲ء۔

۱۲۵۔ محمد مرید احمد، حاجی، چشتی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۵۰۲، ادارہ تعلیمات اسلاف، اکتوبر، ۱۹۹۷ء۔

۱۲۶۔ محمد مسعود احمد، صاحبزادہ، ھوالحمید، ص ۵۳، مکتبہ آستانہ عالیہ مکان شریف، کفری، نوشہرہ، رجب ۱۴۱۳ھ/ دسمبر ۱۹۹۲ء۔

۱۲۷۔ ایضاً۔

۱۲۸۔ محمد مرید احمد، حاجی، چشتی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۵۰۲، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۱۲۹۔ محمد مرید احمد، حاجی، چشتی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۵۰۳، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۱۳۰۔ محمد مرید احمد، حاجی، چشتی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۳۱۹، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۱۳۱۔ احمد بخش، حافظ، پروفیسر، جمال کرم، ج اول، ص ۳۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۱۳۲۔ محمد مرید احمد، چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۳۱۹، ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۱۳۳۔ ایضاً۔ ص ۳۲۰

۱۳۴۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ جمال کرم، ص ۴۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۱۳۵۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ جمال کرم، ص ۴۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۱۳۶۔ محمد مرید احمد، چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۳۴۰، ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۱۳۷۔ محمد عبد الحکیم شرف قادری، علامہ، تذکرہ اکابر اہلسنت، ص ۹۵، شبیر برادرز پبلشرز اردو بازار، لاہور، بار دوم، ۱۹۸۳ء۔

۱۳۸۔ محمد مرید احمد، چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۳۴۰/۳۴۱، ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۱۳۹۔ فیضی، گل محمد، صحافی، ابرِ کرم، ص ۱۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، اپریل ۲۰۰۲ء۔

۱۴۰۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمال کرم، ج اول، ص ۴۳ تا ۴۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۱۴۱۔ محمد مرید احمد، چشتی، حاجی، فوز المقال، ص ۳۴۳، ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۱۴۲۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمال کرم، ج ۱، ص ۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، مارچ ۲۰۰۳ء۔

باب سوم

خانوادۂ سیال شریف کے سجادگان

باب سوم

خانوادۂ سیال شریف کے سجادگان

فصل اوّل:

حضرت خواجہ محمد الدین سیالویؒ (ثانی غریب نواز)

(خانوادۂ سیال شریف کے دوسرے صاحب سجادہ)

ولادت:

حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی ابن حضرت خواجہ شمس العارفین شمس الدین سیالویؒ ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء میں سیال شریف، تحصیل ساہیوال ضلع سرگودھا (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔(۱)

آپ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ سے چھوٹے بھائی کا نام خواجہ محمد فضل الدین سیالوی اور سب سے چھوٹے برادر کا نام خواجہ حافظ محمد شجاع الدین سیالوی (رحمہما اللہ تعالیٰ) ہے۔(۲)

''انوارِ شمسیہ'' کے مؤلف نے بھی یہی بات یوں کہی ہے:

''شمس الاقطاب کی اولاد امجاد تین فرزند ارجمند تھے۔ اول قدوۃ السالکین حضرت خواجہ محمد الدین سجادہ نشیں صاحب، دوسرا سعادت آگیں صاحبزادہ فضل الدین صاحب، تیسرا صداقت آگیں صاحبزادہ شجاع الدین صاحب۔''(۳)

تعلیم وتربیت:

ابتدائی تعلیم آستانہ عالیہ پر ہوئی۔ آپ کے والد گرامی خواجہ محمد شمس الدین سیالویؒ کے تلامذہ کی فہرست میں آپ کا نام چوتھے نمبر پر درج ہے۔ ''مؤلفِ ''فوز المقال'' تلامذہ

کے عنوان سے تحریر کرتے ہیں:

''حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے شجر علمی کے بہت سے ثمرات اور گلہائے رنگا رنگ اوراق تاریخ سے گم ہیں۔ بڑی تحقیق و جستجو کے بعد جن علماء وفضلاء کا سراغ مل سکا ان میں درج ذیل قابل ذکر ہیں:

۱۔ مولانا حافظ شیخ محمد عبدالجلیل قریشی۔

۲۔ خواجہ محمد معظم الدین معظم آبادی۔

۳۔ مولانا قاضی میاں احمد نوشہروی۔

۴۔ خواجہ محمد الدین سیالوی۔ (فہرست میں ۱۲ نام شامل ہیں)۔

ابتدائی تعلیم کے بعد والد گرامی کے حسب حکم موضع سلیانہ ضلع جھنگ کے مولانا شیخ محمد صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور وہاں سے تکمیل کے بعد بعض کتب تصوف مولانا محمد معظم الدین معظم آبادی سے پڑھیں۔ مقامات سلوک اپنے والد محترم کی بارگاہ میں طے کئے۔ انہی سے شرف بیعت حاصل کیا۔ (۴)

صورت و سیرت:

آپ کی صورت اور سیرت، فصاحت و بلاغت، قناعت و سخاوت، فراست اور لیاقت کا ایک خوبصورت نقش مؤلف ''انوار شمسیہ'' نے ان کلمات میں کھینچا ہے:

''آپ صورت اور سیرت میں شمس منیر کی تصویر تھے۔ فصاحت اور بلاغت میں خوش تقریر بے نظیر تھے۔ شریعت اور طریقت پر ثابت قدم۔ سخاوت اور مروت میں بحر کرم۔ علوم ظاہری اور باطنی میں باکمال۔ حقائق اور معارف میں بے مثال۔

آپ نے شمس دوران کی آستان پر بیٹھ کر جہاں میں فیضان کا دریا بہایا، ہزاراں تشنگاں پراگندہ حال کو رحمت کے زلال سے خوشحال کیا

اور بیکراں مفلسان بے سروسامان کو نعمت فراواں سے مالا مال کر دیا۔
مرد ماں بے پایاں آپ کی بیعت سے ممتاز ہوئے۔ بہت سالکان
آپ کے فیضان سے خلافت کے مجاز ہوئے۔ لنگر کے ضروریات میں
دریادلی سے اخراجات کرتے تھے۔ مساکینوں اور مسافروں کی خدمت
بڑی فراخ دلی سے فرماتے تھے۔ فراست اور لیاقت میں برگزیدہ
آفاق تھے۔" (۵)

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری آپ کی صورت اور سیرت کا ایک خوبصورت جملہ میں نقشہ بیان کرتے ہیں:

"آپ شکل و صورت میں اور خلق و سیرت میں اپنے والد ماجد کا
عکسِ جمیل تھے۔" (۶)

آپ کے سوانح نگار غلام دستگیر بیخود نے اپنی تالیف لطیف "اشرف الاولیاء" میں "خصائل وشمائل" کے عنوان سے آپ کا جو سراپا بیان کیا ہے۔ وہ وجد آفریں ہے، لکھتے ہیں:

"حضرت صاحب غریب نواز کے ظاہری اور باطنی انوار کو احاطہ تحریر
میں لانا دشوار اور دشوار تر ہے، ظاہری خدو خال اور رنگِ رخسار اور جسم
مبارک کی بناوٹ ہی ایسی چیزیں ہیں کہ ان کا ایک خاص معیار قائم
کرنا میری طاقت سے بالاتر ہے چہ جائیکہ باطنی لطافت و نزاکت۔۔

"نہ بہ دل قرار گیری نہ درونِ دیدہ آئی"

جسم مبارک وسیع اور فراخ اور نہایت موزوں تھا اور جائے حیرت تھی کہ
اس قدر وسیع جسم کو صرف دو چار لقمے تر و تازہ اور خوب اُبھرا ہوا رکھ
سکیں۔ اور دراصل ان بہتیرے نشانات میں سے ایک یہ بھی تھا جس پر
انسان سینکڑوں کرامات قربان کر دے۔ پیشانی فراخ، اُبھری ہوئی اور
خوب روشن، ابرو تو واقعی سجدہ گاہ عارفاں ہی تھے۔ قامت نہایت

موزوں، نہ بہت بلند نہ پست، میانہ مائل بہ بلندی، چہرہ مبارک آیات کبریا کی ایک آیت تھا، خندہ کشادہ اور ابھرا ہوا اور رنگ رخسار جو اکثر سپید و زرد ہو کر عشاق کو تجلیاتِ حسن ازل کی تفسیر دکھایا کرتا۔ رنگ توحید سے رنگا گیا تھا، چشمان شیر آشوب عجب دلفریب تھیں۔ اسرار عشق وحقائق ومعارف جو ہمیشہ سینہ مبارک میں کنز مخفی کی صورت سے اور لب سے گوں تک بہت کم آئے۔ بروقت اذواق واشواق آنسو بن کران نرگسیں آنکھوں سے نکلتے اور عجب نزول باران رحمت ہوتا، ان متوارے اور پیارے نین کا حال تو اس سے پوچھئے جس نے یہ تیر بلا کھائے ہوں۔''

(چشم دید گواہی کے طور پر ایک روز کے دیدار کا حال بیان کرتے ہوئے)۔

مجھے وہ دن کبھی نہیں بھولے گا جب کہ ہم صبح سویرے رخصت طلبی کے لئے حاضر ہوئے میں نے چہرہ مبارک کی طرف نظر کی، عجب لطافت اور سوز کا تماشا تھا۔ اگرچہ آپ بار بار فرما رہے تھے مجھے کچھ نظر نہیں آتا میری نظر بڑی کم ہوگئی ہے مگر وہ نگاہ ناز جو آنکھوں سے اٹھ اٹھ کر سینہ کے پار ہوتی جاتی تھی زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ میری جلوہ گاہ میں کوئی نظارہ ضرور پنہاں ہے۔

کہتی ہے عاشقوں سے سر بزم ان کی آنکھ
میری طرف نہ دیکھے کوئی، اک بلا ہوں میں

مولوی محمد سعید صاحب کو جو لطف آیا تو پکار پکار کر کہنے لگا کہ آج تیز نگاہ تو سینے کو چھیدتی جا رہی ہے۔ مولوی صاحب قبلہ فرمانے لگے'' جی ہاں وہ نگاہ تو آج سب کو کاٹتی چلی گئی ہے۔'' وہ صاف اور تیز نگاہ اب

تک میرے پیش نظر ہے اور میں یہی چاہتا ہوں کہ وہ نظر ہو اور میں
زبان بے کسی سے قیامت تک هل من مزید؟ پکارتا رہوں۔" (۷)

آپ کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے ریسرچ اسکالر ابن عبدالرحیم سیالوی اپنے مقالہ "حضرت ثانی سیالوی ایک دلنواز شخصیت" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"حسن جب تکلفات سے مبرّا ہو اور فقر جب ریا اور تصنّع سے ماورا ہو تو ان کی دلربائی و زیبائی قلب و نظر کو تڑپا کر رکھ دیتی ہے اور ان میں ایک ایسی کشش پیدا ہو جاتی ہے کہ ان کے خدنگ ناز سے دل کو بچانا مشکل ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ محمد دین سیالوی جن کو حضور ثانی سیالوی کے لقب سے جانا جاتا ہے، ایسے ہی حسن و فقر اور دلکشی و دلنوازی کی دیگر اضافی خصوصیات سے آراستہ تھے۔ فکر میں پختگی و متانت، رائے میں استواری و اصابت، شعور میں فہم و فراست، مزاج میں شگفتگی و شرافت، برتاؤ میں وضعداری و مروت، کردار میں یک رنگی و صداقت، سخاوت، رافت، محبت، عفو و درگزر اور ہر قسم کے حسن صورت و سیرت میں کمال کی بناء پر جو دلکشی و دلربائی حاصل تھی وہ کسی بھی صاحب دل کی دلبری کے لئے کافی تھی۔" (۸)

اوصافِ جمیلہ:

آپ کے سوانح نگار غلام دستگیر ہجنو آپ کی عاجزی، خاکساری اور انکساری کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"طبیعت میں انکسار بہت تھا، جب کوئی حاضر خدمت ہو کر عجز و نیاز برتتا تو آپ گردن جھکا لیتے اور حیا کے آثار صاف چہرہ مبارک سے مترشح ہوتے اور کسی حکایت کے ضمن میں بات کو طرح دے دیتے۔

عالم کی خواہ عالم دنیا ہی کیوں نہ ہو بڑی قدر کرتے۔ بہ تواضع و ادب پیش آتے۔"(۹)

بیعت و خلافت:

خواجہ محمد دین سیالوی (المعروف ثانی لاثانی) کی بیعت و خلافت کی بابت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری تحریر فرماتے ہیں:

"سپہر ولایت کے آفتاب عالمتاب کی کرنوں سے کئی سنگ خارہ رشک لعل و گوہر بن گئے۔ برصغیر کے متعدد گوشوں میں بے شمار چراغ نورافشانی کرنے لگے جن کو اس شمس نورانی نے ضیاء بار کیا تھا، آپ کے خلفاء کا شمار بہت مشکل ہے۔ ہر ایک خصوصی شان اور منفرد آن بان کا مالک تھا لیکن ان تمام خلفاء گرامی کے سردار اور اس گلدستہ معرفت کے گل سرسبز حضرت خواجہ دلنواز مولانا محمد الدین المعروف ثانی لاثانی ہیں۔ حضرت خواجہ شمس العارفین قدس سرہ کے تین فرزند تھے۔ حضرت مولانا محمد دین صاحب، حضرت صاجزادہ فضل الدین صاحب، حضرت صاجزادہ شجاع الدین صاحب۔ ان میں سب سے بڑے صاجزادے حضرت خواجہ محمد دین صاحب تھے۔ ان کی بیعت اپنے والد بزرگوار حضرت شمس العارفین سے تھی اور آپ نے ہی انکو خلافت مرحمت فرمائی تھی اور اپنی زندگی میں اپنے آستانہ عالیہ کی سجادگی کیلئے منتخب فرمادیا تھا اور حضرت پیر پٹھان کے جانشیں حضرت خواجہ کریم نے بھی اس انتخاب کی توثیق فرمادی تھی۔
اعلیٰ حضرت نے ۲۳ صفر ۱۳۰۰ ہجری کو دار فنا سے دارالبقاء کی طرف رحلت فرمائی اور حضرت کے ارشاد کے مطابق خواجہ محمد الدین صاحب مسند آرائے سیال شریف ہوئے۔ جب آپ تونسہ شریف حاضر

ہوئے تو حضرت خواجہ کریم نے حضرت کو خلعت خلافت بھی مرحمت کی اور دستار فقر و درویشی سے بھی سرفراز فرمایا۔" (۱۰)

مؤلف "انوار شمسیہ" نے آپ کے جانشیں بننے کو ایک فارسی نظم میں بیان کیا ہے۔ اس نظم کا عنوان ہے:

"بعد وصال حضرت شمس العارفین بر سجادہ طریقت نشیں حضرت خواجہ محمد الدین"

اس کا پہلا شعر یوں ہے۔ ؎

بعد حضرت خواجہ شمس العارفین　　　شد محمد الدین صاحب جاہ نشیں (۱۱)

خواجہ محمد الدین سیالوی اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی:

خواجہ محمد الدین سیالوی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے بے حد محبت اور مودت فرماتے۔ عمر میں اگرچہ ۳۰ برس کا تفاوت تھا مگر اوائل ہی سے باہمی رابطۂ محبت استوار ہو کر عشق کی نوبت کو پہنچ گیا تھا۔ چنانچہ "مہر منیر" جو تاجدار گولڑہ پر بہترین، علمی و تحقیقی سوانحی کتاب مفتی فیض احمد فیض نے لکھی ہے اس میں جابجا آپ کا ذکر جمیل ملتا ہے۔ جہاں کہیں "حضرت ثانی صاحب سیالوی" کا لقب آیا ہے اس سے مراد خانوادہ سیال شریف کے دوسرے صاحب سجادہ اور خواجہ محمد شمس الدین سیالوی کے بڑے صاحبزادہ خواجہ محمد الدین سیالوی ہی کی ذات مراد ہے۔ "مہر منیر" کے مؤلف "حضرت ثانی سیالوی کی خاص عنایت" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت اعلیٰ سیالوی قدس سرہ العزیز کے پوتے جناب صاحبزادہ محمد سعد اللہ فرماتے ہیں کہ اُن کے والد بزرگوار حضرت خواجہ محمد دین المعروف حضرت ثانی صاحب سیالوی کا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی سے بہت گہرا تعلق تھا اور بہت محبت بھرے خطوط تحریر فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت قبلۂ عالم نے ناسازیٔ طبع کے باعث عرس سیال شریف کی حاضری سے معذوری کا عریضہ لکھ بھیجا۔ جس وقت یہ

خط سیال شریف پہنچا، اُس وقت قوالی ہو رہی تھی اور قوال یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

بیت کا وعدہ کر کے پیا نے بیت نبھانا چھوڑ دیا
مہر کی اکھیاں پھیر لگیں، دم دم کا آنا چھوڑ دیا

حضرت ثانی صاحب خط پڑھ کر غمگین ہو گئے اور قوالوں کو فرمایا کہ دوسرے مصرعہ کی جگہ پر پڑھیں۔

مہر نے اکھیاں پھیر لیں، دم دم کا آنا چھوڑ دیا

قوال ابھی یہ شعر پڑھ ہی رہے تھے کہ اطلاع ملی کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ دریا کے پتن پر پہنچ چکے ہیں، حضرت فرماتے تھے کہ عریضہ روانہ کرنے کے بعد معاً میرے دل میں خیال آیا کہ سیال شریف جانا چاہئے چنانچہ اُسی وقت تیار ہو کر روانہ ہونا پڑا۔(۱۳)

اسی طرح ایک اور مقام پر مفتی فیض احمد فیض رقمطراز ہیں:

''حضرت ثانی صاحب سیالوی ہمارے حضرت سے عمر میں چالیس برس بڑے تھے۔ کتاب ''انوار شمسیہ'' میں آپ کی ولادت ۱۲۳۵ھ سجادہ نشینی ۲۴ صفر ۱۳۰۰ھ اور وصال ۲ رجب ۱۳۲۷ھ ۱۹۰۹ء درج ہے۔ آپ کا شمار اپنے زمانہ کے کثیر الکرامات اور وسیع الفیوضات اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ آپ کی بیماری کے ایام میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ بیمار پرسی کیلئے اکثر حاضر ہوتے رہے۔ چنانچہ ۷ جمادی الاولیٰ کے خط میں سیال شریف سے حضرت بابو جی کو تحریر فرماتے ہیں:

''شب جمعہ قریب دو بجے خوشاب اُتر کر اُسی وقت دریا کو عبور کر کے آرام کیا۔ علی الصبح وہاں سے نماز پڑھ کر بسواری بگھی فوراً چھاؤنی پہنچے حضرت صاحب عم فیضہم (خواجہ محمد دین سیالوی) اس قدر خوش ہوئے

کہ تحریر سے باہر ہے۔ آپ کو کئی روز کا سخت انتظار تھا۔ ہر ایک شخص اس انتظار کی عجیب کیفیت بیان کر رہا ہے بالخصوص میرے اشعار متعلق فارضیہ۔ ے

بھلدے نہیں اوہ بول مٹھڑے ڈھول دے
بول سانول یار رو ہی رول دے

نہایت رقت طاری کئے ہوئے تھے، پہنچتے ہی میں نے انتظام سیال شریف لے جانے کا کیا۔ اُس روز آپ کو لب دریا کنارۂ خوشاب سے کشتی پر سوار کیا۔ علی الصبح بروز شنبہ سیال شریف پہنچے پر سب کو از حد خوشی ہوئی۔ اور دعائیں دینے لگے۔ حضرت صاحب کو ضعف از حد ہے۔ غذا نہیں مجھ کو ایک لحظہ آنکھوں سے غائب نہیں چاہتے۔"(۱۳)

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اپنے مرشد زادہ خواجہ محمد دین سیالوئ کے ارشاد ہی پر تونسہ شریف (ڈیرہ غازی خان) گئے تھے۔ آپ ہی کے ایماء پر ابتداءً پاک پتن شریف کا سالانہ سفر اختیار فرمایا اور آپ ہی کے فرمان کی تعمیل میں جناب دیوان غیاث الدین صاحب اجمیری کے معاونت و تائید میں بمقام پشاور سرحدی علماء کے ساتھ سماع کے موضوع پر مناظرہ فرمایا۔ چنانچہ "ملفوظات طیبات" مکتوبات شریف موسومہ "مہر چشتیہ" اور منظوم کلام میں حضرت ثانی صاحب کے ساتھ آپ کے اس خاص تعلق کے واضح نشانات ملتے ہیں۔ چنانچہ مکتوبات طیبات معروف بہ "مہر چشتیہ" میں آپ کے جو مکتوبات ص ۱۴ تا ۱۷ اور ازاں بعد صفحہ ۱۹۴ و ۱۹۵ پر شائع ہوئے ہیں۔ ان میں پہلے خط کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔

بعد تسمیہ و درود شریف : سیدی و سندی تسلیم و نیاز۔ مبارک نامہ گرامی نے شرف صدور فرمایا۔ یہ مبارکیں عالمگیر خط خاک پاک در سیال شریف کو ہی شایاں ہیں۔ ے

ہر نافہ کہ در دست نسیم سحر افتاد از راہ گزرے خاک سیر کوئے شما بود

واقعی امر تو یوں ہے۔ ے

شمس نورانی کہ نور مطلق است   در ہمہ آفاق نورش مطلق است (۱۴)

علمی و دینی خدمات:

اپنے عظیم والد کی عظیم روایات کو آپ نے سعادت جان کر تسلسل بخشا۔ جہاں جہاں آپ کے خانوادہ کی درسگاہیں اور خانقاہیں قائم تھیں ان کی سرپرستی فرمائی۔ آپ کی علمی و دینی خدمات کا جائزہ لیتے ہوئے اور انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے نامور اور بزرگ عالم دین علامہ سید ذاکر حسین شاہ صاحب سیالوی تحریر فرماتے ہیں:

> "آستانہ قدسیہ کے پروگراموں کو ہمہ جہتی آگے بڑھایا۔ دینی علوم کے لئے شاندار انتظام فرمایا۔ آستانہ عالیہ علماء و طلباء کا جمگھٹا بن گیا۔ باطنی علوم کے متلاشی بھی پیر سیال کے دربار سدا بہار کی طرف پروانہ وار آ رہے تھے اور علومِ اسلامیہ ظاہریہ کے طلب گار بھی کشاں کشاں منبع علم و حکمت سیال شریف کی طرف بڑھ رہے تھے۔ چند گھروں پر مشتمل یہ چھوٹی سی بستی برصغیر کے لئے عموماً اور پنجاب کے لئے خصوصاً "مرکزِ ثقل" بن چکی تھی، ذکر اللہ سے فضائیں معمور تھیں اور صلوٰۃ و سلام کے نغموں سے ہوائیں مسرور تھیں۔
>
> حضرت ثانی کے دور میں مہمان خانے تعمیر ہوئے۔ لنگر خانوں میں وسعتیں آئیں۔ مجلس خانہ شایانِ شان تعمیر ہوا۔ روضۂ اقدس پورے حسن و جمال سے عشاق کی نظروں میں سمایا۔
>
> آستانہ عالیہ سیال شریف کی علمی درسگاہ ظاہری و باطنی انداز سے بہت آگے بڑھی۔ دینی خدمات کا ایک نیا ریکارڈ قائم ہوا۔ مسلمانوں کی اصلاح کا جو کام علاقہ میں آپ کے عظیم المرتبت والد نے جاری فرمایا تھا آپ نے اسے مزید آگے بڑھایا۔ مریدوں کو تعلیمات محمدی پر عمل پیرا کیا۔ جس مشن کو مہار شریف اور تونسہ شریف نے قائم کیا تھا آپ

نے اسی مشن کو آگے بڑھانے میں پوری زندگی صرف فرما دی۔ انگریز دشمنی کی روایات کو مزید جلا بخشی، جس کے نتیجہ میں آپکی اولاد امجاد نے ہر میدان میں انگریز کی مخالفت کو اپنا طرۂ امتیاز بنایا۔ آپ نے ستائیس سال تک مسند عالیہ شمسیہ کو زینت بخشی اور ان ستائیس سالوں میں انتھک محنت سے سینکڑوں سالوں کا کام نمٹایا۔ متلاشیانِ حق جوق در جوق آئے اور شمس معرفت کے جانشین نے ان کی دستگیری فرمائی۔" (۱۵)

وصال:

آپ کے سوانح نگار غلام دستگیر بجنود نے "وصال مبارک" کے عنوان سے آپ کی مبارک زندگی کے آخری دنوں کے احوال تفصیل سے قلمبند کیے ہیں۔ آپ کو کان کے درد کا مرض لاحق ہوا۔ غلام دستگیر بجنود لکھتے ہیں:

"آخری ایام میں جو مرض کانوں کا، حضرت ثانی خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کو ہوا وہی مرض وصال مبارک سے کچھ مدت پیشتر ہمارے حضرت ثانی کو لاحق ہوا۔ یعنی ہر دو کان بہنے لگے اور درد کان کا دورہ پڑنے لگا۔ کان کا درد الامان! دو چار روز تک ہو تو سخت اضطراب ہوتا ہے اور انسان سب کچھ بھول جاتا ہے چہ جائیکہ عرصہ تک لگاتار ہوتا رہے اور بے خبر آنے جانے والوں کو خبر تک نہ ہو۔ وہی انداز رہا وہی گفتار رہی اور وہی بندہ نوازی۔" (۱۶)

وصال مبارک سے پہلے آپ صحت مند ہو گئے۔ درد بھی جاتا رہا۔ بالآخر ۴۷ برس کی عمر میں ۱۳۲۷ھ کو رحلت فرما گئے۔ سید ذاکر حسین شاہ صاحب نے وصال مبارک کے عنوان سے لکھا:

"شمسی سجادہ کے وارث نے ۲ رجب ۱۳۲۷ھ / ۲۰ جولائی ۱۹۰۹ء کو

داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور شمس معرفت کے روضۂ اقدس میں مشرقی سمت محو خواب ہیں۔ آپ شریعت کی اتباع اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ کامل تھے۔ ''رہبر چشتیاں محمد دین'' تاریخ وصال ہے۔ ۱۳۲۷ھ۔'' (۱۷)

آپ کے خلفائے کرام:

مؤلف ''فوز المقال فی خلفائے پیر سیال'' حاجی مرید احمد چشتی کی تحقیق وجستجو کے مطابق حضرت ثانی غریب نواز خواجہ محمد الدین سیالوی کے نامور خلفاء کے نام یہ ہیں:

- خواجہ سید غلام فرید شاہ کاظمی۔ (خواجہ آباد شریف، میانوالی)۔
- امیر علی شاہ چشتی۔
- خواجہ سید قائم علی شاہ چشتی۔
- آغا سید محمد سعید جان پشاوری۔
- شیخ محمد ابراہیم گجراتی۔
- قاضی محمد سعد اللہ موہڑوی۔ (۱۸)

فصل دوم:

حضرت خواجہ حافظ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ رحمۃ الباری

(خانوادۂ سیال شریف کے تیسرے صاحب سجادہ)

ولادت باسعادت:

خواجہ حافظ محمد ضیاء الدین بن خواجہ محمد الدین بن خواجہ شمس الدین سیالوی (رحمہم اللہ الباری) کی ولادت باسعادت ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ مطابق ۹ جون ۱۸۸۷ء بروز جمعۃ المبارک در نیک ساعت بعد از طلوع آفتاب یوم بدر موافق ۵ ہاڑ ۱۹۴۴ بکری کو ہوئی۔ اسی نسبت سے جذبۂ جہاد آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور آپ نے ساری زندگی جہاد فی سبیل اللہ اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے وقف کر دی۔ (۱۹)

تاریخی نام "منظور حق" (۱۳۰۴ھ) ولادت شریفہ کی تاریخ ابجد کے حساب سے شعر کے ضمن میں صاحب انوار شمسیہ کی طبعزاد ہے۔

تاریخ جست منشی چوں از سن ولادت
"منظور حق" بیامد آواز باسعادت
۱۳۰۴ھ (۲۰)

تحصیل علم اور اساتذہ:

آپ نے سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کیا۔ اپنے علاقہ کے فیض رساں انساں اُستاذ قرآں حافظ کریم بخش مرحوم سے قرآن کریم حفظ مکمل کیا۔ اور ظاہری علوم کی تکمیل حضرت مولانا غلام محمد للٰہی رحمۃ اللہ علیہ سے دربار عالیہ سیال شریف پر کی۔ حکیم علی محمد خان دہلوی کے بیان کے مطابق آپ نے سب سے پہلے قرآن کریم حفظ کیا اور تیس برس تک خود مصلی سنایا۔ بعد میں کتب فارسی اور عربی حضرت مولانا غلام محمد للٰہی سے پڑھیں اور درس نظامی

کی تکمیل کی۔

ایک معتبر اور ثقہ روایت کے مطابق آپ نے حضرت قاضی عبدالباقی گرسالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی علوم متداول کی تحصیل کی۔ (۲۱)

صورت کا حسن اور سیرت کا جمال:

اللہ والوں کی ایک شان اور ان کی ایک پہچان یہ ہے کہ دیکھنے والے تو وہ رب تعالیٰ کی برہان دکھائی دیں۔ ان کی پاکیزہ زندگی کا ہر لحظہ نئی شان اور ہر لحظہ نئی آن کا مظہر تمام ہو۔ وہ صورت و سیرت میں، کردار و گفتار میں اور شوکت و شان میں علامہ محمد اقبال کے اس شعر کی واضح تصویر نظر آئیں۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

مجاہد اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کی زیارت اور ملاقات کا شرف پانے والے گواہ ہیں کہ احسن الخالقین، رب العالمین جل جلالہ نے آپ کو حسن ظاہری اور جمال باطنی سے بڑی فیاضی کے ساتھ مالا مال فرمایا تھا۔ بقول مؤلف "نور القمال"

"حضرت مجاہد اعظم خواجہ حافظ محمد ضیاء الدین سیالوی قدس سرہ قد و قامت حسن و جمال اور صورت و سیرت میں بے مثال تھے۔
ایک انگریز نے لکھا ہے کہ
پنجاب میں، میں نے دو جوان خوبصورت دیکھے ہیں، ریش والوں میں ملک خضر حیات ٹوانہ اور داڑھی والوں میں خواجہ حافظ محمد ضیاء الدین سیالوی سجادہ نشین سیال شریف۔" (۲۲)

اسی طرح مؤلف مذکور، ایک عینی شاہد مولوی محمد ارشد ایم۔ اے کا مشاہدہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

"خواجہ حافظ محمد ضیاء الدین سیالوی بہت وجیہ شخصیت کے مالک تھے۔

بہت مرعوب کن چہرہ مہرہ تھا۔ ریش مبارک خوبصورت چہرۂ جمیل و حسین پر دلکش لگتی تھی، جسم و قد نہایت شاہانہ تھا۔

چہ حسنست آنکہ در یکدم رخت راہد نظر بینم
ہنوزم آرزو باشد کہ یک بار دگر بینم''(۲۳)

صاحبزادہ پروفیسر محمد مسعود احمد اپنی تالیف ''ھوالحمید'' میں خواجہ میاں عبدالحمید کا ایک ارشاد نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فرمایا...... (آپ کے ہاتھ میں خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کی تصویر تھی) یہ تصویر آپ کی مرضی کے خلاف لی گئی تھی جب آپ کو علم ہوا تو آپ اُٹھنے لگے جلدی میں تصویر لے لی گئی ورنہ حضرت ثالث میں حسن ظاہر اور جلال باطن اس قدر تھا کہ نظر بھر کے دیکھنا ممکن نہیں تھا۔''(۲۴)

مؤلفِ ''انوارِ شمسیہ'' آپ کے والد گرامی خواجہ محمد الدین سیالوی کی وصیت کے الفاظ نقل کرتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ضیاء الملت والدین بفضل رب العالمین صفات حسنات سارین میں قابل تحسین اور لائق آفرین ہیں۔ ہر علوم میں بعنایت کریم با عقل سلیم ذہین اور فہیم ہیں۔ فصاحت اور بلاغت میں یکتا، مروت اور سخاوت میں مستثنیٰ۔''(۲۵)

خواجہ صاحب کے ظاہری خدوخال اور حسن و جمال کا ایک دلآویز تذکرہ حکیم مولانا عطا محمد قریشی اپنی خودنوشت ''یادِ ایام'' میں یوں فرماتے ہیں:

''کہتے ہیں جوانی میں آپ کا جسم پتلا تھا مگر جس وقت مجھے باریابی ہوئی، آپ عمر میں پختہ اور بدن میں بھاری تھے۔ قد موزوں، چہرہ پر گوشت، سرخ و سپید رنگ، داڑھی اور سر کے بال گھنے اور گھنگریالے اور

آپ بالوں پر سیاہ خضاب کیا کرتے۔ آنکھیں موٹی اور شہلائی اور خوبصورت ابرو کشادہ، کھلی پیشانی، حافظ قرآن اور فاضل درس نظامی۔" (۲۶)

کریم اور رحیم مولیٰ جل جلالہ نے آپ کو آپ کے نام کی طرح ضیاء بار پیدا فرمایا۔ پھر آپ کی روحانی اور عرفانی خدمات نے اس میں اور نکھار پیدا کر دیا۔

بیعت وخلافت :

خانوادہ سیال شریف کے تمام بزرگ اور سجادگان پیر پٹھان خواجہ محمد سلیمان علیہ الرحمۃ والرضوان اور آپ کے خاندان ذی احترام کے بے دام غلام ہیں۔ ہر صاحب سجادہ نے اپنے جانشیں کو تونسہ شریف (ڈیرہ غازی خان) سعادتِ بیعت وحصولِ خلافت کیلئے بھیجا اور دربار عالیہ تونسہ شریف سے جو حکم ملا بصد احترام اس کی تعمیل ہوئی۔ چنانچہ آپ کی بیعت و خلافت کے احوال، آپ کے سوانح نگار، مؤلفِ "فوز المقال" نے اس طرح قلمبند فرمائے:

"آپ نے چھوٹی عمر میں ہی حضرت خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعتِ طریقت کی تھی چنانچہ خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی کے حسب ارشاد آپ نے اپنے والد ماجد اشرف الاولیاء خواجہ حافظ محمد الدین سیالوی کے زیر تربیت سلوک ومعرفت کی منازل طے کیں اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔ قطب زماں خواجہ محمد موسیٰ تونسوی نے بھی آپ کو خلافت واجازت عطا فرمائی۔" (۲۷)

صاحب "انوار شمسیہ" عطائے خلافت کی بابت تحریر فرماتے ہیں:

"جمیع ناظرین اور سامعین کو واضح ہو کہ حضرت صاحب ثانی جنت کاشانی اپنی زندگانی میں فرزندان سائرین سے صاحبزادہ محمد ضیاء الدین صاحب کو سزاوار اور قابل دربار سمجھ کر بخدمت حضرت حافظ محمد موسیٰ صاحب سجادہ نشیں بمعیت صاحبزادہ نجم الدین اور لانگری احمد الدین

تونسہ مقدسہ کو بھیجا تھا اور مفصل حال عریضہ میں یہ لکھا تھا کہ میرے خیال میں یہ برخوردار قابلِ دستار ہے تو آنحضور فیض گنجور نے بعنایت موفور غوث الزماں کے آستان پر صاحبزادہ صاحب ممدوح الشان کو دستار بندی کرائی اور خلافت عطا فرمائی۔" (۲۸)

سجادہ نشینی:

مجاہدِ اعظم، ضیاء الملت والدین خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی خانوادۂ سیال شریف کے تیسرے عظیم المرتبت صاحب سجادہ ہوئے ہیں۔ اپنے والد گرامی خواجہ حافظ محمد الدین سیالویؒ نے اپنی حیاتِ مستعار میں ہی آپ کو قابلِ دربار سمجھ کر صاحبِ دستار بنا دیا تھا۔ جب والدِ گرامی کا وصال ہو گیا تو آپ نے آستانہ عالیہ سیال شریف کے صاحب سجادہ کے طور پر اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ صاحبِ "انوارِ شمسیہ" نے نظم و نثر میں آپ کی سجادگی کی تقریب کا منظر یوں بیان کیا ہے:

"حضرت ثانی چو شد رحلت گزیں — شد ضیاء الدین محمد جانشیں
ہر یکے خلفاؤ روسائے زماں — اقرباءِ قوم و اخوانِ کلاں
جملگانِ دستار بندی ساختند — برمصلاء والدش بنواختند

قدوۃ العارفین والعاشقین حضرت خواجہ محمد الدین سیالویؒ کے وصال کے بعد حضرت محمد ضیاء الدین صاحب مسندِ ارشاد پر سجادہ نشیں ہوئے۔ سب برادران اور خویشان اکثر روساء زمان اور خلفائے کرام آپ کی دستار بندی اور سجادہ نشینی کے خاص اجلاس میں ہمنشیں تھے۔ وہ سائرین مرد مان دل اور جان سے ثناء خوان اور شکر گزیں ہوئے۔" (۲۹)

فروغِ علم کیلئے آپ کی مساعیٔ بلیغہ اور خدماتِ جلیلہ

خانوادۂ سیال شریف کا ہر بزرگ فروغ علم کے لئے ذاتی دلچسپی لیتا رہا، مدارس قائم ہوتے رہے، نامور اور اکابر علماء دور دراز علاقوں سے بصد شوق بلائے جاتے رہے۔ پھر ان کی جملہ ضروریات کا باقاعدہ خیال رکھا جاتا رہا، دینی جرائد و رسائل کی سرپرستی کا سلسلہ بھی جاری رہا، تالیف و تصنیف کے انداز میں بھی علمی کاوشوں کا تسلسل قائم رہا، وعظ و نصیحت کی مجلسوں کا بھی اہتمام و انصرام جاری رہا۔ حد یہ ہے کہ خانوادۂ سیال شریف کے بزرگوں کے جہاں جہاں خلفاء نے خانقاہوں کو زینت بخشی۔ متصلاً مکتب و مدرسہ کا بھی انتظام لازمی جانا اور یوں بھی علم کا فروغ ہوا چنانچہ اس خانوادہ کے محترم سوانح نگار، مؤلف "فوز المقال فی خلفائے پیر سیال" جلد سوم میں ان مدارسِ دینیہ کی ایک طویل فہرست سے پہلے تحریر فرماتے ہیں۔

> "خانقاہ عالیہ چشتیہ سیال شریف کی ترجیحی روایات میں مراقب، ریاضت، خدمت شیخ، خدمت لنگر اور مہمان نوازی کے ساتھ ساتھ پابندیٔ شریعتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ اس خانقاہ کے فیض یافتگان جنہوں نے باقاعدہ آگے اس خانقاہی نظام کو چلایا اور خلفائے دربار سیال شریف کہلائے، ان کی تعداد مرأۃ العاشقین، تحفۃ الابرار، انوار شمسیہ، محبوب سیال برکات سیال، جذباتِ سعید اور فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، جلد اول و دوم کے مطابق ۱۳۰ سے متجاوز ہے۔ ان خلفائے عظام نے جہاں بھی خانقاہ قائم کی وہیں ساتھ لنگر خانہ اور دینی مدرسہ ضرور قائم کیا۔ مثلاً:

- مدرسہ دینیہ جلال پور شریف ضلع جہلم (جامعہ حیدریہ فضل العلوم، جلال پور شریف)۔
- مدرسہ دینیہ معظم آباد شریف، ضلع سرگودھا۔
- مدرسہ دینیہ چکوڑی شریف، ضلع گجرات۔

- دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف، ضلع سرگودھا۔
- مدرسہ دینیہ بگویہ بھیرہ شریف، ضلع سرگودھا۔
- مدرسہ دینیہ خواجہ آباد شریف، ضلع میانوالی۔
- مدرسہ دینیہ خواجہ آباد شریف (علاؤل)، ضلع چکوال۔
- مدرسہ دینیہ کرسال شریف، ضلع چکوال۔
- مدرسہ دینیہ پدھری شریف، ضلع جہلم۔
- مدرسہ دینیہ سوال، ضلع راولپنڈی۔
- مدرسہ دینیہ پشاور (سرحد)۔
- مدرسہ دینیہ کالس، ضلع چکوال۔
- مدرسہ دینیہ سدوال، ضلع چکوال۔
- مدرسہ دینیہ چکوال۔
- مدرسہ دینیہ اورنگ آباد شریف، ضلع اٹک۔
- مدرسہ دینیہ سموں شریف، ضلع راولپنڈی۔
- مدرسہ دینیہ سرگی شریف (وادئ سون)، خوشاب۔
- مدرسہ دینیہ سکھر ال شریف (وادئ سون)، خوشاب۔
- مدرسہ دینیہ وڑچھ شریف، ضلع خوشاب۔
- مدرسہ دینیہ سرسیداں شریف، ضلع باغ، آزاد کشمیر۔
- مدرسہ دینیہ سرچھ سیداں، ضلع پونچھ، آزاد کشمیر۔
- مدرسہ دینیہ سوہاوہ شریف، ضلع پونچھ، آزاد کشمیر۔
- مدرسہ دینیہ حاجی پور شریف، ضلع مظفر گڑھ۔
- مدرسہ دینیہ سلیمانیہ شریف، ضلع جھنگ۔
- مدرسہ دینیہ جہانب شریف، ضلع جھنگ۔
- مدرسہ دینیہ شکریلہ شریف، ضلع جہلم۔

- مدرسہ دینیہ میرا شریف، ضلع مانسہرہ۔
- مدرسہ دینیہ کوٹ کالا، ضلع سرگودھا۔
- مدرسہ دینیہ مانسہرہ (سرحد)۔
- مدرسہ دینیہ ڈھاب کلاں، چکوال۔
- مدرسہ دینیہ غورغشتی، ضلع اٹک۔
- مدرسہ دینیہ عمر چک، ضلع گجرات۔
- مدرسہ دینیہ گھوڑہ شریف، ضلع ملتان۔
- مدرسہ دینیہ بھور شریف، ضلع میانوالی۔
- مدرسہ دینیہ دھریالہ جالب، ضلع گجرات۔
- مدرسہ دینیہ سوہیہ شریف، ضلع گجرات۔
- مدرسہ دینیہ بولر شریف، ضلع چکوال۔
- مدرسہ شمس العلوم کانگی شریف، ضلع میانوالی۔
- مدرسہ دینیہ ناڑہ، ضلع خوشاب (وادیٔ سون)۔
- مدرسہ دینیہ سلارے نواحی چنیوٹ، ضلع جھنگ۔
- مدرسہ دینیہ نوشہرہ، ضلع خوشاب (وادیٔ سون)۔
- مدرسہ دینیہ عبدالرحمن، ضلع جھنگ۔
- مدرسہ دینیہ کوٹ میاں اللہ یار خان، جھنگ۔
- مدرسہ دینیہ کلور شریف، ضلع میانوالی۔
- مدرسہ دینیہ محلہ میانہ، میانوالی۔
- مدرسہ دینیہ لنگاں۔
- مدرسہ دینیہ گجرات شہر۔
- مدرسہ دینیہ ناگڑیاں، ضلع گجرات۔
- مدرسہ دینیہ برنالی، ضلع گجرات۔

- مدرسہ دینیہ للیانی، ضلع سرگودھا۔
- مدرسہ دینیہ باغبان پورہ، لاہور۔
- مدرسہ دینیہ پادشاہان، ضلع چکوال۔
- مدرسہ دینیہ دریامال، ضلع چکوال۔
- مدرسہ دینیہ سیالکوٹ۔
- مدرسہ دینیہ کیاٹ کلاں، راولاکوٹ، آزاد کشمیر۔
- مدرسہ دینیہ ونڈہ شاہ بلاول، ضلع چکوال۔
- مدرسہ دینیہ سنجر سیداں، ضلع ڈیرہ غازی خان۔
- مدرسہ دینیہ باغ، آزاد کشمیر۔
- مدرسہ دینیہ پنیاں، ضلع ہری پور ہزارہ۔
- مدرسہ دینیہ حطار، ضلع ہری پور۔
- جامعہ قمر الاسلام مکان شریف، کفری، ضلع خوشاب۔
- مدرسہ دینیہ پنڈی الہانی، ضلع منڈی بہاؤ الدین۔
- مدرسہ دینیہ کریک، ضلع جہلم۔
- مدرسہ دینیہ سلطان پور، ضلع جھنگ۔
- مدرسہ دینیہ سلیقہ نواحی سیال شریف۔
- مدرسہ دینیہ بیدڑہ شریف، ضلع مانسہرہ۔
- مدرسہ دینیہ راولپنڈی (خانقاہ چشتیہ مبارکیہ، مریڑ چوک)۔
- مدرسہ دینیہ سنگھوئی، ضلع جہلم۔
- مدرسہ دینیہ انگہ، ضلع خوشاب۔
- مدرسہ دینیہ امرال، ضلع جہلم۔
- مدرسہ دینیہ ٹاہلیانوالہ، ضلع جہلم۔
- مدرسہ دینیہ کڑی شریف، ضلع جہلم۔ (۳۰)

اگر غور کیا جائے تو یوں لگتا ہے کہ تیرہویں صدی کے پہلے نصف میں سیال شریف میں علم دین کی یہ شمع روشن نہ ہوتی تو پنجاب کی کل آبادی نہیں تو تین چوتھائی آبادی تو ضرور دینی علوم کے حصول سے محروم رہ جاتی۔ (۳۱)

مدارس دینیہ کی یہ طویل فہرست اس بات کی غماز ہے کہ خانوادۂ سیال شریف اور ان کے خلفائے عظام نے جگہ جگہ علم کے دیئے روشن کئے۔ پھر یہ چراغ ایسے ضوفشاں ہوئے کہ آج بھی جہالت کی تاریکیوں میں یہ نور بداماں ہیں اور اب تو مزید علم کی شمعیں جابجا روشن و منور ہیں۔ خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ نے ان مدارس دینیہ کی سرپرستی فرمائی، ان کے سالانہ جلسوں میں تشریف لے گئے، مریدین کو اعانت کے لئے متوجہ کیا۔ سیال شریف میں واقع مدرسہ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام کا باقاعدہ قیام، اس کا حسن انتظام بھی آپ ہی کا مرہون منت ہے۔ علم اور علماء کی قدر اور مدارس کی سرپرستی و نگرانی فروغ علم کا ایک قابل احترام اور باوقار انداز ہے۔ خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی نے اس طور پر بھی علم کو فروغ دیا۔ حکیم عطا محمد شاہ قریشی اپنی خودنوشت سوانح حیات "یادِ ایام" میں ایک مقام پر آپ کی علم پروری کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں:

"اس مدرسہ (دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف، سرگودھا) کی بنیاد مجاہد ملت حضرت مولانا خواجہ محمد ضیاء الدین صاحب (جنہیں حضرت ثالث غریب نواز کے نام سے پکارا جاتا ہے) نے رکھی تھی۔ حضرت خود بھی بڑے عالم تھے، علم اور علماء پرور بھی تھے۔ مدرسہ کی سرپرستی نگرانی اور نظام بھی آپ کے ہاتھ میں تھا۔" (۳۲)

مؤلف "انوار شمسیہ" آپ کی عزتوں اور عظمتوں، ذہانتوں اور فطانتوں، فروغ علم کی کاوشوں، طالب علموں اور معلموں کے لئے بہتر سہولتوں کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"ضیاء الملت والدین بفضل رب العالمین، صفات حسنات سائرین میں قابل تحسین اور لائق آفرین ہیں۔ ہر علوم میں بعنایت کریم باعقل سلیم ذہین اور فہیم ہیں۔ فصاحت و بلاغت میں یکتا، مروت اور سخاوت

میں مستثنیٰ واقف حقائق فروع اور اصول۔ کاشف دقائق معقول اور منقول، نیک اوصاف عمیم الاشفاق ہیں۔ فراست اور لیاقت میں شہرۂ آفاق ہیں۔ حاجیٔ حرمین شریفین، حامیٔ دینِ سرور الثقلین، زاہد بے ریا، عالی ہمت باتقا، معاون اصول اسلام اور فیض بخش عالمیان، زہے آں مورد خیالات عالیہ اور مصدر صفات محمدیہ جو اس زمانہ قحط الرجال پر زوال میں اپنے ہمت کمال اور کوشش مالا مال سے عوام مسلمانان بے سروسامان کے استفادہ کے لئے۔ ایک عالی شان دارالعلوم عربیہ اسلامیہ (دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف) کے استحکام ہیں۔ اپنے مکان پر بنیاد رکھائی اور نہ صرف زر کثیر حسن تدبیر سے معلموں اور طالبوں کی رہائش اور پرورش کا انتظام بڑے اہتمام سے تجویز فرمایا جس سے طلباء ہند اور پنجاب کے لئے علوم کے ابواب کشادہ ہو گئے اور طالب علمان آوارہ گردان کے دل مضمحل اس مژدہ بالصواب سے شاد اور تازہ ہو رہے۔ بفضل رحمٰن ہزاراں ہزار مردمان آپ کی بیعت سے کامران ہوئے اور بے شمار آدمان آپ کے فیضان سے فائز المرام ہو رہے۔" (۳۳)

غلام دستگیر خان بیخود جالندھری آپ کی علم دوستی، شانِ منتظمی اور شانِ کریمی کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"حضرت ضیاء العارفین مسند ارشاد پر رونق افروز ہیں، لنگر کا اہتمام اور ہر ایک انتظام بہت اچھی حالت میں ہے۔ مکانات بہ نسبت پہلے کے دو چند ہو گئے ہیں۔ ایک مکتب بھی آپ نے جاری فرمایا ہے جس میں عربی علم ادب پڑھائے جاتے ہیں۔ قرآن مجید کا درس علیحدہ ایک حافظ صاحب دیتے ہیں، اور لنگر کی طرف سے طلباء کو کھانا اور معلموں کو مشاہرہ دیا جاتا ہے۔ آپ کی طبیعت میں علم کا ذوق اور مختلف علوم کا

مذاق بدرجۂ غایت موجود ہے۔ اخلاق کریمانہ ہیں۔ وضع عالمانہ اور روش فقیرانہ۔ فریضۂ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ حافظ قرآن ہیں اور عالم باعمال۔ سنت کی پیروی میں سب سے فائق ہیں۔ حلیم طبع تونسہ مقدسہ ہیں۔" (۴۴)

رسائل وجرائد کی سرپرستی:

علمی، ادبی، دینی اور اصلاحی رسائل وجرائد کی سرپرستی بھی فروغ علم کا ایک باوقار انداز ہے۔ چنانچہ آپ نے مختلف رسائل وجرائد کے مطالعہ کے علاوہ ان کی باقاعدہ سرپرستی بھی فرمائی۔ نہ صرف خود خریدار بن کر معین و مددگار بنے بلکہ اپنے حلقۂ ارادت میں بھی عقیدت مندوں کو اس جانب متوجہ کیا۔ آپ کے تذکرہ نگاروں کی گواہی ہے کہ ملکی اور عالمی حالات کی آگاہی کے لئے آپ مختلف اخبارات اور رسائل کا بڑے اہتمام سے مطالعہ فرماتے۔ زمیندار لاہور، سیاست لاہور، پیسہ اخبار لاہور، الہلال، ہمدرد، الفقیہ امرتسر، النجم لکھنؤ، السواد الاعظم مراد آباد، دبدبہ سکندری رامپور، صوفی پنڈی بہاؤالدین، شمس الاسلام سرگودھا، ضیاء حقیقت بھیرہ، ماہنامہ عرفان گجرات، اخبار المنیر جھنگ، خلافت دہلی، وحدت دہلی وغیرہ۔ اخبارات ورسائل باقاعدگی سے آپ کے پاس آتے۔ آپ کی عظیم دینی، علمی، تدریسی، ملی، سیاسی، اصلاحی، روحانی اور عمرانی خدمات اور آپ کے خاندانی حالات پر عظیم اور ضخیم کتاب "فوز المقال فی خلفائے پیر سیال جلد سوم" کے مؤلف محترم نے درج ذیل رسائل کے بارے میں اپنی تحقیق کی روشنی میں لکھا ہے کہ آپ نے ان رسائل کی باقاعدہ نگرانی اور سرپرستی فرمائی۔

ا۔ ماہنامہ شمس الاسلام سرگودھا:

یہ رسالہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہٗ کے نام پر جاری کیا گیا۔ شمس الاسلام ۱۹۲۵ء تا ۱۹۳۰ء حضرت مولانا محمد ذاکر بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ان کے مریدین اور تلامذہ کے تعاون سے جاری رہا۔ اس کے پہلے مدیر حضرت مولانا بگوی کے مرید

شیخ عبدالمعز واحدی مرحوم تھے۔ رسالہ کا ڈیکلریشن انہی کے نام تھا۔ جون ۱۹۲۵ء میں اس کا پہلا پرچہ جاری ہوا۔

ماہنامہ شمس الاسلام سرگودھا نے خواجہ محمد شمس الدین سیالوی کے حالات، ملفوظات اور خدمات پر مشتمل "عرس نمبر" بھی شائع کیا تھا۔ اس میں ملکی اور غیر ملکی خبروں کی اشاعت کا بھی اہتمام کیا جاتا۔ آستانہ عالیہ سیال شریف کی تقریبات اور دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام کی تعلیمی کیفیات کی خبریں مختلف شماروں کی زینت ہیں۔

۲۔ ماہنامہ عرفان گجرات:

یہ رسالہ حکیم محمد عبداللطیف صاحب عارف نے دفتر عرفان گجرات، پنجاب سے جاری کیا۔ اس رسالہ کے کل ۳۴ صفحات ہیں۔ عرفان کی پیشانی پر یہ عبارت تحریر ہے۔

اپنی ذات اور اپنی ملت کا جسے عرفان نہیں
پیر و مرشد کا مقولہ ہے کہ وہ انسان نہیں

زیر سرپرستی: فیاض عرفاں، فخر اسلام ضیاء الملت والدین جناب حافظ پیر خواجہ ضیاء الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف۔

۳۔ ضیاءِ حقیقت بھیرہ:

یہ رسالہ مولانا محمد نصیر الدین نگوی کی زیر ادارت بھیرہ ضلع شاہ پور (اب ضلع سرگودھا) سے شائع ہوتا تھا۔ اس میں سرپرستی و منظوری کے عنوان سے خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کا نام گرامی مع القابات درج ہوتا۔

۴۔ ماہنامہ الضیاء، جالندھر:

یہ رسالہ مولانا غلام دستگیر خان جنجوعہ جالندھری کی زیر ادارت جالندھر شہر (اذہ ہوشیار پور) سے شائع ہوتا تھا۔ مدیر محترم نے اپنے شیخ کریم کے پاکیزہ احوال پر "محبوب سیال" نامی کتاب بھی مرتب کی جو اب تقریباً نایاب ہے۔ خاص خاص لوگوں کے

پاس اس کتاب کا نسخہ موجود ہے۔ کتب خانوں پر دستیاب نہیں۔ محبوب سیال کے علاوہ برکات سیال اور گلشرستان خیال بھی آپ ہی کی تالیفات ہیں۔

یہ رسالہ اشرف الاولیاء محبوب سیال شیخ محمد الدین سیالوی کی یاد میں جاری کیا گیا اور ''بیادگار'' کے عنوان سے ان کا اسم گرامی درج ہے جبکہ زیر سرپرستی و نگرانی میں ضیاء الاولیاء خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کا اسم گرامی مرقوم ہے۔

یہ رسائل اب بند ہو چکے ہیں، اور اب دیگر کئی رسائل خانوادۂ سیال شریف کی یاد میں جاری ہو چکے ہیں۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، ماہنامہ ضیائے قمر گوجرانوالہ، ماہنامہ کاروان قمر کراچی، مجلہ ضیاء الاسلام دینہ جہلم ان میں چند بڑے نام ہیں۔(۳۵)

تالیف واشاعت کتب کا اہتمام اور کتب خانوں کا قیام:

کسی اہم موضوع یا متفرق موضوعات پر کتابیں لکھنا، مفید کتب کی اشاعت کا انتظام کرنا، نادر و نایاب کتابوں کی طباعت کے لئے سرمایہ فراہم کرنا، کسی مصنف کی کتاب کو چھاپنے کی ذمہ داری قبول کرنا یا طبع شدہ کتب کی خریداری میں معاونت کرنا، فروغ علم ہی کے لئے کوشش ہے۔ چنانچہ خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی نے فروغ علم کے لئے درج بالا تمام انداز اپنائے۔ تاریخ آپ کی ان مساعیٔ جمیلہ کو فراموش نہیں کر سکتی۔ آپ نے اس علمی میدان میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ تمام خانقاہی مصروفیات کے باوجود خود بھی لکھا، دیگر علماء و مشائخ کی تصانیف کی اشاعت کا اہتمام بھی فرمایا۔ طلباء کو کتب خرید کر ہدیہ فرمائیں۔ مکتبے قائم کیے، احباب کو تالیف و تصنیف کی طرف متوجہ کیا۔ ہر سطح پر ان کی دلجوئی فرمائی۔ حلقۂ احباب کو اشاعت کتب کے لئے تیار کیا، آپ کے ایماء پر کئی حضرات نے کتابیں تالیف کیں۔ آپ کے سوانح نگار حاجی محمد مرید احمد چشتی لکھتے ہیں:

> ''مجاہد اعظم حضرت خواجہ حافظ محمد ضیاء الدین سیالوی قدس سرہٗ ایک ایسے مقتدر عالم دین اور کامل و اکمل صوفی بزرگ تھے جو درس و تدریس کیساتھ ساتھ نشر و اشاعت کتب دینیہ کی اہمیت و افادیت سے کماحقہٗ واقف تھے، آپ نے اس میدان میں خود قدم بڑھایا اور اپنے متعلقین

وسلین کواس طرف مائل کیا۔ ردِّ عیسائیت وقادیانیت پر آپ نے بڑا عمدہ علمی کام کیا۔"

آپ نے اپنی تصانیف کی نشر واشاعت کے علاوہ دیگر علماء ومشائخ کی تصانیف کی اشاعت وترویج کی طرف توجہ دی۔ جب کوئی اچھی اور معیاری کتاب چھپتی تو اسے خرید لیتے اور احباب کی نذر کرتے، طلباء کو کتب دینیہ خرید کر دیتے۔ آپ کو علی وجہ البصیرت علم تھا کہ مکتبہ کا قیام اور کتب دینیہ کی اشاعت، دین کی خدمت کا اہم ترین ذریعہ ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا مولوی محمد کرم دین دبیر (ضلع جہلم) رقمطراز ہیں:

اس مقدس جماعت (مشائخ کرام) سے بھی ایسے چند بزرگ موجود ہیں جن کو اس امر کا احساس ہے اور وہ بذریعہ پند ونصیحت، وعظ وتبلیغ ان فرقہ جات ضالہ کی تردید کرتے رہتے ہیں۔ صوفی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب کا اس بارہ میں نمبر اول ہے۔ وہ اپنے ہر وعظ میں ان لوگوں کی خبر لیا کرتے ہیں، ایسا ہی خواجہ ضیاء الملت والدین سیالوی نور اللہ مرقدہ کو بھی اس طرف پوری توجہ تھی۔ چنانچہ آپ غیر مذاہب آریہ عیسائی کی تردید کے علاوہ روافض وغیرہ کی تردید کا بھی پورا خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ میری کتاب "آفتاب ہدایت" ردشیعہ کے بہت سے نسخے آپ نے طلب فرمائے تھے کہ اس کی اشاعت فرمائیں گے اور ایک کتاب شیعہ کی تردید کے لئے میرے سپرد فرمائی تھی اور وعدہ کیا تھا کہ جب اس کتاب کی تردید مکمل ہو جائے گی تو آپ اس کو اپنے مصارف سے طبع کرا کر اس کی اشاعت کریں گے۔ مگر افسوس کہ زندگی نے وفا نہ کی اس کے بعد تھوڑے عرصہ کو آپ راہگرائے عالم جاودانی ہو گئے اور کام رہ گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○ (۳۶)

آپ نے فروغ علم کی کاوشوں اور کوششوں میں ایک شاندار اضافہ یہ بھی کیا کہ اپنی ذاتی دلچسپی اور تعاون سے کتب خانے اور مکتبے قائم فرمائے۔ چند نام ہدیہ قارئین ہیں:

- مکتبہ ضیاء شمس الاسلام سیال شریف، سرگودھا۔
- مکتبہ شمس الاسلام بھیرہ۔
- مکتبہ شمس الاسلام سرگودھا۔
- مکتبہ عرفان گجرات۔
- کتب خانہ عزیزیہ بھیرہ وغیرہ۔ (۳۷)

درج بالا مکتبوں نے مفید کتب شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ چند معروف کتب کے نام یہ ہیں:

- انوار شمسیہ المسمٰی بہ خطبہ چشتیہ تالیف لطیف مولانا امیر بخش۔
- معیار المسیح یعنی ضیاء الشمس۔ یہ کتاب نئی آن بان اور شوکت و شان سے گزشتہ سال دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ کراچی کے بانی و ناظم اعلیٰ سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی نے اپنی نگرانی اور اپنے مصارف پر طبع کرانے کی سعادت پائی۔
- اسلامی بیت المال، مرتبہ حضرت مولانا احمد الدین گانگوی، حسب ایماء شیخ المشائخ حضرت خواجہ حافظ محمد ضیاء الدین سیالوی۔
- ضیاء شمس الانوار فی تحقیق سماع الابرار والفجار، مؤلفہ مولانا احمد الدین گانگوی۔ یہ کتاب ستمبر ۱۹۴۳ء کو شائع ہوئی۔ ٹائٹل پر لکھا ہے۔ ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ شمس الاسلام سرگودھا۔
- امر معروف۔ مطبوعہ کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، لاہور۔

اس رسالہ میں حضرت مجاہد ملت کے مختلف اعلانات، ہدایات اور مضامین شامل ہیں۔

- اعلان واجب الاذعان۔

یہ آپ کی تقاریر بصورت تحریر شائع ہوئی۔

- ضیاء شمس الانوار فی تحقیق سماع الابرار والفجار۔

یہ کتاب مولانا احمد الدین گانگوی نے آپ کے ایماء پر تحریر فرمائی۔ اس کتاب میں مسئلہ سماع پر محققانہ بحث ہے۔ کتاب شائع ہوئی تو ملک بھر کے اخبارات نے اس پر تبصرے شائع کیے۔

- محبوب سیال الموسوم بہ اشرف الاولیاء:

اس کتاب کے مصنف مولانا غلام دستگیر خان بیخود جالندھری ہیں۔ آپ نے یہ کتاب خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کے ارشاد پر تصنیف کی۔ مطبع مفید عام لاہور نے پہلی بار ۱۳۴۳ھ میں اسے شائع کیا۔ اب تقریباً نایاب ہے۔ وابستگان دربار سیال اس کی اشاعتِ نو کے اہتمام کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ یہ خانوادہ سیال شریف کے دورے صاحب سجادہ خواجہ محمد الدین سیالوی علیہ الرحمۃ تک کے حالات، کرامات اور ملفوظات وغیرہ کا مجموعہ ہے۔ بہت عمدہ، تحقیقی اور بہترین کتاب ہے۔

- لمعات انوار الموسوم بہ برکات سیال:

یہ بھی مولانا غلام دستگیر خان بیخود جالندھری کی تالیف ہے۔ اس میں خواجہ شمس العارفین اور خواجہ محمد الدین سیالوی کے خلفاء کبار کے مختصر حالات و واقعات شامل ہیں۔

- محشرستان خیال:

محبوب سیال اور برکات سیال کی طرح یہ کتاب بھی مولانا غلام دستگیر خان بیخود جالندھری کی تالیف ہے۔ بقول منیجر کتب خانہ، عزیزیہ بھیرہ ''اس کتاب کو فاضل مصنف نے اعلیٰ مضامین سے مزین کیا ہے۔'' یہ نظم و نثر کا عمدہ مجموعہ ہے۔

- سلسلہ شریف، چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ سیالویہ۔

یہ حضرات چشتیہ کا منظوم سلسلہ طریقت ہے۔

تصانیف:

آپ نے رشد و ہدایت اور خانقاہی امور کی بے پایاں مصروفیات کے باوجود تحریر و تقریر کی طرف توجہ فرمائی۔ آپ کے تذکرہ نگاروں نے آپ کی درج ذیل تصانیف بتائی ہیں۔

۱۔ معیار المسیح یعنی ضیاء الشمس مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور۔ ۱۳۲۹ھ۔

۲۔ امر معروف مطبوعہ کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، لاہور۔

۳۔ اعلان واجب الاذعان، مطبوعہ شوق الیکٹرک پریس، لاہور۔

۴۔ رسالہ درباہ سماع (غیر مطبوعہ)۔(۳۸)

وصال:

خواجہ حافظ محمد ضیاء الدین سیالوی کم وبیش ۱۰ روز بخار میں مبتلا رہے۔ ابھی آپ کی عمر مبارک محض ۴۳ برس تھی کہ رب تعالیٰ جل وعلا کا بلاوا آ گیا۔ اور آپ اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ یہ ۱۲ محرم ۱۳۴۸ھ مطابق ۲۱ جون ۱۹۲۹ء بروز جمعۃ المبارک دن ۲ بجے کا واقعہ ہے۔ آپ کے صاحبزادے غلام فخر الدین سیالوی نے اپنے ایک محب غلام محمد کو خط لکھا اور اس میں یہی تاریخ درج کی۔ دفتر ڈی ایچ او سرگودھا کے ریکارڈ میں حضرت ثالث سیالوی کی تاریخ وفات اس طرح مرقوم ہے۔

رجسٹر	نمبر سلسلہ	تاریخ وفات	عمر	بیماری
۴۳	۹۳۲	۲۱ جون ۱۹۲۹ء	۴۳ سال	دس یوم بخار۔(۳۹)

ہفت روزہ ''الفقیہ'' امرتسر ۲۸ جون ۱۹۲۹ء ''سیال شریف کے سجادہ نشین کا انتقال'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

> ''سیال شریف کے سجادہ نشین حضرت مولانا محمد ضیاء الدین نے ۱۲ محرم ۱۳۴۸ھ مطابق ۲۱ جون ۱۹۲۹ء نماز جمعہ کے وقت اس دنیائے خاکی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ''(۴۰)

برادرانِ گرامی:

خواجہ حافظ محمد ضیاء الدین سیالوی کے دو بھائی اور تھے۔

۱۔ صاحبزادہ محمد عبداللہ سیالوی:

یہ ۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۰۶ھ مطابق ۷ جولائی ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے اور ۲۷ رمضان المبارک/ ۲۲ فروری ۱۹۲۳ء کو وصال فرما گئے۔

۲۔ صاحبزادہ محمد سعداللہ سیالوی:

آپ ۹ صفر ۱۳۱۰ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۸۹۲ء کو پیدا ہوئے جبکہ صفر ہی کی ۵ تاریخ ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۵ جنوری ۱۹۷۷ء کو وصال فرما گئے۔

اولادِ امجاد:

باری تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کو ۵ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔

۱۔ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ۔

۲۔ بدرالملت خواجہ حافظ محمد بدرالدین سیالویؒ۔

۳۔ فخرالملت خواجہ حافظ غلام فخرالدین سیالویؒ۔

۴۔ خواجہ محمد فریدالدین سیالویؒ۔

۵۔ خواجہ محمد ظہیرالدین سیالویؒ۔ (رحمہم اللہ اجمعین) (۴۱)

صاحبزادگان میں خواجہ علامہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ رحمۃ الباری آپ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین مقرر ہوئے۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ اس خانوادہ کے چوتھے صاحب سجادہ ہیں۔

آپ کے خلفائے کبار:

آپ کے سوانح نگاروں نے مندرجہ ذیل خلفائے کبار کے اسماء و احوال قلمبند کئے ہیں۔

۱۔ خواجہ حافظ محمد حسین معظم آبادی۔

۲۔ امیر جند اللہ پیر حافظ محمد شاہ بھیرویؒ۔

۳۔ خواجہ سید غلام فرید شاہ چشتی خوارزمی۔

۴۔ خواجہ سید غلام دستگیر شاہ گیلانی۔

۵۔ خواجہ سید محمد غوث شاہ ہمدانی۔
۶۔ مولانا میاں عبدالغفور چشتی۔
۷۔ مولانا حافظ محمد فیض عالم چشتی۔
۸۔ شیخ نور محمد چشتی گجراتی۔
۹۔ خواجہ سید امیر علی شاہ کاظمی۔
۱۰۔ مولانا حافظ محمد علی چشتی۔
۱۱۔ حضرت میاں عبدالحمید۔
۱۲۔ قاضی حافظ غلام محمد چھروی۔
۱۳۔ مولانا محمد یحیٰی بگوی بھیروی۔
۱۴۔ مولانا ظہور احمد بگوی بھیروی۔
۱۵۔ پیر حافظ محمد علی شاہ بخاری۔
۱۶۔ مولانا غلام فرید گجراتی۔(۳۲)

فصل سوم:

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ

(خانوادۂ سیال شریف کے چوتھے صاحب سجادہ)

ولادتِ باسعادت:

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء کو سیال شریف ضلع سرگودھا (صوبہ پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ والدِ ماجد کا اسم گرامی خواجہ محمد ضیاء الدین بن خواجہ محمد الدین بن خواجہ شمس العارفین شمس الدین سیالوی (رحمہم اللہ اجمعین ہے۔(۴۳)

میں نے آپ کی تاریخ پیدائش جاننے کے لئے دیگر کتب سے بھی رجوع کیا تقریباً تمام تذکرہ نگاروں نے آپ کی ولادت باسعادت کا سن پیدائش ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء ہی ذکر کیا ہے۔ سیرت نگار اس امر پر بھی متفق ہیں کہ آپ کی ولادت قریہ طیبہ ''سیال شریف'' (سرگودھا) میں ہوئی۔ ''نور نور چہرے'' کے مؤلفِ محترم علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کی تحقیق بھی یہی ہے، فرماتے ہیں:

> ''حضرت شیخ الاسلام سیالوی کی ولادت باسعادت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء میں سیال شریف ضلع سرگودھا میں ہوئی، حسنِ اتفاق سے اسی سال مسلم لیگ قائم کی گئی۔'' (۴۴)

نامِ نامی:

خانوادۂ سیال شریف کے چوتھے صاحب سجادہ کا نامِ نامی ''محمد قمر الدین'' ہے۔ آپ کے مزار پُرانوار کے باہر آپ کے آبائے کرام کے اعراس کی تاریخوں کیلئے جو بورڈ نصب ہے، اس میں چوتھے نمبر پر آپ کا اسم گرامی اسی طرح درج ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے جہاں کہیں کسی تحریر کے آخر میں، کسی فتویٰ کے اختتام پر یا کسی مکتوب گرامی پر نام لکھا یا دستخط ثبت فرمائے، ''محمد قمر الدین'' لکھا۔

لفظی طور پر قمر، مکمل چاند کے معنی میں آتا ہے۔ یہ لفظ قرآن پاک میں مجموعی طور پر ۲۶ مرتبہ آیا ہے۔ پہلی مرتبہ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۷۷ میں اور آخری بار سورۃ فرقان کی آیت نمبر ۶۱ میں۔ سورۃ الانعام کی آیت ہے: فَلَمَّا رَاٰی الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ الخ اور سورۃ الفرقان کی آیت کریمہ ہے وَجَعَلَ فِیْهَا سِرَاجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا ۝ (۴۵)

قرآن پاک کی ۱۱۴ سورتوں میں ایک مستقل سورت کا نام بھی ''القمر'' ہے۔ سورتوں میں اس کا نمبر ۵۴ واں ہے۔ جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور معجزات میں انگلی کے اشارے سے چاند کے دوٹکڑے کرنا بھی ہے اور یہ عظیم معجزہ ''شق القمر'' کے نام سے معروف ہے۔ اسی طرح چاند کے لئے ایک لفظ ''بدر'' بھی معروف ہے البتہ یہ چودھویں رات کے چاند کے لئے خاص ہے۔ یعنی جب چاند پورے جوبن پر ہو اور اس کی چاندنی نور بکھیر رہی ہو۔ شعراء اور ادباء روئے محبوب کے لئے چاند کا استعارہ اور چہرۂ حبیب کے لئے چاند کی تشبیہ کا استعمال کرتے ہیں۔ جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کے حسن وجمال کو بیان کرنے کے لئے عشاق نے چاند ہی کا سہارا لیا ہے۔ نامور سیرت نگار علامہ قاضی عبدالدائم دائم، سیرت پر صدارتی ایوارڈ یافتہ کتاب ''سید الوریٰ'' میں رقمطراز ہیں:

> ''اکثر واصفانِ جمالِ نبوی نے جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ضیاء بار چہرے کو چاند سے تشبیہ دی ہے...... کسی نے چاند جیسا کہا، کسی نے چودھویں رات کے چاند جیسا اور کسی نے چاند کا ٹکڑا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیائے محبت میں روئے محبوب کے حسن وجمال اور اس کی چمک دمک کو اجاگر کرنے کے لئے چاند سے بہتر تشبیہ کوئی نہیں۔'' (۴۶)

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے اسی مناسبت سے تحریر فرمایا:

> ''خواجہ محمد دین سیالویؒ (ثانی غریب نواز) کا زمانہ تھا۔ آپ نے اس فرزند رشید کو اپنی گود میں لیا اس کی جبین سعادت پر اس کے درخشاں مستقبل کی نشانیاں دیکھ کر اس کا نام ''محمد قمر الدین'' تجویز فرمایا۔ آنے والے آلام ومصائب کی شب دیجور میں اگر یہ قمر اپنی ضیاء باریوں سے

ہر سو نور نہ برساتا تو خدا معلوم ملت کی محرومیوں اور مایوسیوں کا حال کیا ہوتا۔" (۴۷)

تعلیم و تربیت:

خواجہ محمد قمرالدین سیالوی نے اپنے والد گرامی خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی (ثالث غریب نواز) کی براہِ راست نگرانی اور سرپرستی میں تعلیم و تربیت کی منزلیں طے کیں۔ وقت کے نامور اساتذہ کی خدمات حاصل کی گئیں، انہیں ہر طرح کی سہولیات بہم پہنچائی گئیں اور آپ کی تعلیم کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا۔ آپ کے سوانح نگاروں نے آپ کی تعلیمی زندگی کے احوال میں لکھا ہے کہ:

> "آپ نے سیال شریف سے تین میل جنوب کی طرف واقع قصبہ پوہلا کے حافظ کریم بخش رحمہ اللہ تعالیٰ سے قرآن پاک حفظ کیا۔ خداداد صلاحیتوں کا یہ عالم کہ نو سال کی عمر میں پورا قرآن پاک یاد کر لیا۔ فارسی اور عربی فنون کی کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔ مولانا محمد حسین، ماڑی صغیرہ ضلع جھنگ (تلمیذ علامۃ العصر مولانا معین الدین اجمیری) مولانا جان محمد نظام آباد، ضلع سرگودھا، مولانا حفیظ اللہ، قصبہ محمد پورہ مظفر گڑھ، مولانا محمد منشا، ڈیرہ غازی خان، مولانا قمرالدین بستی چھدڑ و میانوالی، مولانا غلام مرتضیٰ قریشی میانوالی، مولانا سلطان محمود، کھنشی میانوالہ، یہ تمام اساتذہ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف میں مسند تدریس کی زینت رہے۔
>
> فنونِ عالیہ کی کچھ کتابیں مولانا محمد دین بدھوی سے پڑھیں، معانی اور بیان کی کچھ کتابیں اور ترمذی شریف ۱۹۲۷ء، مولانا سلطان اعظم (بھیرہ شریف) سے پڑھیں۔ اس وقت منطق و فلسفہ میں علامۃ العصر مولانا معین الدین اجمیری کا بڑا چرچا تھا۔ ان سے استفادہ کے لئے

مدرسہ صوفیہ اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین قدس سرہ کی دعوت پر علامہ اجمیری سیال شریف تشریف لے آئے۔ چنانچہ آپ نے دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام میں ان سے منطق وفلسفہ اور ریاضی کی منتہی کتابیں پڑھیں اور صحاح ستہ کا درس لے کر ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔ اسی سال علامہ اجمیری واپس اجمیر شریف چلے گئے۔" (۴۸)

صورت کا حسن، سیرت کا جمال:

اللہ والے ظاہری اور باطنی حسن وجمال سے مالا مال ہوتے ہیں۔ دیکھنے والے اُن کی صورت کا حسن اور سیرت کا جمال ملاحظہ کرتے ہیں تو فریفتہ ہو جاتے ہیں، ان کی عقیدت اور محبت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

جن لوگوں نے خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا دیدار کیا ہے، اُن کی محفل کی برکتیں لوٹی ہیں، اُن کی گفتگو سنی ہے، اُن کے ساتھ سفر وحضر میں کچھ لمحے گزارے ہیں، اُن کے شب و روز کے معمولات اور معاملات کو پرکھا ہے، وہ گواہ ہیں کہ ربِ جمیل وجلیل نے لجپال پیر سیال کو صوری ومعنوی حسن سے وافر حصہ بخشا تھا۔ ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ رحمۃ الباری نے آپ کا سراپا اس اندازِ دلربا سے بیان فرمایا ہے:

> "اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو ظاہری حسن عطا فرمایا تھا اس کی ہمیں تو کہیں نظیر نہیں ملتی۔ روشن چہرہ، اونچی بینی، چمکتی ہوئی غزالی آنکھیں، جبینِ سعادت کی کشادگی، ڈاڑھی مبارک کا بانکپن، قلب ونظر کو اسیر کر لینے والی تابدار زلفیں، جمال کی ان رعنائیوں کے باوجود، جلالِ الٰہی کا ایسا پرتو چہرے پر ضوفگن رہتا تھا کہ بارگاہِ اقدس میں لب کشائی کی ہمت نہ ہوتی تھی۔" (۴۹)

پروفیسر محمد اکرم رضا سلمہ اللہ تعالیٰ نے "حیاتِ شیخ الاسلام" کے نام سے آپ کی جو

سوانح حیات لکھی ہے، اُس کا ایک صفحہ "سراپا" کے عنوان سے شامل ہے۔ سچ یہ ہے کہ پروفیسر صاحب نے آپ کے حسن و جمال کو بیان کرنے کا حق ادا کیا ہے مگر تمام تر عقیدت و احترام کے باوجود بات وہی ہے جو کسی نے یوں کہی ہے کہ:

؎ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آپ صورت کے حسن اور جمال کا تصور کیجئے پروفیسر محمد اکرم رضا کا بیان کردہ "سراپا" ملاحظہ فرمائیں:

"آپ کی دلنواز شخصیت صورت کی تابانیوں اور سیرت کی سربلندیوں کا مرقع تھی۔ صورت ایسی دل نشیں تھی کہ انسان دیکھے تو دیکھتا رہ جائے اور سیرت ایسی سربلند تھی کہ جس نے ایک جھلک دیکھ لی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انہی کا گرویدہ ہو گیا۔ قد درمیانہ مگر ایسا موزوں کہ سرو کی بلند قامتی رشک کرے۔ جسم کی موزونیت کہ جہاں بیٹھ جاتے وہیں صدرِ محفل دکھائی دیتے۔ پیشانی روشن کشادہ اور اُبھری ہوئی جس کی کشادگی ارادت مندوں کے لئے نشانِ ظفر تھی۔ رنگ سفید رعنائی فکر و خیال کا پرتو لئے ہوئے۔ نگاہوں میں ایمان و یقین کی چمک، نصرتِ خداوندی کی جھلک۔ سینہ مبارک اسرارِ مخفی کا آئینہ دار، چہرہ زیبا غازۂ صبح بہار۔ اپنوں کے لئے لطف و رحمت کا قلزم بے کنار۔ دشمنانِ دین وملت کیلئے شمشیر براں جوہر دار۔ گفتگو میں آہستگی و شیرینی، تقریر میں جوشِ بیاں کی مہکباری، فکر و دانش میں حسن و یقین کی پرکاری۔ ابرِ گوہر بار کی طرح فیض رساں، حق و صداقت کا علمِ عالی نشاں، ریش مبارک خوش وضع اور گھنی، عزائم میں کوہ پیکر ارادوں کے دھنی۔
سر پر دستار یا سرخ باریک حاشیہ والی ٹوپی۔ کبھی کبھی شلوار مگر اکثر اوقات ملتانی لنگی۔ جسے عرف عام میں "نیلا" کہتے ہیں۔ خوش ادا و

خوش خصال، شیریں ادا و شیریں مقال، آنکھیں بڑی بڑی خود بین و خدا مست۔ دل یادِ الٰہی کے بادۂ ایمان سے سرمست۔ قلب و نظر کو اسیر کر لینے والی زلف ہائے تابدار، اداؤں میں روحِ فطرت کا نکھار۔ صداؤں میں بزمِ انسانیت کا وقار۔ چہرے پر جمالِ خداوندی کا پرتو۔ رخساروں کی چمک، آفتابِ حقیقت کی ضو۔ لباس سادہ مگر صفائی و پاکیزگی کی شان لئے ہوئے، شخصیت پرکشش عظمتِ اسلاف کی آن بان لئے ہوئے، سطوتِ فقیرانہ وہ کہ شہنشاہی محوِ حیرت ہو، جرأتِ رندانہ وہ کہ دنیائے اسلام کیلئے پیامِ عظمت ہو۔

قیادت و سیادت کی تصویر، اشداء علی الکفار ورحماء بینھم کی عملی تفسیر۔ آسمانِ رشد و ہدایت کی تنویر، گفتار میں پھولوں کی مہک، کردار میں رفعتِ اسلاف کی جھلک، بات کرتے تو پھول جھڑتے، محوِ تکلم ہوتے تو علوم معرفت کے سوتے اُبلتے۔ جدھر کا رُخ ہوتا، فرزندانِ توحید پا بہ رکاب چلتے، مسکراتے تو زندگی کے جام چھلکتے، لطف فرما ہوتے تو جذباتِ فطرت مچلتے، تحریکِ پاکستان کے مجاہد جاں باز، زمان و مکاں کی رفعتوں کے ہمراز زندگی پائندگی کی مثال ——— پیر سیال ——— پیر سیال۔

اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے   میں ہوا تم ہوئے کہ میر ہوئے" (۵۰)

شیخ الاسلام کے اساتذۂ کرام:

عام طور پر صاحبزادگان علمی میدان سے بھاگتے ہیں۔ آسائشیں، سہولتیں، عزتیں اور نعمتیں انہیں خود سر بنا دیتی ہیں۔ محنت اور مشقت ان سے نہیں ہو پاتی۔ ارادت مندوں کی حد سے بڑھی ہوئی نیاز مندیاں پیرانِ عظام کی اولاد کو بعض اوقات بگاڑ دیتی ہیں۔ ہم نے بارہا دیکھا کہ کسی آستانہ عالیہ کے صاحبِ سجادہ کا صاحبزادہ کروفر سے پڑھنے آیا مگر کچھ ہی عرصہ

بعد درسگاہ کو خیر آباد کہہ گیا۔ ضیاء الامت علیہ الرحمۃ سادات کرام اور پیرانِ عظام کے بچوں کی طرف خصوصی توجہ دیتے اور ارشاد فرماتے ان کا تعلیم یافتہ ہونا بہت ضروری ہے۔ ان طبقات سے تعلق رکھنے والا ایک بچہ ہزاروں افراد کی تربیت کا باعث بن سکتا ہے اور ان پڑھ ہونے کی صورت میں اس کے برعکس نتائج متوقع ہو سکتے ہیں۔ آپ کے اس خلوص اور محبت کے صدقے بے شمار علماء کرام اور پیرانِ عظام کے صاحبزادگان دارالعلوم محمدیہ غوثیہ سے فیض یافتہ ہوئے۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف (سرگودھا) اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی طرح شاید گنتی کے چند مدارس ایسے ہوں گے جنہوں نے صاحبزادگان کو پڑھایا، لکھایا، سمجھایا اور عالم بنایا۔ البتہ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اُن خوش نصیب صاحبزادوں میں ہیں جن کے آباؤ اجداد طریقت کے ساتھ ساتھ علم وفضل کے بھی آفتاب و ماہتاب تھے اور انہوں نے اپنی اولاد کو زیورِ علم سے اس طرح آراستہ کیا کہ وہ جہاں بھر میں نمایاں نظر آئے اور ان کے علم وفضل سے ایک جہاں آج بھی فیض پا رہا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام کے حالاتِ زندگی پڑھتے ہوئے رشک آتا ہے کہ آپ نے وقت کے اکابر اور جید علماء سے اکتسابِ فیض کیا۔ آپ کے نامور اساتذہ نے آپ کو علم کی دولت سے اس انداز کے ساتھ مالا مال کیا کہ تحریر و تقریر، تصنیف و تالیف اور وعظ و نصیحت کے وقت علم و ادب کے تاجداروں نے آپ کی عظمتوں کو سراہا۔ آپ کے اساتذۂ کرام کے احوال سے پہلے ایمان کو جلا بخشنے کے لئے علامہ شبیر احمد ہاشمی (ملتان، حال مقیم چوکی) کی یہ گواہی ملاحظہ کیجئے:

> ''حضرت کی یادوں میں یہ واقعہ بھی میرے لئے سرمایۂ حیات ہے۔ جامعہ فریدیہ ساہیوال میں آپ کی تقریر ظہر کے بعد ہونا تھی مگر تشریف آوری میں دیر کے باعث آپ عصر کے وقت تشریف لائے۔ جلسہ اختتام پذیر ہو چکا تھا مگر آپ کی تقریر کا اعلان کر دیا گیا۔ بحمدہٖ تعالیٰ مجھے جامعہ فریدیہ ساہیوال کے آغاز سے اب تک اس کے سالانہ جلسوں میں اسٹیج سیکریٹری بننے کا شرف حاصل ہے۔ میں نے اسٹیج سیکریٹری کے طور پر آپ کے علم وعمل اور روحانی فضائل بیان کئے

اور گنج خطابت کو بروئے کار لا کر اس شہباز طریقت کا تعارف پیش کرنے کا شرف حاصل کیا، جس کی بلند پروازی کو ناپنا میرے بس میں نہ تھا، آپ نے اپنی تقریر میں میرے جذبات پر میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے انتہائی انکساری سے فرمایا:

''میں تو کوچۂ گنج شکر کا ایک بے مقدار ذرہ ہوں۔''

آپ کی تقریر میں اہلسنت کے نامور محدث اور فقیہ مفتی محمد نور اللہ بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ تقریر فرمانے کے بعد حضرت خواجہ صاحب تو تشریف لے گئے مگر حضرت محدث بصیر پوری نے مجھے فرمایا: شاہ صاحب!

''دیکھا آپ نے! عالم یوں تقریر کیا کرتے ہیں۔''

حضرت خواجہ صاحب نے اپنی تقریر میں جتنی احادیث تلاوت فرمائیں اس ترتیب، اس استدلال اور استنباط سے صرف وہی عالم بیان کر سکتا ہے، جس کا علم نہایت پختہ اور بے پناہ وسیع ہو۔'' (۵۱)

تذکرہ نگاروں نے آپ کے درج ذیل اساتذہ کرام کا ذکر کیا ہے:

- حافظ کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ (قصبہ پوہلا ضلع سرگودھا)
- مولانا محمد حسین (ماڑی شاہ صغیرہ، ضلع جھنگ)
- مولانا جان محمد (نظام آباد، ضلع سرگودھا)
- مولانا حفیظ اللہ (قصبہ محمد پورہ، مظفر گڑھ)
- مولانا محمد مٹھا (ڈیرہ غازی خان)
- مولانا قمر الدین (چھدڑہ، میانوالی)
- مولانا غلام مرتضیٰ قریشی (میانوالی)
- مولانا سلطان محمود (کھتی، ضلع میانوالی)

- (تقریباً یہ تمام اساتذۂ کرام دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں مسند تدریس کی زینت رہے)۔
- فنونِ لطیفہ کی کچھ کتابیں مولانا محمد دین بدھوی سے پڑھیں۔
- معانی اور بیان کی کچھ کتابیں اور ترمذی شریف ۱۹۲۷ء میں مولانا سلطان اعظم (چھچھرو شریف) سے پڑھیں۔
- علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے منطق و فلسفہ اور ریاضی کی منتہی کتابیں اور صحاح ستہ کا درس لے کر ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔

اپنے اُستاذِ ذی وقار کی عظمتوں کا اعتراف اور ان کا احترام:

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ رحمۃ الباری اپنے اساتذۂ کرام کا بے حد ادب و احترام فرماتے۔ اپنے اساتذۂ کرام کے صاحبزادوں تک کو عقیدت و احترام کا مقام دیتے۔ اپنے اساتذۂ کرام کا نام نہایت ادب سے لیتے اور اُن کی علمی عظمتوں کا نہ صرف اعتراف کرتے بلکہ بڑی چاہت اور محبت سے اُن کے کارنامے بیان فرماتے اور اُن کا ذکرِ خیر اس انداز سے کرتے کہ سننے والا رشک کرنے لگتا۔ اُستاذِ گرامی بھی آپ پر بے حد مہربان اور شفیق تھے۔ ۴ ربیع الآخر ۱۳۹۳ھ بعد از نماز ظہر ایک محفل پاک میں اپنے اُستاذِ ذی وقار علامہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل کی عظمتوں اور رفعتوں کو یوں اُجاگر فرمایا:

> ''میرے اُستاذ علامہ اجمیری بہت بڑے فاضل، معقول اور علوم منقول کے بحر، علم حکمت و فلسفہ اور فنون کے ماہر تھے۔ انہوں نے مجھے حکمت کی سند بھی عنایت کی تھی اور فرمایا اگر کوئی نسخہ آپ لکھیں گے تو اللہ رب العزت برکت دے گا۔ نیز فرمایا: اقصرائی کتاب لاؤ۔ جب یہ کتاب لے گیا تو پڑھائی اور سند عطا فرمائی۔ نہایت ہی سادگی کے دلدادہ تھے۔ بہت ہی کریم تھے۔'' (۵۲)

اسی طرح اپنے اُستاذِ گرامی کے علمی مقام و مرتبہ اور خود اپنے اوپر اُن کی شفقتوں کا

تذکرہ کرتے ہوئے ایک بار فرمایا:

''مولانا کے علم کا یہ عالم تھا کہ ہمیں یقین و وثوق کلی تھا کہ اگر تمام کتب فقہ و منطق و دیگر فنون کی کتابیں نایاب ہو جائیں تو مولانا از سر نو ان کو طبع کر سکتے تھے۔ انہیں بڑے بڑے مدارس سے دعوت نامے آئے لیکن صرف میری تعلیم کیلئے یہاں مقیم رہے۔ کئی بار روسائے اعظم کی طرف سے دعوت نامے آئے کہ یہاں آ کر تعلیم دیں، ہزاروں خواہشمند آپ کے منتظر ہیں تو مولانا نے جواب لکھا کہ یہاں میں اپنے بچے کو پڑھا رہا ہوں، میں نہیں آ سکتا۔ اس نے دوبارہ لکھا کہ صاحبزادہ صاحب کے قیام و طعام کا انتظام خادموں سمیت باقاعدہ یہاں کر دیں گے، وہ بھی ساتھ ہی تشریف لائیں لیکن مولانا نے فرمایا کہ وہ میرے خط کا مطلب نہیں سمجھے بہر حال آپ نے دوبارہ انکار تحریر کر دیا۔

فرمایا یہاں سیال شریف میں مولانا خشک روٹی پر رہ کر پڑھاتے اور نہایت ہی فقیرانہ انداز میں یہاں پر مقیم رہے اور اپنا سب کچھ طلباء کی خاطر خرچ کر دیتے تھے۔ (۵۳)

دیگر اساتذۂ کرام کا احترام اور ان کا تذکرۂ جمیل:

آپ کے اساتذۂ کبار میں ایک معروف نام مولانا محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ یہ تحریک آزادی کے رہنماؤں میں شمار ہوتے اور حضرت غالب کے دست راست مانے جاتے۔ عالی قدر صاحبزادہ عزیز احمد راوی ہیں کہ آپ نے اپنے اُستاذ گرامی کے حسن و جمال کا، مزاج کا، انداز تدریس کا، فن خطابت کا اور اُن کے ملفوظات کا یوں والہانہ تذکرہ فرمایا:

''مولانا محمد حسین علیہ الرحمۃ خوب صورت، چست و چوبند سپاہیانہ وضع کے تھے۔ اشراقیت زیادہ تھے۔ تقریر ایسی دل نشیں فرماتے کہ کبھی نہ

بھولے۔ اصول کے اتنے پختہ کہ ہلانے سے بھی نہ ہل سکیں جو کہہ دیا وہ کر کے چھوڑا۔ تدریس کے اوقات مقرر تھے جو طالب علم وقت پر نہ پہنچا تو اس کو معاف نہ فرماتے۔

ایک دفعہ حضرت والدِ گرامی رضی اللہ عنہ سفر پر جانے کے لئے تیار تھے۔ گھوڑے اور سامانِ سفر باہر پڑا تھا۔ احباب ان کی نگرانی کر رہے تھے۔ میں یہ منظر دیکھتے دیکھتے سبق سے رہ گیا۔ مولانا آئے اور حضرت ثالث رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آپ کے گھوڑے کی لگام سے مجھ کو سخت مارا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ دیکھ کر خوش ہوئے کہ الحمدللہ میرے بچے کے مربی تربیت اور تادیب دونوں سے کام لیتے ہیں۔

مولانا نے حکم دیا ہوا تھا کہ نماز باجماعت ہو، ایک بار میں جماعت سے رہ گیا۔ مجھ کو بلا کر فرمایا صاحبزادے! تم جماعت سے نماز نہ پڑھو گے تو اور بھی نہ پڑھیں گے۔ طلبہ کی موجودگی میں چھڑی سے مارا کہ جس کا نشاں بازو پر آخر تک رہا۔ فرمایا کرتے کہ اساتذہ کی تادیب باعثِ برکت اور سراپا سعادت ہے۔" (۵۴)

"انوارِ قمریہ" کے مؤلف محترم مولانا قاری غلام احمد سیالوی مدظلہ العالی نے "قوتِ حافظہ انعامِ الٰہی ہے" کے عنوان سے حضرت شیخ الاسلام کے جو ملفوظاتِ طیبات قلمبند فرمائے ہیں، ان میں مولانا محمد حسین علیہ الرحمۃ کی ذہانت وفطانت اور قوتِ حافظہ کا یوں تذکرہ فرمایا:

"مولانا محمد حسین صاحب جیل میں تھے۔ رمضان شریف آ گیا، قیدیوں نے کہا اگر باہر ہوتے تو قرآن مجید کو تراویح میں سنتے۔ یہاں ناممکن ہے۔ مولانا نے فرمایا میں سناؤں گا۔ چنانچہ دن کو ایک دو مرتبہ یا تین چار مرتبہ سوا سپارہ منزل دیکھ لیتے، رات کو نماز تراویح میں سنا دیتے۔ پیچھے حافظ بھی ہوتے تھے۔ خدا جانتا ہے ایک غلطی تک نہ ہوتی تھی بعد میں جب یہاں موجود ہوتے آخر عمر میں فرماتے کہ میں نے

معقول کی کتابوں میں عمر ضائع کی ہے اگر قرآن مجید پڑھتا پڑھاتا تو
سب کچھ ساتھ لے جاتا۔ اکثر اوقات چادر اوڑھ کر لیٹ جاتے، لیٹے
لیٹے چھ سات پارے منزل پڑھ لیتے۔"(۵۵)

شیخ الاسلام کے ہم درس نامور ساتھی:

علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جن دنوں سیال شریف میں تدریسی فرائض انجام دیتے تھے اور علم کا نور بانٹتے تھے، ان یمن و سعادت والے دنوں میں خواجہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ رحمۃ الباری کے ساتھ دو خوش نصیب ہم درس بھی دولتِ علم حاصل کرتے تھے۔ "انوارِ قمریہ" کے مؤلف محترم مولانا قاری غلام احمد سیالوی مدظلہ العالی نے آپ کے ملفوظاتِ طیبات میں اپنے ہم سبق ساتھیوں سے متعلق آپ کا یہ ارشادِ گرامی تحریر فرمایا ہے:

"فرمایا۔ ہم تین ساتھی ہوتے ایک مولانا سید منتخب الحق قادری (جو کراچی یونیورسٹی میں صدر شعبہ ہیں) دوسرے مولانا عبدالغفور صاحب جو آج کل ریاست بیر میں قاضی ہیں اور تیسرا میں۔"(۵۶)

راقم علامہ سید منتخب الحق قادری علیہ رحمۃ الباری سے شرفِ تلمذ پر سدا نازاں رہا ہے، اور اُن کے در سے وابستگی پر ہمیشہ مسرتوں کے اظہار میں فخر محسوس کرتا رہا ہے۔ راقم کی کتاب "شعلۂ آواز" کا یہ اقتباس آپ کے ہم درس ساتھی کی معطر یادوں کو تازہ کرتا ہے۔

"......ایک اور وجہ سے بھی خواجہ صاحب سے دلی عقیدت تھی اور وہ یہ کہ میرے اُستاذِ کبیر، اُستاذ العلماء حضرت علامہ سید منتخب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ صاحب قبلہ ہم درس رہے تھے۔ اپنے وقت کے عالم بے بدل علامہ معین الدین اجمیری علیہ الرحمۃ کے قابلِ فخر شاگرد تھے، اُستاذ صاحب دورانِ تدریس اکثر زمانۂ طالب علمی کے سبق آموز اور جذب آمیز واقعات سناتے، خواجہ صاحب کی

عظمتوں کی باتیں ہوتیں اور جب کبھی یہ دونوں ہستیاں باہم ملتیں تو یوں لگتا انتہائی پُر خلوص بھائی یا انتہائی وفادار ساتھی مدتوں بچھڑنے کے بعد باہم بغلگیر ہو رہے ہیں۔" (۵۷)

مولانا عبدالغفور صاحب کی زیارت تو نہ ہو سکی، نہ ہی ان کے حالاتِ زندگی میسر آ سکے۔ ۱۴رمئی ۲۰۰۵ء آستانۂ عالیہ سیال شریف حاضری کے دوران میں مفتی دارالافتاء مفتی قاری غلام احمد سیالوی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ کی زبانی پتہ چلا۔ مولانا عبدالغفور کا ایک صاحبزادہ ہارون الرشید نامی یہاں دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام کا طالب علم رہا ہے۔ خود آپ سے پڑھتا رہا ہے۔ ذہین اور لائق طلباء میں سے تھا، جب شیخ الاسلام علیہ رحمۃ الرحمان کا وصال ہوا وہ اس وقت زیرِ تعلیم تھا اور اُس نے اظہارِ تعزیت کے لئے کتبے لکھے تھے۔ اب غالباً بونیر میں مقیم ہے۔ البتہ اُستاذِ گرامی علامہ سید منتخب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ پر میرا ایک مضمون "شعلۂ آواز" میں شائع ہوا۔ اُس کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے۔

پروفیسر علامہ سید منتخب الحق قادری ۱۰ جون ۱۹۱۴ء کو گورکھ پور (یوپی) ہندوستان میں حضرت سید نور الحق علیہ الرحمہ کے گھر پیدا ہوئے۔ والدین کم سنی میں ہی داغِ مفارقت دے گئے۔ محترم چچا نے تربیت و تعلیم کی ذمہ داری نبھائی۔ یہی چچا بعد میں آپ کے سسر بھی ہوئے۔ ۲۸ جولائی ۱۹۴۷ء کو پاکستان آئے اور وفاقی گورنمنٹ اُردو کالج میں لیکچرار کی حیثیت سے منسلک ہو گئے۔ ازاں بعد کراچی یونیورسٹی میں پروفیسر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۰ سال شعبہ معارف اسلامیہ کے ڈین رہے۔ بے حد ذہین اور لائق ترین لوگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے، جن لوگوں نے آپ کے چشمۂ علم وعرفاں سے فیض پایا ہے وہ آپ کی عظمتوں کے گیت گاتے ہیں۔

علامہ سید منتخب الحق قادری علیہ رحمۃ الباری بیک وقت مستند عالم دین، بے بدل مدرّس، اُصول فقہ کے بے مثل معلم، منطق و فلسفہ کے ماہر، تفسیر و حدیث کے عارف، منفرد اسلوب کے حامل ادیب، شیریں بیاں خطیب، خوش کلام شاعر، وسیع المطالعہ زبردست نقاد، مشہور مذہبی اسکالر اور نامور شیخ الحدیث تھے۔ آپ کی ساری زندگی درس و تدریس میں

گزری۔ بے شمار تلامذہ نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ دارالعلوم امجدیہ، دارالعلوم قادریہ (المرکز القادری) اور دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ کراچی میں آپ نے برس ہا برس علوم دینیہ کی تدریس فرمائی۔ اواخر عمر میں دورۂ حدیث پر توجہ مرکوز رکھی۔ تادمِ زیست دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔

۳۰ مئی ۱۹۸۸ء کو گلشن اقبال کراچی میں آپ کا وصال ہوا۔ دارالعلوم امجدیہ کے مہتمم مفتی ظفر علی نعمانی نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ کراچی یونیورسٹی کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کی ۷ صاحبزادیاں اور ۲ صاحبزادے ہیں، سید نعمان الحق اور سید حسان الحق۔

آپ کا شمار علامۃ الہند علامہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مایۂ ناز تلامذہ میں ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی اور مولانا عبدالغفور کے ساتھ آپ نے سیال شریف کی فضاؤں میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ میری دعا ہے۔ ؎

الٰہی ان کی تربت خلد زار نور ہو جائے
نسیم شہر خاموشاں شمیم طور ہو جائے (۵۸)

غیر معمولی ذہانت وذکاوت اور خداداد قوتِ حافظہ:

ربِّ کریم جل شانہٗ اپنے جن محبوب بندوں سے اپنے دین کا کام لینا چاہتا ہے، انہیں علم وفضل سے بھی سرفراز فرماتا ہے، ذہانت وذکاوت سے بھی نوازتا ہے۔ اور غیر معمولی قوتِ حافظہ کی دولت بھی عطا فرماتا ہے۔ رب تعالیٰ نے حضرت شیخ الاسلام کو غیر معمولی ذہانت وذکاوت کے ساتھ ساتھ قوتِ حافظہ کی بے بہا دولت بھی عطا فرمائی، خود فرماتے ہیں:

"ہم ابتدائی کتب یاد کرتے تھے۔ مجھے کریما تمام یاد تھا۔ بیت بازی کیلئے رات کو سوتے وقت اس کے شعر میں تلاوت کی طرح پڑھا کرتا تھا۔
قاتو نچہ کھوالی، مجھے تمام یاد تھا اور گلستان کا دیباچہ اُستاذ صاحب نے یاد کرایا تھا اور گلستان کے تمام شعر منزل کی طرح سنتے تھے، مسلّم اور

الفیہ ابن مالک بھی منزل کی طرح میں پڑھتا تھا۔ ابن مالک نے صرف ونحو میں نہیں بلکہ ہر فن میں الفیہ لکھا ہے چنانچہ ان کا فقہ کا الفیہ ہے۔ اصول فقہ، اصول حدیث اور معقول میں بھی الفیہ ہے۔ ان لوگوں کے حافظے کمال ہوتے تھے، جن سے اللہ تعالیٰ نے علم کا کام لینا تھا حافظے بھی کمال درجہ کے انہیں عطا فرمائے، فرمایا:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جب حدیث پاک کا امتحان ہوا تو سینکڑوں علمائے کرام نے اسناد پڑھ کر احادیث سنائیں۔ بعد میں امام بخاری کھڑے ہوئے اور فرمایا فلاں سند میں فلاں راوی اس حدیث پاک کا نہیں وہ فلاں حدیث میں فلاں جگہ ہے اور کسی کے متعلق فرماتے کہ یہ سند اس متن کی نہیں بلکہ فلاں متن کی ہے اور فلاں سند صحیح نہیں ہے۔ علیٰ ھذا القیاس تمام کی تمام احادیث اور ان کی اسناد کی اصل اور صحت بیان فرما دی۔ چونکہ ان محدثین نے امتحان کے طور پر پڑھی تھیں تمام نے تسلیم کر لیا کہ حدیث پاک میں انہیں کامل مہارت ہے اور سب نے کہا کہ یہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔" (۵۹)

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری آپ کی ذہانت و ذکاوت اور قوت حافظہ سے متعلق فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے ایسا ذہن رسا عطا فرمایا تھا کہ مشکل سے مشکل مقام ادنیٰ توجہ سے حاصل ہو جاتا، حافظہ اتنا قوی تھا جو بات ایک مرتبہ یاد کی وہ نقش بر سنگ بن کر رہ گئی۔" (۶۰)

اتباع سنت:

اللہ جل شانہ کے ولی کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کے احکامات کا پابند اور اُس کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت طیبہ کا متبع ہو۔ اُس کے چال ڈھال

اور کردار و گفتار سے دیکھنے والا خود ہی مان جائے کہ یہ شریعت کا پابند ہے۔ رب کعبہ کا بندہ ہے اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہے۔ جن لوگوں نے شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ رحمۃ الباری کی زیارت کی ہے۔ آپ کے ساتھ شریک محفل رہے ہیں، آپ کی معیت میں سفر کیا ہے یا آپ کی گہربار رفاقت میں پاکیزہ لمحات گزارے ہیں وہ گواہ ہیں کہ آپ کی زندگی اتباع سنت کا حسین نمونہ تھی۔ آپکے دیرینہ خادم حاجی محمد نواز صاحب کی روایت ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں ایک بار بھی ایسا نہیں دیکھا کہ آپ مسجد میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے رکھ رہے ہوں اور نہ یہ دیکھا کہ مسجد سے نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں رکھا ہو۔ بلکہ جب بھی نماز کے لئے یا کسی کام کے لئے کسی بھی مسجد میں داخل ہونے لگتے تو سنت کے مطابق اور حدیث شریف کے موافق پہلے دایاں پاؤں اندر رکھتے، مسجد میں داخل ہونے کی دعا پڑھتے اور جب نماز سے فارغ ہو کر باہر تشریف لے جانے لگتے تو اتباع سنت کا اہتمام فرماتے، پہلے بایاں پاؤں باہر رکھتے اور مسجد سے نکلنے کی دعا پڑھتے۔ یہ بات بتاتے وقت حسن اتفاق سے ہم دربار شریف کی مسجد کے باہر کھڑے تھے۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ آپ کی اتباع سنت اور اس نسبت سے آپ کی فضیلت پر شاہد ہے۔ حاجی محمد نواز صاحب فرماتے ہیں۔ دو عالم دین سیال شریف حاضر ہوئے، ان میں ایک پہلے سے آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے، دوسرے ساتھی سے انہوں نے کہا آپ بھی مرید ہو جائیں، اُس نے جواب دیا، پہلے کوئی بات دیکھوں گا، پرکھوں گا، دل مطمئن ہو گا تو تب مرید ہوں گا۔ اس طرح اُن کا آنا جانا رہا ایک روز یہی دو حضرات آئے تو آپ نماز کے بعد مسجد کے صحن سے واپس اپنی نشست گاہ کی طرف آ رہے تھے۔ دونوں نے مصافحہ کیا جب آپ اپنی مسند پر بیٹھ گئے تو اُس عالم نے مرید ہونے کی درخواست کی۔ آپ نے قبول فرمائی۔ بیعت کے بعد وظائف ارشاد فرمائے۔ جب جانے لگے تو پہلے سے مرید عالم دین نے اپنے ساتھی سے کہا آپ تو کہتے تھے پہلے کچھ دیکھوں گا تب مرید ہوں گا، آج خود ہی مرید ہو گئے۔ اُس نے جواب دیا۔ میں نے دیکھ لیا۔ پوچھا کس بات نے متاثر کیا، اُس نے کہا: اتباع سنت نے، پھر تفصیل یہ بتائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ تھی

جب آپ سے کوئی شخص مصافحہ کرتا، جب تک وہ اپنا ہاتھ خود نہ ہٹا لیتا آپ اپنا دستِ مبارک نہ کھینچتے۔ میں نے آج مصافحہ کیا تو آپ نے اسی طرح عمل کیا۔ میں سمجھ گیا یہ شریعت کے پابند اور سنت کے متبع ہیں۔

چھوٹوں پر شفقت:

جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ کریمہ تھی آپ چھوٹوں پر شفقت فرماتے، بڑوں کا ادب کرتے اور اپنے غلاموں کو اسی کی تاکید فرماتے۔ ارشادِ گرامی ہے:

"مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا"

جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جو لوگ "اسوۂ حسنہ" کی پیروی کرتے ہیں اور جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق زندگی کے شب وروز گزارتے ہیں وہ اپنے بڑوں کا ادب بجا لاتے ہیں اور چھوٹوں پر شفقت اور رحم کرتے ہیں۔ بڑوں کے ادب کے تو بے شمار واقعات ہیں چھوٹوں پر محبت اور اُلفت کے بھی نرالے انداز ہیں۔ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف (سرگودھا) کے پرنسپل اور اسی بابرکت بستی کے باسی اور قوم سیال کے ایک سعادت مند فرزند میاں ثناء اللہ صاحب راقم الحروف سے ایک دلربا ملاقات میں فرماتے ہیں:

"میں تیسری جماعت میں اپنے ہی گاؤں کے اسکول میں زیرِ تعلیم تھا، میرا ہم جماعت صاحبزادہ محمد فاروق بن صاحبزادہ افتخار احمد ایک ساتھ پڑھتے اور کھیلتے کودتے تھے۔ یہ غالباً ۱۹۷۹ء یا ۱۹۸۰ء کا واقعہ ہے۔ ایک روز پتہ چلا کہ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (رحمۃ اللہ علیہ) ہمارے اسکول میں تشریف لائے تو ہم نے بڑھکر آپ کے گھٹنوں کو چھوا اور مصافحہ کیا۔ آپ نے محبت و شفقت سے ہمیں پیار کیا اور دونوں کو ایک ایک روپیہ بھی عنایت فرمایا۔ اُس دور میں ایک روپیہ بھی

خاصا گراں قدر تھا۔ اب ہم نے معمول بنالیا کہ عصر کی نماز کیلئے جب آپ اپنے گھر سے مسجد میں تشریف لاتے تو ہم پہنچ جاتے اور اس طرح ہر روز ہمیں ایک ایک روپیہ بھی مل جاتا۔ سچی بات یہ ہے کہ اب عقیدت سے زیادہ لالچ ہمیں آپ کی بارگاہ میں لے جاتی مگر کمال ہے آپ نے اپنی شفقتوں کی بارش جاری رکھی۔ کبھی اتفاق سے آپ کی جیب میں کھلا روپیہ نہ ہوتا تو کسی خادم سے لے کر دیتے اور کبھی یوں بھی ہوا کہ ہم نے از خود معصومانہ مطالبہ کر دیا۔ حضرت روپیہ تو دیں۔ ایک روز مجلس ہو رہی تھی ہم بھی پہنچے آپ نے بلا لیا اور فرمایا۔ ان دونوں بچوں کو لے آؤ یہ ہمارے دوست ہیں۔ اب کہاں ہیں وہ شفقت و کرم کے پیکر، وہ رحمت کے فرشتے، وہ چھوٹوں پر مہربان، بڑوں کے قدردان، یہ کہتے ہوئے ثناء اللہ حضرت کی یاد میں کھو گئے اور ان کی جدائی کے تصور نے اُن کی آنکھوں کو نم کر دیا۔" (۶۱)

تواضع، عاجزی اور انکساری:

رحمان کے بندوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ تواضع، عاجزی اور انکساری کا پیکر ہوتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی زمین پر آہستہ آہستہ چلتے ہیں، ان کی نگاہیں نیچی اور سر جھکے ہوتے ہیں۔ غرور اور تکبر سے وہ دور ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں "عباد الرحمن" کی صفات کا آغاز ان پیارے کلمات سے ہوتا ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ (۶۲)

اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔

تواضع، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ صفات میں نمایاں صفت ہے، سیرت کی کتابوں میں آپ کی تواضع کے بے شمار ایمان افروز ارشادات اور واقعات ملتے ہیں۔ لفظ تواضع کا معنی و مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ الصالحی الشامی

فرماتے ہیں:

اَلتَّوَاضُعُ : مَصْدَرُ تَوَاضَعَ هُوَ هَضْمُ النَّفْسِ مِنَ الْمَلَكَاتِ الْمَرْضِيَّةِ لِلْمَحَبَّةِ مِنَ اللهِ وَمِنْ خَلْقِهِ

''تواضع باب تفاعل کا مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے عجز و انکسار اور یہ اُن خصائلِ حمیدہ میں سے ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی اس کے موصوف سے محبت فرماتا ہے اور اس کے بندے بھی اس سے پیار کرتے ہیں۔

سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پوری حیاتِ طیبہ میں ایک واقعہ بھی غرور و تکبر کا نہیں ملتا۔ اس پاکیزہ زندگی کے قدم قدم پر عاجزی اور انکساری کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ تواضع بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھ جایا کرتے، اس پر کھانا تناول فرماتے، بکری کی ٹانگیں باندھ کر اس کو دوہتے۔ اگر کوئی غلام دعوت کے لئے عرض کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرماتے۔ سرورِ انبیاء کے معمولات میں سے تھا کہ آپ دراز گوش پر سواری فرماتے۔ مریض کی عیادت کرتے، جنازہ میں شمولیت فرماتے۔'' (۶۳)

غلامانِ پیر سیال گواہ ہیں کہ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ رحمۃ اللہ علیہ عاجزی اور انکساری میں اپنی مثال آپ تھے۔ صاحبزادہ عزیز احمد (کفری ضلع سرگودھا) اپنے دلربا مضمون ''شیخ الاسلام۔ ہمہ گیر شخصیت'' میں ''تواضع اور انکسار'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''عظیم انسانوں میں اور خوبیوں کے علاوہ عاجزی اور تواضع کا پایا جانا بھی ایک حقیقت ہے۔ شیخ الاسلام میں ہر کمال اور عظمت کی جملہ صفات میں یہ وصف بھی بوجہ اکمل موجود تھا۔ کبھی بھی آپ سے کوئی بات یا کام سرزد نہ ہوا جس میں غرور و تکبر کا شائبہ تک ہو بلکہ جب بھی

آپ کو دیکھا گیا تو تواضع اور عجز کا پیکر ہی نظر آئے۔
نماز پڑھ رہے ہیں تو ماتھا مٹی پر اور سر بسجود ہیں، آرام کے لئے دراز ہوئے تو زمین پر ہی لیٹ گئے اور زلفہائے بیمیں خاک آلود ہو گئیں۔
کسی عالم دین نے جوڑے سیدھے کئے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر چوم لیا۔
میرا بچپن کا زمانہ تھا۔ حضور گرمی کے موسم میں کفری تشریف لائے۔ رات کو آندھی آ گئی خاک اڑنے لگی۔ آپ نے چارپائی پر بیٹھ کر رخ انور آندھی کی طرف کر دیا۔ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ کچھ وقت کے لئے آپ بنگلہ میں تشریف رکھیں، فرمایا کہ میاں صاحب! ہر طرف سے ہوا مٹی جمع کر کے لائی ہے اس اُمید پر سر ننگا کر کے بیٹھا ہوں کہ شاید کسی مقبول بارگاہ کے قدموں کی مٹی میرے سر میں آ پڑے جو میرے لئے باعث سعادت ہو۔'' (۶۴)

شیخ الاسلام اور فن شاہ سواری:

اسلام کے نظامِ عبادات میں نیت کو بڑا دخل ہے۔ کسی کام کے لئے نیت اچھی ہو تو بظاہر خراب کام محض نیک نیتی کے باعث اجر کا سبب بنتا ہے اور ظاہر بین نگاہوں کو بہت عمدہ دکھائی دینے والا کام عامل کی بدنیتی کے باعث رائیگاں جاتا ہے۔ مشہور حدیث جبرئیل کے یہ کلمات مسلمانوں کو ازبر ہیں:

عَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ :
اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّۃِ وَلِکُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰی الخ۔ (۶۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

جیسی نیت ویسا ثواب۔ علی ہذا القیاس حضرت شیخ الاسلام کا ہر عمل اخلاص اور ایثار سے عبارت ہوتا اور آپ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی نیک اور بامقصد نیت کارفرما ہوتی۔ مجملہ اور اوصاف و

عادات کے آپ "فنِ شاہ سواری" کے بھی دلدادہ اور ماہر تھے۔ اعلیٰ نسل کے گھوڑے خریدنا، انہیں پالنا، اُن کی دیکھ بھال کرنا، جنگلوں اور بیابانوں میں اُن کی پشت پر سواری کرنا، انہیں دوڑانا اور بھگانا اور ہر دم انہیں متحرک رکھنا، آپ کے مشاغل و معمولات کا حصہ تھا۔ البتہ یہ سب کچھ کسی شوق کی خاطر نہ تھا نہ کسی ذوق کی تسکین کا جذبہ کارفرما تھا بلکہ یہ سب کچھ جہاد و قتال کی تیاری کی نیت سے تھا، آپ کے خلیفہ، عالمِ اسلام کے مایۂ ناز مفکر اور دانشور، صاحبِ تصانیفِ کثیرہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ رحمۃ الباری نے سچ لکھا ہے:

> "حضرت ثالث رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو نہ صرف علم کتابی کا ماہر بنایا تھا بلکہ ایک مجاہد کی زندگی کے انداز بھی سکھائے تھے۔ آپ کو شاہسواری، بندوق کی نشانہ بازی، شمشیر زنی کی تعلیم بھی دلائی اور خوب مشق بھی کرائی۔ آپ کو جفاکش اور مشقت پسند بنانے کے لئے شکار میں اپنے ہمراہ لے جاتے۔ سارا دن گھوڑے دوڑاتے دوڑاتے گزر جاتا۔" (۲۲)

آپ کے خدام کا کہنا ہے کہ آپ نے اعلیٰ نسل کے گھوڑے خریدے اور پالے۔ ایک نسل "انمول" کہلاتی ہے۔ آپ کی گھوڑی اسی نسل سے تعلق رکھتی تھی۔

شیخ الاسلام اور عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

آستانۂ عالیہ سیال شریف سے وابستہ، ملکِ عزیز کے نامور عالمِ دین، نازشِ بصیرت محقق و مصنف شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی حضرت شیخ الاسلام کے عشقِ رسول سے متعلق رقمطراز ہیں:

> "حبیب کریم علیہ السلام کی محبت و الفت ہر مؤمن کا جزوِ ایمان ہے۔ مگر اس میں درجات و مراتب کا تفاوت بھی موجود ہے اور جس دل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جتنی محبت زیادہ ہوتی ہے عنداللہ اس کو قرب و منزلت بھی اس قدر نصیب ہوتی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام

کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عظمیٰ بھی بہت فراوانی کے ساتھ عطا فرمائی تھی۔
جب اذان ہوتی یا درود پاک پڑھا جاتا یا کسی جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ نامی لکھا ہوا نظر آتا تو بدن اقدس پر لرزہ طاری ہو جاتا اور سرِ ناز جھک جاتا۔ چہرۂ مبارک کا رنگ زرد ہو جاتا اور حاضرین سے بالکل بے توجہ ہو جاتے اور یوں معلوم ہوتا کہ اب صرف جسد اقدس یہاں ہے دل و جان کسی دوسری جگہ روانہ ہو چکے ہیں۔" (۲۷)

عشق کے بندے بھی سارے جہاں سے انوکھے اور نرالے ہوتے ہیں، انہیں در محبوب کی ہر ہر شئے سے پیار ہوتا ہے۔ ان کی وضع قطع، ان کا رہن سہن، ان کے طور طریقے ان کے قاعدے اور ضابطے سارے جہاں سے البیلے ہوتے ہیں۔ علامہ اقبال نے ایسے ہی لوگوں کے لئے کہا تھا۔

انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کونسی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

انوکھی وضع کے یہ لوگ ہر اُس چیز کو محبوب جانتے ہیں جسے اُن کے محبوب سے نسبت ہو۔ حضرت شیخ الاسلام بھی ایسے ہی عاشق بے مثال تھے۔ انہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک کی رنگت، مدینہ طیبہ کی خاکِ پاک، شہرِ حبیب کے باسیوں حتیٰ کہ سگانِ کوئے نبی سے بھی پیار تھا۔ علامہ محمد اشرف سیالوی کی یہ گواہی ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے۔

"آپ نے زندگی بھر سبز جوتا اور سبز کنارے والی لنگی استعمال نہیں فرمائی۔ اور نہ ہی اپنے خاندان اور مریدین میں سے کسی کو استعمال کرنے دی۔ فرماتے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کا رنگ بھی سبز ہے اور یہ بھی سبز لہٰذا بے ادبی لازم آتی ہے۔ جب مدینہ طیبہ کی حاضری کا شرف حاصل ہوا تو جو کپڑا کفن کے لئے مکہ مکرمہ سے خریدا تھا خدام کو حکم دیا کہ اس کو مدینہ طیبہ کی گلی میں بچھا دو تاکہ

مدینہ منورہ کے چلنے والوں کے قدم اس پر آ جائیں اور زیادہ سے زیادہ بابرکت ہو سکے۔ (۶۸)

اس محبت اور ادب کے بغیر ایمان کا دعویٰ کرنا اندھے کنویں میں آواز دینا ہے۔ صحابۂ کرام اور اولیائے عظام کا ادب و احترام بھی ایمان کی تکمیل کے لئے مساوی قوت کے اجزاء ہیں۔ **الحب هو الایمان** کا ارشاد ہر قابلِ عزت کے ساتھ محبت کو محیط ہے۔" (۶۹)

عشق و محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ محبّ اپنے محبوب کی ہر ہر ادا پر قربان ہوا جاتا ہے، اسے اپنانے میں لذت محسوس کرتا ہے، اُسے عزیز از جان جاننے میں فرحت محسوس ہوتی ہے۔ غلامانِ پیر سیال یعنی شاہد ہیں کہ حضرت شیخ الاسلام نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کو اپنانے اور انہیں جان سے عزیز تر جاننے اور ماننے کا عملی مظاہرہ فرمایا۔ ایک پیاری سنت پر عمل پیرا ہونے اور عشق و محبت کے اس تقاضے کو اس انداز سے پورا کرنے کی ایک جھلک علامہ محمد اشرف سیالوی کی زبانی ملاحظہ کیجئے:

"محبّ کو اپنے محبوب کی ہر ادا عزیز از جان ہوتی ہے۔ خواجہ سیالوی علیہ رحمۃ الباری محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سنت مبارک کے ہر منور گوشے کو اپنی عملی زندگی کا افتخار بنانے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ مسواک کرنا سنت مصطفیٰ ہے، آپ کو مسواک اس درجہ محبوب تھی کہ ہر وقت مسواک ساتھ رہتی اور ہر وضو کے ساتھ اس کا التزام کیا جاتا۔ حتیٰ کہ آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے کفن میں بھی مسواک ضرور رکھنا تاکہ بارگاہِ خداوندی میں عرض کر سکوں کہ اور تو کوئی عمل صالح نہ کر سکا تیرے محبوب کی اس سنت پر ضرور عمل کیا ہے اور اس عمل کی بناء پر نظرِ کرم اور لطف و عنایات کا اُمیدوار ہوں۔" (۷۰)

عشق و محبت کا دعویٰ کرنا تو آسان ہے لیکن اس دعویٰ کو سچ کر دکھانا ہر ایک کے نصیب میں نہیں، نہ ہی ہر شخص اس معیار پر پورا اُتر سکتا ہے۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی عقیدت و محبت ہر اُمتی کے ایمان کا جزو ہے، اسی پر ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔ ہم سب حبِ نبی کے دعویدار ہیں لیکن ہم میں سے کتنے ہیں جو اس معیار پر پورا اُترتے ہیں۔ گنبدِ خضریٰ کا رنگ سبز ہے اور ایک عاشقِ صادق محض رنگت کی اس نسبت کا ساری زندگی پاس رکھتا ہے۔ کوئی تصور کر سکتا ہے کہ نقل کا بھی اصل کی مانند ادب ہے۔ کوئی یہ ادب، یہ عقیدت، یہ عقیدہ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ رحمۃ الباری سے سیکھے اور پھر ان کی عظمتوں کو سلام پیش کرے۔ واجب الاکرام پروفیسر محمد اکرم رضا اس عاشقِ دلربا کے ادب و عشق کا یہ خوشنما منظر یوں بیان فرماتے ہیں۔

> ''قلب و نظر میں ہمہ وقت گنبدِ خضریٰ کے تصور کو بسائے رکھتے اور اسی نسبت سے سبز چیز پر پاؤں رکھنا ادب کے خلاف سمجھتے۔ آپ نے پوری عمر ایسا جوتا نہ پہنا اور نہ ہی پسند فرمایا جس پر معمولی سا سبز رنگ بھی نمایاں ہوتا، کسی مقام پر گنبدِ خضریٰ کا دلنواز نقشہ یا نقشہ نعلینِ حضور آویزاں دیکھتے تو فوراً اپنا سر جھکا دیتے اور اسی طرح سر جھکائے ملتِ اسلامیہ کی سربلندی خوشحالی اور یارانِ طریقت کی سرخروئی کیلئے دعائیں فرماتے، اسی سلسلہ میں آپ فرمایا کرتے:
>
> ''نقل کا احترام اسی طرح لازم ہے جس طرح اصل کا۔'' جب کوئی عرب آپ سے ملاقات کو آتا تو آپ اس کے ہاتھ چوم لیتے کہ یہ دیارِ رسول کا مکین ہے۔ جب کسی سید سے ملاقات ہوتی تو اس کی راہوں میں بچھ بچھ جاتے۔ حدیث مبارک کی کتاب دور سے نظر آ جاتی تو اپنے جوتے اُتار دیتے۔ ادب اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں آپ کا یہ ارشاد سرمایۂ بصیرت ہے: ''حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی محبت حاصل ایمان ہے۔ اس محبت اور ادب کے بغیر ایمان کا دعویٰ کرنا اندھے کنویں میں آواز دینا ہے۔ صحابۂ کرام اور اولیائے عظام کا ادب و احترام بھی ایمان کی تکمیل کے لئے مساوی

قوت کے اجزاء ہیں۔ اَلْحُبُّ هُوَ الْاِیْمَانُ کا ارشاد ہر قابلِ عزت کے ساتھ محبت کو محیط ہے۔(۷۱)

حب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیخ الاسلام کا اندازِ محبت:

ہمارا عقیدہ ہے کہ سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہمارے ایمان کی اساس اور بنیاد ہے۔ قرآن و سنت کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ اہلِ ایمان اپنے رب سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر کے اپنی محبت کا عملی ثبوت دیتے ہیں۔ نامور سیرت نگار علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری اپنی کتاب ''رحمۃ للعالمین'' میں ''حب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے عنوان سے خوبصورت گفتگو کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

> ''محبت روحِ انسانی کی وہ صفتِ نورانی ہے جو جسم انسانی میں آنے سے پیشتر بھی روح کے اندر پائی جاتی اور کارفرما تھی۔ حدیث شریف میں اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ الخ اس معنی کی جانب اشارہ کرتی ہے۔
>
> محبت کے مدارج محبوب کے مدارج پر منحصر ہوتے ہیں۔ محبوب جتنا ارفع و اعلیٰ ہوگا محبت کا درجہ بھی اُسی قدر ارفع و اعلیٰ ہوگا۔ محبت کو ذات و صفاتِ محبوب سے جس قدر زیادہ عرفان ہوگا اسی قدر زیادہ استحکام سے اُس کا اُس کی جانب میلان ہوگا۔
>
> یُحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (۲:۱۶۵)
>
> مشرک لوگ شرکاء کے ساتھ اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں مگر جو ایمان والے ہیں اُن کی محبتیں خدا کے ساتھ بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔(۷۲)

محدثین کرام نے علاماتِ محبت کی تفصیلات قلمبند کی ہیں۔ شارح صحیح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی نے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات'' کے عنوان سے تفصیلی

اور علمی گفتگو فرمائی ہے۔ اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے، فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی بہت سی علامتیں ہیں ہم یہاں پر ان میں سے دس علامتوں کو بیان کر رہے ہیں۔

ا۔ اطاعتِ رسول:

جس شخص سے محبت ہوتی ہے انسان اس کی اطاعت اور اتباع کرتا ہے، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ آپ کے احکام پر عمل کیا جائے اور آپ کے نقشِ قدم پر چلا جائے، قرآن مجید میں ہے:

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (حشر: ۷)

اور رسول تمہیں جو (حکم) دیں اس کو لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۚ (آل عمران: ۳۱)

آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو پھر اللہ تمہیں محبوب بنائے گا۔ اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے عیب ہونا:

محبت کی دوسری علامت یہ ہے کہ جس شخص کو کسی سے محبت ہوتی ہے وہ اپنے محبوب کا کوئی عیب دیکھ سکتا ہے نہ اس کا عیب سن سکتا ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حبک الشئی یعمی و یصم۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کسی شئے کی محبت تم کو (اس کا عیب دیکھنے سے) اندھا کر دیتی ہے اور (اس کا عیب سننے سے) بہرا کر دیتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے عیب ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "محمد" فرمایا اور محمد کا معنی ہے جس کی حمد اور تعریف کی گئی ہو جس کو سراہا گیا ہو اور جس میں عیب ہو اس کی مذمت کی جاتی ہے، حمد نہیں کی جاتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مطلقاً محمد فرمایا ہے اگر آپ میں کسی وجہ سے بھی کوئی عیب ہوتا تو آپ مطلقاً محمد نہ ہوتے۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ کثرت ذکر کرنا:

محبت کی تیسری علامت یہ ہے کہ محبّ محبوب کا بہ کثرت ذکر کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من احب شیئا اکثر ذکرہ۔

جو شخص جس چیز سے محبت کرتا ہے اس کا بہ کثرت ذکر کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محبّ ہے اور اس نے قرآن مجید میں آپ کا بہ کثرت ذکر کیا ہے۔ شب و روز میں ہر لمحہ اور ہر آن اللہ جل جلالہ کے ذکر پاک کے ساتھ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر بھی جاری و ساری ہے۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے خوش ہونا:

محبت کی چوتھی علامت یہ ہے کہ محبوب کا ذکر سننے سے محبّ خوش ہوتا ہے تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت پڑھی جارہی ہو اور آپ کے فضائل و کمالات بیان کیے جارہے ہوں تو جن چہروں پر خوشی اور مسرّت کے آثار ہوں، جو چہرے پھول کی طرح کھل جائیں جو لوگ آپ کی تعریف سن کر وجد میں آنے لگیں اور مسرّت سے نعرے لگائیں وہ آپ کے محبّ ہیں۔ اور جن لوگوں کے چہرے آپ کے فضائل و کمالات سن کر مرجھا جائیں وہ آپ

کے محب نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آپ کی شان بیان کرتے ہوئے۔ ادب ملحوظ رہنا چاہئے۔ تعریف میں غلو سے کام نہیں لینا چاہئے یہ بھی محبت کے منافی ہے۔

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرنا:

محبت کی پانچویں علامت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت آپ کی تعظیم وتوقیر کرنا اور آپ کے اسم مبارک سننے پر اظہار خضوع وخشوع کرنا آپ سے محبت کی علامت ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ:

> ابو ابراہیم یحیٰی فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جب ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو وہ ادب اور احترام سے سنے اور بدن کو جنبش تک نہ دے اور خود پر اس طرح ہیبت جلال طاری کرلے گویا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہے۔ حضرت ابو ایوب سختیانی کے سامنے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو اس قدر روتے کہ لوگوں کو ان کے حال پر رحم آجاتا۔ جعفر بن محمد کثیر المزاح اور خوش کلام شخص تھے، مگر جب اُن کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو ان کا رنگ زرد پڑ جاتا۔

۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا:

محبت کی چھٹی علامت یہ ہے کہ محبوب کا ذکر سننے کے بعد محبوب کے حق میں دعا کرے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان آپ کا نام لے یا اس کے سامنے آپ کا نام لیا جائے تو وہ آپ پر صلوٰۃ وسلام (درود شریف) پڑھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہتے ہیں سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اُس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا۔"

آپ نے یہ بھی فرمایا:

من الجفاء ان اذکر عند الرجل فلا یصلی علی صلی اللہ علیہ وسلم

بے وفائیوں میں سے یہ ہے کہ کسی شخص کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شوق ہونا:

محبت کی ساتویں علامت محبوب سے ملاقات کا شوق ہے۔ ہر طالب اور محبّ اپنے مطلوب اور محبوب سے ملاقات کا متمنی ہوتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ مسلمان کے دل میں آپ کی زیارت اور آپ سے ملاقات کا شوق ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری امت میں مجھ سے زیادہ محبت کرنے والے لوگ میرے بعد ہوں گے۔ اُن میں سے کسی ایک شخص کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش اس کے تمام اہل اور مال کے بدلہ میں اس کو میری زیارت ہو جائے۔

۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے محبت کرنا:

محبت کی آٹھویں علامت یہ ہے کہ انسان محبوب کے محبوبوں سے بھی محبت کرتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اہل بیت اور ازواج مطہرات سے بھی محبت ہو۔

۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتوں سے محبت کرنا:

محبت کی نویں علامت یہ ہے کہ جس کو کسی شخص سے محبت ہو وہ اس کی نسبتوں سے

بھی محبت کرتا ہے۔ سو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے وہ قرآن مجید سے محبت کرے گا کہ یہ کلام آپ پر نازل ہوا۔ وہ مکہ مکرمہ سے محبت کرے گا کہ یہ آپ کا مولد ہے۔ وہ مدینہ منورہ سے محبت کریگا کہ یہ آپ کا مسکن ہے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کے پھلوں، پھولوں، گلیوں، بازاروں حتیٰ کہ شہر حبیب کے ذروں سے بھی محبت کرے گا۔

۱۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداء سے عداوت رکھنا:

محبت کی دسویں علامت یہ ہے کہ محب، محبوب کے اعداء سے عداوت رکھتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے اعداء سے عداوت رکھی جائے اور جو آپ کے دین کے مخالف ہوں ان کی مخالفت کی جائے اور ان سے محبت نہ رکھی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> (اے محبوب) جو لوگ اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ عداوت رکھنے والوں کے ساتھ محبت کرنے والا نہ پائیں گے۔ خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے یا بھائی یا قریبی رشتہ دار۔ (مجادلہ: ۲۲) (۷۳)

ان علامات محبت کی روشنی میں خواجہ محمد قمرالدین سیالوی کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو آپ اس معیار پر پورا اُترتے نظر آتے ہیں۔ آپ کے معمولات ان علاماتِ محبت سے عبارت ہیں۔ دیکھنے والوں نے آپ کی عاشقانہ اداؤں اور محبت کی نشانیوں سے پہلی نظر میں پہچان لیا کہ آپ محبِ شاہ خوباں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

فروغِ علم کیلئے خدماتِ جلیلہ، تصانیفِ لطیفہ:

آپ نے دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کی تعمیر، توسیع اور ترقی میں بے مثال کارنامہ انجام دیا۔ نامور مدرسین کا انتظام کیا۔ انتظامی کمیٹی تشکیل دی۔ سالانہ جلسوں کا اہتمام فرمایا۔ چوٹی کے علماء کو مدعو کیا۔ دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء پر شفقتوں اور محبتوں کی

خیرات تقسیم کی۔ ان کی ضروریات کی کفالت فرمائی۔ مدارس کی سرپرستی فرمائی۔ مؤلف "جمالِ کرم" آپ کی خدمات کے اعتراف میں تحریر کرتے ہیں:

> "آپ کے قومی کارناموں میں دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام کی توسیع اور ترقی ہے۔ دارالعلوم کی عمارات اب کئی ایکڑ زمین میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس میں جدید و قدیم علوم کی تدریس ہوتی ہے۔ طلبہ صرف علومِ قدیمہ کے ماہر بن کر یہاں سے فارغ نہیں ہوتے بلکہ علومِ جدیدیہ میں بھی ان کی دسترس باعثِ حیرت ہوتی ہے۔ یہاں سے کئی فارغ التحصیل پنجاب یونیورسٹی اور کراچی یونیورسٹی سے گولڈ میڈل حاصل کر چکے ہیں۔" (۷۴)

خواجہ محمد قمرالدین سیالوی متبحر عالمِ دین اور کئی زبانوں پر دسترس رکھنے والے ممتاز دانشور تھے۔ عربی، فارسی، اُردو اور پنجابی کے علاوہ پشتو میں بھی بلاتکلف گفتگو فرماتے تھے۔ اپنے احباب کو عربی میں بھی خطوط لکھتے۔ انشاء عربی پر آپ کی قدرتِ کاملہ کا اعتراف غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کیا ہے:

> "عربی میں کمال درجہ کا شغف رکھتے تھے، بلاتکلف عربی زبان میں مضمون لکھنے کی مہارتِ تامہ آپ کو حاصل تھی۔" (۷۵)

آپ نے گوناگوں مصروفیات کے باوجود کتابیں تصنیف فرمائیں، اہلسنت کے نامور محقق اور مصنف علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اپنی تالیف "نور نور چہرے" میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت شیخ الاسلام نے بے شمار مصروفیات کے باوجود متعدد تحقیقی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں، چند کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ التحقیق فی التطلیق: یک وقت تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہو جاتی ہیں۔

۲۔ تبلیغ القوم فی اتمام الصوم۔

۳۔ الجہاد۔

۴۔ صلوٰۃ العصر۔

۵۔ مذہب شیعہ۔

۶۔ ان الحکم الا للّٰہ۔

۷۔ تنویر الابصار بتقبیل المزار۔

۸۔ تحقیق الاجلہ فی ثبوت الاہلہ۔

۹۔ تقریر دلپذیر۔

۱۰۔ بلاغ مبین۔(۷۶)

ان کتابوں کے علاوہ مذہب عیسائیت، خطبات شیخ الاسلام، وصایا قمریہ وغیرہ۔ آپ کی تالیفات میں شامل ہیں۔ ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور نے ان کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ آپ کے فتاویٰ اور مکتوبات بھی اسی ادارہ میں زیر طبع ہیں۔

اولادِ امجاد:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کو تین صاحبزادے عطا فرمائے۔

۱۔ صاحبزادہ حافظ محمد حمید الدین سیالوی۔ موجودہ صاحب سجادہ۔

۲۔ صاحبزادہ مجد الدین سیالویؒ۔

۳۔ صاحبزادہ نصیر الدین سیالویؒ۔ (آپ کا وصال ہو گیا)۔

وصال:

سرگودھا لاہور روڈ پر سرگودھا سے چند میل کے فاصلے پر چک نمبر ۱۱ کا پل ہے۔ اس پل کے قریب مخالف سمت سے آنے والے ٹرک سے آپ کی کار کا ایکسیڈنٹ ہوا۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور رمضان المبارک کی ۱۴ تاریخ تھی۔ ٹرک ڈرائیور غالباً سو رہا تھا کہ ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ آپ اپنے رفقاء و خدام کے ساتھ شدید زخمی ہو گئے اور ۱۷ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ کو وصال فرما گئے۔

چند کتابوں کا تعارف پیش خدمت ہے:

صلوٰۃ العصر:

آپ نے اس تالیف میں قرآن وحدیث اور فقہ کی اوق کتب کے حوالہ جات سے دو چیزیں خاص طور پر بیان اور ثابت کی ہیں۔

(الف): صلوٰۃ وسطیٰ کیا ہے: (حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی) دلائل سے آپ نے واضح کیا ہے کہ درمیانی نماز سے مراد نماز عصر ہے۔ اس ضمن میں مستند حوالہ جات شک وشبہ رفع کر دیتے ہیں۔ سنن ابن ماجہ کی روایت، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم وعنھا کا یہی مسلک کہ صلوٰۃ وسطیٰ صلاۃ عصر ہے۔ پڑھنے والے کا ذہن صاف کر دیتا ہے۔

(ب): فقہ حنفی کے مطابق امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق نماز عصر کے وقت کا تعین کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں فقہ کی ۲۸ مستند کتب کے حوالہ جات بڑا وزن رکھتے ہیں۔ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں:

''مذہب حنفی یہی ہے سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ جب دو مثل ہو جائے تو اس وقت عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔''

علیٰ ھذا القیاس فتح القدیر مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۹۳ اور کفایہ علی الھدایہ مصری جلد اول ص ۱۹۲ میں تصریحات موجود ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب یہی ہے اور تمام متون اور شروح کی تصریحات کی یہی ظاہر الروایہ ہے کہ سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ دو مثل (دو چند) ہو جانے کے بعد ہی وقت عصر شروع ہو جاتا ہے۔ اب فقہ حنفی کی ۲۸ مستند کتب فقہ کے نام آپ کے سامنے پیش ہیں جن میں متون اور شروح اور فتاویٰ سب شامل ہیں۔

قدوری، کنز، ہدایہ، کافی، بدائع، مبسوط، عینی، محیط، فتح القدیر، شرح المجمع، جوھرہ النیرہ، لباب للمیدانی، مراقی الفلاح، طحطاوی علی المراقی، عنایہ، نہایہ، غایۃ البیان، الینابیع تصحیح القدوری للعلامہ القاسم، فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ ظہیریہ، فتاویٰ خیریہ، فتاویٰ عالمگیر، فتاویٰ غیاثیہ، کفایہ علی الھدایہ، معراج الدرایہ۔

ان تمام کتابوں میں یہی تصریحات موجود ہیں کہ ہر چیز کا سایہ اصلی کے علاوہ جب دو مثل (دو چند) ہو جائے تو اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔(۷۷)

تبلیغ القوم فی اتمام الصوم:

ماہِ رمضان مبارک میں کچھ لوگ غروبِ آفتاب کے وقت افطار کرنے میں جلدی کرتے ہیں، سورج کی سرخی اس کے غروب نہ ہونے کی پوری پوری غمازی کر رہی ہوتی ہے اور مشرق کی طرف سورج کی انعکاسی شعاعیں اُفق کو سرخ کرتی دکھائی دیتی ہیں اور یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ آفتاب غروب ہو چکا ہے اور بعض لوگ غروب آفتاب کا یقین حاصل کرنے کے لئے اس قدر منتظر رہتے ہیں کہ مشرق کے اُفق پر رات کی سیاہی نمودار ہو جاتی ہے۔ از روئے شرع افطار کا مستحب وقت کون سا ہے؟ اس تالیف لطیف میں اسی لطیف نکتہ پر دلائل کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے۔ چنانچہ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی ''افطار کے مستحب وقت کی ابتداء'' کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں:

> ''افطار کا وقت آفتاب کے یقینی طور پر غروب ہو جانے کے بعد شروع ہوتا ہے جس وقت مشرق کے اُفق پر رات کی سیاہی نمودار ہو جائے اور مغرب کے کنارے سے دن کی روشنی زائل ہو جائے۔
>
> لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامُ اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا اَوْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ (رَوَاهُ الشَّيْخَانِ عَنْ عُمَرَ صحيح البخاری باب متی یحل فطر الصائم وافطر، ص ۲۶۲، ومسلم باب وقت انقضاء الصوم و خروج النهار، ص ۳۵۱)(۷۸)
>
> یعنی جب رات کی سیاہی مشرق کے اُفق پر چھا جائے اور دن کی روشنی مغربی اُفق سے زائل ہو جائے اور دن غروب ہو جائے تو روزہ دار افطار کرے۔

تفسیر، حدیث اور فقہ کی معتبر کتابوں کی اصل عبارت اور ان کے اُردو ترجمہ سے آراستہ آپ کی یہ تحریر بھی عالمانہ اور محققانہ شان رکھتی ہے۔ آپ نے تفسیر کبیر، بخاری و مسلم کے علاوہ سنن ابی داؤد، شرح موطا، عینی، کشف الغمۃ، مستدرک وغیرہ کتب کی عبارات بطور حوالہ تحریر فرمائیں۔ یہ آپ کی علمیت اور بہترین حافظہ کا بھی ثبوت ہے۔ بقول علامہ شرف قادری ''حضرت شیخ الاسلام اپنی گوناں مصروفیات کے سبب باقاعدہ تدریس نہیں فرما سکے لیکن حافظہ اس غضب کا تھا کہ سالہا سال پہلے پڑھی ہوئی کتابوں کے مضامین آپ کے پیش نظر رہتے۔'' (۷۹)

مذہبِ شیعہ:

اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن نومبر ۱۹۹۹ء میں ''مکتبہ کاروانِ قمر'' کراچی نے خواجہ محمد قمرالدین سیالوی کے ایک خلیفہ اور ''انجمن قمرالاسلام سلیمانیہ'' کے بانی و ناظم اعلیٰ سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی کے اہتمام و انتظام سے شائع کیا۔ آپ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ مذہب عیسائیت، مذہب شیعہ وغیرہ کے مناظرین سے آپ نے متعدد مناظرے کیے اور انہیں لاجواب کیا۔ ''نور نور چہرے'' (تذکرۂ ابرار ملت) کے مؤلف کے بقول عیسائی، مرزائی، شیعہ اور وہابی مناظرین سے متعدد مناظرے کیے اور انہیں لاجواب کیا۔'' (۸۰)

آپ کو مذہب شیعہ کی جزئیات اور کلیات، ائمہ معصومین کے حالات اور اہل تشیع کے عقائد و احوال پر دسترس حاصل تھی۔ آپ نے اپنی لائبریری میں ایک گوشہ ''مذہب شیعہ'' سے متعلق نامور کتب کے لیے مختص کر رکھا تھا۔ (راقم نے خود مشاہدہ کیا) (۸۱) چنانچہ مذہب شیعہ کی نامور کتب کی اصل عبارت (عربی و فارسی) اور اس کے اردو ترجمہ سے اپنے مذہب کی تائید اور ان کی تردید دلائل و براہین کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔ آپ کی یہ تالیف بے حد معروف اور مقبول ہوئی اور انصاف پسند حلقہ نے اسے پسند کیا۔

''مذہب شیعہ'' میں مصنف نے واضح کیا ہے کہ اس مذہب کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی؟ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی خلافت راشدہ کا انکار کیوں کیا جاتا ہے۔ اصل حقائق کیا ہیں؟ اہل تشیع کی معتبر کتب کافی، کشف الغمہ فی مناقب الائمہ، کتاب ناسخ التواریخ،

الشافی، معانی الاخبار وغیرہ کی اصل عبارات کے حوالہ جات پیش کر کے آپ نے ان کی زیادتیوں کا تعاقب کیا ہے۔ کتاب کی آخری سطریں بطور خلاصہ ملاحظہ ہوں۔

''انتہائی تعجب ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنے روز مرہ مشغلہ کے متعلق بھی تاریخ سے اس قدر بے خبر ہیں کہ انہیں ائمہ معصومین کے نام تک معلوم نہیں۔ ان کے واضح ترین طرز حیات وتصریحات اور لائحہ عمل تو در کنار محض جہالت پر مبنی ایک خود ساختہ دھرم پر کیوں اتر آئے ہیں۔ چونکہ صاحب کشف الغمہ نے اہل السنت والجماعت کے متعلق بڑے شد و مد کے ساتھ ابہام باندھا تھا کہ وہ ائمہ معصومین کی روایات کو نہیں مانتے اسی خوف سے میں نے اہل تشیع ہی کی معتبر ترین کتابوں کو حاصل کیا اور ان سے صرف وہی روایتیں، جو ائمہ طاہرین معصومین سے ہیں اور جن کے متعلق یقین کامل ہے کہ محبت وتولی کا دم بھرنے والے ایسی روایتوں کو سر آنکھوں پر رکھیں گے اور دیکھتے ہی ایمان لائیں گے۔ اہل عقل و انصاف کی خدمت میں پیش کی ہیں۔ یہ رسالہ گویا کلمۂ باقیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ منظور فرمائے اور اپنے مقبولین کے طفیل اہل انصاف و دانش کو اس سے ہدایت بخشے اور مجھ غریب کو جزائے خیر سے سرفراز فرماوے۔

(آمین ثم آمین) فقیر محمد قمرالدین سیالوی غفر اللہ لہ۔ (۸۲)

اس عبارت کے آخر میں درج تاریخ یہ ہے۔ ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۷۷ھ یوم الاثنین۔

وصایا قمریہ:

آپ کی یہ تالیف ''بزم غلامان پیر سیال لاہور'' نے طبع کرائی ہے۔ اصل عبارت عربی میں ہے۔ مؤلف انوار قمریہ اور دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کے مدرس و مفتی غلام احمد سیالوی نے اُردو ترجمہ کیا۔ ہر صفحہ پر ایک جانب عربی عبارت اور اسی کے سامنے اُردو ترجمہ درج ہے۔ آغاز میں ''وصیت نامہ'' کے بعد یہ الفاظ مرقوم ہیں۔

وصیة باتباع الاولیاء لا سیما اتباع سلسلة العالیة الجشتیة رضوان الله تعالیٰ علی اهلها اجمعین۔	اولیاء کرام خصوصاً سلسلہ عالیہ چشتیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اتباع کی وصیت۔

کتاب کا انتساب آپ کے جانشیں، امیر شریعت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی کے نام ہے۔ آخری صفحہ پر آپ کی دیگر کتب کا اشتہار ہے۔

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلفاء

خانوادۂ سیال شریف کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ اس عظیم المرتبت اور کثیر البرکت خانوادہ کے تیسرے صاحب سجادہ حضرت محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ رحمۃ الباری ۱۳۰۴ھ کو پیدا ہو کر صرف ۴۴ سال کی عمر میں ۲ محرم الحرام ۱۳۴۸ھ کو وصال فرما گئے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادہ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نے آپ کے جانشین کے طور پر فرائض منصبی سنبھالے۔ ۱۳۴۸ھ سے لے کر ۱۴۰۱ھ تک تقریباً ۵۳ سال رشد و ہدایت، شریعت و طریقت اور وعظ و نصیحت کا یہ چاند اپنی نورانی کرنیں بکھیرتا رہا۔ مخلوقِ خدا اس چشمۂ شیریں سے فیض یاب ہوتی رہی۔ ہزاروں لوگ اس تاباں و درخشاں چاند کے نور سے دل کی دنیا منور کرتے رہے۔ بے شمار بندگانِ خدا اس پاک در پہ آئے اور دارین کی سعادتیں لوٹ کے لے گئے۔ خود آپ جہاں تشریف لے گئے اپنی برکتیں تقسیم فرما آئے۔ ملک کے طول و عرض میں آپ کے عالمانہ خطابات سے ایک جہاں فیض یاب ہوا۔ لاتعداد مدارس اور مساجد آپ کے نام سے منسوب ہیں۔ جہاں آپ نے سنگ بنیاد رکھے، جہاں آپ کے مبارک قدم پہنچے وہاں اللہ جل جلالہ کے دین کا پیغام اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کے چراغ ضوفشاں ہوئے۔ یہی سبب ہے کہ آپ کے مریدین کی صحیح تعداد کا تعین انتہائی دشوار ہے۔ عام مریدین تو ایک طرف رہے جن خوش بخت علماء و مشائخ کو آپ نے خلافت سے سرفراز فرمایا ان کی حتمی فہرست بھی اب تک مرتب نہ ہو سکی۔

آپ کے سوانح نگاروں نے آپ کے جلیل القدر خلفاء کی جو فہرست مرتب کی ہے۔ وہ بلند مقام حضرات درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت صاحبزادہ حافظ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف (سرگودھا)۔

۲۔ ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ رحمۃ الباری، بھیرہ شریف (سرگودھا)

۳۔ حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین معظم آبادی، آستانہ عالیہ معظم آباد شریف (سرگودھا)

۴۔ حضرت صاحبزادہ عزیز احمد علیہ الرحمہ، آستانہ عالیہ مکان شریف، کفری ضلع خوشاب، (وادی سون)۔

۵۔ حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ سوری شریف، خوشاب، (سوگودھا ڈویژن)۔

۶۔ حضرت قاضی عبدالرحمٰن صاحب بکھرال شریف، خوشاب (سرگودھا ڈویژن)۔

۷۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب چاچڑ شریف۔

۸۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب چکوڑی شریف۔

۹۔ حضرت مولانا محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہ، محمدی شریف، چنیوٹ (جھنگ)۔

۱۰۔ حضرت مولانا سید کمال الدین کاظمی علیہ رحمۃ الباری، خواجہ آباد شریف (میانوالی)۔

۱۱۔ حضرت مولانا فخر الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ وڑچھ شریف۔

۱۲۔ حضرت مولانا غوث محمد صاحب، چنیوٹ۔

۱۳۔ حضرت مولانا عبدالعزیز چشتی صاحب، گوجرانوالہ۔

۱۴۔ حضرت سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی صاحب بانی و ناظم اعلیٰ انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ، کراچی

۱۵۔ حضرت مولانا عبدالغنی شاہ، گجرات۔

۱۶۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب افریقی۔

ان کے علاوہ فتح جنگ موضع الاول شریف سلیوکے (گوجرانوالہ) ونده شاہ بلاول (تلہ گنگ) اور بعض دوسرے مقامات میں بھی آپ کے خلفاء موجود ہیں۔

آپ کا ایک خلیفہ مجاز پیر سید غلام محمد شاہ گیلانی، قمر آباد جوہر آباد میں ابدی آرام فرما ہے۔ (۸۳)

فصل چہارم:

امیر شریعت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی

آستانہ عالیہ سیال شریف کے پانچویں موجودہ صاحب سجادہ

نام اور ولادت:

خواجہ محمد حمید الدین بن خواجہ محمد قمر الدین بن خواجہ محمد ضیاء الدین بن خواجہ محمد دین بن خواجہ شمس العارفین شمس الدین سیالوی (رحمہم اللہ اجمعین) سیال شریف ضلع سرگودھا میں نومبر ۱۹۳۶ء میں پیدا ہوئے۔ (۸۴)

تعلیم و تربیت:

جب آپ کی عمر چار سال، چار ماہ اور چار دن ہوئی تو خاندانی روایات کے مطابق بسم اللہ شریف کی حسین رسم ادا کی گئی۔ ازاں بعد قرآن پاک کی تعلیم سے آغاز ہوا۔ سب سے پہلے آپ نے قرآن کریم کا حفظ مکمل کیا۔ مشہور زمانہ حافظ محمد سعید صاحب اور حافظ فتح محمد صاحب کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کر کے آپ نے حفظِ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ (۸۵)

قرآن حکیم حفظ کرنے کے بعد اپنے قابل رشک اسلاف کے قائم کردہ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام میں عصری و دینی علوم حاصل کیے۔ اپنے عظیم والد، شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ سے بھی اکتساب فیض کیا۔

آپ کے اساتذہ ذی اکرام میں خواجہ سدید الدین معظمی معظم آباد شریف ضلع جھنگ اور اُستاذ العلماء علامہ عطا محمد بندیالوی کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔

خانقاہِ عالیہ کی خدمت:

دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے خانقاہ عالیہ

اور دیگر خاندانی و خانگی اور خانقاہی اُمور میں اپنے والد گرامی کی منشاء کے مطابق آپ کا ہاتھ بٹانا شروع کیا۔ آپکی نیازمندی اور دلچسپی کو دیکھ کر والد گرامی شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو سلسلہ کی اجازت فرما کر دستار بندی فرمادی۔ (۸۶)

دینی و ملی خدمات:

خانوادۂ سیال شریف کے موجودہ صاحب سجادہ، جانشین و جگر گوشہ شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد حمیدالدین سیالوی کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے ایڈیٹر پروفیسر حافظ احمد بخش صاحب لکھتے ہیں:

''مسند فقر و درویشی پر فائز ہوتے ہی آپ نے ہمہ جہت خدمات کے نیٹ ورک میں انقلابی تبدیلیاں فرمائیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کا قیام:

آپ نے ۱۹۸۲ء میں ایک اہم ترین مشاورتی اجلاس میں مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے قیام کی منظوری دی۔ اس تنظیم کے ذریعے آپ نے آستانہ عالیہ کی طرف سے جملہ تبلیغی و اصلاحی پروگراموں کے اندر نظم و ضبط پیدا کرنے پر زور دیا اور تمام حلقوں کو اس میں شمولیت کی دعوت دی۔ مجلس کے منشور میں اسلامی اقدار کے تحفظ، امت مسلمہ کے مابین اتحاد کے قیام، امت کے نونہالوں کے لئے دینی و عصری تعلیم کے فروغ، باطل قوتوں کے خلاف جہاد اور ملک میں مکمل طور پر نظام مصطفےٰ کے نفاذ جیسے بنیادی اصول شامل تھے۔ مجلس کے حسین ترین جھنڈے پر یہ نعرہ درج تھا۔

لا شرقیة لا غربیة. اسلامیة. اسلامیة.

مشرق و مغرب کی جملہ اصطلاحات مرعوبیت کی آئینہ دار ہیں ہم کسی کے سامنے نہ جھکنے والے ہیں اور نہ کسی طاقت سے دبنے والے ہیں۔ سارا دیس اللہ تعالیٰ کا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ دین صرف اور صرف اسلام ہے۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے اسٹیج سے ہی غازی اہلسنت حضرت مولانا غلام رسول سیالوی رحمہ اللہ نے چنیوٹ شہر کے اسٹیڈیم میں عظمت تاجدار ختم نبوت کانفرنسوں کا سلسلہ شروع فرمایا اور منکرین ختم نبوت کا ناطقہ بند کیا۔ پہلی کانفرنس کے موقع پر ہی راقم الحروف نے ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی روشن تحریروں کو یکجا کر کے عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں کتابچہ ترتیب دیا۔ جسے ضیاء القرآن پبلی کیشنز نے شائع کیا۔ جب سعودی عرب اور دیگر عرب ریاستوں میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ قرآن الموسوم بہ کنز الایمان پر پابندی عائد کی گئی تو امیر مجلس الدعوۃ الاسلامیہ حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی کی طرف سے بزبان عربی مکتوب ضیائے حرم میں شائع کیا گیا۔ جسے مشاہدہ کرنے کے بعد شاہان وقت کی غلط فہمیاں دور ہو گئیں اور متذکرہ پابندیاں اٹھالی گئیں۔ ملک کے اہم ترین شہروں میں مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے یونٹ قائم کیے گئے اور ان کی وساطت سے حضرت شیخ الاسلام کی دینی و ملی خدمات کو واضح کرنے کیلئے شیخ الاسلام کانفرنسوں کا ایک وسیع سلسلہ جاری کیا گیا جس کے مثبت اثرات کے سبب آستانہ عالیہ سیال شریف کے حلقوں میں نئے سرے سے وحدت و یگانگت نظر آنے لگی۔

لنگر کی تقسیم کا اعلیٰ ترین انتظام:

مہمان نوازی اور نادار افراد کو کھانا کھلانا سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے اور فرمان الٰہی بھی۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہمیشہ اس سنت پر مواظبت اختیار کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں۔ تقسیم لنگر کے سلسلہ میں مشائخ چشت اہل بہشت کی روشن روایات ہماری دینی تاریخ کا نادر حصہ ہیں۔ پیر سیال لجپال کے آستانہ عالیہ پر ہر وقت زائرین کی بھیڑ لگی رہتی ہے اور ہر دور میں لنگر کا انتظام انتہائی بہتر رہا ہے۔ موجودہ سجادہ نشین حضرت امیر شریعت کے عہد میں اس کا رنگ ڈھنگ مزید نکھرا نکھرا نظر آتا ہے۔ مہمانان گرامی کی رہائش کے حوالہ سے تو میں بعد میں عرض کروں گا یہاں یہ لکھنا عین فرض سمجھتا ہوں کہ موجودہ دور میں آستانہ عالیہ پر جونہی کوئی مہمان پہنچتا ہے لنگر شریف

کے خدام لپک کر اس کا استقبال کرتے ہیں اور فوراً خورد و نوش کا اہتمام کرتے ہیں۔ بالخصوص اعراس کے موقع پر تو ان کی خدمات قابل دید ہوتی ہیں۔ چونکہ حضرت شیخ الاسلام کا وصال ماہِ رمضان میں ہوا۔ بہت سارے حلقوں نے مشورہ دیا کہ آپ کا عرس پاک رمضان شریف کی بجائے آپ کے چہلم کے حوالے سے مؤخر کر دیا جائے تاکہ کھانے پینے کے حوالہ سے زائرین کو پریشانی نہ ہو۔ حضرت امیر شریعت نے فیصلہ کن انداز میں فرمایا کہ میں مشائخ چشت کی روایات سے ذرہ برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوں گا۔ عرس پاک حضرت شیخ الاسلام کے وصال کی تاریخوں پر ہی ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور اس کی تائید سے ہم مہمانوں کی خدمت میں بھی کوتاہی نہیں کریں گے۔ ساری دنیا گواہ ہے عرس پاک بھی شان و شوکت سے ہو رہا ہے اور زائرین کے لئے خورد و نوش کا انتظام بھی حد درجہ مستحسن ہے۔

آستانہ عالیہ پر تعمیرات:

تعمیرات کے سلسلے میں ''ذوق جمال'' مشائخ چشت اہل بہشت کی فطرت ثانیہ شمار ہوتا ہے۔ ہر دور کے ہر آستانہ پر اس باب میں ایک نیا رنگ دکھائی دیتا ہے۔ حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم العالیہ اس میدان میں بھی انتہائی بلند ہمت اور حسن نظر کا اعلیٰ ترین معیار ہیں۔ ۱۹۹۲ء کے تلاطم خیز سیلاب میں ''بنگلہ شریف'' کو نقصان پہنچا جس کے سبب اس کو منہدم کر دیا گیا۔ آپ نے اس عمارت کو از سر نو پرشکوہ اور دیدہ زیب انداز میں تعمیر کروا کر زائرین کی نظروں کیلئے سامان راحت بنا دیا۔ بنگلہ شریف سے متصل خلفاء عظام اور عام مہمانوں کیلئے ۲۵ کمروں پر مشتمل خوبصورت مہمان خانہ تعمیر کروایا۔ جس میں رہائش کی جملہ سہولیات کا خیال رکھا گیا ہے۔ وضو کیلئے پرانے تالاب کی جگہ جدید طرز کا ہشت جہت تالاب بنایا گیا ہے اور مزید سہولت کے لئے قریب ہی طہارت خانے اور وضوگاہیں تعمیر کی گئی ہیں۔ پرانے لنگر خانہ کو مسجد میں شامل کر کے اسے کشادہ ہوادار اور خوبصورت انداز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ خاندان کے آبائی قبرستان کی طرف جانے والا راستہ پختہ کیا جا رہا ہے۔ قبرستان کے اندر روشیں پکی کر دی گئی ہیں تاکہ زائرین کو تکلیف نہ ہو۔ پرانے لنگر خانے کی جگہ نیا لنگر خانہ

جملہ نئی سہولیات سے آراستہ کر کے بنایا گیا ہے۔ ان ساری عمارات کا نچوڑ روضہ پیر سیال کے گنبد کی تعمیر نو اور آرائش ہے۔ ملتانی نقش نگاری کے ماہر اہل محبت نے تزئین نو میں اس حد تک خلوص کا مظاہرہ کیا ہے کہ دیکھنے والا عش عش کر اٹھتا ہے۔ ان عمارات کی تعمیر نو زیبائش و آرائش اور بالخصوص روضہ پیر سیال کے نقش و نگار کی تکمیل کے موقع پر حضرت امیر شریعت نے جن جذبات کا اظہار کیا ان کی ترجمانی جناب معین نظامی نے ان الفاظ میں کی۔

<u>تزئین نفیس روضہ پیر سیال</u>

<u>۲۰۰۱ء</u>

تزئین نو ہوئی ہے مکمل مزار کی — میخانہ سیال کے نقش و نگار کی
آئینہ خانہ روضہ شمس و قمر بنا — دیوار و در پہ آ گئی سج دھج بہار کی
دور حمید کو یہ سعادت ملی خوشا — خدمت ہوئی قبول یہ اس خاکسار کی
میں خاکروب درگہ پیر سیال ہوں — قسمت سنور گئی مرے لیل و نہار کی
تکمیل شیشہ کاری گنبد ہوئی معین — تاریخ میرے دل نے یہ کہہ کر نثار کی

۱۴۲۲ھ — معین نظامی معظم آباد شریف

دینی و ملی خدمات:

امیر شریعت حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی نے آستانہ عالیہ سیال شریف کے متوسلین کی اصلاح و فلاح کے لئے اپنی خدمات وقف فرمائیں بلکہ جملہ اہل وطن کے لئے اپنی صلاحیتوں کو استعمال فرمایا۔ آپ کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ اہل سنت کی صفوں میں اتحاد ہو تا کہ اس مملکت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے نظام کو نافذ کرنے میں آسانیاں پیدا ہوں۔ اسی جذبہ کے تحت آپ نے ۹ نومبر <u>۱۹۸۶ء</u> کو یادگار پاکستان کے مقام پر اہل سنت کے تمام مشائخ و علماء کو اکٹھا کیا اور انہیں مل بیٹھ کر کام کرنے کی تلقین فرمائی۔

۱۸/ اکتوبر <u>۱۹۹۵ء</u> میں ہالیڈے ان اسلام آباد میں آل پاکستان علماء و مشائخ کونشن آپ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس کونشن میں اس بات پر زور دیا گیا کہ پاکستان

بنانے کا شرف اہل سنت کو ہی حاصل ہے اور اس مملکت کے تحفظ کی ذمہ داری بھی انہیں پر عائد ہوتی ہے۔ اس موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا ہم سب متحد ہیں اور ان شاء اللہ العزیز دین اور ملک کے خلاف ہونے والی ہر سازش کا مقابلہ بھی اتحاد و اتفاق سے کریں گے۔ آپ ۱۹۸۸ء سے ۱۹۹۴ء تک سینیٹ کے ممبر بھی رہے اور ہر اہم موقع پر اپنی رائے کا اظہار انتہائی مثبت اور مؤثر انداز میں کرتے رہے۔ جب میاں محمد نواز شریف کے دور میں حکومت کی طرف سے جمعہ کی چھٹی ختم کرنے کا اعلان ہوا تو آپ میدان عمل میں اتر پڑے اور ہر اسٹیج پر اس اقدام کی پرزور مذمت فرمائی۔

آپ عورت کی حکمرانی کے مخالف تھے اس لئے بے نظیر کے دور حکومت کو ہمیشہ چیلنج کرتے رہے۔ الغرض حضرت شیخ الاسلام کے جانشین حضرت امیر شریعت ایک ہمہ جہت اور پرکشش شخصیت کے مالک شمار ہوتے ہیں۔ وہ ایک ماہر منتظم بھی ہیں اور صاحب سوز و ساز فقیر مسند نشین بھی۔ وہ حلقہ یاراں کے لئے ابریشم کی طرح نرم بھی ہیں اور رزم حق و باطل میں فولادی شخصیت کے حامل بندۂ مؤمن بھی۔ وہ تعمیرات کے باب میں صاحب ذوق جمال بھی ہیں اور انسانی خدمت کے حوالہ سے مسکین پرور مسافر نواز بھی۔ میری دعا ہے اللہ تبارک تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر ہم غلاموں پر قائم رکھے اور آستانہ عالیہ کی رونقیں ہر دم فزوں تر رہیں۔'' (۸۷)

امیر شریعت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی اپنے عظیم والد کے مشن کے امین کے طور پر اُس کانفرنس، سیمینار اور اجتماع میں شرکت فرماتے ہیں، جو اس خانوادہ سے منسوب ہو۔ اس کے لئے دور دراز کا سفر بھی اختیار کرنا پڑے تو پروا نہیں کرتے۔ کراچی، لاہور، اسلام آباد، فیصل آباد اور دیگر مقامات پر بارہا تشریف لے گئے جہاں آپ کی صدارت میں اجتماعات منعقد ہوئے۔ باری تعالیٰ آپ کو صحت و سلامتی عطا فرمائے۔ (آمین)

حوالہ جات

۱۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، تذکرۂ اکابر اہلسنت، ص ۳۳۸، مکتبۂ قادریہ دربار مارکیٹ ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۲۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۲۶، ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۳۔ امیر بخش، مولانا، انوار شمسیہ، ص ۸۷، مکتبہ کاروان قمر، کراچی، مئی ۲۰۰۱ء۔

۴۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۳۹، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۵۔ امیر بخش، مولانا، انوار شمسیہ، ص ۹۷، مکتبہ کاروان قمر، کراچی، مئی ۲۰۰۱ء۔

۶۔ محمد کرم شاہ الازہری، اشرف الاولیاء نمبر، ماہنامہ ضیائے حرم، ص ۱۲۱، اگست ۲۰۰۶ء، لاہور۔

۷۔ غلام دستگیر بیخود، اشرف الاولیاء۔

۸۔ ابن عبدالرحیم سیالوی، ریسرچ اسکالر، اشرف الاولیاء نمبر، ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، ص ۱۳۹، شمارہ اگست ۲۰۰۶ء۔

۹۔ غلام دستگیر بیخود، اشرف الاولیاء۔

۱۰۔ محمد کرم شاہ الازہری، علامہ پیر جسٹس، ماہنامہ ضیائے حرم اشرف الاولیاء نمبر، ص ۱۲۱، شمارہ اگست ۲۰۰۶ء، لاہور۔

۱۱۔ امیر بخش، مولانا، انوار شمسیہ، ص ۹۷، مئی ۲۰۰۱ء، مکتبہ کاروان قمر، کراچی۔

۱۲۔ فیض احمد فیض، مفتی، مہر منیر، ص ۹۶، مکتبہ گولڑہ شریف، اسلام آباد، مئی ۱۹۹۱ء۔

۱۳۔ فیض احمد فیض، مفتی، مہر منیر، ص ۳۹۴، مکتبہ گولڑہ شریف، اسلام آباد، مئی ۱۹۹۱ء۔

۱۴۔ سید مہر علی شاہ، گولڑوی، پیر، مہر چشتیہ، ص ۱۴، گولڑہ شریف، اسلام آباد، اکتوبر ۱۹۹۸ء۔

۱۵۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اشرف الاولیاء نمبر، ص ۱۰۱، اگست، ستمبر ۲۰۰۶ء۔

۱۶۔ ص ۱۳۳

۱۷۔ ایضاً۔ ص ۱۰۱

۱۸۔ ایضاً۔ ص ۱۳۵

۱۹۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اشرف الاولیاء نمبر، ص ۱۳۵۔

۲۰۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج ۳، ص ۱۷، بزم شیخ الاسلام دینہ، جہلم، مئی ۲۰۰۵ء۔

۲۱۔ امیر بخش، مولانا، انوار شمسیہ، ص ۹۰، مکتبہ کاروان قمر، کراچی، مئی ۲۰۰۱ء۔

٢٢۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج ٣، ص ١٧، بزم شیخ الاسلام دینہ، جہلم۔ مئی ٢٠٠١ء۔

٢٣۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج ٣، ص ٢١، بزم شیخ الاسلام دینہ، مئی ٢٠٠٥ء

٢٤۔ ایضاً ص ٢٢

٢٥۔ محمد مسعود احمد، صاحبزادہ، پروفیسر، ھوالحمید، ص ٢٣، آستانہ مکان شریف، کلری، خوشاب، دسمبر ١٩٩٢ء۔

٢٦۔ امیر بخش، مولانا، انوار ھمسیہ، ص ٨٩، مکتبہ کاروان قمر کراچی، مئی ٢٠٠١ء

٢٧۔ عطا محمد، قریشی، حکیم، یادِ ایام، ص ٣٧۔

٢٨۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال، ج سوم، ص ١٨، بزم شیخ الاسلام دینہ، مئی ٢٠٠٥ء۔

٢٩۔ امیر بخش، مولانا، انوار ھمسیہ، ص ٨٩، مکتبہ کاروان قمر، کراچی، مئی ٢٠٠١ء۔

٣٠۔ ایضاً ص ٨٨/٨٩

٣١۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، جلد سوم، ص ١٢٣ تا ١٢٧، بزم شیخ الاسلام جامعہ رضویہ، احسن القرآن دینہ (جہلم)، مئی ٢٠٠٥ء۔

٣٢۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج ٣، ص ١٢٣ تا ١٢٧، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور۔

٣٣۔ عطا محمد شاہ، حکیم، قریشی، یادِ ایام، ص ١٠۔

٣٤۔ منشی، امیر بخش، مولانا، انوار ھمسیہ، ص ٨٩/٩٠، مکتبہ قمر الاسلام کراچی، مئی ٢٠٠١ء۔

٣٥۔ جالندھری، غلام دستگیر خان بیخود، محبوب سیال، ص ٣٣/٣٤ مطبع مفید عام، لاہور، کراچی، جمادی الاخریٰ ١٣٣٣ھ۔

٣٦۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، جلد ٣، ص ، بزم شیخ الاسلام دینہ، مئی ٢٠٠٥ء۔

٣٧۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج ٣، ص ٥١/٥٢، بزم شیخ الاسلام دینہ، مئی ٢٠٠٥ء۔

٣٨۔ ایضاً۔

٣٩۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج ٣، ص ٢٨٢، بزم شیخ الاسلام، دینہ، جہلم۔

٤٠۔ ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر، ٢٨ جون ١٩٢٩ء۔

٤١۔

۴۲۔ محمد مرید احمد چشتی، مولانا / حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال شریف، جلد سوم، ص ۳۲۸ اور ۳۲۹، بزم شیخ الاسلام دینہ جہلم، مئی ۲۰۰۵ء۔
۴۳۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، جلد سوم، ص ۳۱۰، بزم شیخ الاسلام دینہ، جہلم، مئی ۲۰۰۵ء
۴۴۔ محمد صادق قصوروی، اکابر تحریک پاکستان، ص ۲۰۰، نوری بک ڈپو لاہور۔
۴۵۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، نور نور چہرے، ص ۳۳۳، ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء، مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ، لاہور۔
۴۶۔ محمد فؤاد عبدالباقی، معجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، ص ۵۳۳، ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۵ء طبع خاص، سہیل اکیڈمی، لاہور۔
۴۷۔ عبدالدائم دائم، علامہ، قاضی، سید الوریٰ، ج ۳، ص ۲۸، برائٹ بکس، اردو بازار، لاہور ۲۰۰۵ء۔
۴۸۔ محمد کرم شاہ الازہری، جسٹس، پیر، ضیائے حرم کا شیخ الاسلام نمبر۔
۴۹۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، نور نور چہرے، ص ۳۳۴/۳۳۵، ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء، مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ، لاہور۔
۵۰۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری، ماہنامہ ضیائے حرم شیخ الاسلام نمبر، ص ۳۹، ۱۹۸۱ء، ج ۱۲، شمارہ ۱۔
۵۱۔ محمد اکرم رضا، پروفیسر، حیات شیخ الاسلام، ص ۱۳/۱۴، مکتبہ چشتیہ قادریہ، گوجرانوالہ۔
۵۲۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمال کرم، ج ۱، ص ۳۰۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔
۵۳۔ غلام احمد سیالوی، مولانا، مفتی، انوار قمریہ، حصہ اول، ص ۲۷۹، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور۔
۵۴۔ غلام احمد سیالوی، مولانا، مفتی، انوار قمریہ، ج ۱، ص ۲۸۳، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور۔
۵۵۔ محمد یوسف چشتی، حافظ، تذکرہ شیخ الاسلام، ص ۶۳، مرکزی شیخ الاسلام اکیڈمی، پاکستان۔
۵۶۔ غلام احمد سیالوی، مولانا، مفتی، انوار قمریہ، حصہ اول، ص ۳۳۸، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور۔
۵۷۔ ایضاً ص ۲۸۱
۵۸۔ محمد صحبت خان کوہاٹی، شعلۂ آواز، ص ۱۳۶، مکتبۂ دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ، کراچی۔
۵۹۔ غلام احمد سیالوی، مولانا، مفتی، انوار قمریہ، حصہ اول، ص ۳۳۸، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور۔
۶۰۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمال کرم، ج اول، ص ۱۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔
۶۱۔ ماہنامہ کاروان قمر، کراچی، ص ، شمارہ
۶۲۔ سورۃ الفرقان، آیت نمبر ۶۳، پارہ ۱۹۔
۶۳۔ محمد کرم شاہ الازہری، جسٹس، پیر، ضیاء النبی، ج ۵، ص ۳۳۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔
۶۴۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، شیخ الاسلام نمبر، ص ۵۳/۵۴۔

۶۵۔ بخاری، امام محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری (کتاب الایمان) ص ۱۳، فرینڈز اون پریس پنڈی ۱۴۰۵ھ

۶۶۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، شیخ الاسلام نمبر، ص ۵۳/۵۴۔

۶۷۔ محمد یوسف چشتی، حافظ، تذکرہ شیخ الاسلام، ص ۳۱، شیخ الاسلام اکیڈمی، پاکستان۔

۶۸۔ ایضاً ص ۷۶

۶۹۔ محمد اکرم رضا، پروفیسر، حیات شیخ الاسلام، ص ۳۸، مکتبہ چشتیہ قادریہ، ماڈل ٹاؤن، گوجرانوالہ۔

۷۰۔ محمد یوسف، چشتی، تذکرہ شیخ الاسلام، ص ۷۶، شیخ الاسلام اکیڈمی، پاکستان۔

۷۱۔ محمد اکرم رضا، پروفیسر، حیات شیخ الاسلام، ص ۳۸، مکتبہ چشتیہ قادریہ، گوجرانوالہ۔

۷۲۔ محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، ج ۲، ص ۳۶۷، دارالاشاعت، کراچی۔

۷۳۔ غلام رسول سعیدی، علامہ، شیخ الحدیث، شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۴۴۳ تا ۴۵۰، مطبوعہ فرید بک اسٹال، اردو بازار، لاہور، طباعت پنجم، جون ۱۹۹۵ء۔

۷۴۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمال کرم، ج اول، ص ۱۵۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔

۷۵۔ سید احمد سعید کاظمی، علامہ، ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، ص ۱۰۳، ستمبر ۱۹۸۱ء۔

۷۶۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، نور نور چہرے، ص ۳۳۶، مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء۔

۷۷۔ محمد قمر الدین سیالوی، خواجہ، شیخ الاسلام، صلوٰۃ العصر، ص ۲۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ستمبر ۲۰۰۳ء۔

۷۸۔ محمد قمر الدین سیالوی، شیخ الاسلام، تبلیغ القوم فی اتمام الصوم، ص ۳، مجلس الدعوۃ الاسلامیہ، ندارد۔

۷۹۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، نور نور چہرے، ص ۳۳۷، مکتبہ قادریہ، دربار مارکیٹ لاہور، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

۸۰۔ ایضاً ص ۳۳۷۔

۸۱۔ ذاتی مشاہدہ، ۱۵ مئی ۲۰۰۵ء، بر موقع مطالعاتی دورہ، علاقہ سرگودھا، (راقم الحروف)۔

۸۲۔ محمد قمر الدین سیالوی، شیخ الاسلام، مذہب شیعہ، ص ۱۱۶، مکتبہ کاروان قمر، کراچی، نومبر ۱۹۹۹ء۔

۸۳۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمال کرم، ج اول، ص ۱۶۱/۱۶۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، مطبوعہ مارچ ۲۰۰۳ء

۸۴۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، ضیائے حرم اشرف الاولیاء نمبر، ص ۱۸۷، جولائی/اگست ۲۰۰۶ء، لاہور۔

۸۵۔ ایضاً۔

۸۶۔ ایضاً۔

۸۷۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، اشرف الاولیاء نمبر، ص ۱۸۸ تا ۱۹۳۔

باب چہارم

خانوادہ سیال شریف کے سجادگان کے
نامور خلفاء اور اُن کی مساعیٔ علم

باب چہارم

خانوادہ سیال شریف کے سجادگان کے نامور خلفاء اور اُن کی مساعئ علم

غازیٔ اسلام پیر محمد شاہ بھیروی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت اور سلسلۂ نسب:

مصلح عظیم، مرد میدان، غازیٔ اسلام، امیر جنداللہ پیر حافظ محمد شاہ غازی ابن حضرت امیر السالکین پیر امیر شاہ (قدس سرہما) تقریباً ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء میں بمقام بھیرہ ضلع سرگودھا میں رونق افزائے وارد دنیا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب شیخ الاسلام بہاؤ الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی دینی خدمات تاریخ اسلامی کا روشن ترین باب ہیں)، سے ہوتا ہوا ''اصحاب صفہ'' میں سے صحابی رسول حضرت ہبار رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ (۱)

تعلیم و تربیت:

جب آپ سن شعور کو پہنچے تو قرآن پاک کی تعلیم کے لئے مکتب میں بٹھائے گئے۔ آپ نے قرآن کریم حفظ کیا۔ آپ کے اساتذہ میں حافظ جہاں خان اور حافظ محمد موسیٰ کا نام آتا ہے۔ کچھ مدت موضع ابدال میں حافظ محمد صدیق صاحب سے بھی پڑھتے رہے۔ اس دور میں حافظ محمد موسیٰ صاحب کا درس موضع حضور پور میں تھا۔ آپ کے والد گرامی نے آپ کو ان کے درس میں داخل کرایا۔ حفظِ قرآن حکیم کے بعد والد گرامی نے آپ کو مختلف علماء کے پاس دینی کتب کی تعلیم کے لئے بھیجا۔ اگرچہ یہ بات تو پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی کہ آپ نے پورے درس نظامی کی تکمیل کی ہو تاہم ضروریات دین کے حوالے سے آپ نے متعلقہ علوم میں دسترس حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو درگاہ عالیہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ (۲)

معروف مؤرخ اور ''اکابر تحریکِ پاکستان'' کے مؤلف محمد صادق قصوری آپ کی تعلیم و تربیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''سن شعور کو پہنچے تو حفظ قرآن کے لئے مکتب میں بٹھائے گئے۔ حفظ قرآن کے بعد مسائل ضروریہ سیکھے اور تراویح میں ہر سال قرآن پاک سنانا شروع کر دیا۔ پروردگارِ عالم نے آپ کو لحن داؤدی عطا فرمایا تھا۔ والد گرامی نے بڑی محنت اور توجہ سے آپ کی تربیت کی۔'' (۳)

آپ کی آواز میں بلا کا سوز تھا، مہربان قدرت نے آپ کو لحن داؤدی عطا فرمایا تھا۔ جب آپ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو سننے والے دم بخود ہو جاتے۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے اپنی تالیف ''تذکرہ اکابر اہلسنت'' میں آپ کی اس ادا کا اس طرح ذکر کیا ہے:

''قرآن پاک کے ساتھ آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ رمضان شریف میں تراویح کے علاوہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں نوافل میں قرآن مجید کا ختم آپ کا معمول تھا۔ قدرت نے آپ کو لحن داؤدی عطا فرمایا تھا۔ جب آپ تراویح میں قرآن پاک پڑھتے تو بعض ہندو مسجد کے باہر بیٹھ کر ذوق وشوق سے سنا کرتے۔'' (۴)

حسنِ صورت وسیرت:

اللہ تعالیٰ کے جو خوش نصیب اور بلند اقبال بندے اُس کے بندوں کی بھلائی اور رہنمائی کے لئے چن لئے جاتے ہیں۔ فیاضِ قدرت انہیں ظاہری اور باطنی حسن و جمال سے از خود ہی نواز دیتی ہے تاکہ ان کی بارگاہ میں آنے والے گرویدہ ہو جائیں اور ان کے اخلاق و اوصاف سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ غازیٔ اسلام پیر محمد شاہ بھیروی کو بھی قدرت نے حسن صورت اور سیرت دونوں سے فیاضی کے ساتھ نوازا اور دیکھنے والوں نے اس کی گواہی دی۔ پروفیسر حافظ احمد بخش صاحب اپنی تالیف ''جمالِ کرم'' میں آپ کے جمال کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری حسن کے بھی بے شمار جلوے عطا فرمائے تھے اور باطنی جمال کی دولت سے بھی مالا مال کیا تھا۔ سرو کی مانند

قد رعنا، چاند کی طرح روشن اور گول چہرہ، پرجلال چمکتی آنکھوں کے ساتھ ساتھ حسن سیرت کے کئی دلآویز پہلو آپ کی ذات میں موجود تھے۔ ۱۹۴۳ء میں آپ نے دوسری بار حج کیا۔ مکہ مکرمہ میں الشیخ عبدالغنی الترمذی کے پاس اکثر آپ کی آمدورفت رہتی تھی۔ ترمذی صاحب کا حجرہ حرم شریف کے اندر ملا ہوا تھا۔ وہ ساری عمر اس حجرہ میں مقیم رہے، وہ کہا کرتے تھے میں نے یہاں لاکھوں آدمی دیکھے ہیں لیکن جو حسن و جمال میں نے حضرت پیر محمد شاہ صاحب بھیروی کے رُخ میں دیکھا ہے وہ مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔ آپ کا چہرہ جلوہ ہائے الٰہیہ کی لطافتوں کا مظہر تھا۔ چہرہ کی بشاشت اور دلفریبی طویل علالت کے زمانہ میں بھی جوں کی توں قائم رہی۔ آپ کے چہرہ کو دیکھ کر کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ آپ بیمار ہیں۔ اس جمال میں رعب حسن اتنا کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ آنکھ بھر کر آپ کی طرف دیکھ سکے۔ آپ جس محفل میں تشریف لے جاتے یا جس راہ سے گزرتے مردِ حق کی ہیبت ہر کوئی محسوس کرتا۔ آپ کا لباس بالکل سادہ ہوتا، کپڑوں کا رنگ ہمیشہ سفید ہوتا، لیکن وہ ہمیشہ صاف اور اُجلے ہوتے۔" (۵)

بیعت و خلافت:

آپ کے تمام تذکرہ نگار اس امر پر متفق ہیں کہ والد گرامی امیر السالکین پیر امیر شاہ بھیروی نے آپ کو سیال شریف کے تیسرے صاحب سجادہ خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی سے بیعت کرایا اور انہوں نے مختلف مدارج طے کرانے کے بعد آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ چنانچہ آپ کا شمار خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ کے نامور اور اجل خلفاء میں ہوتا ہے۔ پروفیسر حافظ احمد بخش صاحب "بیعت" کے عنوان سے تحریر کرتے ہیں:

"حضرت امیر السالکین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تربیت نہایت احسن

انداز میں کی۔ زندگی گزارنے کے رموز سے آگاہ کیا اور خانقاہی نظام کی باریکیوں کی تعلیمات سے نوازا۔ جب آپ سلوک کی منازل طے کرنے لگے تو آپ کو حضرت ضیاء الملت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی سے بیعت کرایا۔ حضرت خواجہ نے مختلف ریاضتوں سے گزارنے کے بعد آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور خلق خدا کی خدمت پر مامور کر دیا۔"(۶)

آپ نے اپنے والد گرامی کے جانشین کے طور پر لازوال خدمات انجام دیں۔ جب والد گرامی ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ بمطابق ۶ دسمبر ۱۹۲۷ء کو اس دار فانی سے رحلت کر گئے تو آپ بطور سجادہ نشین مسند سجادگی پر فائز ہوئے۔ آپ نے یہ ذمہ داری ۱۹۵۷ء تک بحسن وخوبی انجام دینے کی سعی کی۔ اس پورے عرصہ میں آپ نے سلسلہ چشتیہ کو ترقی دینے کے لئے حد درجہ محنت وکوشش سے کام لیا اور محیر العقول کارنامے سرانجام دیئے۔(۷)

اولاد:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۴ بیٹیاں اور دو فرزند عطا فرمائے۔ بڑے صاحبزادہ کا نام پیر محمد کرم شاہ ہے، جنہیں دنیا ضیاء الامت، مفسر قرآن، جسٹس وغیرہ کے ناموں سے جانتی اور مانتی ہے۔ جبکہ دوسرے فرزند کا نام پیرزادہ ڈاکٹر غلام حیدر شاہ ہے۔ یہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے MBBS کی ڈگری یافتہ تھے۔

وصال:

آپ ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ بمطابق ۲۶ مارچ ۱۹۵۷ء بروز منگل اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ والد گرامی کے پہلو میں خانقاہ امیر السالکین بھیرہ میں ابدی آرام گاہ بنی۔ ہر سال آپ کا عرس ۳ اور ۴ شوال المکرم کو آپ کے جہلم کی تاریخ کی مناسبت سے ہوتا ہے۔(۸)

عبادت وریاضت :

آپ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ اپنے کریم اور رحیم پروردگار جل جلالہ کی عبادت کا بے حد خیال رکھتے۔ نماز باجماعت کی پابندی کرتے، کہیں سفر پر جانا ہوتا تو کسی درویش کو اس مقصد کے لئے ہمراہ لے جاتے کہ نماز باجماعت کا تسلسل قائم رہے۔ فرائض نماز کے علاوہ تہجد اور دیگر نوافل کی پابندی اس حد تک فرماتے تھے کہ حالت علالت میں بھی شاید ہی یہ معمولات قضاء ہوئے ہوں۔ تمام عمر صوم داؤدی کی نعمت سے مالا مال ہوئے۔ بقول علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری "عبادت وریاضت میں محویت کا یہ عالم تھا کہ تمام عمر صوم داؤدی (ایک دن روزہ اور ایک دن افطار) رکھتے تھے۔" (۹)

"صوم داؤدی" کا ایک عینی شاہد راقم کو وادیٔ سون کے شہر "نوشہرہ" ضلع خوشاب میں مئی ۲۰۰۵ء کو ملا۔ راقم جوہر آباد کے گوہر نایاب، معروف رائٹر ماہنامہ سوئے حجاز لاہور کے ایڈیٹر ملک محبوب الرسول قادری کے ہمراہ ملک محمد سرور اعوان کے گھر ایک شام حاضر ہوا۔ لگ بھگ سو سالہ ملک محمد سرور اعوان ۸ کتابوں کا مصنف ہے۔ ریٹائرڈ اسکول ٹیچر ہے اور خانوادہ سیال شریف کا ارادت مند ہے۔ اُس نے بتایا کہ آستانہ عالیہ سیال شریف میں عرس کے موقع پر غازیٔ اسلام پیر محمد شاہ بھیروی اپنے فرزند پیر محمد کرم شاہ الازہری کے ساتھ شریک محفل تھے۔ انہوں نے کسی مقدمہ میں برأت کے سلسلہ میں منت مانی تھی جب اُن کا بھائی کسی مقدمہ میں ملوث کیا گیا کہ اللہ کریم ان کی دستگیری فرمائے اور وہ اس اذیت سے بری ہو جائیں تو سیال شریف کی مسجد ازسرِ نو تعمیر کریں گے۔ قدرت کی شان کہ وہ بری ہو گئے۔ سیال شریف کے چوتھے سجادہ نشین خواجہ محمد قمرالدین سیالوی کا زمانہ تھا۔ یہ خبر پیر بھائیوں کو پہنچی۔ میں نے صاحب سجادہ سے عرض کیا اگر پیر محمد شاہ صاحب مسجد تعمیر کرانا چاہتے ہیں تو میرے پاس آدمی ہیں ہم مسجد شہید کر دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ان سے پوچھ لیتے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا وہ ایسا ہی کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ صاحب سجادہ کی اجازت سے ہم نے مسجد شہید کی۔ غازیٔ اسلام نے اس کی تعمیر کا بیڑہ اٹھایا۔ معمار اور مزدور بھیرہ شریف سے

منگوائے۔ میں نے دیکھا وہ صوم داؤدی کے پابند تھے۔ اس کے باوجود ننگے سر پہ گارا اٹھا کر تعمیر مسجد کے کام میں مصروف تھے۔ خواجہ محمد قمرالدین سیالوی نے انہیں روزہ کی حالت میں کام کرتے دیکھا تو فرمایا۔ روزہ رکھ کر یہ کام مشکل ہے آپ آرام کیا کریں۔ کہنے لگے۔ جس کا گھر ہے وہی ہمت دیتا ہے۔ آپ دعا فرمائیں میں یہ خدمت حالت روزہ میں بھی ان شاء اللہ انجام دیتا رہوں گا۔ (۱۰)

فروغِ علم کے سلسلہ میں مساعیٔ جمیلہ اور خدماتِ جلیلہ:

آپ نے اگرچہ فروغ علم کے لئے باقاعدہ درسگاہیں قائم کیں، تبلیغی دورے کئے، تنظیمیں بنائیں، قواعد و ضوابط مرتب کئے، مفید لوگ تیار کئے، مجاہدین کو تربیت دی، عملاً جہاد میں حصہ لیا اور اس کا ایک جائزہ ہم انہی صفحات پر پیش کر رہے ہیں تاہم آپ کا یہ کارنامہ سنہری حروف سے لکھا جانے کے لائق ہے کہ آپ نے ایک ایسا جانشین اور ایک ایسا تربیت و فیض یافتہ فرزند قوم کو عطا کیا جس نے علمی دنیا میں معجزے رقم کئے۔ تصنیف و تالیف کا میدان ہو یا وعظ و تقریر کا، تعلیم و تدریس کا مرحلہ ہو یا تربیت کا، تعلیمی اداروں کے قیام کا معاملہ ہو یا ان کی سرپرستی کا، نصاب کی تدوین ہو یا مسودات کی طباعت، افراد سازی ہو یا کردار سازی۔ ہر شعبہ زندگی میں جن کے بے مثال کارنامے اپنوں نے بھی سراہے غیروں نے بھی تسلیم کئے۔ اس مردِ عظیم، بطلِ جلیل کو دنیا ضیاء الامت کے لقب اور پیر محمد کرم شاہ کے دلنواز نام سے جانتی اور مانتی ہے۔ پیر محمد شاہ بھیروی کا یہ فرزند اکبر دنیا بھر میں اپنے عظیم علمی اور فکری کارہائے نمایاں کی بدولت چاند کی مانند جگمگا رہا ہے۔

غازیٔ اسلام پیر محمد شاہ بھیروی کے علمی کارناموں کا جائزہ لیتے ہوئے مؤلف "تذکرہ اکابر اہلسنت" رقمطراز ہیں:

> "علوم دینیہ کی ترویج سے آپ کو فطری لگاؤ تھا جس کی بناء پر آپ نے والد گرامی کی موجودگی میں مدرسہ تدریس القرآن قائم کیا۔ جو اب تک جاری ہے۔ ایک پرائمری اسکول کھولا تا کہ قوم کے نونہال لکھنے پڑھنے

کے قابل بن سکیں۔ ۱۹۲۵ء میں ''تعلیم المسلمین'' کے نام سے ایک دینی درسگاہ قائم کی، جس میں اپنے دور کے مقتدر فضلاء کو تدریس کے لئے مقرر کیا۔ اس دارالعلوم نے خاطر خواہ ترقی کی اور قابل قدر دینی و علمی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۵۶ء میں آپ کے فرزند ارجمند حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری مدیر ماہنامہ ضیائے حرم لاہور'' نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ (بھیرہ) کے نام سے ایک خوشگوار انقلاب پیدا کیا اور دارالعلوم کے نصاب میں قدیم و جدید علوم کو یکجا کر دیا۔ اپنی نوع کا یہ منفرد دارالعلوم بڑی کامیابی سے جانب منزل گامزن ہے۔'' (۱۱)

آپ کے خانوادہ کے ارادت مند اور سوانح نگار پروفیسر احمد بخش صاحب آپ کے علمی کارناموں کو اُجاگر کرتے ہوئے ''علمی احیاء کی تحریک'' کے عنوان سے تحریر کرتے ہیں:

''آپ مسلمانوں کی زبوں حالی کو دیکھ کر دل گرفتہ ہو جایا کرتے تھے۔ آپ کی انتہائی خواہش ہوتی تھی کہ مسلمان بچے تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوں۔ ان کے دلوں میں آگے بڑھنے کا جذبہ پروان چڑھے اور انہیں اپنے حقوق و فرائض سے آگاہی نصیب ہو۔ ابھی آپ کے والد گرامی بقید حیات تھے کہ آپ نے ان کی اجازت سے دربار عالیہ سے متصل ۱۹۲۵ء میں ''محمدیہ غوثیہ'' کے نام سے ایک پرائمری اسکول قائم کیا جس کا انتظام و انصرام عام گورنمنٹ کے اسکولوں سے مختلف تھا، اس اسکول میں بچوں سے کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی۔ انہیں کتابیں مفت دی جاتی تھیں، یہاں تک کہ تختیاں اور سلیٹیں بھی مہیا کی جاتی تھیں تا کہ نادار بچے بھی علم سے استفادہ کر سکے۔ آپ خود لوگوں کے گھروں میں جاتے انہیں تعلیم کی اہمیت سے آگاہ کرتے۔

حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمۃ نے اسی اسکول سے پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ اس اسکول میں نہ صرف مروجہ حکومتی نصاب کے تعلیم تھی

بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ناظرہ قرآن کریم اور ابتدائی دینی تعلیم سے بھی مسلمان بچوں کو آراستہ کیا جاتا تھا۔" (۱۲)

آپ نے ایک کارنامہ یہ بھی انجام دیا کہ سال میں ڈیڑھ دو ماہ کا تبلیغی دورہ رکھا۔ اس دوران مسلمانوں کو بے عملی سے روکنے کا اہتمام کیا۔ احکامِ الٰہیہ پر عمل پیرا ہونے کی تاکید کا انتظام کیا۔ سودی قرضوں سے نجات پانے کے لئے بچوں کو زیورِ علم سے آراستہ کرنے اور تجارت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی بھرپور تبلیغ فرمائی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ مسلمان بچے تجارت کی طرف مائل ہوئے اور سود کی لعنت سے بچنے میں وہ کامراں رہے۔

مؤرخ آپ کے اس علمی کارنامہ کو بھول نہیں سکتا جو آپ نے اپنے فرزند کی تعلیم کے لئے پورے اخلاص سے انجام دیا اور جس کا بہترین ثمر ملا۔ معروف صحافی گل محمد فیضی اپنی تالیف "ابرِ کرم" میں ایک مقام پر اس کا یوں تذکرہ کرتے ہیں۔

والد گرامی (پیر محمد شاہ بھیروی) نے آپ کو زیورِ علم سے آراستہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ دینی علوم کی تکمیل کے لئے اپنے قائم کردہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ میں اپنے دور کے چوٹی کے فضلاء کو مدعو کیا۔ علومِ عقلیہ کی تعلیم کے لئے امام المناطقہ مولانا محمد دین بدھوی (ضلع کیمبلپور) فقہ، تفسیر، ادب، عروض اور ریاضی وغیرہ علوم کے لئے قدوۃ الفضلاء مولانا غلام محمود (پپلاں ضلع میانوالی) کو مقرر کیا۔ دورۂ حدیث کے لئے آپ کو صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی خدمت میں ۱۹۳۶ء میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد بھیجا اور ۱۹۵۱ء میں جامعۃ الازہر مصر میں تعلیم کے حصول کا انتظام کیا۔ (۱۳)

اس کے علاوہ آپ نے معاشرتی اصلاح کے لئے ایک جماعت "جنداللہ" کے نام سے قائم فرمائی۔ جس کی شاخیں مختلف علاقوں میں قائم کی گئیں۔ اس جماعت کے ذریعہ آپ نے اصلاحِ احوال کا فریضہ سرانجام دیا۔ اس کے لئے باقاعدہ منشور مرتب کرایا۔ الحمدللہ یہ جماعت آج بھی اسی نام سے قائم ہے اور اس کی تعلیمی، تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیاں جاری ہیں۔ اس خدائی جماعت کا باقاعدہ آئین اور حلف نامہ، قواعد وضوابط ترتیب دیے گئے۔ اس کے اغراض ومقاصد اور آئین وضوابط میں درج ہے کہ:

۱۔ اس جماعت کا نام جند اللہ (خدائی جماعت) ہوگا اور اس کا صدر مقام بھیرہ ہوگا۔

۲۔ مسلمانوں میں روحِ عمل پیدا کر کے ان کی مذہبی، اقتصادی، تمدنی و معاشرتی اصلاح مطابق اسلامی روایات اور۔

۳۔ تبلیغ واشاعت وتحفظ اسلام۔ اس کے اغراض ومقاصد ہوں گے۔ (۱۴)

آپ نے تحریک پاکستان میں بھی عملاً حصہ لیا۔ مسلم لیگ کی حمایت کی۔ مریدین کو حکم دیا کہ وہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔ انہیں کو ووٹ دیں اور جہاد کشمیر میں بھی بنفس نفیس حصہ لیا۔ چنانچہ محمد صادق قصوری، اپنی کتاب ''اکابر تحریک پاکستان'' میں آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''تحریکِ پاکستان میں آپ نے بیش بہا خدمات انجام دیں۔ تحریکِ خلافت میں اپنے پیر و مرشد کے ساتھ شب و روز کام کیا۔ قائداعظم کے ایماء پر تحریک سول نافرمانی شروع ہوئی تو آپ بھی اس میں شریک ہوئے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ مسلم لیگ کی تائید و حمایت بڑی گرم جوشی سے کی، اپنے حلقۂ اثر میں بکثرت طوفانی دورے کئے اور مسلم لیگی اُمیدواروں کو کامیاب بنانے کے لئے راہ ہموار کی۔ مسلم لیگ کی حمایت میں اس قدر شدت اختیار کی کہ اگر کسی مرید نے مسلم لیگ کو ووٹ دینے میں پس وپیش کی تو اس سے تعلقات منقطع کر لئے۔
>
> قیامِ پاکستان کے بعد جب آزادیٔ کشمیر کی جنگ شروع ہوئی تو آپ نے اپنے پچاس مریدین کے ساتھ جو سابق فوجی تھے، مردانہ وار میدان کارزار میں حصہ لیا۔ بولے وہنس ضلع سیالکوٹ کے محاذ پر دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اسی مقام پر آپ کے حکم سے آپ کے ایک مرید غلام حیدر نے رائفل کا فائر کر کے بھارتی جہاز مار گرایا۔ کچھ دنوں بعد آپ کو باجرہ گڑھی (آزاد کشمیر) کے محاذ پر مقرر کیا گیا۔ وہاں آپ

نے تین ماہ رہ کر قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ چنانچہ کرنل آئی جے کیانی نے آپ کی خدمات سے خوش ہو کر ایک سرٹیفکیٹ لکھ دیا۔ جس کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے:

''میں پیر محمد شاہ صاحب کا تعارف کراتے ہوئے بڑی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ آپ نے اپنے پچاس مریدین کے ساتھ تقریباً تین ماہ میرے سیکٹر میں کام کیا۔ پیرانہ سالی کے باوجود میدان کارزار میں بہ نفس نفیس اپنے مجاہدین کی قیادت کی۔ آپ سچے محب وطن اور سب کے لئے مشعل راہ ہیں۔ میری تمنا ہے کہ آپ جیسے مزید سپاہی ہماری میراث بنیں۔ (آئی جے کیانی، آزاد کشمیر فورسز) (۱۵)

آپ کا ایک عظیم کارنامہ آستانہ عالیہ پر ایک مسجد اور روضہ شریف کی تعمیر ہے۔ یہاں تہہ خانہ بھی ہے۔ کئی طلباء جو اب نامور علماء ہیں۔ یہاں بیٹھ کر مطالعہ اسباق کرتے ہیں۔ اب بھی قیل وقال کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ نے جو باغ لگایا تھا، ساری دنیا اس کے پھل کھا رہی ہے۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ عالمی سطح پر پہچانا جاتا ہے اور اس کا فیض اطراف و اکناف عالم میں پھیلا ہوا ہے۔

خواجہ میاں عبدالحمید، مکان شریف، کفری، خوشاب

ولادت:

خواجہ میاں عبدالحمید بن خواجہ میاں عبدالعزیز بن میاں محمد یار ۱۹۰۲ء میں بمقام مکان شریف، کفری تحصیل نوشہرہ ضلع خوشاب سرگودھا ڈویژن (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ یہ علاقہ وادیٔ سون کے نام سے معروف ہے۔ آپ کے سوانح نگار پروفیسر صاحبزادہ محمد مسعود احمد صاحب آپ کی ولادت باسعادت سے متعلق لکھتے ہیں:

> "۱۹۰۲ء میں میاں عبدالعزیز کے گھر میں ایک بچے کی ولادت ہوئی جس نے بڑے ہو کر اپنی مؤمنانہ فراست، قلندرانہ سیرت، رندانہ مشرب اور بلند اخلاق و کردار سے نہ صرف اذہان و افکار کی طہارت اور فکر و نظر کی پاکیزگی کا سامان بہم پہنچایا بلکہ بلند ترین اقدار انسانیت اور شرف آدمیت کی نگرانی بھی کی۔" (۱۶)

تعلیم و تربیت:

میاں عبدالحمید، والدین کی اکلوتی اولاد تھے۔ مستقبل میں صاحب سجادہ آپ ہی نے بننا تھا اس اہم ذمہ داری کا قرعہ آپ ہی کے نام پڑنا تھا۔ اس لئے آپ کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی گئی۔ دستور کے مطابق جب آپ کی عمر چار سال، چار ماہ اور چار دن ہوئی تو قاضی میاں احمد نوشہروی کی موجودگی میں "بسم اللہ" سے آغاز تعلیم کی تقریب منعقد ہوئی۔ قرآن پاک آپ نے گاؤں کے ایک بزرگ میاں سوہنا صاحب اور میاں نظام دین صاحب سے پڑھا۔ موصوف اپنے حسن و جمال کی وجہ سے سوہنا کہلاتے تھے۔

فارسی کی ابتدائی کتابیں کریما، نام حق، گلستان سعدی اور شیخ عطار وغیرہ قاضی غلام مصطفی سبھرالوی سے پڑھیں۔ تحفۃ الابرار کا درس اپنے والد گرامی سے لیا۔ ۱۹۱۵ء میں مزید تعلیم کے لئے بندیال (خوشاب) تشریف لے گئے وہاں مولوی فضل کریم (مولانا نامی کے

صاحبزادے) سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ بندیال میں آپ کا قیام تقریباً ۳ سال رہا۔ صرف ونحو کی ابتدائی کتب کافیہ اور ایساغوجی وغیرہ یہیں رہ کر پڑھیں۔

بندیال کے ۳ سالہ قیام کے بعد آپ تونسہ شریف ڈیرہ غازی خاں کے مدرسہ محمودیہ میں داخل ہوئے۔ قاضی عبدالکریم صاحب سے قطبی اور قدوری وغیرہ کتب پڑھیں۔ استاد علی گوہر کے درس میں بھی سماع کے لئے شامل رہے۔ تونسہ شریف کے بعد غور غشتی تشریف لے گئے جہاں مشہور زمانہ عالم مولانا قطب الدین صاحب کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ منطق وفلسفہ کی ادق کتب انہی سے پڑھیں۔ ہدایہ اور دیگر کتب درسیہ مولانا عطا محمد کورڈھوی سے پڑھیں۔ اس طرح درس نظامی کی تکمیل کی۔ (۱۷)

سیرت وکردار:

میاں عبدالحمید سادگی، عاجزی اور انکساری میں اپنی مثال آپ تھے۔ سادہ لباس زیب تن کرتے، شریعت مطہرہ کی پابندی کرتے، سنتوں پر عمل پیرا تھے۔ تہجد کی نماز زندگی بھر قضا نہیں کی۔ مخلوق خدا کے لئے ہر وقت آپ کے دروازے کھلے رہتے۔ ہر آنے والے سے اُس کے مزاج کے مطابق بات کرتے اور اس کی پیاس کے مطابق اُسے سیراب کرتے۔ مہمان نواز اور سخی دل مہربان انسان تھے۔ پروفیسر محمد مسعود احمد نے خوب لکھا ہے کہ:

> ''آپ کا دستر خوان، باوجود معاش کی عدم فراخی کے، بہت وسیع ہوتا، ہر آنے والے کو اصرار کر کے کچھ نہ کچھ ضرور کھلاتے تھے، آپ نے اپنی مجلسوں میں بارہا یہ حدیث بیان فرمائی:
>
> مَنْ زَارَ حَیًّا وَلَمْ یَذُقْ مِنْہُ شَیْئًا فَکَاَنَّہٗ زَارَ مَیِّتًا ۝
>
> ترجمہ: جو کسی سے ملنے گیا اور اس سے کچھ کھایا نہ پیا، وہ گویا کسی مردہ کے پاس گیا۔
>
> حضرت میاں صاحب کی ذات میں سخاوت کا وصف قدرت کی طرف سے ودیعت تھا۔ ''قرار در کف آزادگان نگیرد مال'' کے مصداق

روزانہ جو کچھ آتا، ہاتھوں ہاتھ محتاجوں اور مسکینوں میں بٹ جاتا، کوئی سید زادہ سائل آ جاتا تو حرمتِ خونِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاسداری میں اس پر انعام واکرام کی بارش برسنے لگتی۔'' (۱۸)

بیعت وخلافت:

میاں عبدالحمید نے خانوادۂ سیال شریف کے بانی خواجہ شمس الدین سیالوی کے فرزند خواجہ محمد دین (ثانی غریب نواز) سیالوی سے بیعت کی سعادت حاصل کی تھی۔ آپ سرکی کے راستے کفری (خوشاب) تشریف لائے۔ اس وقت میاں صاحب کی عمر محض پانچ برس تھی۔ والد گرامی میاں عبدالعزیز کی خواہش پر آپ کو بیعت کے لئے پیش کیا اور آپ نے اس معصوم اور کم سن بچہ کو حلقۂ مریدین میں شامل کر لیا۔ (۱۹)

۱۹۲۷ء میں جب آپ کے والد میاں عبدالعزیز وصال فرما گئے تو خانوادۂ سیال شریف کے تیسرے صاحب سجادہ خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی (۱۳۲۹ھ) نے آپ کو خانقاہ مکان شریف کا دوسرا سجادہ نشین مقرر کرتے ہوئے خرقۂ خلافت عطا کیا۔ اس موقع پر حضرت سیالوی نے وادیٔ سون کے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''میاں صاحب کا وجود تمہارے لئے خیر و برکت کا سرچشمہ ہے۔ اے اہلِ سون! (۲۰)

خواجہ حافظ غلام سدید الدین معظمی علیہ رحمۃ الباری

ولادت:

خواجہ حافظ غلام سدید الدین بن خواجہ محمد حسین بن خواجہ محمد معظم دین بن حافظ میاں محمد یار (رحمہم اللہ اجمعین) کی ولادت باسعادت، ۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۹ء کو مرولہ شریف (موجودہ معظم آباد) تحصیل کوٹ مومن، ضلع سرگودھا (پنجاب) میں ہوئی۔(۴۱) صاحبزادہ معین نظامی نے "ملفوظاتِ سدیدیہ" میں آپ کی تاریخ ولادت ۲۸ جمادی الاولیٰ لکھی ہے تاہم سن ولادت ۱۳۳۶ھ ہی تحریر کیا ہے۔(واللہ اعلم)۔(۴۲)

آپ ۳ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ دوسرے برادر عظیم کا نام صاحبزادہ غلام جمال الدین معظمی اور تیسرے بھائی کا اسم گرامی صاحبزادہ غلام فخر الدین معظمی ہے۔(۴۳)

تعلیم و تربیت:

خواجہ غلام سدید الدین معظمی خانقاہ معظمیہ، معظم آباد (سرگودھا) کی علمی و روحانی مسند کے وارث تھے۔ اس لئے آپ کی تعلیم و تربیت پر خاص انداز سے توجہ دی گئی۔ چنانچہ آپ اپنے والد گرامی خواجہ محمد حسین معظمی کے وصال کے بعد اس عظیم خانقاہ کے تیسرے صاحب سجادہ بنے اور اس مناسبت سے ثالث مرولوی کے لقب سے معروف ہوئے۔ والد گرامی نے اپنے آباؤ اجداد کی سنہری روایات کے مطابق آپ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ وقت کے جید، ثقہ اور نامور اساتذۂ کرام کو اپنی خانقاہ میں بلا کر آپ کی تعلیم و تدریس کا انتظام عمل میں لایا گیا۔ آپ کے سوانح نگار آپ کی تعلیمی زندگی پر سیر حاصل گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "آپ کی تعلیم کا سلسلہ ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۳ء سے شروع ہو کر ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۳ء تک جاری رہا۔ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ روایت کے مطابق جب آپ کی عمر ۴ سال، ۴ ماہ، ۴ دن ہوئی

تو قرآنی تعلیم کے لئے آپ نے انوپ کا آغاز کیا۔ گویا "تقریب بسم اللہ" کا اہتمام کیا گیا۔"

ناظرہ قرآن پڑھ کر آپ نے حافظ محمد خان کندوالیہ سے حفظ کا آغاز کیا اور ۱۷ پارے انہی سے مکمل کئے۔ باقی قرآنِ پاک قاضی محی الدین سے مکمل کیا۔ حافظہ قابل رشک تھا۔ طبیعت میں دریا کا سا بہاؤ تھا۔ بزرگوں کی دعائیں سائے کی طرح ہمراہ تھیں، مہینوں کا کام ہفتوں میں ہونے لگا۔ حافظِ قرآن کا انعام پانے کے بعد بحمدہٗ تعالیٰ مصلّٰی سنایا۔ اور سننے والوں کو محسوس ہوا کہ ایک کہنہ مشق اجل حافظ کی طرح آپ کا لب ولہجہ نکلا۔ والد گرامی حضرت ثانی بے حد مسرور ہوئے اور آپ کی مزید تعلیم کے لئے اسے مبارک فال تصور کیا۔

حفظِ قرآن کا مرحلہ حسن وخوبی سے طے ہوا تو والد گرامی نے ہر فن کے مشہور اساتذہ کا مدرسہ معظمیہ میں انتظام کیا۔ ان کی تمام رہائشی وتعلیمی سہولتوں کا خیال رکھا، بھاری معاوضہ عطا کیا تاکہ صاحبزادہ غلام سدید الدین علم کے موتیوں سے اپنا دامن بھر لے۔ چنانچہ آپ نے فارسی تعلیم کریمائے سعدی سے لے کر زلیخائے جامی تک اپنے دور کے نامور صوفی منش عالم مولوی نور محمد صاحب ملوالی (ضلع کیمبلپور اب اٹک) سے پڑھی۔ ان کی تعلیم و تربیت سے آپ کے اندر شعری ذوق راسخ ہوا۔

زلیخا سے سکندر نامہ فارسی کی انتہائی تعلیم آپ نے مولوی خدا بخش کفروی (خوشاب سرگودھا) سے حاصل کی۔ فارسی کے بعد عربی کی ابتدائی تعلیم بھی انہی سے حاصل کی جبکہ کیمبلپور کے معروف عالم اور مدرس مولانا محمد دین بدھوی سے درج ذیل کتب کی تعلیم پائی۔

متن متین، در مختار، شرح چغمینی (فن ریاضی) علم میراث کامل، تکملہ عبدالغفوری، اقلیدس، تصریح، سراجی، حمد اللہ، مطول اور توضیح تلویح۔ دورۂ حدیث شریف ایک سال کی مدت میں حضرت مولانا سلطان محمود چیلانوی سے پڑھا۔ یہ ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء کے شب و روز تھے، جب آپ نے درسیات سے فارغ التحصیل ہو کر حضرت چیلانوی سے سند فضیلت کی۔ اس طرح آپ کا عرصۂ تعلیم اکیس برس بنتا ہے۔ آپ کے سوانح نگار صاحبزادہ غلام نظام الدین مرولوی نے آپ کی تعلیم کے مختلف ادوار اور آپ کے اساتذہ کبار کے تذکار کے بعد یہ

خوبصورت بات لکھی ہے۔

"آپ کا عرصۂ تعلیم ۲۱ برس بنتا ہے۔ جو اتفاقاً بالکل اسی عرصے کے برابر ہے جو اعلیٰ حضرت مرولوی نے کسب علم و فضیلت میں سیال شریف سے چل کر سیال شریف واپسی تک ..... صرف کیا تھا۔" (۴۴)

بیعت و خلافت:

خانقاہ معظمیہ، معظم آباد (سرگودھا) کے تمام بزرگ آستانہ عالیہ سیال شریف سے فیض یافتہ ہیں اور ان کا شمار خلفائے اجل میں ہوتا ہے۔ اس خانقاہ کے بانی خواجہ محمد معظم دین، خواجہ شمس العارفین شمس الدین سیالوی کے نامور خلیفہ ہیں، آپ کے فرزند ثانی مرولوی خواجہ محمد حسین، مجاہد اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کے اہم ترین خلفاء میں سے ایک ہیں اور خواجہ حافظ غلام سدید الدین معظمی، شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کے خلیفۂ اعظم کے طور پر معروف ہیں۔

فروغِ علم کیلئے خدماتِ جلیلہ:

خواجہ حافظ غلام سدید الدین معظمی نے اپنے دور کے اکابر علماء سے اکتسابِ فیض کیا تھا۔ اس لئے علمی اور تدریسی ذوق فطرتاً اُن کے دل میں موجزن تھا البتہ خانقاہی، ملی اور خاندانی بے کنار مصروفیات کی وجہ سے آپ درس و تدریس کا باقاعدہ اہتمام نہ کر سکے۔ اس کے باوجود مختلف اوقات میں باذوق اور باسعادت طلباء نے آپ سے استفادہ کیا۔ کچھ عرصہ اپنے شیخ کریم کے چشمہ فیض "دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف" میں صدر مدرس کے عہدے پر بھی فائز رہے۔

جامعہ معظمیہ، آپ کے دور میں بھی عظیم علمی مرکز کے طور پر جانا اور مانا گیا۔ ایک اعزاز اس جامعہ اور خود آپ کو یہ بھی حاصل رہا کہ شیخ الاسلام کے صاحبزادگان اپنے عظیم والد کے حکم پر آپ سے اکتساب علم کے لئے جامعہ معظمیہ میں آئے اور آپ کے شیخ کریم نے

آپ کو بہترین معلم کے خطاب سے نوازا۔ ''سہ ماہی السدید'' جو آپ کے نام پر آپ کی درگاہ کے ترجمان کے طور پر آپ کے پوتے صاحبزادہ محمد معظم الحق محمودی کی زیر ادارت آب و تاب سے شائع ہوتا ہے۔ اس کے ''السدید نمبر'' میں صاحبزادہ محمد رفیع الدین معظمی کا ایک مضمون ''مرد قلندر خواجہ حافظ غلام سدید الدین'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ صاحبزادہ صاحب اس جاندار مضمون میں ایک مقام پر ''بہترین معلم'' کے ذیلی عنوان سے لکھتے ہیں:

> ''حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین رحمۃ اللہ علیہ بہترین معلم تھے۔ اس کی سند شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ قمر الملت والدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرما دی تھی۔ جبکہ آپ نے اپنے نور چشمان صاحبزادگان صاحبزادہ محمد حمید الدین سیالوی، سجادہ نشین آستان جنت نشاں آستانہ عالیہ سیال شریف اور صاحبزادہ غلام مجد الدین سیالوی معظمہما العالی کو حصول تعلیم کے لئے معظم آباد روانہ کیا اور فرمایا کہ صاحبزادگان کی تعلیم کے لئے معظم آباد سے زیادہ موزوں جگہ کوئی نہیں۔ چنانچہ ہم دونوں بھائیوں (موجودہ صاحب سجادہ معظم آباد اور راقم الحروف) کو ان شہزادوں کا ہم درس ہونے کا شرف حاصل ہوا اور یہ بجپال حضرات آج تک شرف عزت سے ہم کو نواز رہے ہیں۔ یعنی لج پال رہے ہیں۔ ہمیشہ اپنا بھائی اور دوست سمجھتے ہیں۔ اپنے برابر بٹھاتے ہیں اور ہر محفل میں ہمارا تعارف اسی نسبت سے کراتے ہیں، ہم خاک نشینوں کو ان کریم ہستیوں نے مسند فراز پر بٹھایا۔

من چہ در پائے تو ریزم کہ سزائے تو بود　　　سر نہ چیز یست کہ شائستہ پائے تو بود

> (ان کے قدموں پر کیا چیز نچھاور کروں، ہمارے سر تو ان مقدس پاؤں کے لائق ہی نہیں ہیں)۔ (۲۵)

جامعہ معظمیہ معظم آباد میں اور سیال شریف کے دار العلوم میں کئی تشنگان علم کو آپ

سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ آپ کے سوانح نگاروں نے اس مناسبت سے آپ کے باقاعدہ شاگردوں میں چند اہم، معتبر اور نامور نام یہ ذکر کیے ہیں۔

- خواجہ حافظ محمد حمید الدین سیالویؒ، سجادہ نشین سیال شریف۔
- صاحبزادہ خواجہ غلام مجد الدین سیالویؒ، جگر گوشہ شیخ الاسلام سیالویؒ۔
- صاحبزادہ غلام نصیر الدین سیالویؒ (سابق ممبر پنجاب اسمبلی) جگر گوشہ شیخ الاسلام سیالویؒ
- صاحبزادہ عزیز احمد، آستانہ عالیہ مکان شریف، کفری (وادیٔ سون) ضلع خوشاب۔
- علامہ محمد اشرف سیالوی، شیخ الحدیث والتفسیر، صاحب تصانیف کثیرہ۔
- صاحبزادہ محمد بشیر الدین معظمیؒ، جامعہ قمر العلوم، گجرات۔
- آپ کے تینوں صاحبزادگان۔

(صاحبزادہ غلام حمید الدین احمد، صاحبزادہ محمد رفیع الدین اور صاحبزادہ غلام نظام الدین)

- صاحبزادہ معین نظامی، (مؤلف ومرتب ملفوظات سدیدیہ)۔

علاوہ ازیں روحانی فیض سے اہل علاقہ کو فیض یاب کرنے، وعظ و نصیحت کے ذریعہ عامۃ المسلمین کو دین کی تعلیم دینے اور اپنے حلقۂ احباب کو ہفتہ وارانہ خطاب سے مستفید کرنے کے لیے خانقاہ معظمیہ کی جامع مسجد میں خود جمعہ پڑھاتے۔

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ رحمۃ الباری

شجرۂ نسب:

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کا شجرۂ نسب ۲۲ بائیس واسطوں سے حضرت غوث بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ تفصیل یہ ہے۔ پیر محمد کرم شاہ بن پیر محمد شاہ بن پیر امیر شاہ بن پیر شاہ بن شمس الدین شاہ بن عبداللہ شاہ بن محمد غوث (ساکن بھیرہ) بن غلام محمد حسین شاہ بن شیخ محمد بن شیخ محمود بن شیخ احمد بن شیخ نظام الدین بن شیخ شمس الدین لاہوری لقب کروڑی، بن شیخ صدرالدین بادشاہ بن شیخ شہراللہ صاحب سجاد بن شیخ یوسف بن شیخ عمادالدین بن شیخ رکن الدین سمرقندی بن صدر الدین حاجی بن شیخ اسماعیل شہید بن شیخ الاسلام صدرالدین قتال عارف باللہ بن شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی قدس سرہ العزیز۔(۲۶)

شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلفاء میں آپ کے جانشین، زیب سجادہ آستانہ عالیہ سیال شریف خواجہ محمد حمیدالدین سیالوی مدظلہ العالی کے بعد سب سے نامور، مقتدر اور محترم خلیفہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ رحمۃ الباری کی ذات ہے۔

تاریخ پیدائش:

مستند اور معتبر روایت کے مطابق آپ کی پیدائش ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ بمطابق یکم جولائی ۱۹۱۸ء شب دوشنبہ بعد نماز تراویح بھیرہ شریف ضلع سرگودھا (پنجاب) میں ہوئی۔(۲۷) بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کی تاریخ ولادت ۲۷ جولائی ۱۹۲۰ء ذکر کی ہے مگر صحیح بات اور درست روایت وہی ہے جو آپ کے تذکرۂ جمیل پر مشتمل عظیم وضخیم کتاب "جمال کرم" میں اُستاذ گرامی پروفیسر حافظ احمد بخش صاحب مدظلہٗ نے رقم کی ہے۔ یہ تاریخ پیدائش اس لحاظ سے مستند قرار پائی ہے کہ خود ضیاء الامت علیہ الرحمۃ نے اپنے دست مبارک سے اپنی تاریخ ولادت یہی لکھی ہے۔ چنانچہ "جمال کرم" کا یہ اقتباس ہمارے دعویٰ کی صداقت پر گواہ ہے۔

''آپ کی پیدائش ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ بمطابق یکم جولائی ۱۹۱۸ء شب دو شنبہ بعد نماز تراویح بھیرہ شریف ضلع سرگودھا میں ہوئی۔ اگرچہ آپ کے بارے میں چھپنے والے معلوماتی مواد میں بعض جگہ ۲۷ مئی ۱۹۲۰ء کی تاریخ لکھی ہے۔ واضح رہے یہ درست نہیں۔ آپ کی تاریخ پیدائش وہی صحیح ہے جو میں نے اوپر لکھی ہے اس کی صحت کا ثبوت یہ ہے کہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے دربار شریف سے متعلقہ ریکارڈ نکال کر خود اپنے ہاتھوں سے مجھے یہ تاریخ لکھ کر عنایت فرمائی۔'' (۲۸)

نامِ نامی:

ایک جہان آپ کے نام پر ''کرم کی خیرات'' پا رہا ہے اور کرم کی خیرات پر پل رہا ہے۔ ماں باپ نے اپنے حسین وجمیل فرزند کا نام ''محمد کرم شاہ'' رکھا تھا۔ ایک وقت آیا ہزاروں منگتوں نے آپ کے در پر کرم کا مینہ برستے دیکھا۔ ہر شخص آپ کے کرم سے اپنے حصے کی سوغات لے گیا۔ کسی کو دولتِ علم ملی، کوئی عرفان کا خزانہ لے گیا، کوئی عبادت و ریاضت کے ڈھنگ سیکھنے میں کامیاب ہوا۔ کسی کی زندگی کی کایا پلٹی، کوئی تصنیف وتالیف کے گر جاننے میں کامراں رہا۔ کوئی شریعت اور طریقت کے اصول جاننے میں کامیاب ہوا۔

کہتے ہیں کہ آپ کا نام، آپ کے جد امجد حضرت پیر امیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پیر کھارا حضرت پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے نسبی تعلق کی بناء پر ''محمد کرم شاہ'' تجویز کیا۔ چونکہ اپنے نام کے بارے میں آپ خود اسی روایت کو بیان فرماتے ہیں لہٰذا صحیح قول یہی ہے۔

کنیت:

آستانہ عالیہ حضرت امیر السالکین بھیرہ شریف سرگودھا کے موجودہ سجادہ نشین اور ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کے سب سے بڑے صاحبزادے محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ

العالی کے نام سے منسوب آپ کی کنیت "ابوالحسنات" ہے۔ گرچہ آپ اپنے نام اور ازاں بعد اپنے لقب "ضیاء الامت" سے زیادہ معروف ہیں۔

القابات:

علم وفضل کی دنیا میں تاریخ نے عظیم شخصیات کو عظیم القابات سے نوازا اور یاد رکھا، جانِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مقام ومرتبہ کے اعتبار سے رب تعالیٰ جل وعلا کی اس بھری دنیا میں سب سے زیادہ عظیم الشان القابات سے یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ کی امت کے اولیاء وعلماء نے آپ کے تصدق سے بلند ترین مراتب حاصل کیے اور اسی مناسبت سے انہیں عظیم المرتبت القابات دیے گئے۔ کوئی صدیق اکبر، کوئی فاروق اعظم، کوئی کامل الحیاء والایمان اور ذوالنورین اور کوئی حیدر کرار کے القابات سے سرفراز کیا گیا۔ دنیا نے کسی کو غوث اعظم، کسی کو امامِ اعظم، کسی کو محدث اعظم، کسی کو فقیہ اعظم، کسی کو قائدِ اعظم، کسی کو شیخ الاسلام، کسی کو امام المناظرہ، کسی کو قطب الاقطاب، کسی کو غوث زماں، کسی کو خطیب اعظم، کسی کو امام انقلاب اور کسی کو کوئی اور لقب دیا۔

محسن ملک وملت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ رحمۃ الباری اپنے قابل رشک اور لائق فخر علمی، ادبی، تحقیقی، تصنیفی، اصلاحی، تعمیری، مذہبی، سیاسی اور سماجی کارناموں کے باعث عظیم القابات سے یاد کیے جاتے ہیں۔ گو آپ کی منکسر المزاجی اور عاجزی وانکساری والی طبیعت اس جانب مائل نہ تھی نہ آپ اس طرح کے اعزازات کے محتاج تھے اور نہ ہی القابات کے شیدائی۔

چاہنے والوں نے آپ کو مفسر قرآن، محسن ملک وملت، مفکر اسلام کے القابات سے یاد کیا ہے مگر ایک لقب "ضیاء الامت" زیادہ موزوں اور زیادہ شہرت ومقبولیت کا حامل ہے، یہ آپ کی تصانیف سے بھی مناسبت رکھتا ہے کہ ضیاء القرآن وضیاء النبی آپ کے سدا بہار علمی کارنامے ہیں، اور آپ کی نورانی شخصیت اور ضیاء بار ذات پر بھی خوب صادق آتا ہے۔

صورت و سیرت:

کریم اور رحیم مولیٰ عزوجل نے آپ کو ظاہری و باطنی حسن کی دولت سے بڑی فیاضی کے ساتھ نوازا تھا، جن لوگوں نے آپ کا دیدار کیا ہے، آپ کی مجلس پائی ہے، آپ کے ساتھ سفر و حضر میں چند لمحے بسر کئے ہیں، کوئی آپ کے ارادت مندوں میں شامل ہے یا آپ کے چشمۂ علم و عرفاں سے فیض یاب ہونے کا اُسے موقع ملا ہے، وہ گواہی دیتا ہے کہ پاک پروردگار نے آپ کو حسن و جمال میں کمال عطا فرمایا تھا۔ چاند سے زیادہ روشن اور تابناک چہرہ، گلاب کی لطیف و حسین پتیوں کی طرح خوبصورت ہونٹ، کشادہ جبیں، دوربین حسین آنکھیں، پُرکشش چاندی کی مانند چمکتی ریش مبارک، میانہ قد، باوقار چال ڈھال، دلوں میں گھر کرتی گفتگو، شفیق لہجہ، کریم انداز، سفید رُخسار، چمکیلے دندان مبارک، اس سراپے پر سفید اور اُجلا دیکھنے والوں کو اسیر کر دیتا۔ جون ۱۹۸۹ء میں جب آپ کراچی تشریف لائے، دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ کے ایک کمرے میں آپ کا قیام تھا۔ مجھے آپ سے ملنے کی سعادت ملی۔ میں نے ڈائری لکھی یہ سطور دل و نگاہ کی شہادت دیتی ہیں۔

> "میں اُن کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ اُن کے رُخِ انور پر نگاہ پڑی، اللہ کی قسم یوں لگا "قمرالاسلام" میں اسلام کا، ایمان کا، عرفان کا، ایقان کا، فیضان کا، ایک مقدس چاند طلوع ہوا ہے۔" (۲۹)

آپ اخلاق و کردار کی عظمتوں پر بھی فائز تھے۔ بے حد شفیق اور ہر وقت اپنے مبارک نام کی طرح کرم کی خیرات بانٹنے والے عظیم انسان تھے، جو ایک بار آپ کی محفل میں آیا آپ کے حسنِ سلوک نے اسے ہمیشہ کے لئے اسیر کر دیا۔ بلند ترین مناصب پر فائز رہے مگر دنیا والوں نے اتنا منکسر المزاج اور اس قدر بااخلاق انسان کم ہی دیکھا ہوگا۔

بیعت و خلافت:

آپ نے بچپن میں ضیاء الملت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف پایا۔ بعد ازاں خواجہ محمد قمرالدین سیالوی نے آپ کو دوبارہ بیعت فرما کر خلافت سے نوازا۔ (۳۰)

خانوادۂ سیال شریف کے چوتھے صاحب سجادہ خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ سوانح نگار جب آپ کے خلفاء کی فہرست مرتب کرتے ہیں یا اُن کے احوال قلمبند فرماتے ہیں تو ان نامور خلفاء میں آپ کے جانشین اور صاحبزادہ کے بعد سب سے پہلا اور سب سے بڑا نام ''پیر محمد کرم شاہ الازہری'' کا آتا ہے۔

خواجہ صاحب کے خلفاء میں جس شخصیت نے علم و ادب، دین و مذہب، درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کے انداز میں سب سے زیادہ اور سب سے عمدہ کام کیا۔ وہ آپ ہی کی ذاتِ کریمانہ ہے۔ آپ کے ضیاء بار کارنامے شمار میں نہیں آتے۔ فروغ علم کے لئے آپ کی مساعی جمیلہ کا اپنوں اور غیروں نے یکساں اعتراف کیا ہے۔ دنیا بھر میں آپ کی تصانیف کی دھوم ہے۔ آپ کے قائم کردہ اداروں کا سارے جہاں میں جال بچھا ہے۔

ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کے مقتدر اساتذۂ کرام:

قرآن کریم کی تعلیم درج ذیل اساتذۂ کرام سے حاصل کی۔

حافظ دوست محمد صاحب، حافظ مغل صاحب، حافظ بیگ صاحب۔ (۳۱)

اسکول کی تعلیم درج ذیل اساتذہ کرام سے حاصل کی۔

ماسٹر برخوردار۔ یہ محمدیہ غوثیہ اسکول بھیرہ کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ اور چک رداس، بھلوال ضلع سرگودھا کے رہائشی تھے۔

صوفی خدا بخش صاحب۔

پیر کرم شاہ صاحب نے ان سے تختی لکھنا سیکھی۔ رسم الخط درست کیا۔

چوہدری ظفر احمد صاحب۔ چودھری جہانداد صاحب، فرماں شاہ صاحب، قاضی محمد صدیق صاحب اور شیخ خورشید احمد صاحب۔

اسکول کے اساتذۂ کرام کے نام ۱۹۸۹ء میں بوکن شریف کے سالانہ جلسہ پر جاتے ہوئے دوران سفر ''جمال کرم'' کے مؤلف پروفیسر احمد بخش صاحب کے استفسار پر ارشاد فرمائے۔ (۳۲)

علوم عربیہ و دینیہ میں نامور اساتذۂ کرام کی تفصیل یہ ہے۔

مولانا محمد قاسم بالاکوٹی:

ان سے آپ نے پند نامہ، کریما، مصدر فیوض اور نام حق نامی فارسی کتب پڑھیں۔ بے حد ذہین عالم دین تھے، تمام علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ فن مناظرہ سے خاص دلچسپی تھی، مدمقابل کو بفضلہٖ تعالیٰ دلائل سے شکست دیتے تھے۔ ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ ۹ نومبر ۱۹۳۹ء میں وصال ہوا۔

مولانا عبدالحمید صاحب:

مولانا عبدالحمید سے آپ نے الفیہ، شرح جامی، منطق کے رسائل، قطبی، میر قطبی، میبذی، ملاحسن اور سبحانی نامی کتب پڑھیں۔

مولانا محمد دین بدھوی صاحب:

اُستاذ المناطقہ مولانا محمد دین بدھوی سے آپ نے یہ کتب پڑھیں۔ ملاحسن، میر زاہد، ملا جلال، حمد اللہ، قاضی مبارک، مسلّم بحرالعلوم۔

مولانا محمد دین بدھوی واہ کینٹ کے نواحی گاؤں "بدھو" میں پیدا ہوئے۔ تاجدار گولڑہ پیر سید محمد مہر علی شاہ گولڑوی نور اللہ مرقدہ سے بیعت تھے۔ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذۂ ذی احترام میں سے تھے۔ منطق اور فلسفہ میں حضرت مولانا کا جواب نہ تھا۔ سبق کی تقریر لاجواب ہوتی تھی۔ بے حد ذہین اور انتہائی نفاست پسند تھے۔ صاف ستھرے کپڑے زیب تن فرماتے، شاگردوں کو بھی اس کی تلقین کرتے۔ ۲۵ فروری ۱۹۶۴ء کو اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ کریم مولیٰ عزوجل آپ کی قبر پر رحمتوں کی بارش فرمائے۔ (آمین)

مولانا غلام محمود صاحب (پپلانوی):

حضرت مولانا غلام محمود صاحب سے آپ نے ادب میں حماسہ، متنبی، فقہ میں ہدایہ شریف، معقولات میں ریاضی، ربع المجیب، فلکیات علم عروض کی تعلیم حاصل کی۔

مولانا غلام محمود صاحب قصبہ واندہ محمد خان ضلع میانوالی میں ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۸۶۷ء میں پیدا ہوئے۔ بعض کتب مولانا سلطان محمود صاحب بندیالوی سے پڑھیں۔ پاکستان کے نامور علماء آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ انتہائی خوش ذوق، بلند طبع اور دور بین نگاہ کے مالک تھے۔ آپ کوئی سبق بغیر مطالعہ کے نہیں پڑھاتے تھے اور ہر ہر لفظ کی تحقیق فرماتے تھے۔ آپ کا وصال یکم اگست ۱۹۴۸ء مطابق ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۶۷ ہجری میں ہوا۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند مولانا مفتی محمد حسین شوق نے آپ کے مدرسہ کے فیضان کو جاری رکھا۔ اب آپ کے پوتے علامہ ریاض محمود صاحب (فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ) اس چراغ علم کو روشن کیے ہوئے ہیں۔

صدرالافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی:

آپ کا اسم گرامی محمد نعیم الدین اور لقب صدرالافاضل ہے۔ ماہ صفر ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ تاریخ وصال ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۳/اکتوبر ۱۹۴۸ء ہے۔ آپ نے ۲۰ سال کی عمر میں جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے موضوع پر ''الکلمۃ العلیا لاعلام علم المصطفیٰ'' لکھی آپ بے شمار کتابوں کے مصنف اور بے شمار علماء کے اُستاذ ہیں۔ آپ صد درجہ سخی، اخلاقِ نبوی کے پیکر اور متواضع و منکسر المزاج تھے۔ فن حدیث پر آپ کو کمال حاصل تھا۔

علماء فرماتے ہیں جس طرح حدیث طیبہ کا مفہوم حضرت صدرالافاضل بیان فرماتے تھے۔ کانوں نے آج تک ایسی تشریح نہیں سنی۔ مشہور اور تاریخی آل انڈیا بنارس سنی کانفرنس آپ کی کاوشوں کا نتیجہ تھی۔ آپ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ ایک کامیاب سیاست دان، شفیق معلم، صاحب طرز انشاء پرداز اور صاحب فن شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نامور صحافی اور ماہر قانون تھے۔ ''السواد الاعظم'' کے نام سے مستقل رسالہ جاری فرمایا۔ بہت عمدہ لکھتے تھے۔ ایک جاندار مضمون ''سواد اعظم'' کی زینت بنایا۔ عنوان باندھا۔ ''میں عالم کا بادشاہ ہوں'' اس کے چند جملے ملاحظہ ہوں۔

''میں عالم کا بادشاہ ہوں، جہاں کا فرماں روا ہوں۔ بحر و بر میں میرا حکم نافذ ہے۔ مشارق و مغارب میں میرا سکہ رائج ہے۔ معمورۂ دنیا میرے زیر نگیں ہے۔ تری و خشکی کا چپہ چپہ میری قلم رو ہے۔ دشت و جبل میں میرے پھریرے لہراتے ہی۔ ہشت اقلیم میں میرے علم بلند ہیں۔''

ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کے نامور اساتذہ میں آپ کا نام نامی نمایاں ترین ہے اور یہ تاریخی جملہ چاہنے والوں کو یاد ہے جب حضرت صدر الافاضل نے اپنے سعادت مند شاگرد کو سندِ فضیلت عطا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔

''میں آج مطمئن ہوں کہ میرے پاس جو امانت تھی وہ میں نے ایک موزوں فرد تک پہنچادی ہے۔''

حضرت صدر الافاضل نعت گو شاعر اور بے مثل ادیب بھی تھے۔ آپ کا ذکر جمیل آپ ہی کے ان اشعار پر ختم کرتا ہوں۔ ؎

تمہارے نام کا سکہ ہے جاری ساری دنیا میں
سلیماں کس طرح کہہ دوں کہ شاہِ دو جہاں تم ہو

تیرے در سے کہاں جائے نعیم زار اے مولیٰ
طبیب دردِ دل تم ہو علاجِ دردِ جاں تم ہوں

ربِ قدیر و کریم جل جلالہ آپ کے مزارِ انوار پر خیرات کا مینہ برسائے۔ (آمین)

فضیلۃ الشیخ محمد ابو زہرہ:

ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کے نام نامی کے ساتھ ''الازہری'' کی نسبت دیکھ کر ہر اہل محبت جان جاتا ہے کہ آپ عالم اسلام کی مایۂ ناز اور قدیم ترین درسگاہ ''جامعہ ازہر، مصر'' سے فیض یافتہ ہیں۔ واضح رہے کہ جامعہ ازہر میں قیام کا دورانیہ ۲ ماہ کم تین سال بنتا ہے۔ ستمبر ۱۹۵۱ء میں اسباق کا آغاز ہوا۔ جولائی ۱۹۵۴ء میں واپسی ہوئی۔ (۳۳) قیامِ مصر کے دوران آپ نے اصول فقہ جناب انیس عبادۃ سے، تفسیر محمد النباہ سے، فقہ استاذ شمس الدین سے

پڑھی۔ اس دوران فضیلۃ الشیخ محمد ابوزہرہ اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مصطفیٰ شلبی جیسے محقق و مصنف اساتذہ سے آپ کو اکتساب فیض کی سعادت حاصل رہی۔

حضرت امام ابوزہرہ مصر میں مارچ ۱۹۹۸ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۲ اپریل ۱۹۷۴ء کو آپ کا وصال ہوا۔ آپ نے اپنی تحقیقی تالیفات کی صورت میں عظیم علمی سرمایہ یادگار چھوڑا ہے۔ آپ کی علمیت کا اندازہ لگانے کے لئے یہ اعتراف کافی ہے کہ آپ کے مقالات و تالیفات کی تعداد اسی کے قریب ہے، چند کے نام یہ ہیں۔

الخطابہ (اہل عرب کے ہاں خطابت کا تصور اور تاریخ کے بارے میں)۔

تاریخ مذاہب اسلامیہ

الاجتہاد۔

العقیدۃ الاسلام کما جاء بھا القرآن الکریم۔ (اسلامی عقائد)۔

الاحوال الشخصیہ (عائلی زندگی کے بارے میں)۔

علاوہ ازیں نامور تاریخی شخصیات مثلاً امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام الغزالی، امام رازی، امام حسن بصری اور ابوالحسن اشعری پر مستقل کتابیں لکھیں۔

امام ابوزہرہ نے معاشرے کے مسائل کا اسلامی بنیادوں پر حل پیش کرنے میں خصوصی اہتمام کیا ہے اور وہ اسلامی نظام اور سابقہ نظام ہائے سیاسی کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہیں۔ زندگی بھر آزادی کے داعی رہے، اپنی رائے کا آزادانہ اظہار فرماتے رہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مصطفیٰ شلبی:

ضیاء الامت علیہ الرحمۃ نے اصول فقہ میں، جامعہ ازہر کے مایۂ ناز استاذ پروفیسر ڈاکٹر محمد مصطفیٰ شلبی سے اکتساب فیض کیا۔ پروفیسر صاحب ۲۰ اگست ۱۹۱۰ء کو پیدا ہوئے اور اگست کی ۲۳ تاریخ ۱۹۹۷ء میں آپ کا وصال ہوا۔

اپنی چالیس سالہ تدریسی زندگی میں بے شمار تشنگان علوم کو آپ کے چشمہ فیض سے

سیرابی میسر آئی۔ ڈاکٹریٹ کرنے والے بے شمار طلباء کے مقالات آپ کی زیر نگرانی تیار ہوئے۔ زمانہ تدریس میں مختلف بلند مناصب پر فائز رہے اور درجن بھر کتابیں علمی اثاثہ کے طور پر یادگار چھوڑیں۔ آپ کا مقالہ ڈاکٹریٹ کا عنوان تھا ''تعلیل الاحکام'' جو پہلے جامعہ ازہر میں اور پھر بیروت میں شائع ہوا۔ دیگر تصنیفات میں چند کے نام یہ ہیں۔

- المدخل للفقہ الاسلامی۔ (مصر اور بیروت میں دس بار سے زیادہ چھپی)۔
- احکام الوصایا والاوقاف بین الفقہ والقانون۔
- احکام المواریث بین الفقہ والقانون۔
- احکام الاسرۃ فی الاسلام۔ (۳۴)

فروغِ علم کے لئے ضیاء الامت کے ضیا بار کارنامے

تفسیر ضیاء القرآن:

فروغ علم اور تجدیدِ احیاء علوم الدین کے سلسلہ میں "تفسیر ضیاء القرآن" محسن ملک وملت، مفسر قرآن جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ رحمۃ الباری کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ رہتی دنیا تک علم کے متلاشی اس چشمہ علم وعرفاں سے فیض پاتے رہیں گے۔ قرآن کریم کے انوار وتجلیات سے جو بھی اپنے قلب ونگاہ کو نور وسرور کی دولت دے گا، ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کے اُخروی درجات بلند ہوتے رہیں گے۔ جہاں جہاں اُردو زبان بولی، بھی اور پڑھی جاتی ہے۔ یہ عظیم شاہکار علم کی خیرات بانٹ رہا ہے اور ایک جہاں تفسیر ضیاء القرآن سے مستفید ہو رہا ہے۔ دنیا کے گوشے گوشے میں سورج کی روشنی اور چاند کی چاندنی کی طرح اس تفسیر کی ضیاء اہلِ ایمان کے قلوب واذہان کو منور کر رہی ہے۔

یہ تفسیر کم وبیش ۲۰ برسوں کی محنتِ شاقہ کا دل ستاں ثمر ہے۔ ۱۹۶۰ء میں اس عظیم المرتبت اور کثیر البرکت کام کا آغاز ہوا اور ۱۹۷۹ء میں بحمدہٖ تعالیٰ یہ علمی اثاثہ اُمت کو نصیب ہوا۔ اس سلسلہ میں ضیاء الامت کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں:

> "اپنے کریم ورحیم اور عزیز وحکیم پروردگار پر توکل کرتے ہوئے یہ نحیف وضعیف مسافر جس منزل کی طرف کیم رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ بروز شنبہ (۲۹ فروری ۱۹۶۰ء) روانہ ہوا تھا اپنے کریم ورحیم اور عزیز وحکیم پروردگار کی توفیق سے آج بتاریخ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ بروز خمیس (۲۳ راگست ۱۹۷۹ء) اس منزل پر اس ساعت سعید میں پہنچا۔ جب مؤذن عصر کی اذان میں "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا جاں پرور اور جاں افروز اعلان کر رہا ہے، میں بھی اعلان کرتا ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" (۳۵)

اس طرح کام کے آغاز و اختتام کے حوالہ سے تاریخوں پر غور کیا جائے تو یہ مدت ۱۹ سال ۶ ماہ بنتی ہے۔ عجیب حسن اتفاق ہے کہ قرآن کریم کا نزول ماہ رمضان المبارک میں ہوا۔ ضیاء الامت علیہ الرحمۃ نے اس بابرکت کتاب کے ترجمہ و تفسیر کا کام اسی مبارک مہینے میں شروع بھی کیا اور مکمل بھی فرمایا۔

تفسیر ضیاء القرآن ۵ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ پانچوں جلدوں میں سورتوں اور ہر جلد کے صفحات کی تفصیل درج ذیل ہے:

		سورتوں کی تعداد	صفحات	فہرست کے ساتھ
جلد اول:	فاتحہ تا انعام	۶	۹۴۱	۹۷۲
جلد دوم:	اعراف تا بنی اسرائیل	۱۱	۶۹۱	۷۳۶
جلد سوم:	الکہف تا السجدۃ	۱۵	۹۳۹	۹۷۴
جلد چہارم:	الاحزاب تا الطور	۲۰	۶۶۰	۷۱۰
جلد پنجم:	النجم تا الناس	۶۲	۷۴۷	۷۸۸
	مجموعہ:	۱۱۴	۳۳۴۸	۳۵۸۰

مہربان اور فیاض قدرت جب اپنے کسی سعادت مند بندے سے کوئی عظیم المرتبت کام لینا چاہتی ہے تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا اور وسائل مہیا ہو جاتے ہیں۔ کامیابی کا سفر شروع ہوتا ہے تو رکاوٹیں خود بخود دور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ کریم مولیٰ اپنے بندے کو اس کام کی توفیق بھی دیتا ہے اور اپنے اس بندے کی تائید بھی فرماتا ہے۔ کچھ اسی طرح کا معاملہ ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کے ساتھ بھی ہوا۔ چنانچہ "ضیاء القرآن" کے ضیا بار مقدمہ میں آپ نے اس کا یوں اظہار فرمایا:

> "خدا شاہد ہے کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ مجھے یہ کام کرنا ہے یا میں یہ کام کرنے کی اہلیت رکھتا ہوں یا اپنے فہم و ادراک کے ناخن سے کسی پیچیدہ گرہ کو کھول سکتا ہوں یا میرے قلم میں اتنا زور

ہے کہ میری نگارشات قرآن فہمی کے راستے سے ساری رکاوٹیں دور کر سکتی ہیں، ان تمام کوتاہیوں کا پورا احساس کرتے ہوئے یہ کچھ ہو گیا۔ اس کی توجیہ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ میں یہ کہوں کہ اللہ رب العزت نے چاہا اور یہ ہو گیا۔ اسی مسبب الاسباب نے اسباب فراہم کیے، اسی کی توفیق نے دستگیری فرمائی۔ اسی کی عنایات پیہم کے سہارے قدم اٹھتے رہے اسی کی تائید مسلسل سے میں یہاں تک پہنچا اور اسی کی بارگاہ بیکس پناہ میں دامن طلب پھیلائے۔" (۳۶)

تفسیر ضیاء القرآن کا ثمر بار کام مکمل ہوا تو ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کو بے پایاں نور و سرور ملا، عجز و انکسار کا پیکر بن کر اپنے کریم مولیٰ کے دربار میں ان گہربار کلمات کے ساتھ دست بدعا پیر محمد کرم شاہ عرض گزار ہے:

"اسی کی تائید مسلسل سے میں یہاں تک پہنچا اور اسی کی بارگاہ بیکس پناہ میں دامن طلب پھیلائے بصد عجز و نیاز فریاد کناں ہوں کہ

اے ذروں کو رشکِ آفتاب بنانے والے!

اے دلوں کے ظلمت کدوں میں اپنی معرفت کا چراغ روشن کرنے والے!

اس ذرۂ ناچیز کو، اس قطرۂ حقیر کو، اس بے نوا فقیر کو، اس سیاہ رو اور سیاہ دل کو اپنے محبوب مکرم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اپنی عنایات خسروانہ سے، اپنے الطاف شاہانہ سے، اپنی نوازشات کریمانہ سے ہمیشہ ہمیشہ سرفراز فرمائے رکھنا۔ (۳۷)

تفسیر ضیاء القرآن: دانشوروں کا اعتراف عظمت۔ خراج عقیدت:

نامور سیرت نگار طالب ہاشمی صاحب فرماتے ہیں:

"تفسیر کا انداز نہایت دلنشیں اور اثر انگیز ہے۔ اور اس کو پڑھتے ہوئے

یوں محسوس ہوتا ہے کہ علم و حکمت کی ایک جوئے رواں ہے، جو مسلسل بہہ رہی ہے اور ہر شخص اس سے بقدر ظرف استفادہ کر رہا ہے۔" (۳۸)

عاصم نعیم امیر اللہ ایم اے علوم اسلامیہ و عربی ادب (پنجاب یونیورسٹی):

"عصر رواں کے عظیم اسکالر جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا بہترین سرمایہ آپ کی ذہنی کاوشوں کا اچھوتا شاہکار، تدبر و تفکر کا بے مثال نمونہ، قرآن حکیم کے بحر بیکراں میں غواصی سے حاصل ہونے والا نایاب موتیوں کا خزانہ، تفسیر "ضیاء القرآن" کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ اُردو زبان میں نمایاں مقام کی حامل یہ تفسیر پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور پیر محمد کرم شاہ الازہری کی انیس سالہ طویل اور جانگسل محنتِ شاقہ کا نتیجہ ہے۔ جدید و قدیم علوم کے حسین امتزاج کی حامل اس تفسیر کے ہر ہر لفظ سے قرآنِ حکیم کے اعجاز اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو آتی ہے۔

صاحب ضیاء القرآن نے اپنے بے بہا علم اور تحقیق و جستجو سے معارف و معالمِ قرآن کے ہر طالب کی تسلی کا سامان کیا، منہاجِ قرآن کے ہر متلاشی کو راہ دکھلائی، تفکر و تدبر قرآن کے بحر بیکراں میں غواصی کرنے والوں کا ہاتھ تھاما، فیوضِ قرآن کے چشموں سے ہر قاری کو سیراب کیا، تنویر قرآن کی کرنوں سے تاریک دلوں کو منور کیا، احکام قرآن کی صحیح توجیہ کی۔ تذکیر و موعظتِ قرآن کا حق ادا کیا اور ایسا قرآنی شعور انقلاب دیا جو ضیاء القرآن کے قارئین کے دلوں کو گرماتا رہے گا۔" (۳۹)

سابق معروف طالب علم رہنما، انجمن طلبائے اسلام کے سابق مرکزی صدر پروفیسر محمد شریف سیالوی "تفسیر ضیاء القرآن" کو عظیم علمی احسان مان کر اس کی عظمتوں کا یوں اعتراف فرماتے ہیں:

''ضیاء الامت حضرت العلامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب نے ''ضیاء القرآن'' تصنیف فرما کر نوجوان نسل خصوصاً طلبہ پر احسان عظیم فرمایا۔ اس سے قبل ہمیں الفاظ قرآن کی لغوی اور صرفی ونحوی تحقیق کیلئے مفردات امام راغب، القاموس، لسان العرب، المحیط جیسی ضخیم کتب لغت کی ورق گردانی کرنا پڑتی تھی لیکن مصنف ضیاء القرآن نے ان الفاظ کی تحقیق کر کے اور تفسیر کے ساتھ ان کی فہرست کا اضافہ کر کے ہم طلباء کے لئے بڑی آسانی فرما دی ہے۔ لفظی تحقیق کے علاوہ ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کے بعد انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ تفسیر عقل وعشق کا حسین امتزاج ہے۔ انہی خصوصیات سے متاثر ہو کر ہم نے ضیاء القرآن کی کراچی یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کی لائبریری کے لئے منظوری کروا لی ہے اور جن طلباء نے بھی اس کا مطالعہ کیا وہ بے حد متاثر ہوئے ہیں۔'' (۴۰)

جامعہ ریاض العلوم فیصل آباد کے شعبہ علوم اسلامیہ کے لیکچرار عالی قدر محمد ہمایوں عباس شمس اپنے مضمون ''تفسیر ضیاء القرآن (تعارف منہج واسلوب) میں یوں اظہار حسن ظن فرماتے ہیں:

''عہد حاضر کی معروف تفسیر ضیاء القرآن اُردو زبان میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے لکھی۔ اس کی ۵ جلدیں فاضل مصنف کی انیس سالہ شب و روز کی محنت شاقہ کا ثمر سدا بہار ہیں۔ صوفیانہ ذوق کے حامل عالم اسلام کے اس متبحر عالم نے پوری تفسیر میں کہیں بھی اپنی علمی صلاحیت کے بلند بانگ دعوے نہیں کئے۔ اول وآخر اپنے عجز کا اعتراف کیا۔ یہی شان بندگی ہے۔ بندے نے جھک کر بے کسی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا:

''اے میرے رب کریم! اس بندۂ حقیر کے دل میں کبھی یہ خیال بھی

نہیں آیا تھا، کہ تو اسے اپنی کتاب منیر کی خدمت کی سعادت بخشے گا۔
یہ ناکارۂ خلائق اس قابل کب تھا۔ اس بے علم اور ناداں میں یہ اہلیت کب تھی۔ اے بندہ نواز! اسے محض تیرا کرم نہ کہوں تو اور کیا کہوں۔"

اللہ نے اس کا انعام یہ دیا کہ ہر طبقۂ فکر کے لوگوں کو اس طرف متوجہ کر دیا۔ دنیا کے کونے کونے میں ضیاء القرآن کی ضیا پاشیوں سے قلوب واذہان منور ہو رہے ہیں۔ چشم دید واقعہ ہے کہ سیدی ومرشدی علامہ محمد کریم سلطانی مدظلہ العالی کے پاس عیسائی قبول اسلام کی غرض سے آیا۔ اس سے اسلام قبول کرنے کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ "ضیاء القرآن" نے مجھ پر اسلام کی حقانیت آشکارا کر دی۔ یہی کرم ہے۔ یہی انعام ہے جو اللہ کریم اپنے بندوں کو دیا کرتا ہے۔ ضیاء القرآن کے اختتام پر حضرت ضیاء الامت نے جو دعا مانگی اسی کی قبولیت کی نوید تھی۔ دعا یہ ہے:

"الٰہی ضیاء القرآن کو شرف قبول عطا فرما اس کو اپنے بندوں کی ہدایت کا سبب بنا۔" (۴۱)

عالی جاہ پروفیسر حبیب اللہ چشتی نے اپنے تحقیقی مضمون "حضور ضیاء الامت علیہ الرحمۃ بحیثیت مفسر قرآن" میں اس عظیم الشان تفسیر کے ادبی اور فکری محاسن پر دلآویز گفتگو کی ہے اور آخر میں اعتراف عظمت کے طور پر لکھا ہے کہ:

"ضیاء القرآن کے فنی، ادبی اور فکری محاسن کی بناء پر میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ ضیاء القرآن اس صدی کی بہترین تفسیر ہے اور حضور ضیاء الامت عصر حاضر کے امام التفسیر تھے۔"

نامور ادیب وخطیب جن کے لکھنے اور بولنے کا انداز انوکھا بھی ہے، نرالا بھی۔ جن کی تحریر کی چاشنی کے سب ہی قائل رہے، جن کی فصاحت و بلاغت کے چرچے عام ہوئے۔ صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی علیہ رحمۃ الباری "حضرت ضیاء الامت ایک ہمہ پہلو شخصیت" کے عنوان سے رقمطراز ہیں:

"حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کے سر میں دماغ عالمانہ، سینے میں

دل صوفیانہ اور ہاتھ میں قلم ادیبانہ تھا۔ ان کی تفسیر "ضیاء القرآن" اور سیرت پر "ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" سے علم جھلکتا ہے، ان کی صحبت سے تصوف چھلکتا تھا اور ان کے نوک قلم سے ادب برستا ہے۔ ان کا اسلوب تصنیف محققانہ، طرز زیست قلندرانہ اور انداز نگارش ہمیشہ ساحرانہ رہا۔" (۴۲)

ضیاء القرآن کی ضیا پاشیاں۔ (امتیازات اور خصوصیات)

تفسیر ضیاء القرآن کا عظیم البرکت کام شروع ہوا تو اہل علم نے ایک اشتہار پڑھ کر اپنا اشتیاق ظاہر کیا۔ اشتہار کا انداز اور الفاظ ملاحظہ ہوں۔

ضیاء القرآن

از پیر محمد کرم شاہ صاحب ایم۔ اے آنرز (الازہر) سجادہ نشین بھیرہ

- ترجمہ: ایک شفاف آئینہ، جس میں قرآن حکیم کا حسن و جمال منعکس ہو رہا ہے۔
- تفسیر: روشنی کا بلند مینار، جس کی ضیاء پاشیوں سے عرصہ حیات کے سارے گوشے منور ہو رہے ہیں۔
- ضیاء القرآن میں علماء اور طلباء کے لئے علمی تحقیقات و فنی نکات۔
- وکلا کے لئے فقہی اور قانونی سرمایہ۔
- اہل دل کے لئے درد و سوز کا ارمغان۔
- جدید سیاسی، معاشی اور معاشرتی الجھنوں کا شافی حل۔
- اہل نظر کہتے ہیں ضیاء القرآن اردو زبان میں قرآن حکیم کی بہترین تفسیر ہے۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ ضیائے حرم، ۹ داتا گنج بخش روڈ، لاہور۔

جہاں بھر میں جس نے بھی "ضیاء القرآن" پڑھنے کی سعادت پائی ہے اُس نے تسلیم کیا کہ ترجمۂ قرآن، ایک ایسا آئینہ شفاف ہے جس میں قرآن حکیم کا حسن و جمال منعکس

ہو رہا ہے۔ اور تفسیر واقعی روشنی کا ایک ایسا بلند مینار ہے جس کی ضیاء پاشیوں سے عرصۂ حیات کے سارے گوشے منور ہو رہے ہیں۔

"ضیاء القرآن" کا قاری جگہ جگہ تفسیر و تشریح میں اطاعت و محبت کے وافر جذبات سے مغلوب ہو کر عجب وجد و کیف کی دولت پاتا ہے۔ انداز بیاں ایسا دلآویز اور دلنشیں ہے کہ پڑھتے وقت سرور آتا ہے۔ رب ذوالجلال والاکرام کے کلام کا اعجاز ہے کہ وہ تلاوت کرنے والے کو نور و سرور کی دولت بخشتا ہے۔ پھر پڑھنے والا سمجھ کر پڑھے تو اس کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔ ہم ان محدود صفحات میں اُردو کی اس بہترین تفسیر کے بعض امتیازات قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت پاتے ہیں۔

بنیادی مآخذ۔ ہر حوالہ معتبر ہر واقعہ مستند:

ہر عمدہ اور تحقیقی کتاب کی طرح تفسیر ضیاء القرآن کا یہ امتیاز ہے کہ اس میں متقدمین و متاخرین اور ہم عصر علماء کی بلند پایہ کتب کے حوالہ جات ہیں۔ کتب احادیث، لغات، مختلف زبانوں میں شائع ہونے والے جرائد و رسائل اور عظیم المرتبت کتب تاریخ و سیر کا مطالعہ صاحب ضیاء القرآن کی وسعتِ علمی پر شاہد ہے۔ بنیادی طور پر تفسیر مظہری، تفسیر روح المعانی اور تفسیر الکبیر کے حوالے بکثرت ملتے ہیں۔ بعض مقامات پر "تفہیم القرآن از ابوالاعلیٰ مودودی" کے اقتباسات بھی پیش کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ تفسیر قرطبی کے حوالے بھی بکثرت ملتے ہیں۔

فاضل مفسر نے جس بات کو حق جانا، وسیع قلبی سے اعتراف کیا اور مخالفین کا تذکرہ بھی ادب و احترام کے دائرہ میں کیا۔ مثلاً سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۰۷ کی تفسیر کرتے ہوئے بالخصوص "یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ" کا مطلب واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "مولانا مودودی نے یہاں ایک نہایت لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں جو شخص دوسرے کے ساتھ خیانت کرتا ہے وہ دراصل سب سے پہلے خود اپنے نفس کے ساتھ خیانت کرتا ہے کیونکہ دل اور دماغ

کی جو قوتیں اس کے پاس بطور امانت ہیں ان پر بے جا تصرف کر کے
وہ انہیں مجبور کرتا ہے کہ خیانت میں اس کا ساتھ دیں اور اپنے ضمیر کو
جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے اخلاق کا محافظ بنایا تھا اس حد تک دبا دیتا
ہے کہ وہ اس خیانت کاری میں سدِ راہ بننے کے قابل نہیں رہتا، جب
انسان اپنے اندر اس ظالمانہ دست بُرد کو پایۂ تکمیل تک پہنچا لیتا ہے تب
کہیں باہر اس سے خیانت و معصیت کے افعال صادر ہوتے ہیں۔"
(تفہیم القرآن)

لغوی ونحوی تحقیقات:

قرآن کریم کے بعض الفاظ لغوی، صرفی ونحوی تحقیق چاہتے ہیں تا کہ پڑھنے والا کسی الجھن کا شکار نہ ہو۔ "ضیاء القرآن" کا یہ وصف بھی امتیازی حیثیت کا حامل ہے کہ قرآنی الفاظ کی لغوی، صرفی ونحوی تحقیق کی فہرست ہر جلد کے آخر میں شامل ہے۔ صاحب تفسیر خود اس کی اہمیت وافادیت بیان فرماتے ہیں۔

"جہاں کوئی لغوی، نحوی یا صرفی اُلجھن اور پیچیدگی نظر آئی۔ میں نے
کوشش کی ہے کہ ائمہ فن کے مستند حوالوں اور اقوال سے اس کا حل پیش
کر دوں تا کہ کوئی خلش باقی نہ رہے۔" (۴۳)

ہر جلد کے آخر میں تحقیقات لغویہ اور التحقیقات النحویہ کے عنوانات کے تحت مختلف قرآنی الفاظ کی لغوی اور نحوی تحقیق کی فہرست حق کے متلاشیوں کی رہنمائی کرتی ہے۔ قاری کی سہولت کے لئے حروف تہجی کے اعتبار سے لغوی تحقیق کی گئی ہے۔ مثلاً (الف) کی فہرست میں سب سے پہلے لفظ "آمین" کے سامنے حاشیہ نمبر ۱۳، سورت نمبر ۱ درج ہے۔ پڑھنے والا سورت نمبر ۱ کے حاشیہ نمبر ۱۳ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اُسے پتہ چلتا ہے:

"جب انسان سورۃ فاتحہ پڑھے تو سنت یہ ہے کہ آمین کہے، اس کا معنی
ہے استجب یعنی آخر میں پھر التماس کرے کہ اے مولائے کریم! جو دعا
میں نے کی ہے اسے قبول فرما۔" (۴۴)

اردو ادب کا شاہکار:

ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کا شمار صف اول کے ادیبوں میں ہوتا ہے۔ آپ کی جملہ تصانیف آپ کے دلفریب اندازِ تحریر پر گواہ ہیں۔ آپ کے تلمیذ رشید اور آپ کی سوانح کے مؤلف پروفیسر احمد بخش صاحب آپ کے ادیبانہ انداز کے بارے میں یہ لکھتے ہیں کہ:

"اُردو ادب میں بے شک ابو الکلام آزاد، مولانا ظفر علی خان اور شورش کاشمیری کی خدمت کو فراموش نہیں کیا جا سکتا لیکن حضرت ضیاء الامت کی تصانیف کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ بامقصد اور جاندار تحریر میں آپ اُردو ادب کے صف اول کے ادیبوں سے بھی چند قدم آگے نکل گئے ہیں۔"

محترم محمد ہمایوں عباس شمس اپنے تحقیقی مقالہ میں بجا اعتراف کرتے ہیں کہ:

"تفسیر ضیاء القرآن کا طرز نگارش ادبی محاسن سے مالا مال ہے۔" (۴۵)

پانچوں جلدوں کا کوئی صفحہ پڑھا جائے ادبی عبارتوں کے نمونہ جات ہر صفحے پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

سورۃ فاتحہ کا تعارف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یہ وہ مختصر لیکن حقائق اور معانی سے لبریز، دل نشین و دل آویز جلیل القدر سورت ہے جس سے اس مقدس آسمانی کتاب کا آغاز ہوتا ہے جس نے تاریخ انسانی کا رُخ موڑ دیا جس نے فکر و نظر میں انقلاب پیدا کر دیا، جس نے قلب و روح کو نئی زندگی بخش دی۔ اس پاک سورت کی گوناں گوں برکات کو کیوں کر قلمبند کیا جا سکتا ہے۔" (۴۶)

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۶: "وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط" کی تفسیر کرتے ہوئے یہ جانفزا انداز دیکھیے:

"کتنی پیاری آیت ہے، ہجوم بلا میں، طوفانِ مصائب میں، گرداب

ہلاکت میں گھرے ہوئے شکستہ دل اور پریشان انسان کے لئے ان چند لفظوں میں اطمینان وسکون کا کیا روح پرور پیغام ہے۔ آپ غور فرمائیے۔ اِنِّی قریب کے دو لفظوں میں راحت واطمینان کی ایک دنیا سمیٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ کسی فصل بہار کی نسیم سحر میں، کسی ابر نیساں کے حیات بخش قطروں میں وہ اثر کہاں جو اثر ان دو لفظوں میں ہے۔'' (۴۷)

داعی اتحادِ امت:

پیر صاحب نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں محبت والفت، ادب واحترام اور اتحاد واتفاق کا درس دیا ہے۔ ''ضیاء القرآن'' میں بھی متعدد مقامات پر قوم کے رہنماؤں کو یہی سبق پڑھایا۔ افراط وتفریط سے بچتے ہوئے اپنے مسلک کی ترجمانی کا حق ادا کیا اور اُمت کو اتحاد کا سبق پڑھایا۔ ''ضیاء القرآن'' کا یہ اقتباس ہمارے دعویٰ کی صداقت کا اعلان ہے:

''میں نے پورے خلوص سے کوشش کی ہے کہ ایسے مقامات پر افراط و تفریط سے بچتے ہوئے اپنے مسلک کی صحیح ترجمانی کروں جو قرآنِ کریم کی آیات بینات، احادیث صحیحہ یا علمائے امت کے ارشادات سے ماخوذ ہے تاکہ نادان دوستوں کی غلط آمیزیوں یا اہل غرض کی بہتان تراشیوں کے باعث حقیقت پر جو پردے پڑ گئے ہیں وہ اُٹھ جائیں اور حقیقت آشکارا ہو جائے۔'' (۴۸)

تصوف کی چاشنی:

ضیاء الامت علیہ الرحمۃ سلسلہ عالیہ چشتیہ کی باطنی نعمتوں سے مالا مال تھے۔ آپ کی تحریروں میں طریقت وتصوف کے آداب اور اسباق بھی ملتے ہیں، اپنی تفسیر میں بعض مقامات پر آپ نے صوفیائے کرام کے اقوال، ان سے کسب فیض ان کے در سے وابستگی کی برکات، بیعت کا ثبوت، ایصال ثواب کے دلائل اور بعض دیگر موضوعات تصوف پر عالمانہ اور عارفانہ گفتگو

فرمائی ہے۔ سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۱۰ سے بیعت کا استدلال کرتے ہوئے بجا لکھا ہے کہ

''آج کل جو ہم کسی ولی کامل کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اسی سنت کا اتباع ہے۔ اس آیت سے بیعت کی سنت اور مشائخ کبار سے فیض ثابت ہوتا ہے۔'' (۳۹)

اختصار کے باوجود جامعیت:

قرآن پاک کی بعض تفاسیر کئی کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں۔ اور بعض چند جلدوں تک محدود ہیں۔ ''ضیاء القرآن'' اگرچہ ۵ جلدوں میں مکمل کی گئی ہے مگر اختصار کے باوجود اس میں جامعیت ہے۔ بعض آیات کی تشریح ڈھیروں کتابوں کو کھنگالنے کے باوجود سمجھ میں نہیں آتی، ضیاء القرآن ایک نظر پڑھنے سے بات ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

محبت رسول:

''ضیاء القرآن'' کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس میں جگہ جگہ اطاعت رسول اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو رچی بسی ہے۔ مقام رسالت اور شان رسالت کو جس والہانہ عقیدت ومحبت سے آپ نے تحریر کیا ہے شاید ہی یہ انداز اُردو کی کسی اور تفسیر میں آپ کو ملے۔ تفسیر کے مقدمہ میں آپ نے دل کی گہرائیوں سے جو دعا مانگی تھی اس کی قبولیت کی جھلک ''ضیاء القرآن'' کے حرف حرف سے نظر آتی ہے۔ دعا یہ ہے:

''تیرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق سے میرا حریم دل منور رہے، تیرے رسول مکرم کی غلامی کا طوق زیب گلو رہے۔''

تفسیر ضیاء القرآن کی چند عظمتوں کی جھلکیاں

۱۔ یہ بلند پایہ تفسیر ۵ جلدوں پر مشتمل ہے۔ صفحات کے اعتبار سے آخری جلد سب سے ضخیم ہے۔

۲۔ پانچوں جلدوں میں مجموعی طور پر صفحات کی تعداد ۳۳۳۸ ہے۔ فہرست کے صفحات بھی شمار کیے جائیں تو یہ تعداد ۳۵۸۰ بنتی ہے۔

۳۔ پہلی جلد میں ۶، دوسری میں ۱۱، تیسری میں ۱۵، چوتھی میں ۲۰ اور پانچویں جلد میں ۶۲ سورتوں کی تفسیر ہے۔ اس طرح مدت تکمیل ۱۹ سال چھ ماہ ہے۔ گویا یہ تقریباً ۲۰ سالہ محنت شاقہ کا ثمر ہے۔

۴۔ نحوی تراکیب کے سلسلہ میں ہر جلد میں مختلف مقامات پر علمی انداز میں بحث کی گئی ہے۔ لغوی تحقیق کے حوالے سے ۱۳۰۰ کے لگ بھگ الفاظ کی فہرست مختلف جلدوں کے ساتھ منسلک ہے۔

۵۔ ہر جلد کے آخر میں توحید، ذات باری تعالیٰ کے اوصاف، شانِ رسالت اس ضمن میں آپ کی عظمت کے مختلف پہلو رحمت وخلقِ عظیم، علم، اطاعت، تعظیم وتکریم، اظہار عبودیت، مختلف انبیائے کرام کا تذکار جمیل، اسلام، انسان اور اس کی عظمت کا قرآنی تصور، اوامر ونواہی، جہاد، عورت، عبادات اور متفرق عنوانات کی فہرست قاری کو اپنے مقصد کی آیت اور اس کی تفسیر پڑھنے میں بے حد مددگار ہے۔

۶۔ اندازِ بیاں فصاحت و بلاغت اور عقیدت ومحبت سے لبریز ہے۔ اُردو زبان میں شاید ہی کوئی تفسیر اس دلآویز اور دلفریب ادا سے لکھی گئی ہو۔

۷۔ پوری تفسیر میں اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت ومحبت کی خوشبو رچی بسی ہے۔ اللہ والوں کا ذکرِ جمیل ایمان کو جلا بخشتا ہے۔ واقعات کمال احتیاط سے اور عقیدت ومحبت کی چاشنی سے عبارت ہیں۔

۸۔ مسلک ومشرب کے مخالفین کی تفاسیر اور کتب سے جہاں کہیں استفادہ کیا گیا ہے اُن کا نام اور حوالہ پورے احترام سے درج ہے۔

۹۔ قرآن کے قاری کو جگہ جگہ قرآن فہمی کا درس دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو اُن کی بے عملی، کاہلی اور بے رغبتی پر جھنجھوڑا گیا ہے تاکہ پڑھنے والا عملی میدان میں کچھ کر گزرنے کا جذبہ جواں رکھ سکے۔

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان افروز اور تقدس مآب موضوع پر عشق ومحبت، درد وسوز، جذب وکیف، عقیدت واحترام اور تحقیق وآگہی سے معمور تصنیف لطیف "ضیاء النبی" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار اور گہربار وضیابار ایک ایسی مقدس نشانی ہے، جس کا ذکر آتے ہی دل کو سکون اور آنکھوں کو سرور ملتا ہے۔

"ضیاء النبی" کا مطالعہ قلب ونگاہ کو مسحور کر دیتا ہے۔ اس کا والہانہ انداز نیا جوش، نیا ولولہ، نئی اُمنگ، نئی تڑپ، نیا ذوق اور نیا شوق عطا کرتا ہے۔

قومی سیرت ایوارڈ یافتہ یہ دلربا کتاب طرزِ نگارش میں منفرد اور معیارِ تحقیق میں یکتا ہے۔ یہ ایک ایسی دلآویز اور حیات آموز کتاب ہے، جسے عشق ومحبت اور درد وسوز میں ڈوب کر عقیدت واحترام کی زبان میں اس شان سے لکھا گیا ہے کہ پڑھنے والا خود بخود وجد وکیف کی لذتوں سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔

بلاشبہ "ضیاء القرآن" کے بعد ضیاء النبی" ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کا ایک ایسا کارنامہ اور ایک ایسا گراں قدر اثاثہ ہے جس پر ملتِ اسلامیہ بجا طور پر فخر کرتی ہے۔ ہمارے ایک فاضل اور فائق دوست قاری محمد اویس معصومی نے اس وجد آفریں کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور پھر ایک وقیع مقالہ "ضیاء النبی۔ محبت کا سندیسہ" قلمبند فرمایا۔ جو ماہنامہ کاروان قمر کراچی کے "ضیاء الامت" نمبر میں شائع ہوا۔ اس کا ایک دلآویز اقتباس ملاحظہ ہو:

> "جانِ جاناں، جانِ جہاں، شہِ شاہاں اور مالکِ کون ومکاں کی محبت وچاہت کا تمغہ ہمیشہ (پیر صاحب کے) سینے پر سجا رہا اور عشقِ حبیب (علیہ السلام) کی برکت سے ان کا انگ انگ بلکہ سارا آنگن بھی منور وروشن تھا جس کا اظہار "ضیاء النبی" میں ہر سو بکھرا پڑا ہے۔ مثلاً گلِ شگفتہ

کو دیکھ کر وہ رنجیدہ و رنجور اور افسردہ خاطر نظر آتے ہیں، بڑے اور کٹھن حالات و واقعات کا ذکر کرتے ہوئے ان کا دل ناشاد جلتا اور کڑھتا ہے۔ ولادت باسعادت بیان کرتے ہوئے وہ خوشیوں کا ساگر بن جاتے ہیں۔ ہجرت وقتال کا ذکر کریں تو ان کا دل دشت ملال میں گم ہو جاتا ہے۔ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو خار مغیلاں چبھے تو اداس اداس اور زخم نصیب دکھائی دیتے ہیں۔"

۷ ضخیم اور عظیم جلدوں پر مشتمل "ضیاء النبی" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجموعی طور پر ۴۹۰۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر جلد کے صفحات کی تفصیل یہ ہے:

جلد نمبر		صفحات
جلد اول	:	۵۲۳
جلد دوم	:	۶۱۰
جلد سوم	:	۶۵۸
جلد چہارم	:	۸۵۴
جلد پنجم	:	۹۹۶
جلد ششم	:	۶۴۳
جلد ہفتم	:	۶۱۷
	مجموعہ	۴۹۰۱

سیرت طیبہ پر لکھنا، بولنا، عمل کرنا سب ہی عبادت ہے اور بلاشبہ رب تعالیٰ کا انعام عظیم بھی ضیاء الامت نے بارہا اس کا اظہار ان کلمات میں فرمایا:

"اگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ لکھنے کی سعادت عطا فرمائے تو اس کا بہت بڑا انعام ہوگا۔" (۵۰)

بلاشبہ سیرت نبوی کے تقدس مآب عنوان پر ہر زبان میں ایک سے ایک کتاب لکھی گئی اور ان شاء اللہ "وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ" کے اعلان خداوندی کے تحت یہ سلسلہ حسین

جاری رہے گا۔ مگر سچی بات ہے کہ ضیاء الامت کی تالیف لطیف ''ضیاء النبی'' جیسی ایمان افروز کتاب شاید ہی لکھی جائے۔ اس کا حرف حرف محبت رسول کی خوشبو سے معطر ہے، اس کی ہر سطر عشق نبی کی پیغامبر ہے، اس کا ہر جملہ اطاعت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ اس کا ہر واقعہ ایمان کو جلا بخشتا ہے۔ پڑھنے والا عجب نور و سرور کی دولت پاتا ہے۔ مطالعہ کے دوران قاری کی آنکھیں بے ساختہ بہہ پڑتی ہیں اور یہ مصنف کیلئے قدرت کا اعزاز ہے کہ اُس کا اندازِ بیاں پڑھنے والے کو اشکبار کر دے۔ ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کے تذکار جمیل کا شاہکار ''جمال کرم'' کا یہ دلآویز اقتباس حقیقت کا اعتراف بھی ہے اور ہمارے دعویٰ کی صداقت بھی۔

''اس رواں صدی کے اختتامی عشرے میں چمنستان سیرت میں ایک خوبصورت و معطر گل سرسبز کا اضافہ ''ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' (پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ) کی صورت میں ہوا۔ جس کا لفظ لفظ روشنی، حرف حرف خوشبو اور سطر سطر اُجالا ہے۔ یہ ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا والہانہ لگاؤ اور اظہار عقیدت ہے۔ قلب و دماغ کی اثر انگیزی اور عشق و مستی میں سرشار قلم سے صفحہ سیرت پر گل کاری ہے۔ کتاب کے مصنف جناب پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے الفاظ نہیں موتی پروئے ہیں، جملے نہیں ہیرے تراشے ہیں کہ سرمایہ حیات ہی یہی ہے۔

گر نہ خورشیدے جمال یار گشتے رہ نموں
از شب تاریک غفلت کس نبردے راہ بروں'' (۵۱)

ضیاء الامت علیہ الرحمۃ نے سعادتوں سے بھرپور اور برکتوں سے معمور یہ فیض بخش کام بروز پیر یکم رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ/ ۱۳ جون ۱۹۸۳ء بعد فجر شروع فرمایا۔

جانِ کائنات علیہ افضل الصلوات کی سیرتِ پاک کے اس عظیم کام کو ضیاء الامت ''ادنیٰ سا ارمغانِ عقیدت و محبت'' کا نام دیتے ہوئے اپنی عقیدت، اپنے عقیدہ، اپنی عاجزی اور اپنی فقیری کا یہ دلربا انداز اپناتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''جس کے در رحمت پر صدا لگانے والا فقیر نہ کبھی خالی لوٹا ہے اور نہ قیامت تک کوئی خالی لوٹے گا۔

اے سلطان حسینان جہاں!

اے سرور اورنگ نشینانِ عالم!

ایک مفلس و کنگال منگتا، خالی جھولی لے کر تیرے حسن و جمال کی خیرات لینے کے لئے حاضر ہے اور ایک ادنیٰ سا ارمغانِ عقیدت و محبت پیش کرنے کا آرزومند ہے۔(۵۲)

پہلی جلد مکمل ہوئی تو یہ خوش نصیب ''منگتا'' مسجد حبیب (مسجد نبوی) میں بیٹھا سبز گنبد کی شفاعت بخش زیارت سے فیض یاب ہو رہا تھا، کبھی اپنا لکھا ہوا مسودہ دیکھتا کبھی اللہ جل جلالہ کے حبیب مختار کے انوار و تجلیات سے آنکھیں ٹھنڈی کرتا۔ یہ داستانِ حسن ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کے ضیاء بار قلم کی زبانی سنئے:

''آج رمضان المبارک کا گیارھواں روزہ ہے جمعہ کا بابرکت دن ہے۔ ۲ رمضان بدھ کے روز یہ ناچیز سراپا تقصیر بارگاہِ رسالت کی حاضری کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ دس روز اپنے محبوب آقا کے قدموں میں گزارنے کے بعد نماز جمعہ ادا کر کے یہ التجا کرتے ہوئے رخصت ہوگا۔

الٰہی! ایں کرم بار دگر کن (۵۳)

بے پایاں علمی، ادبی، تدریسی، تبلیغی، تحریری اور تقریری مصروفیات کے باوجود ''ضیاء النبی'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصنیف جاری رہی۔ ضیاء الامت علیہ الرحمۃ بالآخر اُمت کو یہ گراں مایہ تحفہ عطا کرنے میں کامراں رہے۔ آج یہ ہر اچھی لائبریری کی زینت ہے، ہر صاحب ذوق کے زیر مطالعہ ہے، ہر ادارہ میں اس کا سیٹ برکت بانٹ رہا ہے۔ میں نے مختلف مساجد میں بھی اس کی جلدیں دیکھی ہیں۔ الحمدللہ سیرت کی یہ کتاب مقبول بھی ہے،

محبوب بھی۔ راقم نے خطباتِ جمعۃ المبارک اور مختلف مقامات پر منعقدہ جلسہ ہائے میلاد و سیرت میں علامہ قاضی عبدالدائم دائم دامت فیوضہم کی کتاب "سید الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم" اور "ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کی عظمتیں بیان کیں، احباب کو اس کے مطالعہ کی دعوت دی۔ بے شمار دوستوں نے اسے خریدا، پڑھا اور اپنے حلقۂ احباب میں فخر سے اسے متعارف کرایا۔

ضیاء النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تمام جلدوں میں شامل عنوانات کا اجمالی خاکہ

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساتوں جلدوں کے عنوانات "ایک نظر" میں یہ ہیں:

جلد اول:

قبل از اسلام کرۂ ارضی کے حالات تا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلاف کرام کا تفصیلی تذکرہ۔

جلد دوم:

ولادت باسعادت تا معراج شریف۔

جلد سوم:

یثرب کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت تا واقعہ افک۔

جلد چہارم:

غزوۂ احزاب تا وصال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

جلد پنجم:

اخلاق و شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

جلد ششم، جلد ہفتم:

مستشرقین کی طرف سے سیرت طیبہ اور اسلام پر اعتراضات کا تجزیہ اور مدلل جوابات۔

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمایاں خصوصیات اور امتیازات

بلاشبہ "ضیاء النبی" عصر حاضر کی مایۂ ناز، جدید، منفرد، دلنشیں اور بہترین کتاب سیرت ہے۔ کتب سیرت سے اس کا تقابل کیا جائے تو اس کی خصوصیات اور امتیازات اس کی عظمتِ شان پر گواہ ہیں۔ تجزیہ نگاروں نے اس بلند مرتبہ کتاب کا حرف حرف پڑھا اور پھر اس کے محاسن کو بیان کیا۔ ان سب کے تذکرہ کی نہ تو گنجائش ہے نہ مجال البتہ اس کا ایک خلاصہ پیش خدمت ہے:

سیرت نگاری۔ انعامِ الٰہی۔ ضیاء النبی کا مؤلف۔ عاجزی وانکساری کا پیکر:

سیرت نگاری کوئی انسانی کمال نہیں بلکہ یہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں شرف قبولیت ہے۔ یہ وہ سعادت ہے جس پر جتنا ناز کیا جائے کم ہے اور یہ وہ خوش بختی ہے جس پر جس قدر فخر کیا جائے کم ہے۔ عالی قدر پروفیسر محمد عبداللہ صالح (اُستاذ گورنمنٹ کالج بھکر) اپنے تحقیقی مقالہ "اردو ادب میں "ضیاء النبی" کی منفرد خصوصیات" کے عنوان سے رقمطراز ہیں:

> "سیرت نگاری دراصل وہ اعزاز واکرام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے طفیل ہر اس شخص کو عطا کرتا ہے جو اس کوچے کا سوالی ہو۔ بڑے سے بڑا بھی جب اس کوچہ عشق میں پہنچتا ہے تو وہ ایک فقیر کی طرح طلبگار رحمت ہوتا ہے۔ راجی شفاعت ہوتا ہے۔ شبلی نعمانی ہو یا سلیمان ندوی سبھی یہاں دامن پھیلائے ہاتھ اٹھائے شفاعت کی بھیک مانگتے نظر آتے ہیں۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری "رحمۃ العالمین" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:
>
> "ذرہ بے مقدار کی کیا تاب کہ خورشید عالم افروز کی جلوہ نمائی میں آئینہ داری کرے۔ اس لئے سادہ ومختصر حالات پیش کرتا ہوں۔

خدا وند کریم میرے حسنِ نیت پر نظر فرما کر میرے ذلات کو عفو فرمائے۔" خاکسار: محمد سلیمان

کتاب کا تحقیقی منہج:

"ضیاء النبی" کی تمام جلدوں کے مآخذ و مصادر پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی جائے تو اس اعتراف میں دیر نہیں لگتی کہ فاضل مصنف نے مستند اور معتبر کتب سے استفادہ کیا ہے اور جہاں کہیں کوئی واقعہ قلمبند کیا ہے اس کا مآخذ معتبر بھی ہے، مستند بھی۔ اس تناظر میں ایک غیر جانب دار مبصر تحقیقی مصادر کو تین حصوں میں تقسیم کرسکتا ہے۔

بنیادی مآخذ: سیرت ابن اسحاق۔ سیرت ابن ہشام۔ طبقات ابن سعد۔ الکامل فی التاریخ لابن اثیر۔ وغیرہ۔

ثانوی مآخذ: ان میں مستند کتابوں کا انتخاب کیا گیا ہے مثلاً مسعودی، ڈاکٹر حسن ابراہیم، احمد بن زینی دحلان، محمد بن یوسف الشامی وغیرہ۔

تیسرے درجے میں معاصر تصانیف سے استفادہ کیا ہے۔ مثلاً رحمۃ للعالمین سیرۃ النبی، خاتم النبیین، محمد رسول اللہ۔ وغیرہ۔

جغرافیائی معلومات و نقشہ جات کا اہتمام:

"ضیاء النبی" کا ایک امتیاز اور اعزاز یہ بھی ہے کہ اس میں جغرافیائی معلومات اور نقشہ جات کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جہاں کہیں کسی ملک یا کسی قوم کے تفصیلی حالات کا مرحلہ آیا ہے اس سے پہلے جغرافیائی حالات کا جائزہ جغرافیائی انداز سے پیش کیا ہے۔ پھر ان حالات کی تائید کے لئے جابجا نقشہ جات کا اہتمام کیا گیا ہے۔ پڑھنے والا اس علاقے کے محل وقوع، آب و ہوا، تاریخی و جغرافیائی حالات سے بخوبی آشنا ہو جاتا ہے۔ مثلاً "جزیرہ عرب" کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جزیرہ نمائے عرب کا رقبہ تقریباً دس لاکھ مربع میل ہے۔ جو فرانس

کے رقبہ سے دوگنا ہے۔ اس کی سب سے طویل سرحد وہ ہے جو بحر احمر کے ساحل کے ساتھ ساتھ چلی گئی ہے۔ اس کا طول چودہ سو میل ہے اس کا سب سے زیادہ عریض وہ علاقہ ہے جو یمن سے اومان تک چلا گیا ہے، جس کی چوڑائی بارہ سو پچاس میل ہے۔" (۵۴)

مقامات کا چشم دید تعین:

ضروری نہیں کہ کوئی کتاب لکھنے والا واقعات کی صداقت یا مقامات کی صحت کے لئے چشم دید گواہ ہو۔ بیشتر معلومات ذخیرۂ کتب سے ملتی ہیں۔ پھر دور دراز کے مقامات پر رہنے والا ہر جگہ پہنچ بھی نہیں سکتا۔ کچھ عرصہ قبل سفری سہولیات آج کی بنسبت نہ ہونے کے برابر تھیں۔ "ضیاء النبی" کا ایک نمایاں امتیاز یہ بھی ہے کہ مصنف حجاز کے تقدس مآب سفر کے دوران بہت سے مقامات کا چشم دید گواہ ہے جس سے متعلق اظہار خیال مقصود تھا۔ مثلاً "مقام ابواء" جہاں جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ مصنف "ابواء کے مقام" کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ مقام مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ قدیم شاہراہ جو مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ جاتی ہے اس پہ ایک گاؤں مستورہ کے نام سے آتا ہے جہاں ہوٹل اور قہوہ خانے ہیں۔ آنے جانے والی بسیں اور کاریں یہاں رکتی ہیں۔ مسافر چائے پیتے ہیں، کھانا کھاتے ہیں۔ یہاں سے مدینہ طیبہ جاتے ہوئے دائیں طرف چند میل کے فاصلہ پر ابواء کی بستی ہے۔" (۵۵)

اسی طرح مصر کی وادی الملوک اور وادی الملکات کی بابت لکھتے ہیں:

"۱۹۵۴ء میں جب میں ازہر میں زیر تعلیم تھا تو چند ساتھیوں کی ہمراہی میں مجھے وادی الملوک اور وادی الملکات میں بادشاہوں اور ان کی ملکات کے مقابر دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ بعینہ یہی نقشہ تھا جو اوپر بیان ہوا

ہے۔ اور مصر کے دارالآثار میں وہ زیورات وہ زرنگار تخت اور کرسیاں بھی دیکھیں جو ان مقابر سے دریافت ہوئیں تھیں۔" (۵۶)

اشعار سے برمحل استدلال:

مصنف علیہ الرحمۃ اُردو کے علاوہ عربی اور فارسی پر عبور رکھتے تھے۔ ان کی تالیفات میں انگریزی حوالہ جات بھی ہیں۔ "ضیاء النبی" میں موقع محل کی مناسبت سے اُردو، عربی اور فارسی اشعار اس کے ادبی انداز کو نکھارتے دکھائی دیتے ہیں۔

پروفیسر محمد عبداللہ صالح اپنے تحقیقی مقالہ "اردو ادب میں ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منفرد خصوصیات" کے عنوان سے خوبصورت گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مصنف نے اپنی دیگر تصانیف کی طرح مذکورہ کتاب میں بھی جابجا عربی، فارسی کلام سے اعتناء کیا ہے اس سے ایک طرف مصنف کی محبت وعقیدت کا اظہار ہوتا ہے تو دوسری طرف عربی فارسی ادب پر ان کے گہرے اور وسیع مطالعہ کا پتہ چلتا ہے۔

ضیاء النبی کی مقبولیت

"ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئی تو اہلِ دل نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور نے اسے اس دلربا انداز سے شائع کیا کہ ٹائٹل پر نگاہ پڑتے ہی پڑھنے کیلئے جی مچلنے لگے۔ ابھی چند جلدیں ہی شائع ہوئی تھیں کہ وفاقی وزارتِ مذہبی اُمور نے مقابلۂ کتب سیرت میں اس خوبصورت کتاب کو پہلا انعام دیا۔ یہ ۱۹۹۳ء کی بات ہے حسنِ اتفاق سے وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں منعقدہ قومی سیرت کانفرنس کے اس اجلاس میں راقم بھی شرکت کی سعادت پا رہا تھا، اور صدرِ مملکت سے "کل پاکستان مقابلہ مضمون نویسی" میں فرسٹ آنے پر صدارتی ایوارڈ وصول کرنے کے لئے موجود تھا۔ ناظم کانفرنس نے جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی ہمہ جہت شخصیت کو شاندار

الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔ ''ضیاء النبی'' کو بہترین کتاب کے طور پر متعارف کراتے ہوئے اعلان کیا کہ حکومت مصنف کو گراں قدر نقد انعام اور سرٹیفکیٹ پیش کرتے ہوئے فخر محسوس کرتی ہے۔ پیر صاحب کے خوش نصیب صاحبزادے اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے منیجر محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب نے یہ انعام و اعزاز وصول کیا۔ برسوں پہلے اس تقریب دلپذیر کی حسین یادیں آج بھی نگاہوں کے روبرو رقصاں ہیں۔

''ضیاء النبی'' جس نے پڑھی، وہ اس کی ضیاء سے منور ہوا۔ بحمدہ تعالیٰ اب سیرت کی یہ ضخیم کتاب پاکستان کے علاوہ دنیا بھر میں ہزاروں چاہنے والوں کے زیر مطالعہ ہے۔ دنیا کے براعظموں میں پھیلے ہوئے اردو دان جہاں جہاں قیام پذیر ہیں، ضیاء النبی کا پیغام عام ہو رہا ہے۔ بالخصوص جن ممالک میں ''دارالعلوم محمدیہ غوثیہ'' کی ذیلی شاخیں مصروف عمل ہیں اور جس جس مقام پر ضیاء الامت کا علمی و ادبی فیضان قلب و نگاہ کو روشن کر رہا ہے۔ ضیاء النبی کا فیض بٹ رہا ہے۔

ضیاء القرآن اور ضیاء النبی کے علاوہ چند یادگار تصانیف

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ رحمۃ الباری کے چاہنے اور ماننے والے کہتے ہیں کہ اگر آپ تفسیر قرآن "ضیاء القرآن" (۵ جلدوں پر مکمل) اور سیرت نبوی پر درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے معمور تصنیف "ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم" (۷ جلدیں) کے علاوہ کچھ بھی نہ لکھتے تب بھی یہ کارنامے اس قدر شاندار ہیں کہ دنیائے اہلسنت اس پر سدا فخر کرتی رہے گی۔ تاہم اس صدقہ جاریہ، عظیم علمی و تحقیقی اثاثہ ضیاء القرآن و ضیاء النبی کے علاوہ آپ نے درج ذیل کتب یادگار چھوڑی ہیں۔

سنت خیر الانام (علیہ الصلاۃ والسلام):

فتنہ انکار سنت پر تحقیقی اور تنقیدی کتاب۔

مقالات ضیاء الامت (۳ جلدیں):

مختلف علمی، روحانی اور معاشی موضوعات پر جامع مقالات کا مجموعہ۔

قصیدہ اطیب النغم:

خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پرسوز اور دلآویز شرح۔

مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات شریف:

مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اور دیگر سلاسل کے معمولات اور اوراد و وظائف کا مجموعہ۔

بالترتیب ان تالیفات کا مختصر تعارف:

''سنت خیر الانام'' کی چند نمایاں خصوصیات

معتبر اور مستند حوالہ جات:

زمانۂ طالب علمی میں لکھی ہوئی اس کتاب کے مراجع پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی جائے تو یہ اعتراف کرنے میں دیر نہیں لگتی کہ مؤلفِ محترم نے معتبر اور بنیادی مآخذ سے استدلال کیا ہے۔ قرآن وحدیث، سیرت و تاریخ، اسماء الرجال، لغات، جملہ کتب مستند بھی ہیں اور مقتدر بھی اور مآخذ و مصادر کسی بھی علمی و تحقیقی کتاب کی اہمیت و افادیت پر شاہد عادل ہوتے ہیں۔ اس معیار پر ''سنت خیر الانام'' نمایاں خصوصیات کے ساتھ جگمگا رہی ہے۔

اندازِ بیان:

ساری کتاب ادب و تحقیق کا شاہکار ہے۔ اس کا اسلوب ادبی اور اندازِ بیاں دلکش، منفرد اور دلفریب ہے۔ حسنِ بیاں کی ایک جھلک کتاب کے آغاز ہی میں ان کلمات کی صورت ملاحظہ کیجئے۔

> ''خیابانِ ہستی اُجڑا پڑا تھا، خزاں کی چیرہ دستیوں سے گلوں کی نکہت افشانیوں اور عنادل کی نغمہ ریزیوں کی یاد تک بھی گلدستہ طاقِ نسیاں بن چکی تھیں۔ روشیں ویران تھیں اور آب جوئیں خشک۔ جہاں کبھی سبزۂ نودمیدہ جنت نگاہ ہوا کرتا تھا وہاں خاک اُڑ رہی تھی۔ یاس وقنوط کی ایک ہمہ گیر کیفیت طاری تھی کہ اچانک فاران کی چوٹیوں سے ایک گھنگھور گھٹا اُٹھی جس کا ہر قطرہ بہار آفریں اور جس کا ہر چھینٹا فردوس بداماں تھا۔ یہ گھٹا برسی اور خوب دل کھول کر برسی یہاں تک کہ گلزارِ عالم میں پھر آثارِ حیات نمودار ہونے لگے۔ انسانیت کے پژمردہ چہرے پر پھر شباب وقوت کی سرمستیاں ظہور پذیر ہونے لگیں۔ خودداری وعزت

نفس، شجاعت و ایثار کے افسردہ درختوں کی عریاں شاخوں کو از سر نو خلعتِ برگ و بار عطا ہوئی۔ قمریوں نے پھر عفتِ قلب و نظر کا نغمہ چھیڑا، تو ہمات و عقائد باطلہ کے قفس کی تیلیاں ایک ایک کر کے ٹوٹیں اور ہمائے بشریت کو توحید کی مقدس و مطہر رفعتوں سے پھر دعوتِ پروان آنے لگی۔" (۵۷)

دنیا والوں نے اس شوخ و شنگ اور خیرات و برکات سے بھر پور گھٹا کو "محمد" (بہت ہی تعریف کیا گیا) صلی اللہ علیہ وسلم کے دلنواز نام سے پکارا۔ عالمِ بالا کے مکینوں نے اسے "احمد" (اپنے رب کا سب سے زیادہ ثناء خواں) کہا لیکن حقیقت کی دلفریبیوں سے نقاب اس وقت اُٹھا جب اُس کے خالق و پروردگار نے اُسے اپنی کائنات سے یوں روشناس کیا۔

وما ارسلنک الا رحمة للعالمین ○ (الانبیاء)

(اے حبیب) ہم نے تجھ کو تمام جہانوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (۵۸)

عقلی و نقلی دلائل، پھر ان دلائل کا منطقی تجزیہ:

فریق مخالف کے اعتراضات کا عقلی و نقلی دلائل سے نہ صرف مسکت اور مدلل رد کیا گیا ہے بلکہ جواب دینے سے پہلے ان کا تفصیلی طور پر عقلی و منطقی جائزہ پیش کیا ہے۔

فاضل مصنف نے بلند پایہ کتب کے حوالہ جات سے اپنے مؤقف کو واضح کرنے کی سعی بلیغ کی ہے۔

اشعار کا برمحل استعمال:

"سنت خیر الانام" کا مطالعہ کرنے والا موقع محل کی مناسبت سے عربی، فارسی اور اردو اشعار پڑھ کر محظوظ ہوتا ہے۔ مصنف نے صاحب طرز ادیب ہونے کے حوالے سے تحریر

کو دلچسپ اور پُر تاثیر بنانے کے لئے اشعار کا برمحل استعمال کیا ہے۔ بعض مقامات پر علامہ محمد اقبال کی پوری نظم تحریر کر دی ہے۔ اس انداز نے کتاب کو دلچسپ اور دلنشیں بنا دیا ہے۔

جذبۂ اطاعت:

مصنف کا اندازِ تحریر گواہی دیتا ہے کہ اُن کا دل محبت و اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ سے معمور ہے۔ سنت رسول سے وہ دل کی گہرائیوں سے محبت کرتے نظر آتے ہیں اور اتباع نبوی کا عملی پیکر دکھائی دیتے ہیں۔

عاجزی اور انکساری:

مصنف اپنی کاوشوں کو رب کریم کی عنایات اور اُس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نوازشات یقین کرتے ہیں۔ علمی دنیا میں قلم آزمائی کو اپنے لئے قابل فخر سمجھنے کی بجائے قابل اعزاز سمجھتے ہیں اور اُن کی تحریر سے عاجزی وانکساری جھلکتی محسوس ہوتی ہے۔

> ''مجھے اپنی کوتاہ دستی کا پورا احساس ہے پھر بھی مبداء فیاض کی ذرہ نوازیوں اور کرم گستریوں سے کامل اُمید ہے کہ یہ سعی ناتمام ہی سہی، بہت سے شکوک وشبہات کے ازالہ کا باعث ہوگی۔'' (۵۹)

کتاب لاجواب کے ''انتساب'' کا یہ دلنواز انداز ملاحظہ ہو۔

- اُن ادب آموز اور روح پرور نگاہوں کے نام!
- اُن ایمان افروز اور یقین افزاء پیاری باتوں کے نام!
- محبت کی اُن دلنوازیوں کے نام!
- اُن دعاہائے نیم شبی اور گریہ ہائے سحری کے نام! جن سے

پدر بزرگوارم تقدس مآب حضرت پیر محمد شاہ صاحب قدس سرہ العزیز بھیرہ ضلع سرگودھا پنجاب نے اس مشت خاک کو سرفراز فرمایا۔ (محمد کرم شاہ)

کتاب کی غرض وغایت، اس کی اہمیت وافادیت اور اس کے مندرجات کا تعارف کرواتے ہوئے صاحب کتاب فرماتے ہیں۔

''میں نے آئندہ صفحات میں اپنی بساط و استعداد کے مطابق یہ سعی کی ہے کہ ان شکوک و شبہات کا تسلی بخش جواب دیا جائے، جو منکرین سنت کی طرف سے نہایت شدومد سے پیش کئے جا رہے ہیں۔ کتاب کے پہلے حصے میں اس ناپاک کوشش کا بطلان کیا ہے جو قرآن و سنت میں تضاد و تباین ثابت کرنے کے لئے کی جا رہی ہے۔ میں نے یہ واضح کیا ہے کہ قرآن و سنت میں بے مثل ہم آہنگی اور بے نظیر ارتباط ہے اور ان کا باہمی تعلق اجمال و تفصیل اور مفسر و تفسیر کا ہے اور یہ تفصیل و تفسیر بھی ہدایت خداوندی کے مطابق کی گئی ہے اور اتباع سنت و اتباع قرآن دونوں واجب ہیں۔

اس کے بعد اس کذب بیانی کا پردہ چاک کیا گیا ہے جو روایت حدیث اور تدوین حدیث کے متعلق نہایت بے باکی سے کی جا رہی ہے۔ وضع حدیث کے فتنے اور اس کے سدباب کے لئے علمائے اُمت نے جو بے مثل جانفشانیاں کی ہیں ان کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ان پاسبانِ علومِ رسالت و جاہلانِ علم و دانش کے مختصر احوال قلمبند کر دیے ہیں جن کے محیر العقول کارنامے سپہر علم و حکمت پر تا قیامت مہر و ماہ بن کر ضوفشاں رہیں گے۔

بعد ازیں اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ کے علوم کے چند ابتدائی اور بدیہی قواعد بیان کئے گئے ہیں جن سے سنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریعی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔ آخری حصہ میں ان اعتراضات کا استیصال کیا گیا جو منکرین سنت بعض مخصوص احادیث پر کرتے ہیں۔'' (۶۰)

سنتِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام:

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی دین اسلام اور پیغمبر آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف کوئی فتنہ اٹھا، کوئی سازش برپا کی گئی۔ نقصان پہنچانے کا کوئی حربہ آزمایا گیا تو قدیر و بصیر رب جل جلالہ نے اپنی قدرت اور حکمت سے اپنے دین اور اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی۔ دفاع کے لئے ایسے مردانِ وفاکیش پیدا کر دیئے جو ان فتنوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو گئے۔ زبان و قلم اور جان و مال سے ان مجاہدوں نے ایسے نمایاں کارنامے انجام دیئے کہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے گئے۔ ایسا ہی ایک فتنہ انکار حدیث و سنت کا اُٹھا اور اگر اس کا بروقت سدباب نہ کیا جاتا تو یہ پھیلتا چلا جاتا۔ منکرین حدیث و سنت نے شکوک و شبہات پیدا کر کے ذہنوں کو پراگندہ کرنے کا ناپاک دھندا کیا اور اپنی تمام صلاحیتیں اس فتنہ کے پھیلاؤ میں جھونک ڈالیں۔ حافظ محمد سجاد تتر الوی اپنے ایک تحقیقی مقالہ ''منکرین حدیث و سنت کے رد میں، ''سنت خیر الانام'' کا مقام و مرتبہ'' کے ابتدائیہ میں اس ہوشربا اور خطرناک فتنہ کے مضمرات اور مضرات اور حجیت حدیث کی اہمیت و ضرورت پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''ہر دور میں خلاف اسلام مہموں کی نوعیت جداگانہ رہی اور اسی نوعیت کے اعتبار سے مجاہدین اسلام نے سیف و قلم سے یہ معرکے سر کیے ہیں۔ دورِ حاضر کے داخلی فتنوں میں ایک بڑا فتنہ انکار حدیث و سنت کا ہے جو دراصل پھیلایا تو گیا مستشرقین مغرب کے ہاتھوں مگر اب خود بعض مسلمانوں کا زورِ قلم اس کی اشاعت میں لگا ہوا ہے اور غور سے دیکھیے تو یہ اس قدر خطرناک اقدام ہے کہ اس سے اسلام کی بنیاد پر ضرب کاری لگتی ہے۔ جب قول رسول اور اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو قرآن پاک کی مستند اور معتبر تشریح کا دوسرا نام ہے۔ معیار حجت سے خارج کر دیا جائے تو پھر قرآن پاک کی نہ تو کوئی ایک تشریح و

توضیح رہ سکتی ہے نہ کسی ایک مفہوم پر ملت کے جمع ہونے کا تصور باقی رہ سکتا ہے۔'' (۶۱)

۲۸۸ صفحات پر مشتمل کتاب ''سنت خیر الانام'' ۴، ابواب اور ایک مقدمہ (آغاز سخن) پر ترتیب دی گئی ہے۔ اس کا پیش لفظ مؤلف کے مرشد کریم، آستانہ عالیہ سیال شریف کے نیر تاباں خواجۂ خواجگان خواجہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ رحمۃ الباری نے تحریر فرمایا ہے۔

مقالاتِ ضیاء الامت (حصہ اوّل ودوم)

مختلف علمی و تحقیقی موضوعات پر ضیاء الامت علیہ الرحمۃ نے وقیع مقالات سپرد قلم فرمائے۔ ان میں وہ مقالات بھی شامل ہیں جو آپ نے کسی سیمینار میں پیش فرمائے، کسی کانفرنس سے خطاب کے دوران پڑھے یا ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے کسی خاص نمبر کی اشاعت کے وقت تحریر فرمائے۔

مقالات دو جلدوں پر مشتمل ہیں اور انہیں ترتیب دینے کا اعزاز آپ کے جاں نثار پروفیسر حافظ احمد بخش صاحب کو حاصل رہا، جنہوں نے انتہائی محبت و عقیدت اور ادب و احترام سے آپ پر معلوماتی اور سوانحی مضمون لکھ کر مقالات کے آغاز میں شائع کیا۔ عنوان ہے:

''حضرت ضیاء الامت ایک انقلاب آفریں شخصیت''

یہ مضمون جس احتیاط اور جس احترام سے لکھا گیا ہے۔ ضیاء الامت کے عالی بخت صاحبزادے علامہ محمد امین الحسنات شاہ صاحب ان الفاظ میں اس کی قدر و قیمت بڑھاتے ہیں، فرماتے ہیں:

''میں نے حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے کئی بار سنا تھا کہ مجموعہ مقالات کے مقدمہ میں جس حزم و احتیاط اور احسن پیرایہ میں جناب پروفیسر حافظ احمد بخش صاحب بارک اللہ فی عمرہ نے

تعارفی مضمون لکھا ہے وہ لائق صد تحسین ہے لیکن اس میں نقص یہ ہے کہ یہ میرے بارے میں لکھا گیا ہے۔'' ''اس نقص کی جانب اشارہ آپ کی فروتنی اور تواضع کا اظہار تھا۔'' (۶۲)

مقالات کا انتساب ان ذوق بخش کلمات سے کیا گیا۔

''دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

کے اُن غیور اور پرعزم فضلاء کے نام

جو

حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری مدظلہ العالی

کے خونِ جگر کا ثمرہ ہیں۔

مقالات کی ہر دو جلدیں مجموعی طور پر ۹۰۹ صفحات پر مشتمل ہیں۔ جلد اول یا حصہ اول میں ۴۵۶ صفحات ہیں جبکہ حصہ دوم میں ۴۵۳ صفحات ہیں۔

مقالات ضیاء الامت حصہ اول میں شامل مقالات کے عنوانات یہ ہیں:

۱۔ اُسوۂ حسنہ

۲۔ حضور نبی رحمت بحیثیت معلم اخلاق

۳۔ سرور کائنات کا نظامِ اخلاق

۴۔ اتباع سنت نبوی قرآن کریم کی روشنی میں

۵۔ قرآن کتاب انقلاب۔

۶۔ اسلام دین فطرت۔

۷۔ عدل وانصاف قرآن کی روشنی میں۔

۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاشی انقلاب۔

۹۔ اسلام کا سیاسی نظریہ اور بیعت صدیقی۔

۱۰۔ فاروق اعظم اور اہل بیت۔

۱۱۔ اسلام اور تصوف۔

۱۲۔ اسلام میں تصوف کا مقام۔

۱۳۔ خواجہ شمس العارفین اور ان کا عہد۔

۱۴۔ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی۔

حصہ دوم کے مقالات درج ذیل عنوانات پر تحریر کیے گئے ہیں:

۱۔ مقام مصطفیٰ انجیل کی روشنی میں۔

۲۔ معجزۂ معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳۔ اقبال کا نظریہ محبت۔

۴۔ اسلام اور مزارعت۔

۵۔ اسلام میں اجتہاد کی اہمیت وضرورت۔

٦۔ اسلام کا ایک تعزیری قانون۔

۷۔ مزدوروں کی گم شدہ جنت۔

۸۔ علم کی ترقی میں مسلمانوں کا حصہ۔

۹۔ احناف کے نزدیک نماز جنازہ کا طریقہ۔

۱۰۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔

۱۱۔ صدیق اکبر اور باغ فدک۔

۱۲۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کا علمی جائزہ۔

۱۳۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور خلفائے راشدین۔

۱۴۔ سیدنا امام حسین علیہ السلام اور یزید۔

۱۵۔ ایک شیعہ دوست کے جواب میں۔

۱٦۔ پیمان سرفروشی۔

۱۷۔ ثانی لاثانی حضرت خواجہ محمد دین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۸۔ حضرت خواجہ قمر الملت والدین رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۹۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے سوالات کے جوابات۔

اس طرح ۹۰۹ صفحات میں ہر دو حصوں میں مجموعی طور پر ۳۳ مختلف عنوانات پر یہ مقالات علم و تحقیق کا شاہکار مجموعہ ہے۔

قصیدہ اطیب النغم:

یہ قصیدہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، جن کا نام اور جن کا سارا خاندان آسمانِ علم پر چمکتا دمکتا نظر آتا ہے۔ ضیاء الامت علیہ الرحمۃ نے اس کا خوبصورت اُردو ترجمہ کیا ہے۔ مشکل الفاظ کی تشریح قلمبند فرمائی ہے اور دلآویز تشریح کر کے اہل دل کو تحفہ انمول بخشا ہے۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز نے پہلی بار ۱۱ سو کی تعداد میں ۲۲۲ صفحات پر مشتمل یہ کتاب مارچ ۱۹۸۹ء میں شائع کرنے کی سعادت پائی۔

ابتداءً ضیاء الامت علیہ الرحمۃ نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات رقم فرمائے اسی اثناء میں اس مجموعۂ قصائد کی اہمیت اور افادیت پر یوں اظہار خیال فرمایا۔

> ''اس مجموعۂ قصائد کی جو روحانی اور وجدانی برکتیں ہیں ان سے لطف اندوز ہونا تو انہی لوگوں کا حصہ ہے جو خلوصِ نیت سے اس کا مطالعہ کریں گے لیکن ان کے علاوہ بھی اس مجموعہ قصائد کی طباعت کے گوناں گوں فوائد ہیں۔ "**اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم**" ادب عربی کا ایک شاہکار ہے۔ فصاحت و بلاغت کا ایک حسین مرقع ہے اور اس کی فارسی شرح اسرار و معانی کا ایک خزینہ ہے جو چھیانوے سال سے گلدستہ طاقِ نسیاں بنا ہوا تھا۔ عوام تو کجا خواص بھی اس سے استفادہ کرنے سے محروم تھے۔ اس مجموعے کی طباعت سے اب محرومی کا یہ دور ختم ہو جائے گا۔'' (۶۳)

مزید اس کی اہمیت، ضرورت اور افادیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''میری تجویز تو یہ ہے کہ ان پاکیزہ قصائد کو عربی مدارس کے نصاب میں شامل کیا جائے جس طرح ہم نے مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ

شریف ضلع سرگودھا کے نصاب میں اسے شامل کیا ہوا ہے۔ اس طرح ہم عربی ادب کے نوخیز طلبہ میں عربی ادب کا صحیح ذوق پیدا کرنے میں کامیاب ہوسکیں گے اور یہ بات بھی ان کے لئے حوصلہ افزائی کا باعث ہوگی کہ خاک ہند سے پیدا ہونے والا ایک عاشق رسول اپنے پیارے رسول کی زبان میں کتنی مہارت اور دستگاہ رکھتا ہے اور کس ذوق وشوق سے اپنے جذبات محبت کو بصد ادب و نیاز اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں پیش کر کے نگاہ لطف و کرم کا اُمید وار بنتا ہے۔" (۶۴)

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ (سرگودھا)

عالمِ اسلام کا شہرت یافتہ، ضیاء بار تعلیمی ادارہ

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے فروغ علم کے لئے جہاں عظیم اور ضخیم تصنیفات اُمت مسلمہ کو عطا کیں وہاں ایک حیات آفریں کارنامہ "دارالعلوم محمدیہ غوثیہ" کے قیام کی صورت میں انجام دیا۔ جدید و قدیم نصاب سے آراستہ یہ ادارہ عالمی سطح پر متعارف ہے۔ اس کی ذیلی شاخیں ملک کے طول و عرض میں قائم ہیں۔ بیرونِ ممالک بھی اس کی برانچز قابل رشک علمی اور دینی خدمات میں پیش پیش ہیں۔ اس دارالعلوم کے فیض یافتگان زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی ذہانت، قابلیت اور صلاحیت کا لوہا منوا چکے ہیں۔ مدارسِ دینیہ کا مطالعاتی دورہ کرنے اور خانقاہوں سے متصل قائم ان مدارس کا جائزہ لینے کے بعد یہ حقیقت تسلیم کرنے میں کوئی تردد نہیں کہ خانوادۂ سیال شریف اور ان کے خلفاء کے قائم کردہ دینی مدرسوں میں سب سے عمدہ، سب سے زیادہ اور سب سے بڑا کام جس ادارہ نے کیا اور جو آج بھی سوئے منزل کامیابی کے ساتھ رواں دواں ہے وہ "دارالعلوم محمدیہ غوثیہ" ہے۔ ان صفحات میں قدرے تفصیل سے اس ادارہ کی تاریخ، تعمیر، تشکیل، نصاب، اساتذہ، ذیلی شاخیں اور روز افزوں کامیابی کا تذکرہ ہمارے موضوع کا حصہ ہے۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ ۱۹۲۵ء میں ضیاء الامت کے والد گرامی غازی اسلام پیر محمد شاہ بھیروی نے قائم فرمایا۔ ۱۹۵۷ء میں اس کی نشاۃ ثانیہ کا بیڑہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس وقت اُٹھایا جب آپ درگاہ امیر السالکین کے سجادہ نشیں بنے اور عالم اسلام کی مایۂ ناز قدیم درسگاہ "جامعۃ الازہر مصر" میں تعلیم مکمل کر کے وطن لوٹے۔ آپ کے دل میں یہ مبارک خیال کیسے اور کیوں آیا، اس ضمن میں خود فرماتے ہیں:

> "جامعہ ازہر سے فارغ التحصیل ہو کر وطن واپس آنے کے بعد اپنی زندگی کے مصرف کے بارے میں سوچا تو میں نے عزم کیا کہ وہ کام کروں گا جو تین خصوصیات کا حامل ہوگا۔
>
> (۱) نتیجہ خیز ہو۔ (۲) اس کا نتیجہ وقتی نہ ہو۔ (۳) اس کو عملی جامہ پہنانا میرے بس میں ہو۔ دل نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک تعلیمی ادارہ ہی ان خصوصیات کا حامل ہو سکتا ہے۔ بے شک زندگی کی اور بہت سی راہیں تھیں۔ مختلف اداروں کی طرف سے پیشکش بھی جاری تھی لیکن دل کی سوئی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی نشاۃ ثانیہ پر آ کر رُکی۔" (۹۵)

یہ ادارہ آپ کے عظیم والد کی یادگار بھی تھا اور اب سب سے زیادہ مستحق بھی کہ آپ اپنی بہترین صلاحیتیں اس کے لئے وقف کر دیں۔ کوئی اور پیشکش یا کسی اور کی خواہش پر اپنی تمنا قربان نہ کریں۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ مورخ اسلام مولانا نور احمد فریدی، گل محمد فیضی کے نام ایک مکتوب میں یہ حقیقت اس طرح واضح کرتے ہیں۔

> "ان ایام میں محکمہ اوقاف نے بہاولپور میں جامعہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ میں نے محکمہ اوقاف کو لکھا کہ اس جامعہ کو چلانے کیلئے بہترین شخص پیر محمد کرم شاہ صاحب ہی ہو سکتے ہیں۔ مجھے جواب ملا کہ ہم نے ان کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی تھی، مگر کامیابی نہیں ہوئی، وہ فرماتے ہیں کہ جو دارالعلوم میرے والد بزرگوار مرحوم نے قائم کیا ہے اس کا مجھ پر زیادہ حق ہے۔ میں اس کا انتظام سنبھالوں گا۔" (۹۶)

دینی مدارس کے بارے میں یہ تاثر عام رہا ہے کہ یہ ادارے ایسے علماء اور افراد تیار کرنے میں کامیاب نہیں رہے جو جدید و قدیم علوم سے بہرہ ور ہوں اور عصر حاضر میں خدمت اسلام کا حق ادا کرنے کے قابل ہوں۔ ضیاء الامت اس حقیقت سے آگاہ تھے اسلئے آپ نے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا اور دارالعلوم کیلئے قابل قبول نصاب مرتب کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس ضمن میں آپ فرماتے ہیں:

> "جب میں جامعہ ازہر مصر سے فارغ ہو کر واپس وطن لوٹا تو اراکین انجمن تعلیم المسلمین غوثیہ (رجسٹرڈ) بھیرہ ضلع سرگودھا نے مجھے اپنا صدر منتخب کیا اور دارالعلوم محمدیہ غوثیہ (جو ۱۹۲۵ء سے علوم دینیہ کی خدمت میں سرگرم عمل رہا ہے) کی اصلاح اور تشکیل نو کا بارگراں مجھے سونپا، میں نے سابقہ نظام کار کے ہر پہلو میں اصلاح کی کافی گنجائش محسوس کی لیکن کوئی جوہری تبدیلی بروئے کار لانے سے پہلے میں نے یہ مفید بلکہ ضروری خیال کیا کہ اس سے پیشتر اصلاح احوال کیلئے جو مخلصانہ مساعی کی گئی ہیں ان پر مطلع ہو کر ان سے بیش از بیش استفادہ کروں۔ اس لئے دینی مدارس کے متعدد مناہج الدراسۃ (Sallabus) جو مختلف مکاتب فکر کے ترجمان تھے، فراہم کئے اور اپنا نصاب مرتب کرتے وقت میں نے ان تمام سے دل کھول کر استفادہ کیا۔" (۶۷)

آپ نے قدیم و جدید علوم پر مشتمل عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ ایک ایسا نصاب مرتب کیا جس کے ثمرات بہت جلد سامنے آئے اور علمی حلقوں نے اس کی افادیت و اہمیت کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اپنے احباب کو بھی رائج کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے یہ نصاب مرتب کرتے وقت درج ذیل امور پر توجہ مرکوز رکھی۔

۱۔ اس نصاب کی تکمیل کرنے والا علوم جدیدہ سے پوری واقفیت اور حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ میں ٹھوس قابلیت کا حامل ہو۔

۲۔ عربی علوم میں دسترس پیدا کرنے کیلئے صرف ونحو کو کلیدی حیثیت دی گئی اور ابتدائی سالوں میں فن کی کتابوں پر زور دیا گیا، نیز اسی دوران فارسی کو بھی شامل نصاب کیا گیا۔

۳۔ صرف ونحو کے ساتھ ادب و بلاغت کا سلسلہ جوڑا گیا۔

۴۔ قرآن حکیم، حدیث پاک اور اصول فقہ کی تدریس کے لئے بعض کتب کا اضافہ کیا گیا اور بعض سابقہ کتب کی جگہ مفید کتابیں شامل کی گئیں۔

۵۔ نصاب میں انگریزی، جغرافیہ، طبیعات کے علاوہ فلسفۂ جدیدیہ علم سیاست (Politics) علم اقتصادیات (Economics) کو بھی شامل کیا گیا۔

۶۔ ادیب، عالم اور فاضل عربی کے امتحانات کو پیش نظر رکھ کر مقررہ کتب کو اس طرح سمو دیا گیا کہ وہ ان امتحانات کی تیاری میں ممد ومعاون ثابت ہوں۔

۷۔ انگریزی زبان کو اس طرح نصاب کا حصہ بنایا گیا کہ طلباء نصاب سے فراغت پانے کے ساتھ ساتھ پنجاب یونیورسٹی (University of Punjab) کے گریجویٹ بھی ہو جائیں۔

صرف نصاب مرتب کرنا مسئلہ نہ تھا اسے عملی جامہ پہنانا اہم معاملہ تھا۔ آپ اس حقیقت سے لاعلم نہ تھے، فرماتے ہیں:

> ''مجھے اس امر کا بخوبی احساس ہے کہ اس نصاب کو عملی جامہ پہنانا اتنا آسان نہیں جتنا صفحۂ قرطاس پر اس کو ضبط تحریر میں لانا آسان ہے۔
> اس کو کامیابی سے ہمکنار کرنا کئی امور کا محتاج ہے۔'' (۶۸)

ان امور میں معیاری طلباء کا ملنا، سرپرستوں کا نصاب کی تکمیل تک طلبہ کا ادارہ میں پابند ہونا، متعلقہ اساتذہ کا اہتمام کرنا، کتب نصاب کا مہیا کرنا وغیرہ شامل تھے۔

چنانچہ طویل غور وخوض، سوچ وبچار اور تگ ودو کے بعد رب تعالیٰ جل وعلا پر توکل کر کے شوال ۱۳۷۱ھ سے اس نصاب پر عمل شروع ہو گیا۔ ابتداء میں صرف ۵ طلباء داخل کئے گئے اور پھر ایک وقت آیا داخلہ کی کڑی شرائط کے باوجود اتنے کثیر لوگوں نے اس ادارہ کا رخ کیا کہ انتظامیہ کو انٹرویو، ٹیسٹ، جسمانی سرٹیفکیٹ کی قیود لگانا پڑیں، پھر بھی سینکڑوں شائقین کو ذیلی شاخوں میں جانے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

ابتداء میں جب یہ نصاب متعارف کرایا گیا تو بہت کم افراد نے اسے قابل اعتناء سمجھا، رفتہ رفتہ جب اس کے ثمرات سامنے آئے تو انصاف پسند حلقوں نے نہ صرف اسے سراہا بلکہ اسی روش کو اپنانے میں کامیابی جانی۔ پروفیسر احمد بخش صاحب اس نصاب کی کامیابی کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''اس ادارہ کی طبعی عمر ابھی نصف صدی نہیں ہوئی کہ تقریباً تمام مکاتب فکر کے دینی اداروں نے اس کی روش پر چلنے کو ترجیح دی ہے جس پر دارالعلوم محمدیہ غوثیہ ۱۹۵۷ء سے گامزن ہوا تھا۔ قدیم اور جدید طبقات کے ذہنی بعد کو ختم کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے قائم کردہ تعلیمی کمیٹیاں سر پٹخ پٹخ کر رہ گئیں لیکن وہ کوئی ایسا ماڈل پیش کرنے سے قاصر رہی ہیں جو اس ہدف کے حاصل کرنے میں معاون ہو سکے۔
>
> بحمدہ تعالیٰ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ شاہراہ تعلیم و تعلّم پر وہ روشن مینار ہے جو مدتوں راہرواں منزل کے لئے درست سمت کا تعین کرتا رہے گا۔ کتنی سچّے کی بات کہی تھی مشہور دینی اسکالر حافظ محمد طفیل صاحب نے۔
>
> ''قدیم و جدید علوم کو ہم آہنگ کرنے کے سلسلہ میں جو کام حکومت کی سرپرستی کے باوجود کئی ادارے نہ کر سکے وہ اکیلے پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کر دکھایا۔'' (۶۹)

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی عمارات:

ایک وقت تھا جب دارالعلوم محمدیہ غوثیہ ایک کمرہ پر مشتمل تھا اور اب احد و صمد رب وہ وقت بھی لایا جب صرف ''القمر کیمپس'' کے کمروں کی تعداد ۶۰ ہے۔ عمارات کی تفصیلات بتاتے ہوئے پروفیسر حافظ احمد بخش صاحب لکھتے ہیں:

> ''مسجد درگاہ حضرت امیر السالکین رحمۃ اللہ علیہ کے صحن کے جنوبی کونہ میں موجود ''کوٹھی'' جہاں مدت دراز تک صوفی خدا بخش صاحب مرحوم

رہائش پذیر رہے۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کا پہلا تدریسی کمرہ ہے۔"(۷۰)

۱۹۵۹ء کے آخر تک جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقعہ پر آٹھ کمروں پر مشتمل دارالعلوم کی پہلی عمارت تعمیر ہوئی۔

۱۹۶۶ء میں مجلس عاملہ کی سالانہ میٹنگ میں ضیاء الامت علیہ الرحمۃ نے فیصلہ کیا کہ دارالعلوم کی اصل عمارت جو آٹھ کمروں پر مشتمل تھی اس پر دوسری منزل تعمیر کی جائے۔

کچھ تعمیراتی کام اپریل ۱۹۶۹ء اور ازاں بعد آمنے سامنے اکیڈمک بلاک ۱۹۷۲ء تک مکمل ہو گئے۔

طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد وسیع قطعہ اراضی کا گویا مطالبہ کر رہی تھی۔ صبر آزما مشکلات اور طویل عدالتی جنگ کے بعد فیاض قدرت نے ۵۲ کنال کی اراضی ارزانی فرمائی۔ احباب سے بطور قرض حسنہ رقم لے کر ادائیگی کی گئی۔ ۱۹۸۲ء میں جب کل رقبہ کا فیصلہ ہو گیا تو اس جگہ تعمیر کا پروگرام مرتب ہوا۔ ہاسٹل کی پہلی عمارت کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا۔ خداوند قدوس کی تائید ونصرت سے ۶۰ کمروں پر مشتمل یہ بلاک ۱۹۸۵ء میں مکمل ہو گیا۔ اساتذہ کرام کیلئے ۱۸ رہائش گاہیں تعمیر کی گئیں۔ ہاسٹل کا بنیادی نقشہ انگریزی کے ایچ (H) سائز کا تھا۔ اس کا دوسرا حصہ بھی انتہائی خوبصورت انداز میں مکمل ہوا۔ ہاسٹل کا درمیانہ حصہ ۱۹۹۹ء میں مکمل ہوا۔

ضیاء الامت کے وصال کے بعد آپ کے جانشین اور دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے پرنسپل پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب نے تعلیمی بلاک کی تعمیر کر کے اپنی حسنات میں اضافہ کیا۔ تفصیلات کے مطابق یہ پانچ منزلہ حسین وجمیل عمارت ہے۔ جس میں ساڑھے تین ہزار مربع فٹ کا تہہ خانہ جس میں کمپیوٹر کالج، لیکچر ہال اور ادارہ کے مختلف دفاتر ہیں۔

تہہ خانہ کے اوپر تین منزلیں ہیں جو ۳۲ دیدہ زیب کمروں اور تین بڑے ہالوں پر مشتمل ہیں۔ پانچویں منزل پر پانچ ہزار مربع فٹ پر مشتمل دارالحدیث ہال جس میں دورۂ حدیث سے متعلق جملہ کتب کے لئے ایک خوبصورت لائبریری کا اہتمام کر دیا گیا ہے۔ اس

پرشکوہ عمارت میں تین مقامات پر کشادہ اور خوبصورت ڈیزائن میں سیڑھیوں کا اہتمام کیا گیا ہے تاکہ کسی وقت بھی آنے جانے والوں کے لئے بھیڑ کا تصور نہ رہے۔ (۷۱)

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کا ''الفرید آڈیٹوریم'' جامع مسجد صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) غوثیہ گرلز کالج کی عمارت، لائبریری، دیکھنے کے لائق ہیں۔ ہاسٹل کے در و دیوار، اساتذہ کے بنگلے، کھیل کے میدان کسی ''جامعہ'' (University) سے کسی طرح کم نہیں۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے ثمرات (علماء و فاضلات کی تعداد):

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ، ایک ایسا مہکتا گلستان ہے جس کے پھول دنیا بھر میں اپنی خوشبو سے ایک جہاں کو تازگی بخش رہے ہیں۔ یہ ادارہ ایک ایسا سدابہار پھلدار درخت ہے جس کے ثمرات سے ساری دنیا مستفید ہو رہی ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا شعبۂ زندگی ہوگا بالخصوص علوم و فنون کی دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا گوشہ ہوگا جس میں اس دانشگاہ کے شاہین صفت طلبا، خدمات انجام نہ دے رہے ہوں۔ محسن ملک و ملت، ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کا یہ باغ ان شاء اللہ قیامت تک ہرا بھرا رہے گا اور دنیا اس کے ثمرات سے فیض پاتی رہے گی۔

۲۰۰۳ء کے اعداد و شمار کے مطابق دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف (سرگودھا) سے فارغ التحصیل ہونے والے علماء و فاضلات کی تعداد اور ان کے دائرۂ عمل کی ترتیب اس طرح ہے۔

- علماء و فاضلات کی مجموعی تعداد تقریباً۔۲۰۰۰ ہے۔
- حکومتی تعلیمی اداروں میں کام کرنے والے افراد کی تعداد۔۲۵۰
- پاک فوج میں بحیثیت خطیب / نائب خطیب تقریباً۔۱۰۰
- بیرونِ ممالک تقریباً۔۵۰
- دینی اداروں میں تدریس کا فریضہ انجام دینے والوں کی تعداد۔۳۹۸
- پرائیویٹ ذاتی اداروں میں امامت و خطابت کے میدان میں کام کرنے والے افراد تقریباً۔۵۰۰

فاضلات میں سے تقریباً ۲۰۰ کے قریب اپنے اپنے علاقہ میں بمطابق حالات

دینی خدمات سرانجام دے رہی ہیں یا عملی زندگی کی خانگی مصروفیات کے باعث خاتونِ خانہ کا کردار ادا کر رہی ہیں۔ (۷۲)

یہ اعداد و شمار دو سال قبل کے ہیں۔ ۱۸ اپریل ۲۰۰۳ء بروز اتوار، دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کا جو کانووکیشن منعقد ہوا۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے شمارہ نمبر ۸، جلد نمبر ۳۳ میں اس کی تفصیلی رپورٹ شائع ہوئی۔ یہ مئی ۲۰۰۳ء کا شمارہ ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک سے مندوبین رونقِ بزم تھے۔ اس کانووکیشن کی مفصل رپورٹ کی یہ دو سطریں قابلِ توجہ ہیں:

> ''علمی، عملی اور روحانی حوالوں سے سرگرمِ عمل اس علمی تحریک کے مایۂ ناز ۶۰۰ کے قریب فرزندوں کی دستار بندی کا پروگرام آپ ہی کی اُمنگوں اور سینے میں جذبوں کا عملی اظہار تھا۔'' (۷۳)

اس موقع پر جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور کے پرنسپل جناب ڈاکٹر محمد سرفراز احمد نعیمی نے سچ کہا۔

> ''وہ گلشن جو حضرت ضیاء الامت نے بھیرہ جیسے دور افتادہ شہر میں ۱۹۵۷ء میں آباد کیا۔ آج بفضلہٖ تعالیٰ پورے جوبن پر ہے۔ اس کا فیضان سرزمین پاکستان تک ہی محدود نہیں بلکہ دنیا کا گوشہ گوشہ اس کی عطر بیزیوں سے مہک رہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس چشمۂ فیض کو جاری و ساری رکھنے کی ذمہ داری اب اس مادرِ علمی سے فارغ التحصیل علماء پر عائد ہوتی ہے اور میں توقع کرتا ہوں کہ آپ لوگ اپنا مشن جاری رکھیں گے۔'' (۷۴)

فارغ التحصیل ہونے والے علماء اور فاضلات کی یہ تعداد کسی یونیورسٹی کی تعداد کا پتہ دیتی ہے۔ کسی تعلیمی ادارہ کے تعلیمی کانووکیشن میں ۶۰۰، افراد کی دستار بندی کسی اچھے اور عمدہ تعلیمی ادارہ کی نشان دہی کرتی ہے۔

ماہنامہ ضیائے حرم۔ ضیاء الامت کا ایک اور ضیاء بار کارنامہ

اہل فکر و نظر اور ارباب علم و ادب اس حقیقت سے آگاہ و آشنا ہیں کہ ذرائع ابلاغ میں صحافت کی اہمیت مسلّم ہے۔ برصغیر کی تاریخ گواہ ہے کہ اس خطہ میں عظیم دینی، سیاسی اور معاشرتی اصلاحی تحریکوں کی کامرانی میں صحافت کا کردار نمایاں رہا۔ پاکستان کی تاریخ پر نگاہ رکھنے والے آج بھی ''زمیندار'' اور ''الہلال'' جیسے رسائل و اخبارات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے برملا اعتراف کرتے ہیں کہ تحریک خلافت اور تحریک پاکستان کو گرم جوشی انہی کے صدقے میں نصیب ہوئی۔ محسن ملک و ملت، ضیاء الامت، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اپنی بیکراں مصروفیات کے باوجود صحافت میں بھی جاندار کردار ادا کرنے کیلئے ایک ماہنامہ کی ضرورت کو محسوس کیا اور بے سروسامانی کے باوجود محض توکل برخدا ''ماہنامہ ضیائے حرم'' کے اجراء کا فیصلہ کیا۔ اکتوبر ۱۹۷۰ء سے باقاعدگی کے ساتھ آسمان صحافت پر طلوع ہونے والا یہ ماہنامہ بحمدہ تعالیٰ آج بھی پوری آب و تاب سے جگمگا رہا ہے۔ ''فقر غیور'' اور ''عشق خود آگاہ'' کا نقیب ماہنامہ ضیائے حرم کم و بیش گزشتہ ۳۵ برسوں سے تسلسل کے ساتھ اپنی متعینہ راہوں پر کامیابی اور شادابی کے ساتھ سوئے منزل رواں دواں ہے۔

ماہنامہ ضیائے حرم کا پہلا شمارہ اکتوبر ۱۹۷۰ء میں منظر عام پر آیا۔ ۱۹۷۰ء میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے حافظ مظہر الدین (رحمۃ اللہ علیہ) کے مشورے سے اسے جاری کیا۔ اس رسالے کے اجراء کا فیصلہ غازئ ملت پیر محمد شاہ بھیروی کے ایک مخلص مرید جناب میاں محمد اسلم کے دولت کدے واقع سیالکوٹ میں ہوا۔ اس کے بانی ارکان میں ایک اور اہم نام لیکچرار محمد اشرف کا ہے۔ ضیائے حرم کے اجراء پر اس کا صدر دفتر دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ کی عمارت میں اور دفتر اشاعت لاہور میں قائم کیا گیا۔ علاوہ ازیں سیالکوٹ، کراچی اور ہائی ویکمب انگلینڈ میں اس کے ذیلی دفاتر نے کام شروع کیا۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری ضیائے حرم کے مدیر اعلیٰ (چیف ایڈیٹر) و ناشر اور جناب محمد امجد جاوید ناظم اشاعت ہوئے۔ اس کا پہلا شمارہ کنول آرٹ پریس لاہور سے طبع ہو کر اکتوبر ۱۹۷۰ء بمطابق شعبان ۱۳۹۰ھ کو

شائع کیا گیا۔ پہلے شمارے کا سرورق معروف خطاط جناب حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم نے تیار کیا۔ مغربی پاکستان میں رسالے کی قیمت ۸۰ پیسے اور مشرقی پاکستان میں ایک روپیہ فی پرچہ رکھی گئی۔(۷۵)

ملک میں جرائد و رسائل کی کمی نہ تھی، ایسے میں "ضیائے حرم" کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی۔ اس کے اجراء کے مقاصد بیان کرتے ہوئے اس کے بانی جناب پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری یوں رقمطراز ہیں:

> "ضیائے حرم ایسے پُرآشوب دور میں مطلع صحافت پر طلوع ہو رہا ہے۔ جب کہ ہر طرف فتنوں کے جھکڑ چل رہے ہیں۔ اور سازشوں کے جال بچھائے جا رہے ہیں اور ان مہیب خطرات کے باوجود اتحاد اور اتفاق کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔ میر کارواں کو شکوہ ہے کہ اس پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ کارواں والوں کو گلہ ہے کہ میر کارواں کا کردار مشکوک ہے اور وہ اعتماد کے قابل نہیں۔ بے حسی، انتشار اور بے یقینی کی وباء زوروں پر ہے، ان حالات میں "ضیائے حرم" کو اپنا اہم اور تلخ فریضہ ادا کرنا ہے۔ مخالفت کے طوفانوں میں کلمۂ حق کہنا ہے، بہتان تراشیوں کے ہجوم میں راہ راست کی نشان دہی کرنا ہے۔ بے یقینی کے اندھیروں میں ایمان و یقین کے چراغ روشن کرنے ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ وتوفیقہٖ۔"(۷۶)

ماہنامہ ضیائے حرم کے ابتدائی دور میں مالی مشکلات کے لئے یہ حل نکالا گیا کہ دارالعلوم کے مخیّر طلبہ سے قرض حسنہ کے طور پر پیسے عاریۃً لئے گئے۔ اس دوران ادارت، طباعت، ترسیل اور جملہ انتظامی امور کی انجام دہی کے لئے سعادت مند محمد سعید اسعد صاحب کا انتخاب کیا گیا۔ اگرچہ انہیں اس کام کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ مگر جس محنت، دیانت، اخلاص اور ایثار، طریقہ اور سلیقہ سے یہ تمام امور انہوں نے انجام دیئے اس کا ہر فرد نے اعتراف کیا، اور ان کی محنتوں کو سراہا۔

ضیائے حرم کو متعارف کرانے، اسے پھیلانے، پھلنے پھولنے اور اس کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کرنے کے لئے ملک کے نامور ادیب اور سیرت نگار اور ماہنامہ درویش لاہور کے چیف ایڈیٹر ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی کا بڑا نام ہے۔ ایک عرصہ تک آپ کا نام مدیر معاون کے نام پر شائع ہوتا رہا۔ آپ جب اس ادارہ سے وابستہ ہوئے تو مدیر اعلیٰ نے ''یہ شاہین زیر دام آیا'' کے عنوان سے ان الفاظ میں انہیں خوش آمدید کہا۔

''ضیائے حرم کی مجلس ادارت میں جناب عابد نظامی کا اسم گرامی بحیثیت مدیر معاون پڑھ کر قارئین ضیائے حرم کو یقیناً قلبی مسرت ہوگی۔ نہ میں نے یہ درخواست کی نہ انہوں نے اس خواہش کا کبھی اظہار فرمایا، پھر یہ کیونکر ہوا۔ اس کا میرے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور ایسا ہو گیا اور یہ شاہین زیر دام آ گیا۔ لطف یہ ہے کہ مشکل سے نہیں بلکہ بڑی آسانی سے میری کوشش سے نہیں بلکہ میرے رب کی مہربانی سے الحمد للّٰہ علی منہ و احسانہ خدا کرے موصوف کا یہ اشتراک عمل ضیائے حرم کو اپنے فرض کی ادائیگی میں معاون ثابت ہو۔'' (آمین) (۷۷)

ماہنامہ ضیائے حرم کے اداریہ کا عنوان ہے: ''سر دلبراں'' اس عنوان کے تحت لکھے گئے اداریے ہماری تاریخ کا حصہ ہیں۔ بروقت اور برمحل حکمرانوں کو للکارنا، انہیں ملک وقوم کے مفاد میں مفید مشورہ دینا، معاشرہ کی اصلاح کا فریضہ انجام دینا، دنیا بھر میں تغیر پذیر واقعات کا تجزیہ کرنا، قوم کو خواب غفلت سے بیدار کرنا، اچھے کاموں اور کارناموں کو سراہنا، ملک اور بیرون ممالک نامور علمی و ادبی شخصیات کے ارتحالات پر ادارتی تعزیتی نوٹ تحریر کرنا، خاص مذہبی اور ملی مواقع پر مناسبت سے اداریہ رقم کرنا، ضیائے حرم کا امتیاز رہا۔ لوگ ''سر دلبراں'' کا شدت سے انتظار کرتے اور باقی مضامین سے پہلے اس کے مطالعہ کو ترجیح دیتے۔

حق کہنا اور حق لکھنا آسان نہیں۔ ضیائے حرم بھی ان مشکلات سے دوچار ہوا۔ کبھی اس کے اداریہ پر پابندی عائد ہوئی کبھی اس کے مدیر اعلیٰ کے خلاف مقدمات درج ہوئے۔

پروفیسر حافظ احمد بخش نے "جمالِ کرم" کی جلد دوم میں باب نمبر گیارہ "ضیائے حرم" کے لئے مختص کیا ہے اور صفحہ نمبر ۱۸۷ تا ۳۳۱ یعنی ۲۴۵ صفحات میں اسی کا تذکرہ ہے۔ ضیائے حرم کی تاریخ و تعریف کے علاوہ ۱۱ سالہ دورِ ادارت میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب نے جو اداریے بعنوان "سرِّ دلبراں" لکھے ان کا احاطہ کیا گیا ہے۔

جب ۱۹۷۷ء میں آپ کی مصروفیات بڑھ گئیں اور وفاقی شرعی عدالت میں آپ کی خدمات حکومت وقت نے حاصل کر لیں تو آپ نے اپنے فرزندِ عظیم محمد امین الحسنات شاہ صاحب کو اپنی جگہ "مدیر اعلیٰ" بنا دیا اور خود "سرپرست" کے طور پر رہبری فرماتے رہے۔ اس موقع پر آپ نے لکھا:

"میں اپنی جگہ فرزند عزیز حافظ محمد امین الحسنات شاہ ایم۔ اے (پنجاب) فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ کو ماہنامہ کا مدیر اعلیٰ مقرر کرتا ہوں۔ امید واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید ہر مرحلہ پر اس کی پشت پناہی کرے گی اور اس کی توفیق اس کی رہنما ہوگی اور اس کا نوجواں ذہن ان خاکوں میں رنگ بھرے گا جس کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔

ازاں بعد آپ نے "ضیائے حرم" کے لئے ان پاکیزہ جذبات و احساسات کا اظہار کیا۔ "علوم اسلامیہ کا یہ گلشن سدا بہار رہے گا۔ اس میں پھول کھلتے رہیں گے، کلیاں مسکراتی رہیں گی اور عنادل نغمہ ریزیاں کرتے رہیں گے۔" (۷۸)

ماہنامہ ضیائے حرم، ملکی جرائد میں نمایاں ترین مقام کا حامل ہے۔ اس کے قارئین کا حلقہ بے حد وسیع ہے۔ یہ اپنے ملک کے علاوہ دنیا بھر میں پڑھا جاتا ہے۔ اس کے علمی اور تحقیقی مضامین علمی حلقوں میں بہت پسند کئے جاتے ہیں۔ مولانا محمد صدیق ہزاروی لکھتے ہیں۔ (جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے حالات و خدمات بیان کرتے ہوئے):

"اس کے علاوہ ماہنامہ ضیائے حرم کا اجراء فرمایا، جو اپنے علمی و تحقیقی

مضامین، عمدہ طباعت و کتابت، سر ورق کی دلکشی اور بالخصوص حضرت پیر صاحب کے اداریے سر دلبراں کی وجہ سے ہر خاص و عام کا مقبول رسالہ ہے۔ ضیائے حرم کا ختم نبوت نمبر، فاروق اعظم نمبر، عید میلاد النبی نمبر اور صدیق اکبر نمبر نہایت قیمتی دستاویزات ہیں۔" (۷۹)

ماہنامہ ضیائے حرم کا ہر شمارہ علمی اور تحقیقی شمارہ ہوتا ہے۔ تاہم مختلف ادوار میں اس کے خاص نمبر تاریخی دستاویز کے طور پر یاد رکھے جائیں گے۔ اب تک درج ذیل نمبر کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

- عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نمبر۔
- ختم نبوت نمبر۔
- صدیق اکبر نمبر۔
- فاروق اعظم نمبر۔
- شمس العارفین نمبر۔
- شیخ الاسلام نمبر۔
- ضیاء الامت نمبر، اشرف الاولیاء نمبر، وغیرہ۔

اس وقت جلد نمبر ۳۵، شمارہ نمبر ۸ جون ۲۰۰۵ء کا شمارہ میرے پیش نظر ہے۔ اس کے مدیر پروفیسر حافظ احمد بخش ایم۔ اے گولڈ میڈلسٹ ہیں۔ منیجر چوہدری محمد عنایت گوندل ہیں۔ فی شمارہ کی قیمت پاکستان میں ۱۸ روپے اور سالانہ زر تعاون ۱۷۵ ہے۔ یورپ اور مشرق وسطیٰ میں ۲۵ ڈالر جبکہ امریکہ، نیوزی لینڈ وغیرہ میں ۳۰ ڈالر ہیں۔ اس کا ایک دفتر لاہور داتا نگر بادامی باغ لاہور دار العلوم محمدیہ غوثیہ ہے اور ایک دفتر انگلینڈ میں قائم ہے۔ عام طور پر صفحات کی تعداد ۹۶ ہوتی ہے۔ (۸۰)

صاحبزادہ عزیز احمد (رحمۃ اللہ علیہ)

مکان شریف، کفری۔ تحصیل نوشہرہ، خوشاب (وادیٔ سون)

ولادت:

صاحبزادہ عزیز احمد بن میاں عبدالحمید بن میاں عبدالعزیز بن میاں یار محمد رحمہم اللہ اجمعین) کی ولادت باسعادت وادیٔ سون سکیسر کے خوش منظر اور صحت افزا گاؤں ''کفری'' میں حضرت میاں عبدالحمید کے ہاں، ان کی شادی کے پندرہ برس بعد ۱۳ ذوالحج ۱۳۵۵ھ بمطابق ۲۳ فروری ۱۹۳۷ء بروز منگل ہوئی۔ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی (۱۹۸۱ء) نے ''عزیز احمد'' نام تجویز فرمایا۔ تاریخی نام ''عزیز احمد درویش صفت'' اور ''عزیز احمد نقد گنج'' ہے۔ (۸۱)

میاں عبدالحمید کی دو شادیاں تھیں، حسنِ اتفاق سے یہ دونوں شادیاں یکے بعد دیگرے چک ۴۷ شمالی (سرگودھا) کے اعوان قبیلہ سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ میاں گل محمد مرحوم کی صاحبزادیوں سے انجام پائیں۔ پہلی زوجۂ محترمہ سے صرف ایک صاحبزادی ہوئیں اور دوسری اہلیہ محترمہ سے رب کریم جل جلالہ نے آپ کو ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادے کی نعمت سے نوازا۔ کہتے ہیں کہ طویل انتظار کے بعد صاحبزادہ صاحب کی پیدائش ہوئی تو جی بھر کر خوشیاں منائی گئیں۔ میاں عبدالحمید اپنے حمید و قدیر خدا کی اس عظیم نعمت پر بے حد مسرور ہوئے۔ تحدیث نعمت کے طور پر گھر کا اثاثہ صدقہ کر دیا، اہل علاقہ نے مسرتوں کا اظہار کیا، تہنیت کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔ اظہار تشکر کے لیے میاں صاحب اپنے شیخ طریقت کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور حضرت شیخ نے مبارک نام ''عزیز احمد'' تجویز فرمایا۔ آپ کے عزیز خواجہ محمد حسین معظم آبادی نے مبارک باد کا خط لکھ کر اس شعر سے ہدیہ تبریک پیش کیا۔

هزار شکر که از لطف قادر جاوید
شگفته شد گل دولت ببوستان امید

ترجمہ: قادر مطلق کا ہزار شکر ہے کہ اس کے کرم سے امید بر آئی ہے اور گلشن میں نعمت کا پھول کھلا ہے۔

اکلوتے بیٹے کی پیدائش پر اظہار مسرت اور اظہار تشکر کے رنگ ڈھنگ وہی شخص جان سکتا ہے جو سب کچھ ہوتے ہوئے بھری دنیا میں اپنے آپ کو تنہا محسوس کرتا ہو، جس کا خاندانی اور روحانی سلسلہ چلانے اور فیض کا دیا روشن کرنے والا کوئی نہ ہو اور پھر فیاض قدرت عطا فرما دے۔

تعلیم و تربیت:

صوفیائے کرام کے ہاں ایک روایت یہ چلی آرہی ہے کہ جب بچہ ۴ سال، ۴ ماہ اور ۴ دن کی عمر کو پہنچ جائے تو کسی بزرگ سے باقاعدہ آغاز تعلیم کے لئے ''تقریب بسم اللہ'' کا اہتمام کیا جاتا۔ آپ کی تعلیم کے لئے اس روایت کو برقرار رکھا گیا۔ آپ کے سوانح نگار پروفیسر صاحبزادہ محمد مسعود احمد فرماتے ہیں:

> ''چار سال، چار ماہ اور چار دن کے ہوئے تو صوفیاء کی روایت کے مطابق بسم اللہ کی تقریب ہوئی۔ حضرت خواجہ غلام سدید الدین معظم آبادی (۱۹۸۹ء) نے آیت کریمہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ پڑھا کر باقاعدہ تعلیم کا آغاز کیا۔'' (۸۲)

آپ نے قرآن کریم حاجی محمد امیر مردوالوی اور دیگر اساتذہ سے پڑھا۔ اس دوران شیخ نور محمد صاحب سے تختی کی مشق لیتے رہے۔ حساب بھی انہی سے سیکھا۔ درس نظامی کے فارسی نصاب میں کریما، مصدر فیوض، گلستان، بوستاں، سکندر نامہ وغیرہ اور عربی نصاب میں صرف، قانونچہ شاہ ولایت سے شرح جامی تک اور منطق میں ایسا غوجی سے قطبی تک تمام کتابیں والد گرامی سے پڑھیں۔ آپ کے والد گرامی میاں عبد الحمید علیہ رحمۃ القدیر نے خود بڑی محنت اور ریاضت سے علم حاصل کیا تھا۔ وہ تجربہ کار اور بہترین مدرس تھے، ان کا انداز تدریس اور ادائے تربیت صاحبزادہ عزیز احمد میں جھلکتا محسوس ہوتا، یہی وجہ ہے کہ جب

دورۂ حدیث کے لئے آپ نے محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی علیہ رحمۃ الباری کی بارگاہ میں بخاری شریف کی عبارت پڑھی تو آپ نے پوچھا: "صرف ونحو کس سے پڑھی ہے؟" عرض کیا۔ "والد گرامی سے" فرمایا: "ہاں والد کی محنت معلوم ہوتی ہے۔"

قطبی پڑھنے کے بعد والد گرامی کی اوراد و وظائف میں مصروفیت اور علالتِ طبع کی وجہ سے مزید تعلیم حاصل کرنے کیلئے ۱۹۵۳ء میں اُچھالہ (خوشاب) میں مولانا قطب الدین صاحب کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ سلّم العلوم، ملاحسن، حمداللہ، قاضی مبارک، شمس بازغہ، صدرا، ہدایہ اور شرح وقایہ جیسی کتابیں مولانا موصوف سے پڑھیں۔ مولانا قطب الدین اپنے عہد میں مایۂ ناز منطقیوں میں شمار ہوتے، انہیں منطق، نحو اور فلسفہ پر عبور حاصل تھا۔

اُچھالہ (خوشاب) میں منطق اور فلسفہ ونحو کی نصابی کتب کی تکمیل کے بعد آپ والدِ مکرم کی ہدایت پر جامعہ معظمیہ، معظم آباد پہنچے جہاں مولانا مفتی عبدالشکور (۱۹۹۷ء) کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ مولانا موصوف جامعہ میں صدر مدرس تھے، نہایت پارسا، عالم باعمل، ہر وقت باوضو رہنے والے، درویش صورت اور فرشتہ سیرت انسان تھے۔ ان کی عزت و عظمت کے لئے سیال شریف کے قمر تاباں شیخ الاسلام سیالوی نے فرمایا تھا:

> "جس نے دنیا میں جنتی شخص دیکھنا ہو، مولانا عبدالشکور صاحب کو دیکھ لے۔"

صاحبزادہ عزیز احمد نے جامعہ معظمیہ میں ہدایہ اخیرین، مختصر معانی ومطول، جلالین زواہد ثلاثہ، بیضاوی اور مشکوٰۃ شریف مولانا موصوف سے پڑھیں۔

دورۂ حدیث شریف کے لئے عظیم والد نے عظیم محدث کا انتخاب کیا۔ چنانچہ صاحبزادہ صاحب ۷ شوال المکرم ۱۳۷۴ھ بمطابق ۲۹ مئی ۱۹۵۵ء بروز اتوار جامعہ رضویہ لائل پور (فیصل آباد) پہنچے اور ۹ شوال المکرم کو شعبۂ دورۂ حدیث میں داخل ہوئے۔ آپ کے قرطاسِ داخلہ پر بطور مہتمم شیخ الحدیث ابو الفضل مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط ہیں، اور اس کا عکس "ذکرِ عزیز" کے صفحہ نمبر ۳۳ پر چھپا ہوا ہے۔ (۸۳)

محدث اعظم پاکستان آپ پر بے حد مہربان تھے۔ بہت محبت اور اُنس رکھتے۔

ہمیشہ ''صاحبزادہ صاحب'' کے نام سے مخاطب فرماتے۔ طلبہ کے خورد ونوش کا بندوبست جامعہ میں تھا، لیکن آپ کا کھانا استاذِ محترم کے گھر سے آتا تھا۔ دورۂ حدیث مکمل کرنے کے بعد بھی آپ ایک سال تک اُستاذِ گرامی کے حکم پر ان کی خدمت میں رہے۔ خطوط کا جواب تحریر فرماتے، مسائل کے جوابات بصورت فتویٰ تحریر کرتے اور اُستاذِ گرامی اس کمال اعتماد کا مظاہرہ کرتے کہ اکثر ان کے لکھے ہوئے فتوے پر بغیر پڑھے مہر تصدیق ثبت فرما دیتے۔

حال ہی میں فاضل نوجوان علامہ حافظ عطاء الرحمٰن رضوی نے ''حیات محدث اعظم'' کے نام سے ضخیم کتاب ترتیب دی ہے اور بڑے سائز کی ۶۹۰ صفحات والی اس کتاب میں آپ کے نامور تلامذہ کے احوال کے لئے ایک باب نمبر ۱۲ مختص کیا ہے۔ صاحبزادہ عزیز احمد کا ذکرِ جمیل ان الفاظ میں موجود ہے۔

> ''اُستاذ العلماء مولانا صاحبزادہ عزیز احمد سیالوی، کفری شریف ضلع خوشاب کے رہنے والے تھے۔ حضور محدث اعظم کے فاضل تلامذہ میں سے تھے، جامعہ نقشبندیہ رضویہ سانگلہ ہل میں تدریسی و تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے۔ سمن آباد فیصل آباد کی مدنی مسجد کے طویل عرصہ خطیب رہے۔ بڑے فاضل محقق اور زبردست مناظر تھے۔'' (۸۴)

صاحبزادہ عزیز احمد کے والد گرامی میاں عبدالحمید علیہ الرحمۃ نے ظاہری اور باطنی ہر دو لحاظ سے آپ کی تعلیم و تربیت کا از خود اہتمام کیا۔ آپ کے اخلاق و کردار کو سنوارا، آپ کے رہن سہن کے انداز کو شریعت کے مطابق ڈھالنے کا انتظام کیا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا قدم بقدم خیال رکھا۔ اپنے آستانہ کا ادب سکھایا، اپنے مشائخ اور اساتذۂ کرام کے احترام کا سبق پڑھایا، شفقتوں اور محبتوں سے بھی سرفراز کیا مگر شاہراہ حیات کے سفر میں جہاں مناسب سمجھا اصلاح احوال کے لئے ہر انداز اپنایا۔ تعلیم کے دوران تو باقاعدہ مار کھانے کی نوبت بھی آئی۔ اسی تربیت کا اثر تھا کہ والدِ گرامی کے وصال کے بعد آپ صورت و سیرت میں ان کے صحیح مظہر ثابت ہوئے۔ پروفیسر صاحبزادہ محمد مسعود احمد نے سچ لکھا ہے:

''حضرت میاں صاحب نے ایک لائق اور شائستہ اُستاذ کی طرح جہاں

صاحبزادہ صاحب کی تعلیمی صلاحیتیں اُجاگر کرنے کے لئے محنت کی، وہاں اُن کی اخلاقی و روحانی تربیت کا بھی خاطر خواہ خیال رکھا۔ عادات و اطوار کی اصلاح پر زور دیتے اور سیرتِ طیبہ کے مطالعہ کی تلقین فرماتے تھے۔ اُٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، کھانے پینے، گھر کے اندر اور باہر کے مشاغل، لوگوں سے علیک سلیک اور روابط غرض ان کا ہر گوشہ زندگی آپ کے پیشِ نظر رہتا۔ معمولی کوتاہی پر بھی گرفت کرتے لیکن نرم اور مثبت انداز میں سمجھا دیتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ باواجی صاحب نے مجھے طلب فرمایا۔ میں حاضر ہوا تو آپ صحن میں کھڑے تھے اور میں سیڑھیوں سے اُترتا ہوا آخری سیڑھی پر رک گیا۔ دراصل آپ کے سامنے جاتے ہی میں مرعوب ہو جاتا اور سوچنے سمجھنے کی تاب نہیں رہتی تھی۔ خیر آپ نے جو کہنا تھا کہا اور میں واپس آ گیا۔ لیکن چہرے کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ کوئی بات آپ کو ناگوار گزری ہے۔ اگلی دفعہ جب میں حاضرِ خدمت ہوا تو تنبیہ فرمائی کہ بیٹے کو باپ سے اونچی جگہ کھڑے ہو کر مخاطب ہونا زیب نہیں دیتا۔" (۸۵)

یہ اسی دلنواز تربیت اور اسی ادائے نیاز کا کرشمہ تھا کہ صاحبزادہ عزیز احمد "ہر دلعزیز" بنا۔ وہ جہاں رہا دلوں پر حکمراں رہا اور اُن کا تذکرہ وردِ زباں رہا۔

علمی و روحانی مقام و مرتبہ:

صاحبزادہ عزیز احمد عظیم علمی و روحانی مرتبہ پر فائز کثیر البرکت مہربان بزرگ تھے۔ وقت کے اکابر علماء سے اکتسابِ فیض اور شیخ کریم کی توجہات نے انہیں بلندیوں پر فائز کر دیا تھا۔ وہ فقیرانہ انداز میں رہتے مگر شاہانہ مزاج کے حامل تھے۔ کسی دنیادار کو خاطر میں نہ لاتے لیکن اپنے آستانہ اور اپنے اساتذہ کا اس شان سے احترام فرماتے کہ ان کی اس ادائے قلندرانہ

پر دیکھنے والوں کو رشک آتا۔ عجیب بات ہے کسی اسکول میں باقاعدہ تعلیم نہ پانے کے باوجود بہترین ادیب و خطیب تھے۔ اس روانی سے لکھتے اور بولتے کہ چاہنے والے ششدر رہ جاتے۔ میدانِ تدریس کے شاہسوار تھے۔ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام کے شیخ الجامعہ کے طور پر آپ کی خدمات آج بھی تابندہ ہیں۔ ایک روز طلبہ کو منطق کا سبق پڑھا رہے تھے، خواجہ سیالوی باہر برآمدہ میں کھڑے ہو کر آپ کے اندازِ تدریس سے محظوظ ہوتے رہے، اختتامِ سبق پر کمرے میں تشریف لے گئے۔ صاحبزادہ صاحب کے سر پر بوسہ دیا اور فرمایا: ''آپ کے سبق پڑھانے کا انداز دیکھ کر جی چاہتا ہے کہ آپ کو منطق کا بادشاہ کہوں۔'' (۸۶)

آپ کی تصانیف، آپ کے خطابات، آپ کی تدریسی خدمات، آپ کی تبلیغی کاوشیں، آپ کے مریدین کی کثرت اور آپ کے نامور طلباء کی فہرست دیکھ کر آپ کی عظمتوں کا اعتراف کرنے میں سرور کی دولت ملتی ہے۔

بیعت و خلافت:

زمانۂ طالب علمی میں جب آپ کی عمر دس بارہ برس تھی، پہلی مرتبہ اپنے والدِ گرامی کے ہمراہ سیال شریف حاضر ہوئے اور حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ اس موقع پر خواجہ سیالوی نے فرمایا:

> ''تمہارے دادا جی (میاں عبدالعزیز) کی بیعت خواجہ شمس العارفین سے اتنی مضبوط ہے کہ آئندہ سات پشتوں تک نئی بیعت کی ضرورت نہیں۔'' (۸۷)

صاحبزادہ عزیز احمد، شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی کے نامور خلفاء میں سے ایک ہیں۔ مؤلفِ ''جمالِ کرم'' نے آپ کے خلفائے عظام کی جو فہرست ترتیب دی ہے اس میں چوتھے نمبر پر آپ کا اسمِ گرامی اس طرح درج ہے۔

۴۔ حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب سجادہ نشین آستانۂ عالیہ مکان شریف خوشاب۔ (۸۸)

اسی طرح مولانا غفور احمد گولڑوی نے اپنے مقالہ ''مردِ باخدا'' کے عنوان سے قلمبند

کیا اور اس میں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے احوال میں آپ کے خلفاء کے حالات بھی تحریر کئے۔ تیسرے نمبر پر صاحبزادہ عزیز احمد کا ذکر خیر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

''حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ مکان شریف، کھڑی خوشاب، ضلع سرگودھا بھی جید عالم دین اور عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ آج سے تقریباً ۳ سال قبل آپ کے والد حضرت میاں عبدالحمید صاحب کے وصال کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا۔ (واضح رہے کہ میاں عبدالحمید صاحب کا وصال ۹ رجب المرجب ۱۳۹۷ھ/ ۲۷ جون ۱۹۷۷ء کو ہوا، اس طرح یہ بات غالباً جون ۱۹۷۷ء کی ہوگی۔ راقم الحروف)(۸۹)

فروغ علم کیلئے مساعی جمیلہ اور خدمات جلیلہ:

اللہ والوں کی ایک نرالی شان یہ بھی ہے کہ وہ خلق خدا کی صلاح وفلاح کیلئے جیتے ہیں، ان کی زندگی رب کے دین کی خدمت اور تبلیغ میں گزرتی ہے، وہ مخلوق خدا کی تعلیم و تربیت اور ان کے تزکیۂ نفس کے لئے سدا کوشاں اور سرگرداں رہتے ہیں۔ وہ کبھی علوم دینیہ کی تدریس میں مگن ہوتے ہیں، کبھی وعظ ونصیحت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی کتابیں تصنیف فرماتے مصروف نظر آتے ہیں، کبھی عبادت و ریاضت میں مشغول ہوتے ہیں، کبھی ارادت مندوں کو زندگی کے آداب سکھاتے دکھائی دیتے ہیں الغرض بندگان خدا کی خدمت اور فروغ علم کیلئے مساعی ان کا اوڑھنا بچھونا قرار پاتا ہے۔ اس حوالہ سے ہم صاحبزادہ عزیز احمد کی حیات وخدمات کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کے علمی کارناموں پر رشک آتا ہے۔ ذیل میں ان کی تدریسی، تصنیفی اور تبلیغی خدمات کا ایک خلاصہ پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

تدریسی خدمات:

صاحبزادہ عزیز احمد چونکہ جید عالم اور ثقہ مدرس تھے، اس لئے عام صاحبزادگان کی طرح انہوں نے تکمیل علوم کے بعد شاہانہ زندگی گزارنے کے بجائے علم کی تدریس کو ترجیح دی اور اپنے استاذ کبیر اور شیخ کریم کی ہدایت و خواہش پر علوم دینیہ کی عظیم تدریسی خدمات انجام دیں۔

شعبان ۱۳۷۵ھ/ اپریل ۱۹۵۶ء کو جامعہ رضویہ فیصل آباد سے سند حدیث حاصل کر کے فراغت پانے کے بعد استاذ گرامی کے حکم پر ایک سال کا عرصہ ان کی خدمت میں گزارا، لوگ خطوط کے ذریعے حضرت شیخ الحدیث صاحب سے مسائل کا استفسار کرتے، آپ ان کا جواب لکھنے پر مامور تھے۔ روزانہ نوے سے سو کے قریب خط لکھے جاتے، خود فرماتے ہیں صبح سے دو بجے دوپہر تک خط کے جواب لکھتا اس سے میرے فقہی علم میں بہت اضافہ ہوا۔ اپنے استاذ گرامی شیخ الحدیث مولانا سردار احمد کے حکم پر آپ جامعہ نقشبندیہ رضویہ سانگلہ ہل (شیخوپورہ) میں انتظامی و تدریسی فرائض کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ ۱۳۷۶ھ کی بات ہے۔

یہ سلسلہ ۱۹۹۶ء تک جاری رہا۔ آپ بطور صدر مدرس خدمات کی انجام دہی میں مصروف رہے۔ چونکہ تدریس کے لئے یہ پہلا مرحلہ تھا اس لئے مہربان اور شفیق استاذ حضرت شیخ الحدیث نے رہبری و رہنمائی کے لئے خط میں جامع اور واضح ہدایات تحریر فرمائیں، آپ نے لکھا

> "طلبہ سے خلوص و محبت سے پیش آنا۔ محنت سے پڑھانا تاکہ طلبہ بھی عالم بن کر خادم اہلسنت بنیں۔ تنخواہ کی کمی بیشی کا خیال نہ کرنا۔ اگر تم نے دنیا کو آگے رکھا تو دنیا آگے آگے ہوگی اور تم پیچھے۔ اور اگر دین سے غرض رہی تو تم آگے اور دنیا تمہارے پیچھے ہوگی۔" (۹۰)

آپ نے اپنے استاذ کبیر کی نصیحتوں پر عمل کیا، خلوص و محبت سے پڑھایا، دنیا کی حرص و طمع کی پرواہ نہ کی اور واقعی دنیا اور دنیا والے آپ کے پیچھے رہے۔ آپ نے تنخواہ

شرح جامی، شرح وقایہ، زلیخا، گلستان سعدی، سکندر نامہ اور مثنوی مولانا روم کے اسباق پڑھاتے تھے۔ انداز تدریس جچا تلا اور دلنشیں تھا، سبق کا ماحصل پہلے بیان فرمادیتے، تقریر مختصر اور جامع ہوتی۔ تدریس سے پہلے باقاعدہ مطالعہ فرماتے، جامعہ میں تدریس کے دوران بے شمار طلباء فیض یاب ہوئے۔ ان میں نامور مدرس بن کر نکلے اور ملک کے طول وعرض میں علم کا نور بانٹتے رہے۔ الحمدللہ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ ہم آپ کے نامور تلامذہ کی فہرست الگ سے پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

جامعہ نقشبندیہ رضویہ سانگلہ ہل (شیخوپورہ) میں ۱۹۶۶ء تک انتظامی وتدریسی فرائض بطریق احسن انجام دیتے رہے۔ اسی دوران ستمبر ۱۹۶۶ء میں آستانہ عالیہ سیال شریف پر شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی کی سرپرستی میں "دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام" کی نشاۃ ثانیہ کا احیاء ہوا۔ وسیع وعریض عمارت تعمیر کی گئی اور شیخ الجامعہ کے لئے کسی معتبر عالم دین کے انتخاب کا مرحلہ آیا۔ تو شیخ کریم نے اپنے عزیز مرید صاحبزادہ عزیز احمد کا انتخاب فرمایا۔ اور اس مقصد کے لئے آپ کے والد گرامی میاں عبدالحمید جو آستانہ عالیہ سیال شریف کے درودیوار سے بھی عشق کرتے تھے۔ باقاعدہ خط لکھا۔ مکتوبات شیخ الاسلام میں یہ تاریخی خط اپنی برکتوں کے ساتھ آج بھی موجود ہے۔ یہ مکتوب دلنواز ۱۵ شوال المکرم ۱۳۸۵ھ کو تحریر کیا گیا۔

دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کا ریکارڈ شاہد ہے کہ صاحبزادہ عزیز احمد بطور صدر مدرس ستمبر ۱۹۶۶ء سے مئی ۱۹۷۷ء تک یعنی تقریباً ساڑھے دس سال اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ (۹۱)

اس دوران بے شمار لوگ اس عظیم علمی مرکز سے فیض یاب ہوئے اور آج وہ علمی دنیا کے آفتاب وماہتاب بن کر چمک رہے ہیں۔ آپ نے سیال شریف کے قیام کے دوران اپنی خداداد ذہانت اور لیاقت اور شبانہ روز محنت کی بدولت اپنے شیخ کریم کا دل جیت لیا۔

تلامذہ:

علم ایک ایسی شمع ہے جو کبھی نہیں بجھتی۔ یہ دیا ایک بار روشن کر دیا جائے تو پھر اس

سے ہزاروں دیے روشن ہو جاتے ہیں اور کسی نہ کسی طرح یہ سلسلہ جاری وساری رہتا ہے۔ کسی معلّم و مدرس کے تلامذہ اس کی روحانی اولاد کا درجہ رکھتے ہیں اور اپنے اُستاذ کے لئے صدقہ جاریہ اور اثاثہ ثابت ہوتے ہیں۔ خوش نصیب اور عالی بخت ہیں وہ اساتذہ جنہوں نے علم کے نور کو عام کیا۔ فاضل شاگرد پیدا کئے اور آج یہی دولت اُن کے کام آرہی ہے کہ جہاں جہاں اُن کے تلامذہ خدمتِ علم میں مصروف ہیں، ان کے نامۂ اعمال میں نیکیاں درج ہونے کا سبب ہیں۔

میں نے آپ کے فیض یافتگان کی فہرست پر ایک نگاہ ڈالی تو مجھے علم و فضل کے بے شمار تابندہ تارے ایسے دکھائی دیے جنہیں میں ذاتی طور پر جانتا ہوں اور میری خوشی کی انتہا نہ رہی جب اس فہرست میں میری نظر اُستاذ گرامی مولانا محمد اسحاق اظہر کے نامِ نامی پر پڑی جو "المرکز القادری" گلشن اقبال کراچی کے دارالعلوم قادریہ میں برسوں مدرس رہے۔ اور میں ۱۹۸۱ء میں حصول علم کے لئے یہاں ۳ سال قیام پذیر رہا۔ دادا اُستاذ کی اس نسبت اور تعلق نے حضرت صاحبزادہ عزیز احمد کو اور بھی عزیز اور قریب کر دیا۔

ہمارے اسلاف کا طریقہ رہا کہ دور و نزدیک سے متلاشیانِ علم اُن کی بارگاہ میں آئے اور دولتِ علم سے جھولی بھر کے لے گئے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان طالبانِ علم کی اہمیت کو اور نکھار رہا ہے، فرماتے ہیں:

> "واللہ اگر یہ طالب علم میرے پاس آنا چھوڑ دیں تو میں خود ان کے پاس جا کر علم کے نور کو پہنچاؤں گا۔" (۹۴)

صاحبزادہ عزیز احمد کی بارگاہ میں سینکڑوں طلباء آئے اور علم کے نور سے جگمگائے۔ اب ملک کے مختلف شہروں اور دنیا کے مختلف ملکوں میں آپ کے تلامذہ مصروفِ کار ہیں۔ ان سب کے ناموں کا احاطہ تو دشوار ہے۔ علامہ محمد نور الحق حمیدی نے آپ کے ۵۰ نامور طلباء کی جو فہرست ترتیب دی ہے، ہم "ذکرِ عزیز" سے پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ حضرت صاحبزادہ محمد بشیر الدین مظلہٗ، قمر العلوم جامعہ مظہریہ گجرات۔

۲۔ حضرت صاحبزادہ محمد نکرم الدین مظلہٗ، سرگودھا۔

۳۔ حضرت صاحبزادہ اعجاز علی، سجادہ نشین سرکی شریف (خوشاب)۔

۴۔ حضرت صاحبزادہ قاضی مشتاق احمد، سجادہ نشین سمرال (خوشاب)۔

۵۔ جناب مولانا ذوالفقار احمد رضوی، جامعہ نقشبندیہ رضویہ سانگلہ ہل۔

۶۔ جناب مولانا عبدالحمید، حافظ آباد۔

۷۔ جناب مولانا صوفی محمد حسین، گوجرہ منڈی۔

۸۔ جناب مولانا محمد لقمان، ملتان۔

۹۔ جناب مولانا سید مبارک علی شاہ، کمالیہ۔

۱۰۔ جناب مولانا سید منیر حسین شاہ، شاہین آباد۔

۱۱۔ جناب مولانا حافظ محمد انور، بہاولپور۔

۱۲۔ جناب سید نیاز احمد شاہ ہمدانی، پنڈ دادنخان۔

۱۳۔ جناب مولانا سید عابد حسین شاہ، بریڈفورڈ، لندن۔

۱۴۔ جناب مولانا محمد یوسف، کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ)۔

۱۵۔ جناب مولانا برکت علی، ماموں کانجن۔

۱۶۔ جناب مولانا محمد اسحاق اظہر، کراچی۔

۱۷۔ جناب مولانا غلام قمرالدین، دارالعلوم امجدیہ، کراچی۔

۱۸۔ جناب مولانا محمد بخش حزین، جامعہ قادریہ، لالہ موسیٰ۔

۱۹۔ جناب مولانا سید رشید احمد شاہ، گجرات۔

۲۰۔ جناب مولانا نذیر احمد قادری، حافظ آباد۔

۲۱۔ جناب مولانا حافظ مقبول احمد، سیالکوٹ۔

۲۲۔ جناب مولانا سید صفدر حسین شاہ، کمالیہ۔

۲۳۔ جناب مولانا نذیر حسین، مظفر آباد، آزاد کشمیر۔

۲۴۔ جناب مولانا حافظ محمد دین، جامعہ نعیمیہ، لاہور۔

۲۵۔ جناب مولانا حافظ عبدالغفور، فیصل آباد۔

۲۶۔ جناب مولانا محمد شرف الدین سرہالوی، خوشاب۔

۲۷۔ جناب مولانا قاری محمد امین کھرالوی، نوشہرہ (خوشاب)۔

۲۸۔ جناب مولانا نذر محمد، پاک آرمی۔

۲۹۔ جناب مولانا محمد بخش قمر، سرگودھا۔

۳۰۔ جناب مولانا ابوالخیر اللہ بخش، سرگودھا۔

۳۱۔ جناب مولانا حافظ نذر محمد ول، سرگودھا۔

۳۲۔ جناب مولانا عبدالقیوم علوی، لاہور۔

۳۳۔ جناب مولانا حافظ احمد شیر، سرگودھا۔

۳۴۔ جناب مولانا حافظ فتح محمد مرحوم، تلہ گنگ۔

۳۵۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر دوست محمد شاکر، جامعہ پنجاب، لاہور۔

۳۶۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف سیالوی بہاؤ الدین ذکریا یونیورسٹی، ملتان۔

۳۷۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر منظور حسین سیالوی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد۔

۳۸۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد صدیق سیالوی، ملتان۔

۳۹۔ جناب پروفیسر عبدالعزیز مدنی، جھنگ۔

۴۰۔ جناب پروفیسر حافظ محمد منیر چشتی، یونیورسٹی آف سرگودھا۔

۴۱۔ جناب مولانا محمد عزیز سیالوی، انگہ (خوشاب)۔

۴۲۔ جناب حافظ محمد رفیق، جھنگ۔

۴۳۔ جناب میجر محمد اسلم سیالوی، لاہور۔

۴۴۔ جناب میجر نور احمد، بہاولپور۔

۴۵۔ جناب میجر شہاب الدین شاہ، اے۔ای۔ی۔

۴۶۔ جناب محمد منیر اعوان، ڈپٹی جنرل منیجر، پاسکو۔

۴۷۔ جناب منظور احمد قمر، یونین بینک سرگودھا۔

۴۸۔ جناب مظفر احمد سیال، حبیب بینک سرگودھا۔

۴۹۔ جناب مولانا عبدالکریم چشتی، سلانوالی۔

۵۰۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر خالق داد، جامعہ پنجاب، لاہور۔(۹۳)

تصانیف:

صاحبزادہ عزیز احمد کا زیادہ وقت مطالعہ اور تدریس میں بسر ہوتا۔ جمعۃ المبارک کی خطابت، مختلف مقامات کے تبلیغی دورے، جلسوں سے خطابات کی مصروفیات الگ وقت چاہتیں۔ خانقاہ شریف کے معاملات، مریدین کے دینی و دنیاوی امور، آستانہ عالیہ سیال شریف کی گھر بار حاضری اپنے دارالعلوم کے انتظامات بھی توجہ کے متقاضی ہوتے۔ پھر آپ جس علاقہ میں رونق افروز تھے وہاں بد اعتقاد لوگ زور پکڑنے لگے۔ کوئی جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ غیب کا منکر ہونے لگا، کوئی دُعا بعد نماز جنازہ پر معترض دکھائی دینے لگا، کوئی یارسول اللہ کی صدائے دلنواز پر چڑنے لگا، کوئی وسیلہ نہ ماننے پر مصر دکھائی دیا۔ ان حالات میں آپ نے مشنری جذبے سے کام کیا اور اپنے اخلاص و ایثار سے جگہ جگہ آپ کے خطابات نے وہ رنگ دکھایا کہ وادیٔ سون کا قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، نگر نگر یارسول اللہ کی صداؤں سے گونجنے لگا۔ لوگ عظمتِ مصطفیٰ کے گیت گانے میں فخر محسوس کرنے لگے۔ بارگاہِ رب العلمین جل جلالہ میں حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا واسطہ دے کر حاجتیں مانگنے لگے۔ گھر گھر محافل میلاد کا انعقاد سعادت جانا گیا۔ اولیاء اللہ کے اعراس کی مجلسیں برپا ہونے لگیں۔ نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اُٹھا کر مغفرت کی دعائیں ہونے لگیں اور یوں آپ کا فیض اتنا عام ہوا کہ الحمدللہ بندگانِ خدا آپ کی تبلیغی کاوشوں سے سیدھی راہ ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گئے۔ آپ نے اس ضرورت کو تقریر کے علاوہ تحریر (تصانیف) کی صورت میں بھی پورا کیا۔

چنانچہ آپ کی تالیفات کے نام یہ ہیں:

- سخن ہائے گفتنی۔
- دعا بعد نماز جنازہ۔
- ندائے یارسول اللہ۔

- نسیم نبوت۔
- وسیلہ۔
- حسن سلوک۔ (۹۴)

قرآن و حدیث کے دلائل سے معمور اور سہل انداز سے بھرپور یہ تحریریں آپ کا صدقۂ جاریہ ہیں۔

خانقاہ مکان شریف کے موجودہ صاحب سجادہ، صاحبزادہ محمد حامد عزیز:

۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ بمطابق ۳ر اکتوبر ۱۹۹۵ء بروز منگل بعد نماز مغرب جب صاحبزادہ عزیز احمد کا وصال ہو گیا تو اگلے روز ۴ر اکتوبر ۱۹۹۵ء کو سیال شریف کے صاحب سجادہ خواجہ حافظ محمد حمید الدین سیالوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سوئم کے موقع پر خواجہ سیالوی نے آپ کے صاحبزادہ محمد حامد عزیز کی دستار بندی کرائی اور انہیں خانقاہِ مکان شریف کا چوتھا سجادہ نشین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس موقع پر خواجہ سیالوی نے معظم آباد شریف کے سجادہ نشین حافظ حمید الدین معظمی کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ صاحبزادہ عزیز احمد، پیر سیال کے خلیفۂ مجاز ہیں، ان کا احترام تمام وابستگان پر لازم ہے۔ (۹۵)

صاحبزادہ محمد حامد عزیز حمیدی نے ۱۹۷۰ء میں مکان شریف، کفری (خوشاب) میں صاحبزادہ عزیز احمد کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم منشی عبدالحق سے حاصل کی۔ تختی کی مشق بھی انہوں نے ہی کرائی۔ درسی کتب مولانا شرف الدین صاحب، مولانا محمد دین صاحب اور استاذ محمد عزیز صاحب سیالوی سے پڑھیں۔ حدیث پاک کی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ معروف عالم دین سید زبیر شاہ صاحب (چکوال والے) سے بخاری و مسلم اور دورۂ تفسیر پڑھا۔ آپ والد گرامی کے وصال کے بعد سے خانقاہ کے چوتھے جانشین کے طور پر دینی، روحانی اور اصلاحی ذمہ داریاں سرانجام دے رہے ہیں۔ (۹۶)

صاحبزادہ محمد حامد عزیز اپنے عظیم والد کے قائم کردہ "جامعہ قمر الاسلام" کے مہتمم اور منتظم بھی ہیں۔ ان دنوں نئی عمارت کی تکمیل میں شب و روز مصروف ہیں۔ طلباء و اساتذہ کی

ضروریات کا خیال رکھنا، خود کھڑے ہو کر مستری مزدوروں کے کام کی نگرانی کرنا، آنے والے مہمانوں کی تواضع کرنا، وابستگان کے مسائل حل کرنا، تبلیغی دورے کرنا، مختلف مقامات پر جمعۃ المبارک کے اجتماعات سے خطابات کرنا، زائرین کی دلجوئی کرنا اور والد گرامی کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے جدوجہد کرنا، ان کے فرائض میں شامل ہے اور وہ بحمدہٖ تعالیٰ ان امور کی انجام دہی کے لئے ہمہ وقت مصروف عمل ہیں۔

صاحبزادہ محمد حامد عزیز، اپنے آباؤ اجداد کی طرح خانوادہ سیال شریف کے ازحد عقیدت مند ہیں۔ انہیں خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ سے شرف بیعت حاصل ہے۔ اپنے والد محترم کو آئیڈیل یقین کرتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ ہر شخص اپنے والد کو عظمت کا مینار سمجھتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے مگر نجانے کیوں مجھے اپنا والد اپنا محبوب دکھائی دیتا ہے۔ (۹۷)

جامعہ قمرالاسلام۔ مکان شریف، گُفری (خوشاب):

صاحبزادہ عزیز احمد نے فروغ علم کے لئے ایک کارنامہ یہ بھی انجام دیا کہ ستمبر ۱۹۷۷ء میں آستانہ عالیہ مکان شریف پر اپنے شیخ کریم خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ کے نام سے منسوب دارالعلوم "جامعہ قمرالاسلام" کا سنگ بنیاد رکھا۔ مکان شریف کے شمال میں تین کنال رقبہ خرید کر عالی شان عمارت تعمیر کی گئی۔ جامعہ میں قدیم و جدید مروجہ علوم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ تعلیم و تعلم کے ساتھ تعمیر شخصیت پر بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ صاحبزادہ صاحب کی زندگی درس و تدریس اور انتظام و انصرام میں گزری اس حوالہ سے آپ کا وسیع تجربہ ادارہ کے بہت کام آیا۔ ادارہ کا نظم و ضبط مثالی رہا۔

اب یہ ادارہ آپ کے جانشین صاحبزادہ حامد عزیز کی سرپرستی اور سرگرمی میں مصروف عمل ہے۔ پرانی عمارت شہید کر کے نئی عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ تعمیری کام زور و شور سے جاری ہے۔ درجۂ حفظ کیلئے پرسکون تہہ خانہ (کشادہ ہال) بنایا گیا ہے۔ درسگاہوں کے سامنے برآمدہ چھاؤں بھی دیتا ہے، خوشنما بھی نظر آتا ہے۔ جامعہ میں شعبۂ حفظ اور شعبہ درس نظامی کامیابی سے چل رہے ہیں۔ درجہ حفظ میں درج ذیل اساتذہ (حفاظ) پڑھا رہے ہیں۔

(۱) حافظ محمد یونس صاحب۔

(۲) مولانا حافظ مشتاق احمد صاحب۔

(۳) حافظ محمد آصف صاحب۔

شعبہ درسِ نظامی میں یہ اساتذہ تدریسی کام پر مامور ہیں۔

(۱) مولانا شرف الدین صاحب:

ان کا تعلق وادئ سون کے گاؤں "سرہال" سے ہے یہ گزشتہ ۳۰ سالوں سے اس خانقاہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ابتدائی کتب میاں عبدالحمید صاحب سے پڑھیں۔ صاحبزادہ عزیز احمد کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ان کے اساتذہ میں حافظ خان محمد کھٹے والے نمایاں ہیں۔ نور الایضاح، نور الانوار، جلالین اور بوستاں وغیرہ کتابیں پڑھانا ان کے ذمہ ہیں۔ ان کے ایک بھائی مولانا غلام قمرالدین سیالوی کراچی کی نامور دینی درسگاہ "دارالعلوم امجدیہ" میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ بہت شفیق اور خلیق انسان ہیں۔ محنتی اور دیانت دار شخص ہیں۔

(۲) مولانا محمد الیاس علویؔ:

یہ ادارہ کے صدر مدرس ہیں۔ بہت فاضل اور فائق عالم ہیں۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ اور جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال میں تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔ علامہ محمد زبیر شاہ صاحب کے تلامذہ میں سے ہیں۔ درسِ نظامی کی بڑی کتابوں کی تدریس آپ کے ذمہ ہے۔ ادارہ کے تعلیمی معاملات کی دیکھ بھال بھی آپ کے فرائض میں سے ہے۔

(۳) مولانا فریدالدین صاحب:

یہ جامعہ حنفیہ چشتیہ تخت بائی (مردان) اور دارالعلوم معینیہ غوثیہ پشاور میں زیرِ تعلیم رہے ہیں۔ پشاور کے معروف عالم علامہ پیر محمد چشتی صاحب سے انہیں اکتسابِ فیض کا موقع ملا ہے۔ مولانا معین اللہ صاحب بھی ان کے اساتذہ کرام میں سے ہیں۔ پشتو اور اردو روانی سے بولتے ہیں۔ نوجوان فاضل ہیں مگر وضع قطع سے اسلاف کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ ہدایۃ الحکمت، کنزالدقائق، مرقات وغیرہ کتب کی تدریس ان کے ذمہ ہے۔

ہم نے فرداً فرداً ان اساتذہ کرام سے ملاقات کی اور یہ معلومات انہی سے میسر آئیں۔(۹۸)

پروفیسر صاحبزادہ محمد مسعود احمد "جامعہ قمر الاسلام" کا امتیاز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اہلسنت و جماعت کے تعلیمی اداروں میں جامعہ قمر الاسلام کو امتیاز حاصل ہے کہ اس میں علومِ اسلامیہ کی نصابی تعلیم کے علاوہ طلبہ میں عقائد کے تقابلی تجزیہ کا ملکہ پیدا کیا جاتا ہے۔ یہاں تعلیم و تربیت حاصل کرنے والے طلبہ اس حقیقت سے روشناس ہوتے ہیں کہ مسلکِ اہلِ سنت ہی وہ مسلک ہے جو حقانیت و صداقت کا علمبردار ہے۔ اب تک جامعہ سے کئی طلبہ فارغ التحصیل ہو کر دور دراز کے علاقوں میں خدمتِ دین اور اصلاحِ احوال میں سرگرمِ عمل ہیں۔"(۹۹)

قطبِ دوراں خواجہ سید غلام کمال الدین شاہ کاظمی علیہ رحمۃ الباری

ولادت:

خواجہ سید غلام کمال الدین شاہ بن سید خواجہ غلام فرید شاہ بن خواجہ سید محمد پیر بخش شاہ کاظمی خواجہ آبادی (رحمہم اللہ الباری) ۱۹۱۱ء میں خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ (۱۰۰)

آپ کے آباؤ اجداد میں بڑے بڑے عالم اور اللہ کے ولی گزرے ہیں، جن کی نیک نفسی اور پارسائی ضرب المثل تھی۔ اہلِ علاقہ جن کے ادب و احترام کو سعادت جانتے ہیں اور جن کی برکتوں اور عظمتوں کے دل و جان سے قائل ہیں۔ میانوالی کے لوگ اپنے انداز، اپنی وضع قطع، اپنے کروفر اور اپنے مزاج کے اعتبار سے باقی اضلاع کے لوگوں سے منفرد اور ممتاز ہیں مگر خانوادۂ خواجہ آباد کے بے حد عقیدت مند ہیں، ان کی بارگاہ میں آتے ہیں تو جھک جاتے ہیں، ان کے احترام میں اپنی کامیابی کا یقین رکھتے ہیں اور ان سے دعاؤں کی التجائیں کرتے ہیں۔

تعلیم و تربیت:

خواجہ سید کمال الدین شاہ صاحب ابھی کم سن تھے اور آپ کی عمر صرف دس سال تھی کہ والد گرامی خواجہ سید غلام فرید شاہ کاظمی وصال فرما گئے۔ حسنِ اتفاق سے آپ کے مشفق و مہرباں عمِ ذی شاں، غوثِ زماں خواجہ غلام نصیر الدین شاہ کاظمی کی تربیت آپ کو میسر آ گئی جو خود بھی علم و عرفاں کا بحرِ بیکراں تھے اور علمائے دیں سے محبت اور ان کی قدر آپ کو اپنے آبائے کرام سے ورثہ میں ملی تھی۔ چنانچہ مہرباں چچا نے والد کا کردار ادا کیا اور آپ کو حصولِ علمِ دین پر لگا دیا۔ آپ نے مختلف دینی درسگاہوں میں دینی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں مولانا عبدالستار شاہ صاحب، مولانا غلام نبی صاحب اور مولانا محمد یعقوب صاحب سلطان خیل کے اسمائے گرامی بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔ آپ کی تربیت اور حسنِ صورت کا نقشہ کھینچتے ہوئے آپ کے پوتے علامہ صاحبزادہ سید محمد فرید الحسنین کاظمی تحریر فرماتے ہیں:

"حصول علم سے فراغت کے بعد اپنے مربی و محسن عم محترم غوث زماں حضرت خواجہ غلام نصیر الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر روحانی تربیت حاصل کی اور دربار کے انتظامی معاملات میں خصوصی دلچسپی لے کر دربار کی رونق میں اضافہ کا باعث بنے۔ آپ شہ زور، صحت مند اور خوبصورت ترین انسان تھے۔ انتہائی وجیہ شکیل متوازن جسم اور انتہائی عمدہ لباس زیب تن فرماتے تھے، جس نے آپ کی ایک مرتبہ زیارت کی تو ہمیشہ دوبارہ زیارت کا متمنی رہا۔ آپ شہسواری کا بھی شوق رکھتے تھے اور نیزہ بازی میں بھی آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ آپ نے طویل عرصہ تک غوث زماں سے روحانی علوم کا اکتساب کیا۔" (۱۰۱)

آپ کی ایک دلربا اور جاذب قلب و نگاہ تصویر آپ کی "سوانح حیات" کے ٹائٹل بیک پر چھپی ہے۔ مؤلف کتاب جو انتہائی کم سن تھے آپ کے ساتھ بیٹھے ہیں اور بہت حسین و جمیل دکھائی دے رہے ہیں، غوثِ زماں نے سنت طیبہ کے مطابق سفید عمامہ سر پر سجا رکھا ہے، چادر اوڑھے قالین پر جلوہ فرما ہیں، نورانی چہرہ، گلابی لب، آنکھوں میں بلا کی چمک، روشن جبیں دیکھنے والوں کو سُرور و نور کی دولت سے سرفراز کر رہی ہے۔ معصوم پوتا سر پر سفید جالی دار ٹوپی پہنے، نیلی قمیص پر سرخ جرسی زیب تن کیے۔ ہاتھ باندھے اپنے جد امجد سے جسم و جاں ملائے انتہائی نورانی اور معصوم چہرے کے حسن و جمال کے ساتھ ابن جمال الدین لبوں پہ معصومیت بکھیرے بیٹھا ہے۔ یہ حسین تصویر دیکھ کر گماں ہوتا ہے کہ خالق ارض و سماء نے حضرت انساں کو "احسن تقویم" کا شاہکار پیدا کیا ہے۔ آپ ایک نگاہ اس حسین اور رنگین تصویر پر ڈالیں آپ دیکھتے رہ جائیں گے اور عین ممکن ہے ہماری طرح آپ کے لبوں پہ یہ شعر بے ساختہ مچل جائے۔

تجھ کو دیکھوں تو نگاہیں نہ ہٹانا چاہوں
اک لمحے پہ ٹھہر جائے زمانہ چاہوں

اللہ والے حسنِ ظاہری اور حسنِ باطنی دونوں طرح کے جمال سے آراستہ ہوتے ہیں اور یہاں تو جلال وکمال پیرانِ خواجہ آباد بصدق پیر سیال لجپال کا اعزاز و امتیاز ہے۔

بیعت وخلافت :

خواجہ سید محمد کمال الدین شاہ کاظمی، خانوادۂ سیال شریف کے چوتھے صاحب سجادہ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی سے شرفِ بیعت وعطائے خلافت کی نعمت سے مالا مال تھے۔ چنانچہ خواجہ سیالوی کے تذکرہ نگاروں نے آپ کے بلند نام خلفاء کی جو فہرست مرتب کی ہے اُس میں دسویں نمبر پر آپ کا نامِ نامی جگمگا رہا ہے۔ (۱۰۲)

فروغِ علم کیلئے کاوشیں :

پیر صاحب خواجہ آباد شریف سید محمد کمال الدین شاہ کاظمی زندگی بھر خلقِ خدا کی خدمت، ان کی اصلاح، ان کی تربیت اور علمِ دین کے فروغ کے لئے کوشاں رہے۔ خواجہ آباد شریف میں بانیٔ خانوادۂ سیال شریف کے نام اور اپنے والد گرامی کی نسبت سے عظیم الشان دارالعلوم کو فروغ دیا۔ شمس العلوم نصیریہ غوثیہ سیانوالی، ملک وملت کی خدمت میں پیش پیش ہیں۔

آپ کا نامور فرزند جمال ملت سید جمال الدین کاظمی ساری زندگی دین و مذہب اور علم و ادب کی خدمت میں سرگرداں رہا۔ آج بھی ''قمرالعلوم فریدیہ رضویہ'' فروغ علم کی تحریک میں شب و روز کوشاں ہے۔ آپ کی تصانیف علم کی خیرات بانٹ رہی ہیں۔ خواجہ آباد شریف میں علم کے چراغ ضوفشاں ہیں۔

جمالِ ملت سید محمد جمال الدین کاظمی علیہ رحمۃ الباری

ولادت:

جمالِ ملت، علامہ سید محمد جمال الدین کاظمی بن خواجہ سید محمد کمال الدین بن خواجہ سید غلام فرید شاہ بن خواجہ سید محمد پیر بخش شاہ کاظمی خواجہ آبادی (رحمہم اللہ الباری) ۲۸ راگست ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئے۔ مقامِ ولادت والدِ مکرم کی طرح خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی ہے۔

شجرۂ نسب:

آپ کا شجرۂ نسب مختلف واسطوں سے امام محمد موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ اس مناسبت سے آپ کاظمی کہلاتے ہیں۔ سید محمد جمال الدین شاہ کاظمی ابن خواجہ غلام کمال الدین شاہ ابن خواجہ غلام فرید شاہ ابن خواجہ پیر بخش شاہ، ابن شاہ شرف حسین، ابن میاں محمد شاہ، ابن گل حسین شاہ، ابن عبدالنبی شاہ، ابن دوست محمد شاہ، ابن علاؤ الدین شاہ، ابن آدم شاہ، ابن حسین شاہ، ابن سید جلال شاہ، ابن محمد شاہ، ابن پیر عبدالوہاب شاہ، ابن موسیٰ شاہ، ابن عبدالمالک شاہ، ابن عبدالمعروف شاہ ابن صدر الدین شاہ ابن سعید الدین شاہ ابن اسحاق شاہ ابن یعقوب شاہ، ابن اسماعیل شاہ ابن سلطان حسین شاہ ابن سلطان محمود شاہ ابن سلطان ابراہیم شاہ ابن سید محمد شاہ ابن فیروز حسین شاہ ابن رجب الدین شاہ ابن قطب الدین شاہ ابن شاہ شمس بابا قریش در غزنی ابن شاہ نصیر الدین قریش در مشہد ابن شاہ ابراہیم ابن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ۔

تعلیم و تربیت:

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت کا اہتمام خوش زماں خواجہ غلام نصیر الدین شاہ کاظمی نے کیا۔ اس مردِ قلندر نے آپ کے قلب و ذہن میں جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جذبہ خدمتِ دین کوٹ کوٹ کر بھر دیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں خواجہ آباد شریف اور ملحقہ

قصبہ ولیوالی میں حاصل کرنے کے بعد ملک کی عظیم اور قدیم دینی درسگاہ، جامعہ امدادیہ مظہریہ بندیال شریف میں حصولِ علم کے لئے داخلہ لیا۔ ۱۲ سال کی عمر میں درسِ نظامی کی تکمیل کے لئے امام المناطقہ علامہ عطا محمد بندیالوی اور صاحبزادہ عبدالحق بندیالوی کے سامنے زانوائے تلمذ طے کئے۔ ۱۹۶۸ء تک اس چشمۂ فیض سے مستفیض ہوتے رہے۔ اہلسنت کے نامور محقق اور مؤلف علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے استاذ العلماء علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے مایۂ ناز تلامذہ کی جو فہرست مرتب کی ہے اُن میں آپ کا نام بھی نمایاں ہے۔ آپ کے ہم مکتب ساتھی، شارح صحیح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی نے اس مناسبت سے آپ کی کتاب ''اسلام میں عورت کی حکمرانی'' کے ابتدائیہ میں لکھا ہے کہ:

> ''صاحبزادہ صاحب، استاذ العلماء علامہ عطاء محمد بندیالوی کے مستفدین اور مستفیضین میں سے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ صاحبزادہ صاحب کا یہ تحریری کام اور قلمی کاوشیں مجھے اور ہمارے دیگر استاذ بھائیوں کے لئے مہمیز کا کام دیں گی۔'' (۱۰۳)

بیعت وخلافت:

اپنے آبائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی طرح آپ کا سلسلہ بیعت وارادت آستانہ عالیہ سیال شریف سے ہے، جس دور میں آپ پلے بڑھے، پروان چڑھے اور علوم سے بہرہ ور ہوئے اس دور میں شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی، سیال شریف کے چوتھے صاحب سجادہ کے طور پر روحانیت کے تاجدار تھے۔ آپ نے اپنے عظیم والد خواجہ سید محمد کمال الدین شاہ کاظمی کی طرح خواجہ سیالوی کی بیعت کا شرف پایا۔ والد معظم ہی کی خواہش پر تکمیلِ علوم دینیہ پر سند فراغت خواجہ سیالوی کے مبارک ہاتھوں سے حاصل کی اور ایک بارونق اور یادگار تقریب میں اپنے آستانہ کے سجادہ نشیں بننے کے علاوہ خلافت کے اعزاز سے بھی مشرف ہوئے یہ داستاں آپ کے بڑے صاحبزادہ سید محمد فریدالحسنین کاظمی کے گہربار قلم سے ''دستار بندی وجانشیں کا تقرر'' کے عنوان سے ہدیہ قارئین ہے۔

"۱۹۶۵ء کی جنگ کے شعلے سرد پڑ چکے تھے، معمول کی زندگی واپس آ رہی تھی۔ دینی مدارس میں تعلیم کا آغاز ہو چکا تھا اس سال صاحبزادہ محمد جمال الدین کاظمی نے دورۂ حدیث پاک پڑھنا تھا۔ طے یہ ہوا کہ صحاح ستہ سبقاً پڑھی جائیں۔ اس لئے شمس العلوم نصیریہ میں اُستاذ العلماء علامہ الحافظ غلام محمد تونسوی مدظلہ کا تقرر ہوا۔ سال بھر دورۂ حدیث پاک کے اسباق چلتے رہے سال کے آخر تک صحاح ستہ مکمل ہو چکی تھیں۔

شعبان کے ابتدائی ایام میں سیدی خواجہ غلام کمال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الاسلام خواجہ خواجگان خواجہ محمد قمر الدین نور اللہ مرقدہ کو اس تقریب خاص کی دعوت دی۔ آپ نے از راہِ کرم یہ دعوت قبول فرمائی اور خواجہ آباد (سیانوالی) تشریف لائے۔ روضہ مبارک میں انتہائی پُروقار تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ دربار عالیہ کو پوری شان و شوکت سے مزین کیا گیا تھا۔ چنانچہ پیر کے روز صبح دس بجے تلاوت کلام پاک سے تقریب کا آغاز ہوا۔

نعت سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے "علم اور علماء" کی فضیلت بیان فرمائی اور فارغ التحصیل ہونے والے صاحبزادہ محمد جمال الدین کاظمی کو چند خصوصی سندوں سے حدیث پاک کی روایت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ذمہ داریوں کا احساس دلایا اور دستار بندی کے لئے قریب بلایا۔ اسی دوران حضرت سجادہ نشیں آستانہ عالیہ خواجہ آباد شریف نے عرض کی دستار فضیلت کے ساتھ ساتھ ان کو دستار خلافت بھی عطا فرمائیں اور ان کو میرا جانشیں بنا دیں۔ چنانچہ آپ نے دستار فضیلت و طریقت بندھوانا شروع کی اور سجادہ نشیں خواجہ آباد شریف کو فرمایا کہ آپ بھی اس میں شرکت فرمائیں۔ چنانچہ دونوں

بزرگوں نے دستار بندی فرمائی اس کے بعد بیعت اور تمام اوراد چشتیہ کی اجازت مرحمت فرمائی اور چند خصوصی ارشادات کے بعد یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔" (۱۰۳)

حسنِ صورت اور جمال سیرت:

مہربان قدرت نے آپ کو اور آپ کے آباؤ اجداد کو اور اب آپ کی اولاد کو حسن و جمال کی دولت سے فیاضی کے ساتھ سرفراز فرمایا۔ جن لوگوں نے آپ کے والد گرامی کا دیدار کیا ہے، ان آنکھوں کو آج بھی آپ کا حسین چہرہ یاد ہے۔ والدین کریمین نے تو نہ جانے کیا سوچ کر آپ کا نام "جمال الدین" رکھا مگر جلیل و جمیل پروردگار نے اس نام کی بھی لاج رکھی اور آپ واقعی صاحب جمال رہے۔ آپ کے ہم درس ساتھی مولانا محمد ناظر سیالوی کی گواہی ہے کہ بندیال شریف (خوشاب) میں زمانۂ طالب علمی کے دوران آپ سے زیادہ حسین و جمیل اور وجیہ وشکیل طالب علم کوئی اور نہ تھا۔

لمبا قد، دراز جسم، چاند کی مانند چمکتا چہرہ، روشن آنکھیں، گھنی داڑھی مبارک، سفید اور صاف و شفاف ڈھیلا ڈھالا لباس، دیکھنے والوں کو اسیر کر دیتا۔ میانوالی کے باشندے اپنے قد بت، اپنی شکل و صورت اپنی زبان اور انداز بیان سے بھری بزم میں نمایاں ہوتے ہیں۔ آپ بھی عوام وعلماء کے جھرمٹ میں نمایاں تر نظر آتے۔

رب قدوس نے آپ کو بے خوفی، بے باکی، بہادری اور شجاعت کی بے بہا دولت سے نوازا تھا۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا، حق پر ڈٹ جانا، وقت کے حکمرانوں کو پورے جلال سے للکارنا صاحبزادہ "جمال الدین" کا تعارف تھا۔

راقم نے اپنی مادر علمی "دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ" کراچی میں آپ کی زیارت کی جھلک پائی، رعب و دبدبہ اور حسن و جمال کا پیکر صاحبزادہ محمد جمال الدین کاظمی کی صورت میں دیکھا تو ہم مکتب ساتھیوں سے پوچھا "یہ حضرت صاحب کون ہیں؟" بتایا گیا۔ پیر صاحب خواجہ آباد (میانوالی) "قمرالعلوم فریدیہ رضویہ" کے مہتمم علامہ سید محمد جمال الدین کاظمی صاحب

ہیں۔ عقیدت مندوں نے اسی بناء پر ''جمالِ ملت'' کا خطاب دلنواز آپ کی ذات کے لئے خاص کر دیا۔

اللہ کریم جل جلالہ نے آپ کو ظاہری حسن کے ساتھ ساتھ باطنی جمال (اخلاق و کردار) سے بھی نوازا تھا۔ بقول مؤلف ''فوز المقال فی خلفائے پیر سیال'':

> ''آج کل سجادہ نشیں تبحر عالم اور مصنف حضرت علامہ مولانا سید محمد جمال الدین شاہ کاظمی ہیں۔ بڑے بے باک، نڈر اور بہادر ہیں۔ خوش اخلاق حد درجہ کے ہیں۔ مؤلف پر بہت شفقت اور مہربانی فرماتے ہیں۔'' (۱۰۵)

ملکی اور ملی تحریکوں میں مجاہدانہ کردار:

آپ نے اپنی جواں سال صلاحیتیں دینی، ملکی اور ملی خدمات کے لئے وقف کر دیں۔ تحریک ختم نبوت ہو یا تحریک نفاذ نظامِ مصطفیٰ، جماعت اہلسنت کی قیادت ہو یا لانگ مارچ کی تحریک، جہاد میں عملاً شرکت کا مرحلہ ہو یا تحریکِ احیاء علم، آپ کا کردار مجاہدانہ اور آپ کا انداز جداگانہ رہا۔ آپ کے خانوادہ کے ایک لائق اور فائق فرزند، سید محمد علم الدین شاہ الازہری، اپنے مقالہ بعنوان: ''سید محمد جمال الدین کاظمی۔ ایک ہمہ جہت شخصیت'' کے تحت لکھتے ہیں:

> ''روحانی مراکز میں دینی و ادبی خانقاہ خواجہ آباد شریف (میانوالی) کا عظیم مقام ہے۔ کم و بیش دو صدیوں سے اس کے فیوض اور انوار و برکات کا سلسلہ جاری ہے۔ اور مرجع خلائق خاص و عام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ ہو یا اخلاقی اقدار کا درس، جہاد کا موقع ہو یا مظالم کے خلاف بھرپور آواز حق، ہمیشہ سے اس عظیم روحانی خانقاہ کے بزرگوں کا شیوہ رہی۔ خاندان کاظمیہ کی اس عظیم روحانی خانقاہ کا ہم پر احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں مجاہد ملت

مفکرِ اسلام حضرت سید جمال الدین کاظمی جیسی عظیم شخصیت عطا فرمائی۔
جن کی دینی و ملی خدمات پر ہم بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔"

اسی مضمون میں آگے چل کر "تحریکِ ختم نبوت میں آپ کا کردار" کی ذیلی سرخی کے ماتحت رقمطراز ہیں:

"اس تحریک کی کامیابی کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا اور ہر اہم موقع پر پیش پیش رہے۔ تحریر ہو یا تقریر، جلسہ ہو یا جلوس، جانی و مالی قربانی کی ضرورت ہو یا مالی معاونت کا مسئلہ، ہر انداز میں اس تحریک میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔" (۱۰۲)

آپ تحریکِ نظامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نمایاں کردار کے ساتھ عملاً شریک رہے۔ اس دور میں آپ "جمعیت علمائے پاکستان" میانوالی کے جنرل سیکریٹری تھے۔ یہ ۱۹۷۷ء کی بات ہے۔ جب پوری قوم "پاکستان قومی اتحاد" کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑی تھی۔ اور ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف تحریک زور پکڑ چکی تھی۔ آپ نے ضلع میانوالی کی تاریخ میں بے مثال جلوس کی قیادت کی۔ حکومت وقت نے آپ کو گرفتار کر کے میانوالی جیل میں پابند سلاسل کر دیا۔ آپ کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔

۱۹۸۶ء میں آپ نے پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ کے عملی نفاذ کے لئے تاریخ کے طویل ترین "پیدل لانگ مارچ" کی قیادت کی۔ مکتبہ کاظمیہ نے آپ کے ارادت مند، ڈھکو سکھ میں آپ کی خدمت کے لئے پیش پیش میر نادر خان مروت کی کتاب "لانگ مارچ" کے عنوان سے شائع کی ہے، جس میں اسلامی نظام کے نفاذ کے مطالبہ کو تسلیم کرانے کے لئے کراچی تا اسلام آباد پیدل لانگ مارچ کی تفصیلی روداد ہے۔ مؤلف از ابتداء تا انتہا اس لانگ مارچ میں اُن کے ہمراہ تھا۔ عینی شاہد میر نادر خان مروت نے اس تاریخی احتجاج کی تفصیلات کو قلمبند کیا ہے۔ یہ "لانگ مارچ" تحریکِ اسلامی انقلاب پاکستان" کے زیر اہتمام کیا گیا۔ اس کی تفصیلات بتاتے ہوئے میر نادر خان مروت لکھتے ہیں:

"۹ر جولائی ۱۹۸۶ء کو کاروانِ مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) رختِ سفر

باندھ کر جمالِ ملت سید محمد جمال الدین شاہ کاظمی کی بے خوف قیادت میں ''قمر العلوم فریدیہ رضویہ ماری پور روڈ نیازی چوک دریا آباد کراچی سے اسلام آباد کے لئے روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت مجاہدین کو پھولوں کے ہار پہنائے گئے اور ہزاروں لوگ جلوس میں شامل ہو گئے۔ راستے میں شرکاءِ جلوس پر گلپاشی کا سلسلہ جاری تھا۔ صلوٰۃ و سلام کی دلآویز صدائیں دلوں کو گرما رہی تھیں، اس مجاہدانہ منظر کو دیکھنے کے لئے لوگ مکانوں کی چھتوں اور بلند و بالا عمارتوں سے مجاہدین کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تاب تھے۔ ہر شخص پیکرِ عقیدت بنا ہوا تھا۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اس قدر شدید گرمی میں یہ طویل سفر کیونکر ممکن ہو سکے گا؟ مجاہدین کے عزم و استقلال نے ناممکن کو ممکن بنا دیا، راستے کی صعوبتیں، کٹھن مسافتیں، تھکاوٹیں، رکاوٹیں پا بہ زنجیر نہ بن سکیں۔ قافلۂ سخت جاں منزلیں طے کرتا، ۹ر اگست کو راولپنڈی جا پہنچا۔ حکومت نے اسلام آباد کی شاہراؤں کو خاردار تاروں سے بند کر دیا۔ صدر اور وزیرِاعظم غیر ملکی دوروں پر بیرونِ ملک چلے گئے۔ ۹ر اگست کی رات کو پنجاب، سرحد اور قبائلی علاقہ جات سے سینکڑوں بسوں پر مشتمل قافلے راولپنڈی پہنچنا شروع ہو گئے۔ ۱۰ر اگست کی صبح یہ کارواں اسلام آباد کی جانب رواں دواں ہوا۔ امیر کارواں کو جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان صاحبزادہ فضل کریم نے وزراء سے مذاکرات پر بمشکل تمام رضامند کر لیا۔ گرچہ حکمرانوں نے نفاذِ نظامِ مصطفیٰ کا مطالبہ تو تسلیم نہ کیا مگر در و دیوار گواہ بن گئے کہ قافلہ حق اپنے رہبر کے ساتھ اس مطالبہ کے نفاذ کے لئے ایک ماہ کی مسافت طے کر کے وفاقی دارالحکومت پہنچنے میں کامراں رہا۔'' (۱۰۷)

آپ کی زیرِ قیادت یہ ''لانگ مارچ'' ملکی تاریخ کا طویل ترین تاریخی مارچ ہے۔

اس ضمن میں شارح صحیح مسلم، آپ کے اُستاذ بھائی علامہ غلام رسول سعیدی رقمطراز ہیں:

''صاحبزادہ صاحب گزشتہ چند برسوں سے اپنی تمام تر مساعی اور وسائل کو دین اسلام کی تائید وحمایت کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۸۶ء میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے مطالبے کو تقویت دینے کے لئے کراچی تا اسلام آباد پاکستان کی تاریخ کا طویل ترین ''لانگ مارچ'' کیا۔ یہ درحقیقت ارباب اقتدار کی بند آنکھوں اور خوابیدہ ضمیر پر اس طشت ازبام راز کو منکشف وعیاں کرتا تھا کہ مسلمانانِ پاکستان حقیقی اور مکمل اسلامی نظام کا احیاء اور نفاذ چاہتے ہیں۔'' (۱۰۸)

آپ نے جمعیت علمائے پاکستان میں شامل ہو کر ملکی سیاست میں اپنا حصہ ڈالا اور جماعت اہلسنت کی قیادت کر کے مذہبی و مسلکی خدمات کی انجام دہی میں کردار ادا کیا۔ جماعت اہلسنت نے آپ کی تنظیمی سرگرمیوں اور متحرک وفعال کردار کے پیش نظر پہلے مرکزی نائب صدر پھر ۱۹۸۷ء میں سینئر نائب صدر اور چند ماہ بعد آپ کو مرکزی صدر (امیر) منتخب کر لیا۔ آپ نے جماعت کا انقلابی دستور تیار کرایا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں جماعت کو بے حد فعال بنا دیا۔

۹۵۔ ۱۹۹۳ء میں آپ نے ۳۲ ساتھیوں کے خصوصی دستے کے ساتھ جہاد میں شرکت فرمائی۔ ۱۹۹۸ء میں ایک بار پھر جہاد کے لئے تشریف لے گئے۔ (۱۰۹)

فروغ علم کیلئے جمالِ ملت علیہ الرحمۃ کی خدماتِ جلیلہ:

جمالِ ملت علامہ سید محمد جمال الدین کاظمی علیہ رحمۃ الباری عام صاحبزادوں اور روایتی سجادہ نشینوں کی طرح محض صاحب سجادہ نہ تھے وہ بیک وقت نامور روحانی و دینی رہبر، ثقہ مدرس، بہترین ادیب وخطیب، لائق فخر محقق و مصنف، نڈر اور بے باک مجاہد، فعال اور متحرک رہنما، گفتار اور کردار کے غازی اور بے پناہ علمی و روحانی اوصاف سے مالا مال لائق دید

اور قابلِ تقلید عظیم انسان تھے۔ بقول نامور محدث اور مصنف علامہ غلام رسول سعیدی:

''صاحبزادہ صاحب ماشاءاللہ بیک وقت ایک ثقہ عالم دین، شیخ طریقت، صاحب سجادہ، مفکر، محقق، سیاسی و ملی زعیم، مجاہد حق اور اسلام کے نڈر سپاہی ہیں۔ ان کے علمی و تحقیقی ذوق کی آئینہ دار وہ وسیع لائبریری ہے جو لاکھوں روپے کی بیش قیمت نادر و نایاب کتب پر مشتمل ہے۔''

اُن کے ایک ارادت مند، شب و روز کے خدمت گار اور اس دور میں اپنے اسلاف سے جنون کی حد تک محبت رکھنے والے نادر بندے جناب نادر خان جمالی نے سچ لکھا ہے کہ:

''جمال ملت حضرت اُستاذ الاساتذہ پیر سید محمد جمال الدین شاہ کاظمی صرف پیر طریقت ہی نہیں بلکہ جید عالم و فاضل بھی تھے، مصنف بھی تھے۔(آپ نے ۲۲ کتابیں تصنیف فرمائیں) دانشور بھی اور مدرس بھی تھے (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے کہ علم دین پڑھانے والے بن جاؤ، یا پڑھنے والے بن جاؤ یا ان کی محفلوں میں بیٹھنے اور ان سے محبت کرنے والے بن جاؤ) کا عملی نمونہ بن کر آخری عمر تک شعبۂ درس و تدریس سے منسلک رہے، غازی بھی، مجاہد بھی تھے، آپ صرف گفتار کے ہی نہیں بلکہ کردار کے بھی غازی تھے۔ مسجد کے منبر و محراب، حجرے و آستانے اور عوامی جلسوں میں صرف جہاد کا درس دینے والے نہیں بلکہ عملی جہاد کرنے والے تھے۔ آپ کا میدان جہاد میں شوق شہادت کا ارمان تو پورا نہ ہوا تاہم مجاہد و غازی ضرور بنے۔ کفار کو دندان شکن جواب دینے والے بہادر کمانڈر تھے، روسی سامراج کیخلاف جہاد افغانستان میں اپنے مریدین کے ہمراہ کافی عرصہ تک کمیونسٹ فوجوں سے برسر پیکار رہے۔ بالخصوص گردیز کے محاذ پر کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔(۱۱۰)

آپ کی قائم کردہ عظیم درسگاہ ''قمر العلوم فریدیہ رضویہ'' کراچی:

سید محمد جمال الدین کاظمی نے اپنے شیخ طریقت اور اپنے جد امجد کی مناسبت سے ''جامعہ اسلامیہ قمر العلوم فریدیہ رضویہ'' کے نام سے ماری پور روڈ اولڈ ٹرک اسٹینڈ کراچی میں ادارہ قائم کیا، جس کے وہ بانی مہتمم تھے۔ ان دنوں آپ کا صاحبزادہ سید محمد فاروق انور شاہ کاظمی اس جامعہ کا پرنسپل ہے۔ قبل ازیں صاحبزادہ سید فرید الحسنین کاظمی (شہید) نظم و نسق چلاتے تھے۔

اس عظیم اور قدیم دینی درسگاہ سے متصل ۲۰۰۰ مربع گز کے ذاتی پلاٹ پر شاندار عمارت ''جمال ملت کمپلیکس'' کے نام سے گزرنے والوں کو دعوت نظارہ دیتی ہے۔ اس نئی اور دیدہ زیب عمارت کا سنگ بنیاد اپریل ۲۰۰۲ء کو رکھا گیا۔ ۱۹ دسمبر ۲۰۰۲ء اس کا باقاعدہ افتتاح ہوا۔

۶۰ کمروں پر مشتمل اس جدید اور قابل دید عمارت میں دفاتر، وسیع لائبریری، طلباء کی رہائش گاہیں، کلاس رومز، العصر اکیڈمی (انگلش میڈیم اسکول مع اسلامی تعلیمات) اور اساتذہ کرام کے لئے اسٹاف روم قائم ہے۔

ادارہ کے مہتمم بطور مدرس بھی خدمات انجام دیتے ہیں۔ بقیہ اساتذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ شیخ الحدیث مولانا مفتی عبدالباقی۔
۲۔ مولانا عبدالصمد۔
۳۔ مولانا عبدالسلام اعظمی۔
۴۔ مولانا عبدالمالک۔
۵۔ مولانا مشتاق احمد صاحب۔
۶۔ مولانا فیض الحسن۔
۷۔ قاری محمد عارف۔
۸۔ قاری امجد شاہ اور
۹۔ حافظ محمد صابر سعیدی۔

طلبہ کی تعداد ۲۲۵ ہے۔ تنظیم المدارس (اہلسنت) کا نصاب رائج ہے۔ جامعہ کی لائبریری میں سینکڑوں کتابیں طریقے اور سلیقے سے خوبصورت الماریوں میں سجی ہیں۔ محققین کے لئے اس لائبریری سے استفادہ بے حد آسان ہے۔(۱۱۱)

اولاد:

سید محمد جمال الدین کاظمی کے دو صاحبزادے بالترتیب سید محمد فرید الحسنین کاظمی اور حافظ سید محمد فاروق انور شاہ کاظمی کے نام سے ملک وملت کی خدمت میں مصروف رہے۔

سید محمد فرید الحسنین کاظمی ۲۳ مارچ ۱۹۷۳ء کو خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی نے دینی اور دنیاوی علوم سے آراستہ کرنے کے لئے اپنے لخت جگر کو نامور درسگاہوں میں داخل کرایا۔ بہترین اساتذہ کرام کا اہتمام کیا۔ الحمدللہ سعادت مند بیٹا فاضل درس نظامی بنا۔ ڈبل ایم۔ اے (ایم۔ اے عربی اور ایم۔ اے اسلامیات) کی ڈگری لینے میں کامران رہا۔ تجوید وقرأت کا کورس اور انگلش لینگویج کورس کی تکمیل کے علاوہ ایل بی کی ڈگری بھی حاصل کرنے میں کامیاب رہا۔

والد گرامی کے علاوہ آپ کے معروف اساتذہ میں مولانا محمد اکرم سیالوی، مولانا محمد اسحاق خان، قاری جان محمد، مولانا خیر محمد افغانی، مولانا غلام رسول افغانی، مولانا عبدالواحد نیازی، مولانا عبدالباقی اور مولانا محمود درنالوی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

۱۹۸۳ء میں اپنے جد امجد خواجہ سید غلام کمال الدین شاہ کاظمی کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف پایا۔

سید محمد فرید الحسنین کاظمی پر جوش خطیب اور بہترین ادیب ہونے کے ساتھ انتہائی فعال اور متحرک شخصیت کے مالک ہیں۔ جذبۂ جہاد سے سرشار اپنے والد کے صحیح وارث ہیں۔ جب بھی مسلم امہ کے خلاف کوئی نازیبا حرکت کرنے کی جسارت کرے یا عالم اسلام کے خلاف کسی کونے میں شعائر اسلامی کا تمسخر اڑانے کی ناپاک کوشش ہو، آپ بروقت صدائے احتجاج بلند کرنے میں نمایاں ہوتے ہیں۔ آپ کے فکری، اصلاحی اور علمی مضامین قومی

اخبارات میں عام طور پر شائع ہو کر پذیرائی پا چکے ہیں۔ آپ نے جد امجد کی سوانح حیات پر کتاب لکھی ہے جو مکتبہ کاظمیہ نے شائع کی ہے۔ اپنے والد کے مشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے آپ کی کوششوں میں آئے دن تیزی آ رہی ہے۔ ''جمال ملت کمپلیکس'' کی تعمیر، العصر اکیڈمی کا قیام اور اکیڈمی کے تحت طلباء و طالبات کے لئے دینی و دنیاوی تعلیم کا اہتمام آپ کا مرہونِ منت ہے۔

اللہ کریم نے ظاہری و باطنی، حسنِ صوری و معنوی سے بڑی فیاضی کے ساتھ مالا مال فرمایا ہے۔ خلیق اور شفیق مہربان اور قدردان صاحبزادہ محمد فرید الحسنین کاظمی ''قمر العلوم فریدیہ رضویہ'' کی روز افزوں کامیابی کے لئے کوشاں رہے۔ گزشتہ سال ایک بم دھماکہ میں آپ کو نشتر پارک کراچی میں باقی علماء کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔

حافظ سید محمد فاروق انور شاہ کاظمی، جمالِ ملت کے چھوٹے صاحبزادہ ہیں۔ والدِ گرامی کے وصال کے بعد خواجہ آباد شریف کے موجودہ صاحب سجادہ ہیں۔ ۶ مارچ ۲۰۰۵ء کے عظیم الشان اجتماع میں سیال شریف کے صاحب سجادہ خواجہ محمد حمید الدین سیالوی نے آپ کی دستار بندی کی اور باقاعدہ آپ کو اپنے آباؤ اجداد کے روحانی سلسلہ کا وارث بنایا۔

آپ قرآنِ پاک کے حافظ ہیں۔ تنظیم المدارس (اہلسنت) سے فارغ التحصیل عالم و فاضل ہیں۔ شمس العلوم نصیریہ غوثیہ میانوالی کے مہتمم ہیں۔

تحریکِ اسلامی انقلاب پاکستان صوبہ پنجاب کے امیر اور جماعت اہلسنت پاکستان میانوالی کے سرپرست بھی ہیں۔

کم عمری کے باوجود اپنے اخلاق و کردار کے اعتبار سے اپنے اسلاف کی حسین یادگار ہیں۔ خاموش طبع، زیرک، بردبار اور باوقار شخصیت کے مالک ہیں۔ دیکھنے والوں کو اپنے آباؤ اجداد کی صورت اور سیرت کا عکس جمیل نظر آتے ہیں۔ خانقاہ خواجہ آباد شریف کی آبادی اور شادابی، تقدس اور احترام، شان اور شوکت، دیکھ بھال اور ہر طرح کا خیال اب آپ ہی کے سپرد ہے۔ کراچی کا ادارہ بھی اب آپ کی سرپرستی میں سوئے منزل رواں دواں ہے۔

جمالِ ملت کا وصال:

۱۹ر جولائی ۱۹۹۹ء بروز پیر رات تقریباً ساڑھے دس بجے میو ہسپتال لاہور میں اپنے احباب کو دین متین کی خدمات کے لئے زندگیاں وقف کرنے کی وصیت کرتے، گلابی لبوں پر مسکراہٹ سجائے، علامہ محمد اقبال کے فرمان کی عملی تصویر بنے آپ نے اس جہاں کو خیر آباد کہا۔ ؎

نشان مرد مؤمن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

خواجہ آباد شریف (میانوالی) میں اپنے آباؤ اجداد کے پاس آپ کی ابدی آرام گاہ بنی۔ آپ کا مزار پُرانوار مرجع خلائق ہے۔

مجاہدِ ملّت مولانا محمد ذاکر بانی جامعہ محمدی شریف

جگر کے خون سے رُخِ یکساں نکھار گیا　　　عجب شان سے وہ زندگی گزار گیا

ولادت باسعادت:

مولانا محمد ذاکر بن حافظ میاں عبدالغفور بن حافظ میاں عبدالرحمٰن بن میاں غلام محی الدین (المعروف میاں غلام) بن میاں خدایار بن میاں کریم بخش بن خیر محمد بن حافظ محمد سعد اللہ بن حافظ میاں امام الدین (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین) ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء میں ضلع جھنگ کے معروف قصبہ محمدی شریف میں پیدا ہوئے۔

مولانا محمد ذاکر کے تذکرہ نگار آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں مختلف الرائے ہیں۔ تاہم قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء زیادہ مستند ہے۔ اس سلسلہ میں میاں غلام محمد انجم (ایم اے اسلامیات) اپنے تحقیقی مضمون میں حقائق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''حضرت مولانا محمد ذاکر کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ مولانا سید متین ہاشمی صاحب نے اپنی کتاب ''تحریک جامعہ محمدی شریف'' میں آپ کی ولادت ۱۹۰۲ء لکھی ہے۔ تذکرہ علمائے پنجاب میں ۱۹۰۲ء درج ہے۔ ''اکابر تحریک پاکستان'' میں آپ کی ولادت ۱۹۰۲ء درج ہے۔ مولانا غلام سرور نے جامعہ محمدی شریف کے شمارہ ''الجامعہ'' میں ۱۹۰۳ء درج کی ہے۔ مولانا عبدالحق جامعی نے بھی ۱۹۰۳ء درج کی ہے۔ مولانا محمد نافع صاحب نے اندازاً آپ کا سن ولادت ۱۹۰۳ء تحریر کیا ہے۔ مولانا محمد ذاکر اپنی ''بیاض خاص'' میں تحریر فرماتے ہیں:
>
> ''میں ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوا اور حضرت خواجہ محمد دین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد ذاکر نام تجویز فرمایا۔ جامعہ محمدی شریف کے پمفلٹ ''مولانا محمد ذاکر کی زندگی کا اجمالی خاکہ'' میں ۱۹۰۳ء ہے۔ احمد خان ظہیر اور

چوہدری منیر احمد نے بھی بالترتیب ۱۹۰۳ء رقم کی ہے۔ راقم کے خیال کے مطابق حضرت مولانا مرحوم کی تاریخ پیدائش ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء درج ہے کیونکہ اکثر مؤرخین نے اس پر اتفاق کیا ہے۔ دوسرا مولانا کی ذاتی رائے حقائق سے زیادہ قریب اور معتبر ہوگی۔" (۱۱۲)

تعلیم و تربیت:

آپ کے والد گرامی مولانا عبدالغفور اپنے علاقہ کے پیران طریقت میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے اپنے لخت جگر کی تعلیم و تربیت کا بہتر اہتمام فرمایا۔ ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ محمدی شریف (جھنگ) میں حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔ غلام محمد انجم ایم اے اپنے تحقیقی مقالہ "بانی جامعہ مولانا محمد ذاکر کی حیات و خدمات" میں آپ کی تعلیم و تربیت سے متعلق تحریر کرتے ہیں:

> "آپ کے والد ماجد کی دلی تمنا تھی کہ میرا بیٹا دینی علوم میں مکمل مہارت حاصل کرے تاکہ یہ اپنے آباؤ اجداد کے سلسلے کو مزید تقویت دے سکے۔ انہوں نے آپ کو مزید تعلیم کی خاطر کئی مقامات پر بھیجا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم چنیوٹ میں مولانا سلطان محمود کھوکھر سے حاصل کی۔ اس کے بعد کچھ مدت مدرسہ نعمانیہ ملتان شریف میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ مزید تعلیم کے لئے جامعہ عباسیہ بہاولپور گئے جہاں مولانا محمد شاکر اور مولانا محمد صادق سے اکتساب فیض کیا۔ ازاں بعد دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں مولانا محمد حسین سیالوی سے تعلیم حاصل کی۔" (۱۱۳)

بیعت:

مولانا محمد ذاکر، خانوادہ سیال شریف کے تیسرے صاحب سجادہ مجاہد اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ جبکہ آپ کو خلافت اس آستان کے

چوتھے صاحب سجادہ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نے عطا فرمائی۔ جب ۱۸ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ/ ۲۱ فروری ۱۹۷۲ء کو آپ کے والد گرامی مولانا عبدالغفور (رحمۃ اللہ علیہ) کا وصال ہو گیا تو وصال کے تیسرے روز آپ نے خلافت و اجازت سے مولانا محمد ذاکر کو سرفراز فرمایا۔

آپ کا اکلوتا صاحبزادہ مولانا رحمت اللہ (سابق رکن قومی اسمبلی) آپ کے جانشین ہیں۔ جامعہ محمدی شریف کے ناظم بھی آپ ہی ہیں اور بحسن و خوبی جملہ امور کی سرپرستی فرماتے ہیں۔ ماہنامہ الجامعہ کے ایڈیٹر بھی آپ ہی ہیں۔

اخلاق و کردار:

جن لوگوں نے مولانا محمد ذاکر کو دیکھا ہے، آپ کی مجلس پائی ہے، آپ کے ہمراہ کوئی سفر کیا ہے۔ آپ سے پڑھا ہے، آپ کی سرپرستی میں پڑھایا ہے یا آپ کی نگرانی و رہنمائی میں کوئی کام کیا ہے۔ آپ کے شب و روز کے معاملات اور معمولات کو دیکھا ہے وہ آپ کے اخلاق و کردار کی عظمتوں کا گرویدہ ہے۔ چوہدری محمد علی سیالوی اپنے مضمون ''مولانا محمد ذاکر کی ملی و سیاسی خدمات'' میں ''سیرت و کردار'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

> ''کسی شخص کی سیرت و کردار سے ہی اس کی عظمت و رفعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، سیرت و کردار وہ ایسی خوبیوں یا خامیوں کے نام ہیں، جو کسی انسان کو باعزت یا بے عزت بناتی ہیں۔ حسن سیرت اور احسن کردار کا مرقع شخص چاہے صورت کے لحاظ سے اچھا نہ ہو تب بھی اس کی قدر و منزلت کی جاتی ہے۔ حضرت مولانا محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہ، حسن سیرت، حسن صورت اور حسن کردار کا مرقع تھے۔ ایسا جامع الصفات شخص شاذ و نادر ہی ملتا ہے۔ آپ پر آپ کے مشائخ عظام، والدین اور اساتذہ کرام کی چھاپ نمایاں تھی۔ آپ نے علمی و عملی زندگی میں ان ہستیوں کی شفقت و محبت کا حق ادا کیا۔ آپ نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کی تبلیغ، وطن کی بے لوث خدمت، انسانیت کی

فلاح و بہبود، غریبوں اور مسکینوں کی اعانت، خاتمہ جہالت اور ملتِ اسلامیہ کو متحد کرنے میں صرف کر دی۔ کبھی بھی حالات کے تھپیڑے آپ کو اپنے اعلیٰ مشن سے منحرف نہ کر سکے۔ آپ کے عزم و استقلال کا ہی نتیجہ تھا کہ کامیابیاں اور کامرانیاں ہمیشہ آپ کا کھلے ہاتھوں استقبال کرتی رہیں۔ آپ کی زندگی کا مقصد ہی تعلیم عام کرنا، فرقہ واریت کا خاتمہ اور اتحاد عالم اسلام تھا۔"

جگر کے خون سے رُخِ بے کساں نکھار گیا
عجیب شان سے وہ زندگی گزار گیا(۱۱۴)

مولانا محمد ذاکر، رب تعالیٰ جل جلالہ کے اُن بندوں میں سے تھے، تقویٰ جن کا لباس، خوفِ خدا جن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جامعہ محمدی شریف کے بانی اور مہتمم کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے وقت انتہائی مخلص اور بے لوث رہے۔ آپ تقریباً پینتالیس سال تک جامعہ کے ناظم عمومی رہے، معاوضہ تو کجا جامعہ کا نمک تک استعمال نہ کیا۔

تحریک خلافت اور تحریک پاکستان میں آپ کا حصہ:

تحریکِ خلافت اور تحریکِ پاکستان میں آپ کا کردار ہماری تاریخ کا حصہ ہے، مصائب و آلام کی پروا کیے بغیر آپ نے اپنا کام جاری رکھا اور ایک بے لوث سپاہی کی طرح ہر محاذ پر ڈٹے رہے۔ "اکابر تحریکِ پاکستان" کے مؤلف گرامی محمد صادق قصوری تحریر فرماتے ہیں:

"تحریک خلافت چلی تو ہندوستان کے علماء و مشائخ اس میں پوری طرح شامل ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے بھی اپنے شیخ طریقت کے ساتھ اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انگریزی حکومت کی کھل کر مخالفت کی۔ اپنی اس جرأت اور بیباکی کی پاداش میں آپ کو داخل زنداں ہونا پڑا لیکن آپ کے استقلال میں ذرہ بھر فرق نہ آیا، جب بھی رہا ہوتے، انگریز حکومت کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے۔

مسلم لیگ کا غلغلہ بلند ہوا تو اس میں شامل ہو گئے۔ اور ڈٹ کر قائداعظم اور تحریک پاکستان کی حمایت کی۔ اپنے سود و زیاں کی پروا کیے بغیر مسلم لیگ کے جھنڈے تلے شب و روز کام کیا۔ اس دوران آپ کو جس قدر مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا اس کا بیان یہاں ممکن نہیں مگر آفریں اس مردِ قلندر کے کہ ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔" (۱۱۵)

فروغِ علم کیلئے مساعیٔ جمیلہ:

مولانا محمد ذاکر بے لوث اور بے ریا انسان تھے۔ رضائے الٰہی اور حبِ نبی کے پاکیزہ جذبات سے مالا مال تھے، اپنے پیرانِ عظام کے بے دام غلام تھے اور علم و ادب کے دلدادہ تھے۔ بے حد سادہ مگر بے انتہا دلربا شخصیت کے مالک مولانا محمد ذاکر اس اعتبار سے "محسنِ علم" تھے کہ ایک عظیم جامعہ آج بھی ان کے صدقہ جاریہ کے طور پر علم کی خیرات بانٹ رہا ہے۔ محمد صادق قصوری صاحب آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

"۱۸ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء میں چنیوٹ سے اٹھارہ میل دور جامعہ محمدی شریف کی بنیاد رکھی اور دینی تعلیم کی خدمات سرانجام دینے لگے۔ پاکستان بننے کے بعد اپنی تمام تر توجہ اپنے دارالعلوم جامعہ محمدی شریف پر مرکوز کر دی۔" (۱۱۶)

ایک چھوٹی سی بستی "محمدی شریف" کے جانب غربی میں برسوں پہلے اخلاص و ایثار کے جذبات سے سرشار ایک مردِ درویش نے جس علم کی شمع کو روشن کیا تھا۔ پاک پروردگار جل جلالہ نے اب اسے ماہِ تاباں بنا دیا، یہ ادارہ پھلتا، پھولتا، بڑھتا، عروج پاتا، شہرت کی بلندیوں کو چھوتا اب عالمی سطح کا تعلیمی ادارہ بن گیا۔ یعنی وہ پودا جو بانی جامعہ نے لگایا پھر اسے خونِ دل دے کر سیراب کیا اب تناور اور بارآور درخت بن گیا۔ "الجامعہ" کے ایڈیٹر، بانی جامعہ کے فرزند دلبند، مولانا رحمت اللہ، "یومِ تاسیس" پر سچ کہتے ہیں کہ:

۱۸ ربمحرم الحرام کو ہر سال جامعہ محمدی شریف کا "یوم تاسیس" منایا جاتا ہے۔ یوم تاسیس منانے کی رسم گو انسانی تاریخ کی قدیم روایت ہے لیکن مبارک اور سعید وقت سے تعبیر ہے۔ اس کا مقصد دراصل ان لمحات کی تجدید کرتا ہے جو کسی ادارہ کی بنیاد رکھتے وقت بانی ادارہ کے پیش نظر ہے۔

جامعہ محمدی شریف کی بنیاد ایک خداد دوست اور انسانی ہمدردی سے سرشار بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکر علیہ الرحمۃ نے ضلع جھنگ کے پسماندہ علاقے قریہ محمدی شریف میں رکھی۔ آپ ایک قدیم اولیاء خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کی تکمیل چنیوٹ، سیال شریف، جامعہ عباسیہ بہاولپور اور دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی۔

آپ کے پاکیزہ دل میں ابتداء ہی سے اپنے علاقہ سے جہالت کے اندھیرے دور کرنے کا عزم جاگزیں تھا۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے محمدی شریف سے غربی جانب تقریباً نصف میل کے فاصلے پر ایک غیر آباد جگہ پر ایک چھوٹے سے دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی۔

۱۸ ربمحرم الحرام ۱۳۵۲ھ کو یہ بنیاد ایسی مبارک گھڑی میں رکھی گئی کہ اب وہ چھوٹا سا مدرسہ ایک بہت بڑا دارالعلوم بن چکا ہے۔

اس ادارہ کی وسعت اور نظام تعلیم، حفظ و تجوید قرآن مجید کے ۱۳ مدارس دارالرحمت (یتیم خانہ) سوشل ویلفیئر سوسائٹی، دارالعلوم، جس میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ بی اے تک تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ماہنامہ "الجامعہ" اور عظیم الشان دارالکتب کے ساتھ ساتھ دارالمطالعہ کے شعبوں پر محیط ہے۔ ایک انٹر کالج، ہائی اسکول اور چار پرائمری اسکول بھی ۱۹۷۲ء تک جامعہ محمدی شریف کا حصہ تھے، جو تعلیمی اصلاحات کے بعد حکومت نے اپنی تحویل میں لے لئے۔ گویا یہ بھی آج سے تقریباً انہتر برس قبل جاری ہونے والے چھوٹے سے دینی مدرسہ ہی کی شاخیں تھیں۔ (ایڈیٹر) (۱۱۷)

جامعہ کے حسن انتظام اور اس کی سرگرمیوں پر عوام وخواص کی جانب سے داد تحسین

پیش کیے جانے کے احوال بیان کرتے ہوئے ایک رپورٹر لکھتا ہے۔

''عظیم الشان وسیع و عریض دارالعلوم عربیہ اسلامیہ جامعہ محمدی شریف سے کون ناواقف ہے۔ جس کی تعلیمی و تدریسی، اخلاقی و روحانی، رفاہی و فلاحی اور تبلیغی و تہذیبی سرگرمیوں پر عوام و خواص داد تحسین دینے پر مجبور ہیں اور جس کے درخشاں و تابندہ مستقبل کیلئے ناظم عمومی جامعہ ہذا نے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے، آپ ہمیشہ جامعہ کو بام عروج تک پہنچانے کے لئے ملک کے شرق و غرب سے ایسے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور محنتی اساتذہ کا چناؤ فرماتے ہیں جو اپنی خداداد صلاحیتوں سے متعلقین جامعہ کے دامن طلب کو محنت و انسانیت کی خیرات سے منور کریں۔'' (۱۱۸)

مولانا محمد ذاکر جامعہ محمدی کی تعمیر و ترقی، علاقہ کو نور علم سے منور کرنے کی آرزو اور دینِ الٰہی کی مخلصانہ خدمت میں ایک بے لوث سپاہی کی طرح کوشاں رہے۔ دنیا نے ایسا امانت دار، خوددار اور مخلص و محب سربراہ ادارہ شاید ہی دیکھا ہو۔ کہتے ہیں کہ آپ نے جامعہ کا نمک تک استعمال نہ کیا، پانی کا برتن بھی گھر سے لاتے، حافظ محمد صادق اپنے مضمون ''بانی جامعہ مولانا محمد ذاکر ایک مثالی شخصیت'' کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں:

''ادارے سے اُن کی مثالی محبت کا اندازہ اس سے بخوبی ہوتا ہے کہ بلاوجہ کسی شجر کی ایک ٹہنی توڑنا قتل انسان سے کم نہ سمجھتے تھے۔ امانت اور دیانت کا یہ حال تھا کہ پینے کے لئے ادارے کا برتن تک استعمال نہ فرماتے۔ ان کے مشروب میں اگر خادم کسی طالب علم سے نمک لے کر ڈال دیتا تو آپ وہ سارا مشروب اس طالب علم کے حوالہ کر دیتے۔ آخری لمحات میں پوچھا گیا جناب! ساری زندگی جامعہ کی مفت خدمت میں گزار دی ہے، لہٰذا آپ کا مزار جامعہ کے اندر ہونا چاہئے، آپ نے سخت منع فرمایا کہ یہ قومی امانت ہے میرے باپ دادا کی جاگیر نہیں۔'' (۱۱۹)

سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی

نام وولادت اور خاندانی پس منظر:

سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی بن پیر سید محمد شاہ ہمدانی بن پیر سید شاہ زمان ہمدانی (رحمہم اللہ الباری) یکم جنوری ۱۹۳۳ء دندہ شاہ بلاول ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔

''سالارِ عجم'' کے مؤلف ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن ہمدانی دندہ شاہ بلاول اور سادات ہمدانی کے احوال بتاتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

> ''دندہ شاہ بلاول تلہ گنگ (پہلے اٹک اب ضلع چکوال) سے تیس میل اور میانوالی سے بیس میل کی مسافت پر واقع ہے۔ سڑک پختہ ہے، دندہ کے لوگ مکانوں کی چھتوں پر احتراماً نہیں سوتے تقسیم ملک سے پہلے ہندو بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ یہاں کے سادات ہمدانی حضرت سید احمد المعروف حضرت شاہ بلاول قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے سید ابراہیم ہمدانی کی اولاد ہیں۔
>
> میانوالی، بسال شریف اور پنڈی گھیب کے درمیان پختہ سڑک سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ سادات ہمدانی دندہ شاہ بلاول سے دو چچازاد بھائی پیر سید محمد شاہ اور پیر سید یوسف شاہ، حضرت خواجہ میر احمد بسالوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کے بعد پیرو مرشد کے حسب فرمان یہاں آ کر آباد ہوئے۔'' (۱۴۰)

تعلیم وتربیت:

آپ کے والد گرامی پیر سید محمد شاہ ہمدانی درویش منش صوفی بزرگ تھے، البتہ مزاجاً سخت گیر تھے، کھری اور سچی بات منہ پر کہتے، اولاد کی تربیت کے معاملہ میں بھی سخت گیر تھے۔

آپ کے دو صاحبزادے ہوئے سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی اور سید ابوالخیر شاہ ہمدانی،

سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی والد گرامی کی زیر نگرانی حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لئے بسال شریف میں مولانا محمد اسحاق تونسوی اور مولانا فضل احمد دمالوی سے اکتساب فیض کیا۔ پھر مکھڈ شریف میں اُستاذ مولانا عبدالحق صاحب اور مولانا سرور شاہ صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے۔ مولف ''سالار عجم'' آپ کی تعلیم کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، بعد ازاں لمھوالی اور مکھڈ شریف میں تحصیل علم میں مشغول رہے۔'' (۱۲۱)

مکھڈ شریف اُس دور میں علم وفضل کا عظیم ترین مرکز تھا۔ اکناف و اطراف سے تشنگانِ علوم اس چشمہ فیض سے سیراب ہونے مکھڈ شریف آتے۔ جید علماء مسند تدریس کی زینت تھے۔ آج بھی اس عظیم علمی مرکز کے فیض یافتگان پھر ان کے تلامذہ نور علم پھیلانے میں نمایاں نام اور مقام کے حامل ہیں۔ اُستاذ العلماء مولانا محمد علی مکھڈی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ حسین پر کتاب ''تذکرۃ الولی یعنی مہر تاباں'' کے ''پیش لفظ'' میں حضرت پیر محی الدین محمد صالح عرف پیر صالح گل صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''تذکرۃ الولی'' تذکرہ ہے اس ولی کامل کا جس کی شان خود مرشد نے بیان فرمائی۔ اپنے شیخ کے صدقہ ایک عالم جس کے نور سے منور ہوا، جس کا مسکن علم و عرفاں کا مرکز بنا۔ صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ اطراف عالم سے لوگ علم و معرفت سے سیراب ہونے کی خاطر مکھڈ شریف اس کے در اقدس پر حاضر ہوئے جس شہر کا نام سن کر اب بھی اہل علم و عرفاں کے سر ادب سے جھک جاتے ہیں۔'' (۱۲۲)

سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی اسی ضلع اٹک میں مقیم تھے، جب مکھڈ شریف میں علم وفضل کا غلغلہ تھا۔ آپ بھی اس چشمہ علم و عرفاں سے فیض پانے اس آستاں پر حاضر ہوئے۔ اس دور میں اُستاذ العلماء علامہ مولوی عبدالحق صاحب اور حضرت مولانا سرور شاہ صاحب کے علم و فضل کا اور زہد و ورع کا چرچا تھا۔ آپ نے ان دونوں حضرات کے سامنے زانوائے تلمذ طے

کئے۔ درسِ نظامی کے اسباق پڑھے۔ خانقاہی عظمتوں، اساتذۂ کرام کی رفعتوں، اُن کے خلوص مندیوں، ان کی نیاز مندیوں، ان کی کرم نوازیوں، اُن کی تعلیم و تربیت کی والہانہ اداؤں کو دیکھا اور اس فضاء نے آپ کی تربیت پر گہرا اثر ڈالا۔

آپ کے والد گرامی پیر سید محمد شاہ ہمدانی:

بانی قمرالاسلام سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی کے والد گرامی پیر سید محمد شاہ ہمدانی، پیر سید شاہ زمان ہمدانی کے صاحبزادے ہیں۔ والد ماجد نے ابتدائی تربیت کے دوران ہی سخت کوشی اور جفا کوشی کی عادت ڈال دی تھی۔

آپ نہایت سادہ اور درویش منش انسان تھے۔ تکلف اور تصنع سے بے نیاز اپنے رب تعالیٰ جل و علا کے عاجز بندے کے طور پر جئے۔ نامور روحانی بزرگ خواجہ میر احمد بسالوی علیہ رحمۃ الباری کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ زندگی بھر پیر و مرشد کی خدمت کو سعادت جانا۔ وارفتگی کی حد تک اپنے مرشد گرامی سے محبت و اُلفت کا تعلق اُستوار رکھا۔ مؤلف ''سالارِ عجم'' آپ کا والہانہ تعارف و تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

> ''عارف باللہ حضرت خواجہ میر احمد بسالوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت سے مشرف ہوئے تو پیر و مرشد کی خدمت کو مقصدِ حیات جان کر پوری جگر سوزی، جفاکشی اور جاں فشانی سے مرشد کی خدمت میں مشغول ہوئے۔ آپ کو اپنے مرشد گرامی سے وارفتگی کی حد تک محبت تھی اور اب بھی مرشدِ کامل کا تذکرہ کرتے ہیں، تو آپ پر وارفتگی طاری ہو جاتی ہے۔ اس پُر خلوص محبت و عقیدت کی بناء پر آپ کو اپنے شیخ کی بارگاہ میں نمایاں مقام حاصل تھا۔ آپ کا شمار حضرت خواجہ بسالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز خلفاء میں ہوتا ہے۔ مرشدِ کامل کے حسب فرمان آپ دندہ شاہ بلاول سے ترکِ سکونت کر کے موضع میانوالہ، تحصیل پنڈی

کھیب کی شمالی جانب ایک ٹیلے پر اقامت گزیں ہوئے۔ مرشد کامل حضرت خواجہ میر احمد بسالوی رحمۃ اللہ علیہ بنفسِ نفیس اس مقام پر رونق افروز ہوئے اور شاہ صاحب کو تبلیغ دین اور خدمتِ خلق پر مامور فرمایا اور شاہ صاحب کی کامیابی اور اس غیر زرع بیاباں کی آبادی کے لئے دعا فرمائی۔ اس مقام کا نام زمان آباد تجویز کیا گیا۔ پیر سید محمد شاہ صاحب اپنے مرشدِ کامل کی ہدایات کے مطابق مذہبی وملی خدمات کی انجام دہی میں شب و روز کوشاں ہیں۔ آپ کو اپنے پیر و مرشد کے ساتھ فریفتگی کی حد تک جو محبت وعقیدت ہے، اس کے نتیجہ میں پیر خانہ کے ساتھ بھی والہانہ عقیدت ہے۔ اپنے پیر و مرشد کے آستانہ کی خدمت آپ سعادتِ دارین جان کر کرتے ہیں۔ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ میں نے جو کچھ بھی پایا خدمت کے ذریعہ پایا، بے شک ۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد!

حضرت خواجہ بسالوی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ شریف کی شاندار اور پُرشکوہ عمارت اور آستانہ شریف کے لئے طویل مسافت سے بجلی کی فراہمی جیسی انتہائی اہم اور دشوار گزار خدمات میں شاہ صاحب کا کردار نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ آپ اپنے مرشد کامل کا ذکر کرتے ہیں، تو آپ پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ حضرت سید بلھے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عارفانہ کافیاں سناتے ہوئے آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور ایک ایسی عجیب دل گداز کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا تعلق حال سے ہے قال سے نہیں۔ اپنے پیر خانہ (بسال شریف) کے علاوہ آپ کے میرا شریف، مکھڈ شریف، اور تونسہ شریف کے خواجگان کے ساتھ بھی عقیدت ومحبت اور گہرے تعلقات ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے صاجزادگان بھی شاہ صاحب کی بہت قدر فرماتے ہیں۔ حضرت پیر محمد شاہ صاحب بہت سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ خدمتِ خلق کو مقدم جانتے ہیں۔ شریعت مطہرہ کی پابندی پر خاص طور سے زور دیتے ہیں۔ آپ کی شادی اپنے چچا حضرت علامہ پیر سید چراغ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی صاجزادی سے ہوئی۔" (۱۲۳)

حسنِ صورت (حلیہ، لباس، خوراک):

جلیل اور جمیل رب تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کو وجیہ و شکیل اور حسن و جمیل پیدا کیا۔ "مؤلف فوز المقال فی خلفائے پیر سیال" حاجی محمد مرید احمد چشتی آپ کے لباس، خوراک اور حسن و جمال کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"آپ کا قد دراز، رنگ گورا، دلکش، خوبصورت اور نورانی چہرہ، چمکیلے دانت، سفید چاندی کی طرح چمکتی ریش مبارک، طبیعت میں قدرے تیزی، متانت سے بھرپور، بے حد فیاض، مزاج مبارک حسن حسینی، جلال و جمال کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ زبان پنجابی مگر اردو، سرائیکی، پشتو اور عربی میں فی البدیہہ گفتگو کا سلیقہ جانتے ہیں۔ اندازِ تکلم بے تکلفانہ، سادہ اور دل کو موہ لینے والا۔

سفید اور سادہ مگر صاف اور اُجلا لباس زیب تن فرماتے ہیں۔ سر پر کبھی چار ترکی ٹوپی پہنتے تھے، کبھی دستار سجا لیتے ہیں اور عام طور پر ٹوپی اور سفید رومال سر پہ ڈالے، گلے میں سبز رومال لٹکائے بہت بھلے لگتے ہیں۔ کبھی کبھی آسمانی رنگ کی چادر بطور تہبند استعمال فرماتے ہیں۔ درویشانہ چال ڈھال کا انداز، عجب شان ظاہر کرتا ہے۔ ترکی ٹوپی اتباعِ شیخ میں کبھی زیرِ استعمال ہوتی ہے۔ عموماً سفید کرتا اور شلوار استعمال میں رہتا ہے۔" (۱۲۴)

اخلاق کریمانہ: عادات و اطوار:

سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی بے حد مہربان اور قدردان، فیاض اور مہمان نواز انسان ہیں۔ چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا ادب آپ کا شیوہ بھی ہے، شعار بھی، علماء و مشائخ کی بات تو الگ ہے کوئی عام طالب علم بھی آپ سے ملنے آئے تو پیرانہ سالی کے باوجود کھڑے ہو کر اُسے سینے سے لگانا، اُس سے معانقہ اور مصافحہ کرنا اور اس کی خیر خبر پوچھنا پھر اس کی تواضع کرنا آپ کی طبیعت کریمہ اور عادت دیرینہ ہے۔ کوئی محسن آ جائے تو اس کے ادب و احترام میں کمی نہیں فرماتے۔ کوئی عقیدت مند آ جائے تو شفقتوں اور نوازشوں کی برسات کر دیتے ہیں۔ عام طور پر تحائف سے نوازتے ہیں۔ اپنوں اور پرائیوں کے دُکھ درد میں خوشی و غم میں شرکت کرتے ہیں، چاہے اس کے لئے میلوں کی مسافت طے کرنا پڑے۔

بہت متوکل علی اللہ، بہت فیاض اور سخی اور بہت متحرک و فعال شخصیت کے مالک ہیں۔ کوئی منصوبہ ذہن میں آ جائے تو فوراً تکمیل کے لئے سرگرداں ہو جاتے ہیں۔

عاجزی اور سادگی پسند ہیں۔ اپنے احوال بتاتے ہوئے اپنی ابتدائی زندگی کی تلخ و شیریں زندگی کے واقعات سے پردہ اُٹھاتے ہوئے کبھی نہیں جھجکتے۔ دُکھی انسانیت کی خدمت کا جذبہ ہر وقت آپ کے دل میں موجزن رہتا ہے۔ اس مقصد کے لئے عظیم "قمر الاسلام ہسپتال" کا قیام آپ کے مرہونِ منت ہے۔ کئی بار مفت آئی کیمپ اور مفت میڈیکل کیمپ کا انتظام کر کے غریب لوگوں کی دستگیری کر چکے ہیں۔ کسی غریب، کسی مسکین اور کسی مستحق کی مدد کرنا یا کسی سے امداد کرانا آپ کی عمدہ صفات میں شامل ہے۔

سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر اتباع اور اپنے شیخ کریم کی اداؤں کی پیروی اپنی زندگی کا مشن اور اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے ہیں۔

بیعت:

تکمیل علم کے بعد کچھ عرصہ مختلف مدارسِ دینیہ میں متفرق خدمات انجام دیں۔ غالباً ۱۹۶۲ء/۱۹۶۳ء میں جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں بانی جامعہ علامہ مفتی محمد حسین نعیمی کی

سرپرستی میں خدمت دین میں مصروف تھے کہ جامعہ کا سالانہ جلسہ انعقاد پذیر ہونا قرار پایا۔ اس سالانہ اجتماع کی دوسری اور آخری نشست کی صدارت کے لئے شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی سے وقت حاصل کیا گیا اور اس جلسہ کی انتظامی ذمہ داری آپ پر ڈالی گئی۔ شاندار اور کامیاب جلسہ کے بعد جب صدر جلسہ مہمان خانہ میں تشریف لائے تو موقع غنیمت تھا، ملاقات اور دیدار کا شرف تو پہلے سے حاصل تھا، دل اس فقیر منش مگر عظیم انسان کی عقیدت سے معمور تھا، بیعت کے لئے التجا کی۔ جسے آپ نے شرف قبول بخشا اور یوں آستانہ عالیہ سیال شریف کے چوتھے صاحب سجادہ سے بیعت کا اعزاز ملا۔ ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن ہمدانی رقمطراز ہیں:

> "فراغت کے بعد اشاعت علم دین اور مدارس دینیہ کے قیام کی طرف متوجہ ہوئے۔ مختلف مقامات پر متعدد دینی مدرسے قائم کئے بالآخر شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی کی بیعت سے مشرف ہو گئے۔" (۱۲۵)

عطائے خلافت:

۱۹۸۰ء میں آستانہ عالیہ سیال شریف حاضر ہوا۔ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی نے اپنے خادمِ خاص حاجی محمد نواز کو حکم دیا کہ میرا صندوق لے آؤ۔ حکم کی تعمیل کی گئی آپ نے ایک دستار نکالی اور اپنے مبارک ہاتھوں سے میری دستار بندی فرمائی۔ دعاؤں سے نوازا، اور خلافت عطا فرمائی۔ تمام اہل ارادت نے مجھے مبارک باد دی۔ یہ داستان عقیدت آپ نے اپنے ایک عزیز عبداللہ یزمفکر کو لکھوائی۔ (۱۲۶)

اپنے شیخ طریقت سے والہانہ عقیدت:

ہر مرید اپنے شیخ طریقت سے غیر مشروط محبت کا دم بھرتا ہے، وقت بیعت اپنا ہاتھ اپنے شیخ کے ہاتھ میں دے کر رب تعالیٰ کی عبادت، اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ومحبت، خلق خدا کی خدمت اور اپنے شیخ کی اتباع کا عہد کرتا ہے۔ مگر کچھ ہی

خوش نصیب مرید ایسے ہوتے ہیں جو مراد کو پہنچتے ہیں۔ سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی اُن ارادت مندوں میں سے ہیں جنہوں نے زندگی بھر اپنے شیخ کی خدمت اور عزت کو دین دنیا کی سعادت جانا۔ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی سے شرف بیعت حاصل کرنے کے بعد آپ ہی کے نام پر اپنے ادارہ کی داغ بیل ڈالی۔ اپنے شیخ کریم سے باقاعدہ افتتاح کرایا۔ کراچی آمد پر اپنے ادارہ میں قیام و طعام کا اہتمام خوش قسمتی یقین کیا۔ آستانہ عالیہ سیال شریف کی حاضری کو ہر کام پر ترجیح دینا شعار بنایا۔ شیخ کریم کا ہر حکم بجالانا فرض جانا۔ شیخ کی ذات سے منسوب ہر شے کا احترام لازمی تصور کیا۔ جب بھی شیخ کریم کا سفارشی خط آیا، کسی بات کا حکم فرمایا، بلاچون و چرا تسلیم و رضا کا پیکر بن کر حکم شیخ پر عمل کیا۔

سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی کو سفر و حضر میں اپنے شیخ طریقت کی خدمت کا موقع ملا۔ حرمین طیبین کا کئی بار سفر بھی آپ کی معیت میں نصیب ہوا۔ آپ نے ہر گام اور ہر مقام پر ایک سچے اور پکے مرید ہونے کا ثبوت دیا۔ جب کبھی کسی شخص نے آپ کے مرشد کے حوالہ سے آپ سے کوئی مطالبہ کیا۔ کسی شے کی خواہش کا اظہار کیا، آپ نے اپنی ارادت کا کامل ثبوت فراہم کرنے میں تاخیر نہیں کی۔ راقم نے ایسے لوگ کم دیکھے ہیں جو اپنے پیر و مرشد سے اس قدر والہانہ عقیدت و محبت رکھتے ہوں۔ اپنے اداروں کی کامیابی، اپنی خوشحالی، اپنے اساتذہ و طلباء کی کامرانی، دین دنیا کی شادمانی، آپ نے ہمیشہ اپنے شیخ کریم کی دعاؤں کا صدقہ قرار دیا۔ شیخ کریم کے احوال، عظیم دینی، مذہبی، تعلیمی، ادبی، تنظیمی، سیاسی، اصلاحی، عمرانی خدمات کو اُجاگر کرنے کے لئے جو عظیم کتاب ''فوز المقال'' ترتیب دی گئی اور جسے ۷ جلدوں میں شائع کرنے کا منصوبہ بنا۔ بے شمار تنظیموں اور خانقاہوں سے اس کی طباعت کا کام نہ ہو سکا۔ مؤلف نے آپ سے رجوع کیا اور آپ نے اپنے شیخ سے والہانہ عقیدت کا ثبوت دیتے ہوئے آمنا و صدقنا کا نعرہ بلند کیا۔ اب آپ کے اہتمام و انتظام سے یہ کتاب طباعت کے مرحلے طے کر چکی ہے۔ ایک ضخیم جلد پریس میں ہے۔ چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلد بالترتیب اشاعت پذیر ہو چکی ہے۔

فروغِ علم کیلئے خدماتِ جلیلہ:

مدارس کا قیام۔

اشاعتِ کتب۔

رسائل و جرائد کی سرپرستی۔

رفاہی خدمات:

سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی متوکل علی اللہ ایک ایسے مردِ قلندر ہیں کہ بے سروسامانی میں اپنے مولیٰ عزوجل پر بھروسہ کر کے کام کا آغاز کرتے ہیں اور دنیا دیکھتی رہ جاتی ہے کہ مسبب الاسباب پروردگار اُن کی دستگیری فرماتا ہے اور اُن کا منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچ کر خدمات کی انجام دہی میں مصروف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آپ نے فروغ علم کے لئے درج ذیل مدارس قائم کیئے۔

- دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ، خیابانِ جامی، پنجاب کالونی، کراچی۔
- دارالعلوم ضیاء القرآن سلیمانیہ، اعظم بستی، کراچی۔
- دارالعلوم سلیمانیہ، کہکشاں کلفٹن، کراچی۔
- جامعہ محمدیہ سلیمانیہ، زمان آباد شریف، میانوالہ اخلاص (پنڈی گھیب اٹک)۔
- دارالعلوم معین الاسلام، مسافری مسجد کینٹ ریلوے اسٹیشن، کراچی۔

دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ:

قیام: (تاریخ۔ مقام):

سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی نے ''انجمن قمرالاسلام سلیمانیہ'' کے زیرِ انتظام یہ ادارہ ۱۹۶۳ء میں قائم کیا۔ یہ پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی کی نامور ہاؤسنگ سوسائٹی D.H.A. سے متصل پنجاب کالونی، خیابانِ جامی پر واقع ہے۔

وجہِ تسمیہ:

بانیٔ قمرالاسلام نے اپنے پیر و مرشد شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی قدس سرہ

کے اسم گرامی کی مناسبت سے اس کا نام قمرالاسلام اور خانوادۂ سیال شریف کے مرشد گرامی پیر پٹھان خواجہ محمد سلیمان تونسوی علیہ رحمۃ الباری کے نام نامی کی نسبت سے سلیمانیہ تجویز کیا۔ یوں اپنے ادارے کا پورا نام "دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ" رجسٹرڈ کرایا۔ ان نسبتوں کے طفیل "قمرالاسلام" کا فیضان اتنا عام ہوا کہ بانی قمرالاسلام شاداں وفرحاں ہو کر تحریر کرتے ہیں:

> "ربّ کریم نے مجھ پہ اپنا خاص کرم فرماتے ہوئے پیر پٹھان حضرت شاہ سلیمان تونسوی کے محبوب اور کثیر الفیضان مرید اور خلیفہ پیر سیال لجپال خواجہ شمس العارفین سیالوی کے افادات، برکات، فیوضات اور کمالات کے مظہر و امین اور آپ کے چوتھے سجادہ نشیں، شیخ الاسلام والمسلمین علامہ خواجہ محمد قمرالدین سیالوی کے دامن سے وابستگی کے شرف و سعادت سے نوازا۔ جس لجپال کی ذات کی عنایات اور نوازشات اپنی مثال آپ ہیں، اُس لجپال ذات کی نسبت سے اور اس کی سرپرستی میں ظاہری بے سروسامانی کے عالم میں قائم ہونے والے ادارہ دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ کو ربّ کریم نے عالمی سطح پر خدمت علم و دین کے شرف سے نوازا۔" (۱۲۷)

دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ، ملک عزیز پاکستان کے نامور مدارس دینیہ میں ایک ہے۔ اس کی شہرت دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے۔ جس طرح چاند طلوع ہو تو سارے عالم کو اس کی کرنیں منور کرتی ہیں بفضلہٖ تعالیٰ "اسلام کا یہ چاند" (قمرالاسلام) سارے جہاں میں علم و ادب کا نور بانٹ رہا ہے۔ اس کے فیض یافتگان سارے جہاں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے تلامذہ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ کم وبیش ۱۰ برس قبل "مجلہ کاروانِ قمر" کے مدیر اعزازی ڈاکٹر نور احمد شاہتاز نے اپنے ادارتی نوٹ میں لکھا:

> "دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ" نے گزشتہ تیس برسوں میں سینکڑوں شاہین صفت نونہالوں کی علمی و دینی تربیت کا فریضہ انجام دیا ہے، جو آج ملک کے اُن مایہ ناز جوانوں میں شامل ہیں، جن کے کندھوں

پر ملک وقوم کی ترقی و رہنمائی کی بھاری ذمہ داری ہے۔ قمرالاسلام نے خاصے مردانِ کار پیدا کیے ہیں مگر وہ ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانوں کی طرح بکھر گئے ہیں، انہیں مربوط کرنے کی ضرورت ہے۔" (۱۲۸)

"قمرالاسلام" کے درج ذیل شعبہ جات مصروف خدمات ہیں:

(الف): شعبہ تعلیم القرآن (ناظرہ، حفظ، تجوید):

اس شعبہ میں قرآن کریم ناظرہ، حفظ اور ازاں بعد دو سال تجوید و قرأت کا کورس مکمل کرایا جاتا ہے۔ طلباء کی اکثریت دارالاقامہ میں مقیم ہے۔ صرف ناظرہ پڑھنے والے بچے اور بچیاں (طلباء و طالبات) صبح و دوپہر (دو شفٹوں میں) پڑھ کر گھروں کو جاتے ہیں۔ دو مستقل اُستاذ ان کی تدریس پر مامور ہیں۔

اس شعبہ میں حفظ کی تین کلاسیں ہیں۔ قاری علی اکبر قاسمی، قاری محمد اقبال سعیدی اور قاری محمد رمضان صاحب ہمہ وقت اس شعبہ کے لئے وقف ہیں۔ ۱۰۰ کے قریب طلباء ان کلاسوں میں قرآن کریم حفظ کر رہے ہیں۔ سینکڑوں طلباء حفظ مکمل کر کے دوسرے شعبوں یا دیگر مدرسوں میں مصروف علم ہیں۔ الحمدللہ اس شعبہ کی کارکردگی کو ممتحن حضرات نے سراہا ہے۔

شعبۂ تجوید و قرأت میں قاری محمد اکرم نقشبندی اور قاری محمد حسین رضوی تدریسی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ اس شعبہ میں اُستاذ القرأ قاری غلام حسین شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ برسوں اپنا فیض بانٹتے رہے۔ نامور قرأ آج بھی اُن کا صدقۂ جاریہ ہیں۔ اُن کے برادر عزیز مؤلف رحمانی قاعدہ قاری عبدالرحمٰن شجاع آبادی دامت برکاتہم بھی کئی سال تدریسی خدمات پر مامور رہے۔ اس وقت باقاعدہ کلاس یہ کورس مکمل کر رہی ہے۔ اس شعبہ کے طلباء مختلف مقابلہ ہائے قرأت میں شریک ہو کر اپنی مہارتوں کا لوہا منوا چکے ہیں۔ کئی اعزازات اور اسناد و نقد انعامات حاصل کر چکے ہیں۔ "قمرالاسلام" کے مہتمم کے دفتر میں سجی ٹرافیاں ان مقابلوں کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ ملکی اور بین الاقوامی سطح کے مقابلہ جات میں بھی یہاں کے فیض یافتگان شریک ہو کر اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر چکے ہیں۔ قاری محمد اکرم نقشبندی کے ایک شاگرد قاری

رحمت اللہ نقشبندی کل سندھ مقابلہ حسن قرأت میں اول انعام جیت کر پہلی پوزیشن حاصل کرنے کا اعزاز حاصل کر چکے ہیں۔

شعبۂ درسِ نظامی:

اس شعبہ میں تفسیر، حدیث، اصول تفسیر، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، بلاغت، معانی، جملہ علوم کی تدریس کا اہتمام ہے۔ طلباء کو علومِ شرقیہ، ادیب، عالم اور فاضل عربی کے امتحانات بورڈ سے دلوائے جاتے ہیں۔ الحمدللہ اہلسنت کی تنظیم "تنظیم المدارس اہلسنت" سے باقاعدہ ادارہ کا الحاق ہے۔ طلباء مختلف شعبۂ جات کے امتحانات میں نمایاں کامیابیاں حاصل کر چکے ہیں۔

بانیٔ قمرالاسلام نے اس شعبہ میں نمایاں ترین مدرسین علماء کا اہتمام کیا۔ "قمرالاسلام" کی تاریخ گواہ ہے کہ ملکِ عزیز کے نامور علماء بطور مدرس یہاں تدریس کی زینت رہے۔

فاضل اجل علامہ عبدالحئی چشتی، علامہ پروفیسر سید منتخب الحق قادری، شیخ الحدیث علامہ ابو الطاہر محمد رمضان، علامہ ڈاکٹر محمد معصوم، علامہ ڈاکٹر شیخ عبدالجواد مصری، علامہ شیخ عبدالغنی مصری، علامہ مختار احمد ضیاء، علامہ ریاض محمود (بچلاں، میانوالی)، علامہ مفتی خالد محمود خالد، علامہ حافظ اللہ بخش اویسی، علامہ محمد بشیر احمد تونسوی، علامہ محمد بشیر سیالوی، علامہ منظور احمد چشتی، علامہ محمد یوسف فاروقی، علامہ ڈاکٹر محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری، مولانا حافظ محمد اقبال قادری، مولانا محمد ریاض سعید، علامہ قاری جان محمد جیسے عظیم ترین لوگ اس شعبہ میں مصروف تدریس رہے۔ راقم کو بھی پندرہ برس تک اس ادارے میں تدریسی خدمات انجام دینے کی سعادت حاصل رہی۔ ان دنوں درج ذیل حضرات مصروف کار ہیں:

- علامہ مفتی محمد عبدالعزیز سیالوی، شاگردِ عزیز شیخ القرآن مولانا منظور احمد چشتی۔
- مولانا اللہ بخش، شاگردِ عزیز شیخ القرآن مولانا منظور احمد چشتی۔
- مولانا سید عابد حسین شاہ، فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف۔

- مولانا نذر محمد راہی، فاضل دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ۔
- مولانا اختر حسین نقشبندی، فاضل دارالعلوم سعیدیہ کاظمیہ، کراچی۔
- مولانا محمد نواز سعیدی، فاضل جامعہ نظامیہ، لاہور۔
- قاری نعیم اختر، عصری علوم کی تدریس پر مامور ہیں۔

حکومتی پابندیوں سے قبل ''قمرالاسلام'' میں بیرون ممالک کے بے شمار طلباء مختلف شعبہ جات میں زیر تعلیم رہے۔ دارالعلوم کے داخلہ خارجہ رجسٹر میں ان کا باقاعدہ ریکارڈ موجود ہے۔ ملک کے مختلف شہروں اور آزاد کشمیر و بلتستان کے طلباء اس شعبہ میں پڑھ رہے ہیں۔ یہ طلباء ہاسٹل ہی میں قیام پذیر ہیں۔

شعبۂ تصنیف وتالیف:

اس شعبہ کے زیر انتظام گزشتہ ۱۵ سالوں سے تسلسل کے ساتھ ''ماہنامہ کاروان قمر'' صحافتی میدان میں خدمات انجام دے رہا ہے۔ یہ علمی اور ادبی جریدہ پاکستان بھر اور آزاد کشمیر وشمالی علاقہ جات کے علاوہ دنیا کے مختلف ملکوں میں پڑھا جاتا ہے۔ اس کے خلاص نمبر قارئین سے داد تحسین پا چکے ہیں۔ اس شعبہ نے ''قمرالاسلام'' کی کارکردگی رپورٹ ''روئیداد'' کی صورت میں شائع کی۔ اس کا دستور ترتیب دیا۔ پھر اسے طبع کرایا۔ ادارہ کے طلباء و اساتذہ کی قلمی وعلمی کاوشیں اس شعبہ نے طبع کرائیں۔ ''قمرالاسلام'' کی کارکردگی رپورٹس کتابچوں کی صورت میں یہی شعبہ طبع کراتا ہے۔ اخباری بیانات جاری کیے جاتے ہیں۔ پھر ان کا باقاعدہ ریکارڈ (تراشوں) کی صورت میں یکجا کیا جاتا ہے۔

''قمرالاسلام'' کے بانی اور مہتمم اس شعبہ کی سرپرستی فرماتے ہیں۔ اب تک بے شمار کتابیں زیور طباعت سے آراستہ کی گئیں۔

''قمرالاسلام'' کیسے قائم ہوا؟ اس کے نام رکھنے کا بانئ قمرالاسلام کو کیا خیال آیا؟ آپ کے مرشد کریم کس طرح تشریف لائے۔ کن دعاؤں سے نوازا؟ ''قمرالاسلام'' کی ابتداء کیسے اور کن حالات میں ہوئی؟ اس کا فیض کہاں کہاں پہنچا۔ یہ داستان شوق ''طلع البدر علینا'' کے عنوان سے ماہنامہ کاروان قمر کے ''شیخ الاسلام نمبر'' میں شائع ہوئی۔ ملاحظہ ہو:

''یہ آج سے کم و بیش ۳۳ برس پہلے کی بات ہے ۱۹۶۳ء کے شب و روز تھے۔ میں نے بے سرو سامانی کے عالم میں اللہ جل جلالہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطف و کرم کا سہارا لے کر ایک دینی ادارے ''دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ'' کے قیام کا عزم کیا۔ برصغیر کے نامور اور بزرگ تر مشائخ چشت اہل بہشت، خواجہ خواجگان خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام حضرت علامہ خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام نامی کی مناسبت سے میں نے دارالعلوم کا نام قمر الاسلام سلیمانیہ رکھا۔ میرا عقیدہ اور ایمان تھا کہ میرا مہربان خدا، اپنے حبیب محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اور اپنے ان برگزیدہ اولیاء کے تصدق سے میری دستگیری فرمائے گا۔ میری مشکلیں آسان کرے گا، حائل رکاوٹیں دور کرے گا، میرا معین و مددگار بنے گا، مجھے کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار کرے گا، میرے خوابوں کی حسین تعبیر کا سامان کرے گا، میرے عزائم کی تکمیل کے اسباب پیدا کرے گا، میری امیدوں کو بر لائے گا، میری آرزوؤں اور امنگوں کو پورا کرے گا اور ایک روز آئے گا دنیا میرے اس گلشن کی بہاریں دیکھنے آئے گی۔ اس کا فیض عام ہوگا، اس کی شہرت کے ڈنکے بجیں گے، اس کی رفعت کا پرچم لہرائے گا، ''قمر الاسلام'' چاند کی مانند سارے عالم کو منور کرے گا۔ اس سے علم و فضل کی مقدس کرنیں پھوٹیں گی، اس سے علوم و فنون کے نہ بجھنے والے چراغ جلیں گے۔ اس چشمۂ شیریں سے فیضیاب ہونے کیلئے ملک کے کونے کونے سے، عالم کے گوشے گوشے سے تشنگان علم آئیں گے، مشائخ، علماء، فضلاء، دانشور، مفسر، محدث، مفکر، مدبر، معززین اور مشاہیر کی تشریف آوری ہوگی۔ چوٹی کے مدرسین کا انتظام ہوگا، قرآنی تعلیمات کا فیض عام ہوگا۔

اور پھر ایک روز مجھے پتہ چلا، میرے پیر و مرشد، آستانہ عالیہ سیال شریف (سرگودھا) کے سجادہ نشین، عالم اسلام کی نامور ہستی، شیخ الاسلام، خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، میرے شہر کراچی تشریف لائے ہیں اور اپنے مریدین و محبین (پراچہ فیملی) کے ہاں قیام فرما ہیں۔ میں اپنے مہربان اور قدردان دوست مولانا حافظ عبدالکریم حیدری مدظلہ (حال مقیم تحصیل صادق آباد، رحیم یار خان) کو ہمراہ لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

''ہم نے ایک پسماندہ بستی پنجاب کالونی میں ''دارالعلوم قمر الاسلام

سلیمانیہ" کے نام سے مدرسہ شروع کیا ہے۔ آپ رونق بخشیں اور
کامیابی کی دعا فرمائیں۔"

آپ نے کمال عنایت وشفقت سے ہماری دعوت قبول فرمائی اور اگلے دن عصر کے وقت تشریف آوری کا وعدہ فرمایا۔ اگرچہ بعض احباب نے پسند نہ کیا کہ ایک نئی اور غیر آباد جگہ، ایک نئے اور غیر معروف ادارے میں آپ تشریف لے جائیں۔ مگر سادات کا غیر معمولی احترام، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس خاندان کی نسبت ہماری خوش بختی کا باعث بنی اور آپ نے فرمایا:

"سید صاحب کا حکم ہے میں ضرور جاؤں گا۔"

اگلے روز خوشی خوشی ہم آپ کی رہائش گاہ پر حاضر ہوئے۔ آپ اپنے خلفاء اور احباء کے ہمراہ حسب وعدہ پنجاب کالونی کے لئے روانہ ہو گئے۔

یہ ربیع الاول شریف کے مقدس مہینے کی ۱۶ تاریخ تھی۔ سن ہجری ۱۳۸۷ھ تھا۔

میری آنکھوں کو آج بھی وہ گہر بار، یادگار اور دلبہار منظر یاد ہے۔ جب میرے پیر و مرشد، شیخ الاسلام، حضرت العلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی (رحمۃ اللہ علیہ) عصر و مغرب کے مابین ظاہری بے سرو سامانی کے باوجود چٹائیوں کی جھونپڑی میں قائم "دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ" میں رونق افروز ہوئے۔ کہاں مجھ جیسا نووارد اور غیر معروف شخص اور کہاں عالم اسلام کی مقتدر اور نامور شخصیت! میں اور میرے رفقائے کار، میرے معین و مددگار حاجی محمد یار سعیدی، حافظ عبدالرشید، مولانا عبدالغفور، حضرت کی تشریف آوری پر بے حد مسرور ہوئے۔ مجھے تو یوں لگا: میرے "قمرالاسلام" میں اسلام کا، ایمان کا، عرفان کا، ایقان کا، فیضان کا، انعام واکرام کا، فضل واحسان کا ایک مقدس چاند طلوع ہوا ہے۔ ویسے بھی آپ اپنے نام نامی اسم گرامی "محمد قمرالدین" کی مناسبت سے "دین کے چاند" ہیں۔ اس چاند کی نورانی کرنیں پاکستان اور اطراف عالم میں ان کے بے کنار اور بے شمار مریدین اور متوسلین کی صورت میں ضوفشاں ہیں۔ "ضیاء شمس الاسلام" سے اکتساب کرنے والے طلباء پوری دنیا میں علم وعرفان کی روشنی بانٹ رہے ہیں۔ ایک جہاں اس چاند کی روشنی سے منور ہے۔ ایک عالم ان کے بلند مقام و

مرتبہ سے آشنا ہے۔ ایک دنیا ان کی عظمت و رفعت کی معترف ہے۔

چنائیوں سے بنی ایک جھونپڑی میں بچھی چارپائی پر آپ بیٹھ گئے۔ اللہ و رسول کے دین کی تبلیغ اور قرآن و حدیث کی تدریس کے لئے قائم ہونے والے اپنے نام سے منسوب "قمر الاسلام" کے در و دیوار کو ایک نگاہ دیکھا، منتظمین کے اخلاص و ایثار کو ملاحظہ فرمایا، عقیدت و محبت کی فضاء کو محسوس کیا اور فرمایا:

"کاغذ لاؤ میں کچھ لکھ دوں۔"

چنانچہ آپ نے عربی زبان میں اپنے گراں قدر تاثرات، اپنے گرانمایہ خیالات اور دلآویز دعوات رقم فرمائے۔ یہ اصول تحریر آج بھی موجود ہے اور دارالعلوم کے "رجسٹر برائے آراء و تجاویز" میں صفحہ اول پر درج ہے۔

اس عربی تحریر کا خوبصورت اور دلآویز ترجمہ اور خلاصہ "قمر الاسلام" کے مہتمم ابوالازہر سید عظمت علی شاہ صاحب ہمدانی نے ان الفاظ میں کیا ہے جو ادارہ کی روئیداد میں آج بھی مرقوم ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔
سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈرسنانے والا اور درود و سلام، اس رسول، نبی امی اور اس کے حبیب و محبوب پر کہ جن کو بشارت دینے والا اور ڈرسنانے والا اور عالمین کے لئے رحمت بنا کر ہماری طرف مبعوث فرما کر ہم پر احسان فرمایا اور ان کے تمام آل و اصحاب پر۔
امابعد! پس اس حقیر وضعیف نے اس مدرسہ مبارکہ کی زیارت کی، جس کی بنیادیں خلوص و تقویٰ پر استوار کی گئیں۔ گویا کہ یہ ان مدارس کی یاد تازہ کرتا ہے کہ صدر اسلام میں ان مدارس سے اسلام و دین قویم کے

آفتاب و ماہتاب نکلے اور میں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس مدرسہ کو نقطہ عروج پر لے جائے اور ہمیشہ عروج پر رکھے اور اس دعا پر اللہ قدیر اور لائق اجابت سے مدد چاہتا ہوں اور اس مدرسہ کو ایسا بنا دے کہ اس سے علم و ہدایت کے ماہ کامل بن کر نکلیں اور میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ لوگوں کے دل اس مدرسہ مبارکہ کے شروع کرنے والے کی طرف متوجہ فرما دے۔ یعنی سید شریف شاہ محمد منظور ہمدانی، اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے اور ان کے کام میں برکت دے۔ پس تحقیق بہتر ہے۔ یہ کہ پیروی کی جائے نیت مبارکہ کے خلوص کی اور اللہ ہی مددگار ہے اور اسی پر بھروسہ ہے اور میں اپنے رب کا بندہ ہوں جو محمد قمر الدین کے نام سے مشہور ہوں۔ سیال شریف کا رہنے والا۔ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کی مغفرت اور عیبوں کی ستر پوشی فرمائے۔ آمین اور یہ میں نے ۱۶ ربیع الاول ۱۳۸۳ ہجری سید المرسلین خاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تحریر کیا۔"

میرا عقیدہ ہے کہ میرے مہربان خدا نے ایک بندہ مومن، ایک ولی کامل، ایک فاضل اجل، ایک عاشق رسول، ایک مخلص رہبر و رہنما، ایک مشفق پیر و مرشد کے دل سے نکلی ہوئی یہ صدا اور دعا شرف قبولیت سے نوازی اور میں نے گزشتہ کم و بیش ۳۴ سالوں میں ابتلاء و آزمائش، عروج و ترقی اور کامیابی و کامرانی کے اس طویل سفر میں ان دعائیہ کلمات کے فیضان کو ہر لمحہ محسوس کیا۔ رب ذوالجلال نے مجھے آزمائش اور مشکلات کی گھڑیوں میں بھی استقامت عطا کی۔ لوگوں کے دل میری اور میرے ادارے کی جانب مائل ہوتے گئے۔ "قمر الاسلام" واقعی علوم اسلامیہ و عصریہ اور فنون دینیہ کے افق پر آفتاب و مہتاب بن کر چمکتا رہا۔ خالق کائنات نے اس ادارہ کو علم و حکمت اور ہدایت کا مطلع بنائے رکھا۔ مشکلیں آسان ہوتی رہیں، رکاوٹیں دور ہوتی چلی گئیں۔ مخالفتیں دم توڑتی رہیں، کامیابی کی راہیں کھلتی رہیں، معاونین پیدا ہوتے رہے، رب کریم نے میرے مرشد کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ

کی لاج رکھی، ایک ایک دعا قبول فرمائی، یہ انہی کی نگاہِ کرم کا شیریں ثمر ہے کہ آج میرا ''قمرالاسلام'' نہ صرف پاکستان بلکہ سارے جہان میں متعارف ہے۔ اس سے فیض پانے والے ملک کے چپے چپے اور کونے کونے میں موجود ہیں۔ مملکت سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بحرین، کویت، قطر، ہالینڈ، لندن، ساؤتھ افریقہ، موزمبیق، یوگنڈا، مالی، سینیگال، آسٹریلیا اور نجانے کہاں کہاں اس چشمۂ شیریں سے فیض پانے والے موجود ہیں۔ میں دنیا میں جہاں جاتا ہوں، اپنے طلباء دیکھ کر شاداں و فرحاں ہوتا ہوں۔ جس محفل میں شریک ہوتا ہوں، میرا ''قمرالاسلام'' میرا تعارف اور میری پہچان کا نشان بن جاتا ہے اور پھر آج سے کم و بیش ۴۴ سال پہلے کے مشکل حالات اور بے سروسامانی کے واقعات کی جانب متوجہ ہوتا ہوں جب میں بالکل تہی دامن تھا۔ نہ میرے پاس علم و عمل کا کوئی خزانہ تھا، نہ میرے پاس مال و دولت کی پونجی تھی، نہ شہر میں کوئی واقف اور معاون تھا۔ کوئی معین تھا نہ کوئی مشیر تھا اور سچ پوچھیں تو میں صرف ایک سفیر تھا اور آج میں ''قمرالاسلام'' کی شہرت اور مقبولیت کا تصور کرتا ہوں، اس کی دیدہ زیب عمارت دیکھتا ہوں، اس کی ذیلی شاخوں کی کامیابی نگاہ میں لاتا ہوں، اس کے فارغ التحصیل طلباء کی عزتیں اور عظمتیں خیال میں لاتا ہوں، اس کی ناموری اور اس کی چار سو پھیلی مشہوری کی خوشبو محسوس کرتا ہوں تو اپنے رب کردگار کے کماحقہٗ شکر کے لئے الفاظ نہیں پاتا۔ واقعی میرے مرشد کریم کی دعا میری کامیابیوں، میری کامرانیوں، میری خوشیوں اور میری مسرتوں کی نوید لے کر آئی۔ ان کی دعاؤں کے طفیل لوگوں کے دل آج بھی میری جانب مائل ہیں۔ مجھے فخر ہے کہ میں نے جو پودا لگایا تھا اور جس کی آبیاری کے لئے برسوں کوشاں رہا، بحمدہٖ تعالیٰ وہ پھلدار درخت کی طرح ایک جہاں کو فیضیاب کر رہا ہے اور صدقۂ جاریہ کے طور پر سدا فیض رساں رہے گا۔ میرا لگایا ہوا باغ اپنے ثمرات بانٹ رہا ہے اور ہمیشہ بانٹتا رہے گا اور میرا عقیدہ ہے یہی میری مغفرت اور بخشش کا بہانہ بنے گا۔ میری دعا ہے رحمان و رحیم مولیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل میرے والدین کریمین اور میرے مرشد کریم و عظیم پر اپنی کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے۔ ان کے حسنات سے مستفید فرمائے، ان کی قبریں منور و معطر فرمائے۔ میرا گلشن ''قمرالاسلام'' سدا پھلتا اور پھولتا رہے۔

(آمین)۔اس گلشن کے لئے آج بھی ہمارا یہی عزم ہے کہ ؎

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رخِ برگِ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے" (۱۲۹)

قمرالاسلام کے فیض یافتگان کے قائم کردہ ادارے:

"قمرالاسلام" سے فیض پانے والے ملک اور بیرون ممالک متعدد مقامات پر علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ بے شمار فیض یافتگان دینی مدارس، اسکولز، کالجز، یونیورسٹیز میں تدریس پر مامور ہیں۔ متعدد پاک فوج میں بطور خطیب مصروف عمل ہیں، ان گنت خطیب کے منصب پر فائز ہیں اور لاتعداد اپنے قائم کردہ اداروں میں علم کی خدمت کر رہے ہیں۔ ذیل میں چند نامور فیض یافتگان اور اُن کے اداروں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

دارالعلوم سیفیہ معصومیہ قمرالاسلام، بھیرہ، ہری پور ہزارہ:

تحصیل و ضلع ہری پور کے گاؤں بھیرہ، نزد پنیاں کا یہ ادارہ حافظ محمد شیراز خان ہزاروی نے جنوری ۲۰۰۲ء میں قائم کیا۔ قصبہ نما گاؤں بھیرہ کی جس جامع مسجد میں آپ خطیب ہیں، اس کا نام بھی جامع مسجد قمرالاسلام ہے۔ پونے دو کنال قطعۂ زمین پر اس ادارہ کا سنگ بنیاد نامور عالم دین مفتی سیف الرحمٰن صاحب نے رکھا۔ افتتاحی تقریب میں سرحد کے سابق صوبائی وزیر مذہبی اُمور قاری روح اللہ مدنی بھی موجود تھے۔

قاری محمد عبدالقیوم محمود، عالمی مقابلہ حفظ کے فاتح اور معروف اُستاذ قرأت کے طور پر منفرد مقام رکھتے ہیں۔ آپ ان دنوں دارالعلوم حنفیہ غوثیہ، پی ای سی ایچ سوسائٹی طارق روڈ کراچی کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ یہ ادارہ حال ہی میں تعمیر نو کے مرحلہ سے گزرا ہے۔ اس سے متصل جامع مسجد غوثیہ کی امامت و خطابت بھی آپ کے ذمہ ہے۔ انتظامی ذمہ داریوں کے علاوہ آپ قرأت سبع عشرہ کی کلاس کو پڑھانے کی خدمت بھی انجام دیتے ہیں۔ مدارسِ دینیہ کے طلباء کا امتحان لینے کے لئے آپ کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں بالخصوص مدارسِ قمرالاسلام کے شعبۂ تعلیم القرآن کے آپ ممتحن ہیں۔

دارالعلوم ضیاء القرآن، چکوال:

یہ ادارہ قمرالاسلام کے بے لوث سابق طالب علم مولانا خلیل احمد برکاتی نے قائم کیا۔ ضلع چکوال کے مضافات میں ڈھوک گجر، ڈاکخانہ آرہ براستہ بشارت میں ''دارالعلوم ضیاء القرآن'' قرآن کریم کی ضیاء بکھیر رہا ہے۔

دارالعلوم انوار القرآن، بلدیہ ٹاؤن، کراچی:

یہ ادارہ ''قمرالاسلام'' کے سابق طالب علم مولانا غلام مصطفیٰ ہزاروی اور اُن کے ساتھیوں کی کاوشوں کا ثمر ہے۔ مولانا غلام مصطفیٰ ہزاروی اگرچہ ان دنوں لندن میں مقیم ہیں مگر برسوں پہلے اپنے قائم کردہ اس ادارہ کے تعاون سے وہ غافل نہیں۔ اُن کا عزیز قاری محمد بشیر قادری ادارہ کے نظم ونسق کا ذمہ دار ہے۔ یہ ادارہ بلدیہ ٹاؤن کراچی میں مصروف خدمت علم ہے۔

جامعہ علمیہ رضویہ ضیاء القرآن (رجسٹرڈ) اسلام آباد:

وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کے سیکٹر I/10/4 میں قائم اس ادارہ کے مہتمم قمرالاسلام کے فیض یافتہ، شعلہ بیاں مقرر حافظ طالب حسین اعوان ہیں۔ اس سے متصل جامع مسجد حیات النبی کے آپ خطیب ہیں۔ پُرسکون، پُرامن گرین سیکٹر سے متصل جامعہ علمیہ رضویہ ضیاء القرآن میں مقامی طلباء کے علاوہ رہائشی طلباء بھی کثیر تعداد میں ہیں۔ حافظ طالب حسین اعوان زمانہ طالب علمی میں مقابلہ ہائے تقاریر کے فاتح کے طور پر معروف رہے۔ اب برسوں سے یہاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

جامعہ اسلامیہ قمرالمدارس، دیر بالا:

دیر بالا، چترال مالاکنڈ ڈویژن، صوبہ سرحد کا دور دراز علاقہ ہے۔ یہاں قمرالاسلام کے چند باہمت طلباء نے اپنی مدد آپ کے تحت ادارہ قائم کیا۔ مولانا محمد رحیم اور مولانا شاہ زمین دیروی اس کے انتظام و اہتمام کے ذمہ دار ہیں۔ ان کا ساتھی اور قمرالاسلام کا ذہین طالب علم مولانا سلطان زرین ان کا معاون ہے۔ دور افتادہ اور پسماندہ اس علاقہ میں علم دین

کی شمع جلانے والے حقیقی مجاہد ہیں۔ ''قمرالاسلام'' کے فیض یافتگان نے اپنی مادر علمی سے محبت اور نسبت کی خاطر اپنے ادارہ کا نام ''قمرالمدارس'' رکھا ہے۔ قبل ازیں حافظ محمد شیراز ہزاروی نے اپنے دارالعلوم کا نام سیفیہ معصومیہ قمرالاسلام اسی جذبہ سے رکھا۔

الصادق اکیڈمی، ماڈل ٹاؤن، اسلام آباد:

قمرالاسلام کا فیض یافتہ جواں فکر، جواں سال قاری محمد ممتاز اس اکیڈمی کا منتظم ہے۔ ۱۱۴۴، ماڈل ٹاؤن ہمک، سہالہ روڈ، اسلام آباد میں یہ اکیڈمی قائم ہے۔ قاری محمد ممتاز قرآنی تعلیمات کی بہتر خدمات کے ساتھ مصروف عمل ہیں۔

جامعہ سعیدیہ انوارالرحمٰن وڈھ بلوچستان:

قاری عبدالباسط، نامور اُستاذ قرأت، اُستاذ القرأ قاری عبدالرحمٰن سعیدی بلوچستانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں۔ قمرالاسلام کے فیض یافتگان میں سے ہیں۔ اپنے والد گرامی کے قائم کردہ جامعہ سعیدیہ انوارالرحمٰن کے اہتمام وانتظام میں اپنے دیگر بھائیوں اور معاونین کے ساتھ مصروف خدمت ہیں۔ یہ ادارہ بلوچستان کے علاقہ وڈھ میں کلی شیر جان میں واقع ہے اور یہ خضدار ضلع میں آتا ہے۔ یہ ادارہ اس وقت قاری عبدالباسط کے برادر صغیر درویش صفت جواں فکر مولانا عبدالحامد نقشبندی کی نگرانی میں خدمات انجام دے رہا ہے۔

اقرأ اسلامک سینٹر، کراچی:

یہ مدرسہ حافظ کوثر علی مغل کی کاوشوں اور اُن کے دوستوں کی معاونت کا ثمر ہے۔ چانڈیو ولیج، مین خیابان جامی نزد دہلی کالونی میں قائم یہ ادارہ طلباء و طالبات کی قرآنی تعلیمات کے لئے علاقہ بھر میں شہرت رکھتا ہے۔ حافظ کوثر علی مغل آزاد کشمیر کے رہنے والے ہیں اور قمرالاسلام کے فیض یافتگان میں فعال و متحرک شخصیات میں نمایاں ہیں۔ یہ ادارہ باقاعدہ سالانہ جلسہ تقسیم اسناد و انعامات کا انعقاد کرتا ہے۔ علمائے کرام کو مدعو کیا جاتا ہے اور طلباء و طالبات کو اسناد و اعزازات سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ رشید آباد نیو لیبر کالونی، کراچی:

معروف خطیب مولانا خلیل الرحمٰن چشتی اس ادارہ کے مہتمم ہیں۔ خلیل الرحمٰن چشتی زمانہ طالب علمی میں تقاریر کے مقابلہ میں شرکت کرتے اور کامراں لوٹتے۔ ان دنوں پوری تگ و دو سے اس ادارہ کی تعلیم و ترقی کے لئے معروف علم ہیں۔ اس ادارہ میں قرآن پاک کی تعلیم کے علاوہ شعبہ درسِ نظامی قائم ہے۔ تجوید و قرأت کے لئے معروف اُستاذ قاری نثار احمد نعیمی کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ ملک کے بیشتر علاقوں سے آئے ہوئے طلباء کی رہائش، خوراک، علاج و دیگر ضروریات زندگی کی کفایت ادارہ کے ذمہ ہے۔ وسیع و عریض مسجد، خوبصورت عمارت، کشادہ اور ہوادار کلاس روم قابل داد ہیں۔

دارالعلوم قادریہ (ٹرسٹ) کوئٹہ بلوچستان:

ملک کے سب سے بڑے صوبہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ کے سریاب روڈ، سیف اللہ کالونی میں قائم اس ادارے کے مہتمم مولانا محمد عباس قادری ہیں۔ محمد عباس قادری قمرالاسلام کے فیض یافتگان میں نمایاں ہیں۔ قبل ازیں اُن کے برادر بزرگوار مولانا محمد قاسم قادری اس ادارہ کا نظم و نسق سنبھالے ہوئے تھے، ان کے وصال کے بعد آپ نے نئے عزم کے ساتھ اس ادارہ کی ترقی کا آغاز کیا۔ حفظ و ناظرہ قرآن کے علاوہ درسِ نظامی کا اہتمام کیا۔ طلباء کی جملہ ضروریات کی کفالت ادارہ کے ذمہ ہے۔ دارالعلوم سے قدرِ فاصلہ پر جامع مسجد غوثیہ میں خطابت کے فرائض بھی مولانا محمد عباس قادری انجام دیتے ہیں۔

ملکِ عزیز پاکستان کے علاوہ مختلف ممالک میں فیض یافتگان نے ادارے قائم کر رکھے ہیں۔ بالخصوص انگلستان میں یہاں کے سابق طلباء نے نمایاں خدمات انجام دیں اور الحمدللہ اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

لندن میں مولانا عبدالشکور قادری، مولانا منظور احمد شاکر، حافظ اختر محمود علوی نے الگ الگ دینی ادارے قائم کر رکھے ہیں اور کامیابی کے ساتھ علمی راہوں پر رواں دواں ہیں۔

بریڈفورڈ (Bred Ford) میں قاضی مفتی حسن رضا صاحب کا ادارہ قابلِ رشک

کارکردگی کا حامل ہے۔ یہاں جامع مسجد حنفیہ میں آپ خطیب ہیں۔ درس نظامی کے بیشتر اسباق خود پڑھاتے ہیں اور خوب پڑھاتے ہیں۔

آسٹریلیا میں حافظ محمد اسلم قادری، ساؤتھ افریقہ میں قاری ازہار المصطفیٰ اور مولانا محمد رفیع اللہ ہزاروی اور کویت میں حافظ محمد عبداللہ اور قاری رحمت اللہ اپنے اپنے مکاتب (اسلامک سینٹرز) میں مصروف کار ہیں۔ گویا یہ ''قمرالاسلام'' کے سفیر ہیں اور جہاں جہاں خدمت دین میں مشغول ہیں، قمرالاسلام کے نام کو روشن کئے ہوئے ہیں۔

دارالعلوم ضیاء القرآن سلیمانیہ اعظم بستی کراچی

تعارف۔ خدمات۔ منصوبہ جات

تعارف:

دارالعلوم انجمن قمرالاسلام سلیمانیہ کا نام، کام اور مقام اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ دارالعلوم ضیاء القرآن سلیمانیہ اسی کا ذیلی ادارہ ہے جو انجمن کے بانی و ناظم اعلیٰ سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی کی خواہشوں، آرزوؤں اور امنگوں کا ترجمان، انجمن کے مہتمم علامہ سید عظمت علی شاہ صاحب ہمدانی کی دعاؤں اور التجاؤں کا فیضان اور مدرسہ کے ناظم حضرت قاری میاں محمد صاحب چشتی کی بے لوث کاوشوں اور پرخلوص کوششوں کا واضح نشان ہے:

دارالعلوم ضیاء القرآن صاحب ضیاء ہائے مختلف، ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے سرپرست اعلیٰ، مصنف ضیاء القرآن و ضیاء النبی، ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری علیہ رحمۃ الباری (سجادہ نشیں آستانہ عالیہ بھیرہ شریف سرگودھا) کی عظیم شخصیت سے منسوب ہے۔ سلیمانیہ، خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات کی مناسبت سے اس نام کا ایک حصہ ہے۔

ربّ ذوالجلال کے برگزیدہ بندوں کی ان اعلیٰ نسبتوں کا فیضان ہے کہ قرآن پاک کی ضیاء، قرآن پاک کا نور اور قرآن پاک کی روشنی ہر سو پھیل رہی ہے اور پورا علاقہ ان نورانی کرنوں سے مستفید ہو رہا ہے۔

دارالعلوم ضیاء القرآن سلیمانیہ، عروس البلاد کراچی کے معروف علاقے "اعظم بستی" کے مشہور سوفٹ روڈ پر گلی نمبر ۲۰ میں واقع ہے۔ یہ ۱۹۷۹ء میں اس وقت وجود میں آیا جب ایک نیک دل اور خوش بخت امینہ (مرحومہ) نامی خاتون نے صدقۂ جاریہ کے طور پر اپنا مکان قرآنی تعلیمات کے لئے وقف کیا۔ انتظامیہ نے اہل علاقہ کی فرمائش پر باقاعدہ مدرسہ کا انتظام سنبھالا۔ اساتذۂ کرام کا اہتمام کیا اور جامع مسجد مدینہ اعظم بستی کے اس وقت کے

خطیب اور صوفی منش عالم دین مولانا سید مختار شاہ صاحب کی سرکردگی میں تعلیم قرآن کا آغاز کر دیا۔ (موصوف عرصہ ہوا علالت کے باعث کراچی کو مستقلاً خیرآباد کہہ کر اپنے آبائی علاقہ ہری پور ہزارہ تشریف لے گئے اور وہیں وصال فرما گئے۔ رب کریم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ان کی مغفرتِ کاملہ فرمائے۔ (آمین)

دارالعلوم ضیاء القرآن سلیمانیہ ۳۷۵ گز قطعہ اراضی پر ۲ منزلہ دیدہ زیب عمارت میں قائم ہے، عمارت ایک دفتر ایک کمرہ برائے رہائش اساتذہ کرام، ۳ ہال اور ۹ کمروں اور ایک ہال پر مشتمل ہے۔ آغاز میں صرف قرآن پاک (ناظرہ) کی تعلیم کا انتظام تھا، محلے کے بچے اور بچیاں صبح اور دوپہر دو شفٹوں میں پڑھنے آتے۔ آئے دن طلباء و طالبات کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ پھر ایک وقت آیا اہل علاقہ کی خواہش اور فرمائش پر ۱۹۸۲ء میں ناظرہ کے ساتھ ساتھ حفظِ قرآن کا سلسلہ بھی شروع کر دیا گیا۔ ازاں بعد ۱۹۹۲ء میں قواعد تجوید سے قرآن پاک پڑھانے کے لئے قاری کفایت اللہ خان صاحب قریشی کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اب ناظرہ، حفظ اور تجوید تینوں کا خاطر خواہ انتظام ہے۔ حفظ قرآن کے سلسلہ میں لائق اور محنتی اساتذہ حفظ قرآن کی خدمت میں مشغول ہیں۔ اب یہاں طالبات کے لئے ہاسٹل کی سہولت بھی میسر ہے۔ معلمات ان طالبات کی تعلیم و تربیت کے لئے کوشاں ہیں۔

دارالعلوم ضیاء القرآن سلیمانیہ کے موجودہ ناظم حضرت قاری میاں محمد صاحب انتہائی فعال، محنتی، بے لوث اور دیانت دار کردار کے مالک ہیں، ان کی مخلصانہ کاوشوں کا ثمرہ ہے کہ ہر سال متعدد بچے اور بچیاں قرآنی تعلیمات سے بہرہ ور ہو رہی ہیں۔ بفضلِ تعالیٰ اب تک ۶۷۷ طلباء و طالبات ناظرہ قرآن ختم کر چکے ہیں۔ ۱۱۳ خوش نصیب طلباء و طالبات حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہو چکے ہیں۔ انجمن کے بانی و ناظم اعلیٰ کی خواہش پر آپ کی صاحبزادی محترمہ سیدہ امینہ ہمدانی صاحبہ منتظمہ کے طور پر اس ادارہ کی ترقی کیلئے کوشاں ہیں۔ آپ کی سرپرستی اور دلچسپی میں پہلی مرتبہ طالبات کے لئے رہائش کا بندوبست کیا گیا ہے۔ اب بانی قمرالاسلام کے برادرزادہ سید حنیف احمد شاہ ہمدانی بھی اس جہاد میں شریک ہیں اور ادارہ کی ترقی کے لئے کوشاں ہیں۔

دارالعلوم سلیمانیہ کہکشاں کلفٹن، کراچی:

"انجمن قمرالاسلام سلیمانیہ" کے زیر انتظام یہ دارالعلوم سلیمانیہ اور سلیمانیہ اسکول بلاک ۴، ایس ٹی ۔ ۳۱، بالمقابل بلاول ہاؤس کہکشاں کلفٹن کراچی میں واقع ہے۔ دائیں بائیں، اردگرد بلند و بالا اپارٹمنٹس میں بے شمار لوگ رہائش پذیر ہیں۔ یہ علاقہ ساحل سمندر سے چند قدم کے فاصلہ پر، ۲۰۰۲ مربع گز قطعہ ارض پر قائم۔ دارالعلوم سلیمانیہ تعمیر نو کے مرحلوں سے گزر رہا ہے۔ اس کے قریب ہی جامع مسجد حیدر کرار اپنے حسن اور جمال، اپنی ترکیب اور تعمیر، اپنے ڈیزائن اور آرائش کے اعتبار سے دیکھنے کے لائق ہے۔ حصول برکت کے لئے درجہ حفظ کی کلاس کا انتظام اسی مسجد میں ہے۔ اس کی اونچی چھت پر شیشے کا کام اور ایک طریقے سے اسمائے حسنٰی کی کتابت جگمگا رہی ہے۔ اس پورے علاقہ میں یہ مسجد اپنی تعمیر اور اپنی زیب و زینت کے لحاظ سے ممتاز و منفرد ہے۔ شیشے اور ٹائلوں کے عمدہ کام کے علاوہ اس میں لکڑی کا کام بھی نفاست ظاہر کرتا ہے۔ ایک خاص ڈیزائن کی خاص انداز سے تعمیر ہونے والی یہ مسجد دیکھنے والوں کو سرور بخشتی ہے۔

دارالعلوم سلیمانیہ میں ذہین بچوں کی دینی و دنیاوی تعلیم کا خاطر خواہ اہتمام ہے۔ یہ ادارہ ۱۹۸۰ء سے خدمات کی انجام دہی میں مصروف ہے۔ ایک ناظرہ قرآن اور ایک حفظ قرآن کی باقاعدہ کلاس کے علاوہ یہاں انگلش میڈیم اسکول کا پرائمری سیکشن کامیابی سے چل رہا ہے۔ ۲۰۰ طلباء اس وقت زیر تعلیم ہیں۔ ۱۱ معلمات، ایک کمپیوٹر اور ایک انگریزی کا اُستاذ مصروف عمل ہے۔

ذہین بچوں کی تعلیم و تربیت پر ان کی عمر کے لحاظ سے توجہ دی جاتی ہے۔ ادارہ علاج معالجہ کی سہولیات بھی فراہم کرتا ہے۔ یہ اس پورے علاقہ میں اپنے حدود اربعہ اور اپنے کل و قوع کے اعتبار سے سب سے بڑا ادارہ بنے گا۔ (ان شاء اللہ) اس کی تعمیر کا آغاز ہو چکا ہے۔

دارالعلوم سلیمانیہ میں تقریباً ۱۲ کا اسٹاف خدمات انجام دیتا ہے۔ بانی ادارہ ہر روز معمول کے مطابق جملہ اُمور کی نگرانی کے لئے دفتر میں بیٹھتے ہیں۔ تعلیمی اور تعمیری کام کی نگرانی

کرتے ہیں۔ مختلف اوقات میں عظیم ترین علمی، ادبی سماجی، دینی اور سیاسی شخصیات بانی ادارہ کی دعوت پر یہاں تشریف لا کر اظہارِ مسرت کر چکی ہیں۔

دار العلوم محمدیہ سلیمانیہ، میانوالہ (اٹک):

"انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ" کے مدارس میں ملک کے سب سے بڑے صوبے "پنجاب" کے معروف ضلع اٹک (پہلے کیمبلپور) کی تحصیل پنڈی گھیب کے مضافات اخلاص، میانوالہ میں زمان آباد شریف کے مقام پر دار العلوم محمدیہ سلیمانیہ برسوں سے خدمتِ علم میں مصروف ہے۔

اس ادارہ کی جامع مسجد سے متصل انجمن کے بانی سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی کے والد گرامی پیر سید محمد شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور انجمن کے مہتمم علامہ ابوالازہر سید عظمت علی شاہ ہمدانی کے والد ماجد پیر سید یوسف علی شاہ ہمدانی علیہ رحمۃ الباری کے مزارات ہیں۔

ادارہ پیر محمد شاہ ہمدانی علیہ الرحمۃ کے نام سے منسوب ہے۔ اور اسے بھی تونسہ شریف کی نسبت اور برکت حاصل ہے۔ بانیٔ انجمن کے برادر زادے اور داماد سید ابوالخیر شاہ ہمدانی کے بڑے صاحبزادے حافظ سید حسین احمد شاہ ہمدانی اس ادارہ کے مہتمم اور منتظم ہیں اور اس کی تعمیر و ترقی کے لئے اپنے آپ کو وقف کر چکے ہیں۔

یہ ادارہ اپنے حسن انتظام، اپنے محل وقوع، اپنے رقبہ کی وسعت اور اپنی تعلیمی کیفیت کے اعتبار سے پورے علاقہ میں معروف ہے اور والدین اپنے بچوں کو یہاں پڑھانے پر ترجیح دیتے ہیں۔ دیہات کی کھلی فضاؤں میں قائم دار العلوم محمدیہ سلیمانیہ کامیاب راہوں پر کامیابی سے رواں دواں ہے۔

ادارہ کے جواں فکر، متحرک اور فعال منتظم (ناظم اعلیٰ) ہمہ وقت تعلیمی و تعمیری ترقی کیلئے کوشاں و سرگرداں ہیں۔ اس غرض کیلئے کئی بار بیرون ممالک کا دورہ کر چکے ہیں۔ بالخصوص ساؤتھ افریقہ اور لندن کے احباب تک اپنے منصوبہ جات کی تکمیل کا پیغام پہنچا چکے ہیں۔

دارالعلوم معین الاسلام کراچی کینٹ :

یہ ادارہ ''انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ'' کے زیر انتظام قرآن پاک ناظرہ و حفظ کے لئے خاص ہے۔ عروس البلاد کراچی کا قدیم اور عظیم ریلوے اسٹیشن (کراچی کینٹ اسٹیشن) یہاں واقع ہے۔ اس کے مین گیٹ کے قریب دیدہ زیب مسجد ہے جہاں یہ مدرسہ قائم ہے۔ قاری محمد فیض اللہ خان قریشی تدریس کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ مسافر طلباء کے قیام و طعام و دیگر ضروریات زندگی کا اہتمام ادارہ کے ذمہ ہے۔ ملک کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے طلباء یہاں قرآن حکیم حفظ کرتے ہیں۔ پہلے مسجد انتظامیہ اس کا انتظام سنبھالے ہوئے تھی پھر از خود انہوں نے سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی سے استدعا کی کہ وہ اپنی نگرانی میں یہ ادارہ چلائیں۔ چنانچہ باہمی مشاورت سے معاونت کا سلسلہ بڑھا۔ الحمدللہ انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ کے زیر انتظام یہ ادارہ حفظ کی تدریس میں نمایاں خدمات انجام دے رہا ہے۔ قاری محمد فیض اللہ خان اس شعبہ میں خاصی مہارت رکھتے ہیں۔ وہ قبل ازیں مدارس قمر الاسلام میں حفظ کی تدریس کے لئے اچھی شہرت کے حامل ہیں۔ کئی خودسر اور شریر طلباء کو پورا قرآن حفظ کرانے کا اعزاز پا چکے ہیں۔ اوقات تدریس کی پابندی کرتے ہیں اور محنتی اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ادارہ کے بانی و ناظم اعلیٰ کی ہدایت پر حاجی محمد یار سعیدی اس کے نگراں ہیں۔

دارالعلوم معین الاسلام میں قرآنی تعلیمات کے علاوہ متبرک ایام میں اجتماعات کا انعقاد بھی منتظمین کی ذمہ داری ہے۔ جمعۃ المبارک کو ''قمر الاسلام'' کا فیض یافتہ عالم خطبہ جمعہ دینے آتا ہے۔ سال بھر ہونے والے اجتماعات اور محافل و مجالس کے انعقاد کے لئے منتظمین کوشاں رہتے ہیں۔ جب سے اس ادارہ کا انتظام و انصرام انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ کے احباب کے ہاتھ آیا ہے۔ تعلیمی اور تنظیمی معاملات میں بہتری آئی ہے اور الحمدللہ کامیابی کے ساتھ یہ ادارہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے۔

اشاعت کتب:

فروغ علم کیلئے کتب کی اشاعت بہترین ذرائع میں سے ہے، اس سے علم پھیلتا ہے، مصنف و محقق میں مزید علمی کام کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ لکھی ہوئی کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہو جائے تو ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاتی ہے۔ جو لوگ کتابیں لکھتے نہیں لیکن کتابیں چھاپتے ہیں، اور ان کی اشاعت کا اہتمام کرتے ہیں، علمی محسن کہلاتے ہیں۔ بانی مدارس قمرالاسلام سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی اس اعتبار سے عظیم علمی محسن ہیں کہ انہوں نے اپنی زیرنگرانی اپنی مدد آپ کے تحت کئی کتابیں شائع کرنے کی سعادت پائی اور اس طرح علم و ادب کی سرپرستی کر کے اجر کمایا۔ ہم ذیل میں اُن کتابوں کی تفصیل پیش کرنے کی سعادت پاتے ہیں:

انوارِ شمسیہ:

یہ کتاب مولانا امیر بخش (منشی آستانہ عالیہ سیال شریف) کی تالیف لطیف ہے۔ خانوادۂ سیال شریف کے بانی شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و کرامات، آپ کی اولاد و اجداد اور خلفائے کبار کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن جنوری ۱۹۷۱ء میں مکتبہ ضیاء شمس الاسلام سیال شریف (سرگودھا) نے شائع کیا۔ یہ تقریباً نایاب ہو چکی تھی۔ تا آنکہ مئی ۲۰۰۱ء میں سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی نے مکتبہ قمرالاسلام کے زیرانتظام اس کی اشاعت کا ذمہ اُٹھایا۔ اس وقت مارکیٹ میں یہی ایڈیشن دستیاب ہے۔

انوارِ قمریہ: جلد دوم و جلد سوم:

انوار قمریہ، شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ رحمۃ الباری کے ملفوظات، مکتوبات، فتاویٰ جات، کرامات وغیرہ پر مشتمل ہے اور اسے تین حصوں میں مکمل کیا گیا ہے۔ علامہ مفتی قاری غلام احمد سیالوی نے اسے بڑی محنت اور محبت سے مرتب کیا ہے۔ پہلی جلد کا پہلا دوسرا اور تیسرا ایڈیشن ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور نے شائع کیا۔ پہلا ایڈیشن

اپریل ۱۹۹۱ء جبکہ دوسرا ۱۹۹۵ء میں طبع ہوا۔ جبکہ تیسرا ایڈیشن اپریل ۲۰۰۶ء میں شائع ہوا۔

دوسری اور تیسری جلد کی اشاعت کا سہرا دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ کے بانی سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی کے سر ہے۔ مہنگا اور عمدہ کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ، مضبوط جلد، سنہری الفاظ میں ٹائٹل کی سنہری عبارت خوشنما اور دلربا ہے۔

''انوارِ قمریہ'' کی جلد دوم اور جلد سوم کی طباعت و اشاعت کا کارنامہ سرانجام دینے پر آپ کو بے حد خوشی و مسرت ہوئی۔ اس کرم کو آپ نے اپنے لئے انعام عظیم جانا۔ چنانچہ جلد سوم میں ''سعادتِ طباعت'' کے عنوان سے آپ لکھتے ہیں:

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

''اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ کے گوناں گوں انعامات میں سے مجھ پر ایک خاص انعامِ عظیم یہ ہے کہ ربّ العالمین جل جلالہ نے مجھے شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کے شرف سے نوازا اور مزید کرم اب یہ فرمایا کہ حضور شیخ الاسلام کے ملفوظاتِ طیبات ''انوارِ قمریہ'' جلد دوم کے بعد جلد سوم کی طباعت و اشاعت کی توفیق عطا فرمائی۔'' (۱۳۰)

انوارِ قمریہ: جلد دوم:

انوارِ قمریہ کی جلد دوم کی اشاعت کا سہرا بھی سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی کے سر ہے۔ آپ نے خطیر رقم خرچ کر کے اسے مہنگے اور عمدہ کاغذ پر چھاپا ہے۔ یہ مجلد ہے اور اس کا ٹائٹل سادہ ہونے کے باوجود جاذبِ قلب و نظر ہے۔

انوارِ قمریہ، جلد سوم کا اولیں ایڈیشن اپریل ۲۰۰۶ء میں منظرِ عام پر آیا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۳۶۰ ہے۔ ابتداء میں آستانہ عالیہ کے روضہ کی تصویر ہے۔ ازاں بعد صاحبِ ملفوظات اور موجودہ صاحب سجادہ کی تصاویر ہیں۔

اس جلد میں

خطابات (مواعظ قمریہ)۔

ملفوظاتِ مبارکہ۔

فتاویٰ جات۔

مکتوبات، کرامات، متفرقات اور حالاتِ زندگی شامل ہیں۔

سفرِ عقیدت:

یہ دراصل ایک سفرنامہ ہے۔ آستانہ عالیہ سیال شریف کے چوتھے صاحب سجادہ خواجہ محمد قمرالدین سیالوی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک مبارک بال (موئے مبارک) کے حصول کی سعادت کے لئے خاص طور پر سیال شریف (سرگودھا) سے کراچی آئے۔ دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ میں موجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بال مبارک حاصل کیا اور رفقاء کے ہمراہ یہ نعمت لے گئے۔

سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی نے اسے کتابی صورت میں شائع کیا۔ اور اسے فی سبیل اللہ تقسیم کیا۔ اس کتابچہ میں موئے مبارک کے حصول، خواجہ محمد قمرالدین سیالوی کی سیال شریف سے کراچی اس مقصد کے لئے آمد، روانگی، وہاں پہنچ کر زائرین کے لئے زیارت کے اہتمام اور آپ کے ادب و احترام کی یہ داستان مفتی دارالافتاء مولانا قاری مفتی غلام احمد سیالوی نے تحریر کی۔ مکتبہ کاروانِ قمر نے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا۔

فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، جلد دوم وجلد چہارم تا ہفتم:

اس کتاب کی دو عظیم اور ضخیم جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ خانوادۂ سیال شریف کے چوتھے صاحب سجادہ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی کے ایک سچے اور پکے مرید حاجی محمد مرید احمد چشتی نے اس خانوادہ کے بزرگوں کے احوال، ان کی دینی، علمی، تبلیغی، اصلاحی خدمات پر مشتمل عظیم مجلدات والی کتاب "فوز المقال فی خلفائے پیر سیال" ترتیب دی اور ایسا علمی وتحقیقی کارنامہ سرانجام دیا کہ ارادت مند دیکھتے رہ گئے۔ اس کی پہلی جلد ادارہ تعلیمات

اسلاف، لاہور نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مدتوں بعد اس کتاب کی تیسری جلد بزم شیخ الاسلام جہلم کے احباب نے شائع کرنے کا اعزاز پایا۔ جلد دوم اور جلد چہارم تا ہفتم طباعت کی منتظر رہیں۔ اب کثیر رقم کا اہتمام سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی کی ہدایت پر ہوا تو بفضلہ تعالیٰ یہ رکا ہوا کام پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔ جلد چہارم تا ششم شائع ہو چکی ہیں۔ ساتویں جلد کی کتابت مکمل ہو گئی ہے۔ پیسٹنگ اور پرنٹنگ کے مرحلوں میں ہے۔ ''فوز المقال فی خلفائے پیر سیال'' مجموعی طور پر ۷ ضخیم مجلدات میں مکمل کی گئی ہے۔ سینکڑوں صفحات پر پھیلی یہ کتاب ''خانوادہ سیال شریف اور ان کے خلفاء'' کی ڈائریکٹری ہے۔

مختصر نصاب سیرت، مختصر نصاب فقہ:

دارالعلوم قمرالاسلام کے ایک سابق طالب علم پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب نے دینی مدارس اور اسکول و کالج کے طلباء و طالبات کیلئے سوالاً جواباً مختصر نصاب سیرت اور نصاب فقہ ترتیب دیں۔ سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی نے اس کتاب کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اسے دنیا بھر میں پہنچانے اور پھیلانے کا فریضہ انجام دیا۔ اس کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ نصاب سیرت کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کیا۔ بے شمار اداروں کو تحفتاً بھی یہ کتابیں پیش کی گئیں۔ بیرون ممالک کے دوروں پر آپ یہ کتابیں ہمراہ لے گئے۔ جہاں لائبریریوں، مدرسوں، مکتبوں اور مختلف دوستوں اور علمی و ادبی شخصیتوں کو یہ تحفہ دلنواز دیا۔ نصاب فقہ کا یہ ایڈیشن ۱۹۹۹ء میں طبع ہوا۔ یہ بڑے سائز کے ۴۰ صفحات پر محیط ہے۔ اور نصاب سیرت کی طرح سوالاً جواباً ہے۔ اس میں ایمانیات و عقائد، فقہی اصطلاحات، طہارت، اذان، نماز، زکوۃ، روزہ، حج کے مسائل اور معاشرتی آداب پر مشتمل سوال و جواب ہیں۔

مذہبِ شیعہ:

یہ کتاب شیعہ مذہب کے رد میں شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی نے تحریر فرمائی تھی۔ ۱۱۲صفحات کی یہ کتاب پہلی بار مکتبہ ضیاء شمس الاسلام سرگودھا کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی۔ تقریباً نایاب ہونے کے بعد نومبر ۱۹۹۹ء میں سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی نے کمپیوٹر کمپوزنگ، سفید کاغذ اور اعلیٰ طباعت سے اسے آراستہ کرنے کا اہتمام کیا۔ سادہ مگر دلربا سنہری ٹائٹل پر جہاں کتاب اور صاحبِ کتاب کا نام جگمگا رہا ہے وہاں مکتبہ کاروانِ قمر، دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ کراچی نمایاں درج ہے۔ اندرون ٹائٹل پر باہتمام سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی درج ہے۔

کتاب میں جگہ جگہ عربی، فارسی عبارات ہیں۔ یہ دراصل شیعہ مذہب کی کتابوں کے حوالہ جات ہیں۔ ان کے بالمقابل اردو ترجمہ کیا گیا ہے تاکہ قاری دقت محسوس نہ کرے۔ مذہبِ شیعہ کی ابتداء کب ہوئی؟ کیسے ہوئی؟ ان کے نظریات اور عقائد کی تفصیلات اس کتاب میں باقاعدہ حوالہ جات کے ساتھ رقم کی گئی ہیں۔

شعلۂ آواز:

یہ انعام یافتہ تقاریر کا مجموعہ ہے۔ مسجع اور مقفّٰی تقاریر مختلف عنوانات پر یکجا ہیں۔ مدارسِ دینیہ، اسکولز اور کالج و یونیورسٹی کے طلباء و طالبات جب تقریری مقابلوں میں حصہ لیتے ہیں تو یہ کتاب اُن کی رہبری کرتی ہے۔ کتاب کے مؤلف (راقم الحروف) کی وہ تقاریر بھی اس میں شامل ہیں جن پر مقرر کو انعامات سے نوازا گیا۔

پہلی بار دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ کے زیرِ اہتمام اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔ دوسری اور تیسری بار کمپیوٹر کتابت اور دیدہ زیب رنگین ٹائٹل کے ساتھ اسے زیورِ طباعت سے آراستہ کیا گیا۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ:

راقم الحروف کی یہ کتاب "مکتبہ قمرالاسلام" نے شائع کی ہے۔ یہ مکتبہ سید ابوالحسن

شاہ منظور ہمدانی کی ہدایت اور خواہش پر قائم ہوا۔ اس میں دیگر درسی وغیر درسی کتب کا بھی اہتمام کیا گیا۔

ماہنامہ کاروانِ قمر:

دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ کے سابق طلباء کی تنظیم ''قمرالاسلام گریجویٹس ایسوسی ایشن پاکستان'' کے زیر اہتمام ماہنامہ کاروانِ قمر گزشتہ ۱۵ سالوں سے صحافتی میدان میں خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس کا پہلا شمارہ ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا۔

ماہنامہ کاروانِ قمر کے سرپرست اعلیٰ سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی ہیں۔ آپ ہی اس جریدہ کے پرنٹر اور پبلشر ہیں۔ ''قمرالاسلام'' کے فیض یافتہ نامور سابق طالبعلم پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز مدیر اعزازی جبکہ راقم الحروف مدیر اعلیٰ کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہ علمی و ادبی جریدہ اب تک درج ذیل شاندار اور یادگار خاص نمبر شائع کر چکا ہے۔

- شیخ الاسلام نمبر (خواجہ محمد قمرالدین سیالوی کی حیات و خدمات پر مشتمل ہے)۔
- ضیاء الامت نمبر (جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی حیات و خدمات پر مشتمل ہے)۔
- اُستاذ العلماء نمبر (اُستاذ العلماء علامہ عطا محمد بندیالوی کی حیات و خدمات پر مشتمل ہے)۔
- امام نورانی نمبر (قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے احوال و خدمات پر مشتمل ہے)۔
- شیخ الحدیث نمبر (شیخ الحدیث علامہ ابوالطاہر محمد رمضان صاحب کی حیات و خدمات پر مشتمل ہے)۔

ماہنامہ کاروانِ قمر علمی و ادبی جریدہ ہے۔ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ وابستگانِ قمرالاسلام کی تخلیقات کو ترجیحی بنیادوں پر جگہ دی جاتی ہے۔ فقہی مسائل کے جوابات، کتابوں پر تبصرے اور ''قمرالاسلام'' کے احوال مستقل سلسلہ ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ پاکستان بھر اور آزاد کشمیر کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک میں یہ رسالہ پڑھا جاتا ہے۔

''قمرالاسلام'' کے مہتمم اور اُن کی علمی خدمات:

ملک کی ممتاز دانشگاہ دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ کے مہتمم (مدیر) نامور عالم دین، منفرد ادیب وخطیب، علامہ ابوالازہر سید عظمت علی شاہ ہمدانی ہیں۔

ولادت:

سید عظمت علی شاہ بن سید حافظ یوسف شاہ ہمدانی ۱۰ر جنوری ۱۹۳۶ء کو زمان آباد شریف (میانوالہ) تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ (۱۳۱)

اپنی پیدائش، مقام پیدائش اور بچپن کے احوال بتاتے ہوئے آپ نے ماہنامہ سوئے حجاز لاہور کے ایڈیٹر کے ایک سوال کے جواب میں بتایا:

> ''میرے اجداد کوہاٹ سے آئے تھے۔ دندہ شاہ بلاول سید احمد شاہ ہمدانی ملقب بہ شاہ نوری سلطان بلاول ہمدانی ہمارے جد اعلیٰ اور حضرت سید علی ہمدانی کا مزار تاجکستان میں ہے۔ میری پیدائش ۱۰ جنوری ۱۹۳۶ء ہے جبکہ مقام پیدائش موضع میانوالہ (زمان آباد شریف) تحصیل پنڈی گھیب، ضلع اٹک۔ میرے والد ماجد کا میرے بچپن میں انتقال ہو جانے کے باعث میری ابتدائی تعلیم وتربیت نانی صاحبہ اور والدہ صاحبہ رحمہا اللہ کی زیر نگرانی وسرپرستی ننھیال کے ہاں موضع خیر ماتو ضلع کوہاٹ میں ہوئی۔'' (۱۳۲)

آپ کے والد گرامی پیر سید حافظ یوسف شاہ ہمدانی، پیر سید چراغ شاہ ہمدانی کے منجھلے صاحبزادے ہیں۔ یہ سادات ہمدانی دندہ شاہ بلاول میں حضرت سید احمد المعروف حضرت شاہ بلاول کے بڑے صاحبزادے سید ابراہیم ہمدانی کی اولاد ہیں۔ یہ سلسلہ کئی واسطوں سے امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرہ تک پہنچتا ہے اس لئے اس گھرانے کے احباب اپنے نام کے ساتھ ہمدانی لکھتے ہیں اور اسی نسبت سے معروف ہیں۔

آپ نے اپنا خاندانی پس منظر بیان کرتے ہوئے بتایا:

''شجرۂ نسب والد ماجد پیر سید یوسف شاہ ہمدانی کی جانب سے قطب الاقطاب امیر کبیر سید علی ہمدانی اور والدۂ ماجدہ کی جانب سے غوث صمدانی محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہم سے ملتا ہے میرے اجداد سے شاہ ہمدان تک سات یا آٹھ واسطے ہیں جبکہ ان کے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ تک ۱۷ واسطے ہیں۔'' (۱۳۳)

تعلیم و تربیت:

آپ کی ابتدائی تربیت و تعلیم والدۂ ماجدہ اور نانی صاحبہ کے زیر سایہ ننھیال (موضع خیر ماتو، کوہاٹ) کے گیلانی سادات میں ہوئی۔ قرآن کریم ناظرہ اور مڈل تک تعلیم ضلع کوہاٹ کے موضع خیر ماتو میں پائی۔ کچھ عرصہ زمان آباد شریف (اٹک) میں فارسی کتب پڑھیں۔ آپ کی تربیت میں جفاکش اور خداترس نانی صاحبہ نے کمال شفقت کا ثبوت دیا۔ خود بھی نیک اور پارسا خاتون تھیں اپنے در یتیم کو بھی اس گوہر نایاب سے مالا مال کیا۔ مؤلف ''سالار عجم'' رقمطراز ہیں:

''نانی صاحبہ حلیمہ بی بی بہت ہی رحم دل، اولوالعزم اور جفاکش خاتون تھیں اس عظیم خاتون نے تنگ دستی، ظاہری بے سروسامانی اور بے کسی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کی توفیق و تائید سے انتھک محنت کر کے اپنے اس یتیم نواسے کی تربیت اور کفالت کی ذمہ داری انتہائی خوش اسلوبی سے انجام دی۔ کفالت اس طرح کی کہ یتیمی کا احساس تک نہ ہونے دیا، جس چیز کی خواہش ہوتی مہیا کر دیتیں۔ تعلیم کا اس طرح انتظام کیا اور شوق بھی اس قدر دلایا کہ پورے سال کا کورس ششماہی امتحان سے قبل مکمل کر کے ازبر کر لیتے۔ تربیت اس طرح کی کہ نماز اور تلاوت قرآن کے ساتھ سحر خیزی کی بھی عادت ڈال دی۔ خود سحری کو اٹھتیں، تو اپنے ساتھ اس نواسے کو بھی جگا دیتیں۔ اسکول سے گھر کے لئے جو

کام دیا جاتا وہ اذانِ فجر سے قبل مکمل کر لیتے۔ علاوہ ازیں بری صحبت اور سنگت سے اجتناب کی خاطر کچھ ایسا احساس دلایا کہ سوائے مسجد اور اسکول کے کہیں اور جانے یا کسی سے میل جول رکھنے سے شرم محسوس ہونے لگی۔" (۱۴۴)

یہ اسی پاکیزہ تربیت کا اثر ہے کہ "عظمت علی" علم و عمل اور عزت و عظمت کی بلندیوں پر پہنچے تا آنکہ چاہنے والوں نے آپ کو "عظمتِ دین و ملت" کا خطاب دیا۔ بحمدہٖ تعالیٰ بچپن کی اس دلنواز کفالت و تربیت کا ثمرہ ہے کہ آپ آج بھی متعینہ راہوں پر رواں دواں ہیں۔ جماعت کی پابندی آپ کا شعار ہے۔ امانت و دیانت کا پیکر ہیں۔ سحر خیز ہیں۔ اوراد و وظائف میں رطب للسان رہتے ہیں۔ پیشانی پر رب تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کا نشان عظمتیں اُجاگر کرتا ہے۔ پُر نور چہرہ عبد رحمٰن کی صفات کا مظہر دکھائی دیتا ہے۔

ابتدائی اور پرائمری و مڈل کلاس کی دنیاوی اور ابتدائی دینی تعلیم کے بعد آپ کے بھاگ جاگے۔ عظیم المرتبت علمی و روحانی شخصیت کے مبارک قدم پڑے۔ آپ کے داخلہ کا اہتمام ہوا۔ ملک کی بلکہ عالم اسلام کی نامور دینی درسگاہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف (سرگودھا) میں آپ کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہوا۔ علم و فضل کے ماہِ تاباں، مفسرِ قرآن، ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی بارگاہ میں علومِ دینیہ حاصل کرنے اور آپ کی دلنواز تربیت سے حصہ پانے اور دین و دنیا کی یہ انمول دولت سمیٹنے کی داستان آپ نے ماہنامہ سوئے حجاز لاہور کے ایڈیٹر کو ایک انٹرویو کے دوران سنائی۔ ملاحظہ ہو:

"ڈھوک لاہم کی جامع مسجد میں سالانہ جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی شان وشوکت سے منعقد کیا جاتا ہے اور تقریر کے لئے نامور علماء کرام کو مدعو کیا جاتا ہے۔ سیدی ضیاء الامت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ علیہ جلسہ میں تشریف لے گئے۔ آپ کو دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی نشاۃ ثانیہ کے بعد اسلامی اور عصری علوم کا حسین امتزاج فرما کر تعلیمی آغاز کے تیسرا، چوتھا سال تھا اور آپ پیران عظام اور سادات کرام کے بچوں پر خصوصی توجہ فرمایا کرتے۔ اس جلسہ میں آپ سے میرے چچا جان کی ملاقات ہوئی۔ دوران

گفتگو مجھ درماندہ کا ذکر آیا۔ آپ نے کمال شفقت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "میرے پاس بھیرہ شریف بھیج دیں۔" کرم بالائے کرم یوں فرمایا کہ بھیرہ شریف پہنچ کر کے بعد دیگرے دو عنایت نامے ارسال فرمائے کہ "وقت ضائع کئے بغیر جلدی بھیج دیں۔"

یوں میری قسمت جاگی اور راہ منزل ملی۔ محترم چچا صاحب مجھے لے کر بھیرہ شریف پہنچے اسی روز حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ، خواجہ محمد عطاء اللہ تونسوی صاحب (حال سجادہ نشین تونسہ شریف) کو داخل کروانے بھیرہ شریف رونق افروز ہوئے تھے۔ یہ خواجہ تونسوی اس وقت بڑے ذہین تھے، سو میں سے اٹھانوے نمبر لیتے تھے ان کو تو بعد میں نون اور ٹوانے مریدوں نے اپنی بکثرت حاضریوں کے سبب پڑھنے نہیں دیا۔ کاش! پڑھ جاتے تو آج ہمارا رنگ کچھ اور ہی ہوتا۔ آج میری خوش بختی عروج پر تھی۔ مجھے پہلی بار حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ اور حضور ضیاء الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا۔ اس وقت پورے دارالعلوم کے ۹ کمرے اور کل ۱۵ طلبہ تھے، ان پندرہ میں سے دو طلبہ سادات میں سے تھے۔ یہ غالباً ۱۹۶۱ء کا آغاز تھا۔ ضیاء الامت رحمہ اللہ کی زیر تربیت، زیر عاطفت اور زیر عنایت تحصیل علم کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔ آپ سے ابتدائی کتابوں (کتاب الصرف، کتاب النحو، النحو الواضح، معلم الانشاء وغیرہ) کی تدریس کی سعادت بھی نصیب ہوئی اور انتہائی کتابوں (توضیح تلویح، تفسیر اور حدیث وغیرہ) کی بھی۔

۱۹۶۳ء میں برادر محترم سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی مجھے کراچی لائے۔ دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ میں آ کر میں نے انتظام بھی سنبھالا اور پڑھانا شروع کیا۔ اور حضرت علامہ عبدالحئی چشتی رحمہ اللہ سے بیضاوی، ہدایہ، میبذی وغیرہ پڑھنا بھی شروع کیا۔ یوں میرے (بغیر تکمیل کے) کراچی آ جانے پر حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمۃ ناخوش اور ناراض تھے۔ میں ہر وقت آزردہ خاطر اور شکستہ دل رہتا اور میرے لئے کراچی میں رہنا ممکن نہ رہا۔ لہٰذا تھوڑے ہی عرصہ بعد واپس بھیرہ شریف جا کر ضیاء الامت کے زیر عاطفت تحصیل علم میں مشغول ہو گیا۔ ۱۹۶۷ء کے اختتام تک تحصیل علم سے فراغت کے بعد قمرالاسلام میں آ کر دوبارہ ذمہ داریاں سنبھالیں۔

دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کا پہلا جلسہ دستار فضیلت ۱۱ نومبر ۱۹۷۲ء کو منعقد ہوا تھا، جس میں مجھ عاجز سمیت سترہ فضلاء کو دستار فضیلت اور سند فراغت سے نوازا گیا تھا۔ جلسہ کی صدارت حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی تھی۔ خصوصی خطاب شہباز خطابت حضرت صاحبزادہ فیض الحسن شاہ نے فرمایا۔ دستار بندی بھی حضور شیخ الاسلام نے فرمائی تھی اور اسناد فراغت پر بحیثیت رئیس آپ کے دستخط مبارک تھے اور بحیثیت عمید سیدی ضیاء الامت رحمہ اللہ علیہ کے۔" (۱۳۵)

آپ کے نامور اساتذہ:

آپ کے نامور اساتذہ میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ کے علاوہ سابق رئیس المعارف الاسلامیہ (اسلامک اسٹڈیز ڈیپارٹمنٹ) کراچی یونیورسٹی، حضرت علامہ پروفیسر سید منتخب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ، فاضل اجل علامہ عبدالحیٔ چشتی علیہ الرحمہ، جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ الرحمہ، علامہ شیخ الحدیث محمد معراج الاسلام، علامہ محمد عرفان نوری، شامل ہیں۔

شرفِ بیعت:

آپ خانوادۂ سیال شریف کے قمرِ ذی شان، چوتھے صاحب سجادہ شیخ الاسلام علامہ حافظ خواجہ محمد قمرالدین سیالوی سے ۱۹۶۶ء میں بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ بارہا سیال شریف حاضری کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ اپنے اُستاذِ گرامی جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کو خاکِ راہِ سیال سے عقیدت ومحبت کرتے دیکھا تو یہ جذبہ اپنے دل میں بھی بسا لیا۔ عام طور پر فرماتے ہیں:

> "سیال شریف کی راہ، چاہ، عقیدت، محبت، تعظیم، توقیر، سیدی ضیاء الامت علیہ الرحمۃ سے ملی۔ بھیرہ شریف قیام کے دوران آپ کی قیادت ومعیت میں سیال شریف کی حاضری نصیب ہوا کرتی۔

ضیاء الامت جس شان سے سیال شریف حاضر ہوا کرتے اس کا تعلق بس دید ہی سے ہے۔ اس حاضری کی کیفیت کو گفت وشنید اور تحریر و تقریر کے ذریعہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔" (۱۳۶)

عطائے خلافت:

آپ نے عطائے خلافت اور اجازت خلافت کی بابت ایک سوال کے جواب میں بتایا ہے۔ ۱۹۶۶ء میں مرشدی الکریم شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی سے شرف بیعت حاصل ہوا۔ ویسے خاندانی طور پر چاروں سلاسل میں مجاز ہوں لیکن پیر محمد کرم شاہ صاحب اور پھر صاحبزادہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب نے بھی اجازت مرحمت فرمائی۔ ہم قادریہ اور چشتیہ دونوں سلاسل کے شجرے پڑھتے ہیں۔ میں نے جنوبی افریقہ میں کنگ میں قاری ازہار المصطفیٰ اور میرا شریف (اٹک) میں صاحبزادہ پیر جمال احمد صاحب کو اجازت خلافت دی ہے۔ (۱۳۷)

اخلاق وکردار:

علامہ سید عظمت علی شاہ ہمدانی کی شخصیت حسن صورت اور جمال سیرت کا حسین امتزاج ہے۔ فیاض قدرت نے انہیں ظاہری اور باطنی، صوری اور معنوی حسن کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔ چاند کی مانند چمکتا چہرہ، کشادہ جبیں، پھول کی طرح نرم و نازک لبہائے لطیف، صاف اور اُجلا لباس، سنت طیبہ کے مطابق سفید ململ کا خوبصورت عمامہ شریف، دراز قد، طبیعت میں نفاست اور لطافت، مزاج میں قدرے سختی کی جھلک، امانت اور دیانت کے اُصولوں کی پاسداری، اوراد و وظائف کی پابندی، سحر خیزی کی عادت کریمہ، آپ کی شخصیت کا نکھار ہیں۔

آپ عام طور پر سفید لباس زیب تن کرتے ہیں۔ عمامہ شریف کا باقاعدہ اہتمام کرتے ہیں۔ سنت مطہرہ پر عمل کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ مسواک باقاعدگی سے استعمال فرماتے ہیں۔ باجماعت نماز کا اہتمام آپ کے مستقل معمولات میں شامل ہے۔ کسی محفل میں

شرکت یا ٹریفک جام کے باعث کسی نماز کی جماعت سے رہ جائیں تو اپنے احباب کے ساتھ خود ہی جماعت کا اہتمام کرتے ہیں۔ خلاف مزاج بات پر برہم ہو جاتے ہیں۔ حق بات بھری بزم میں کہنے سے ذرا نہیں ہچکچاتے۔ پاک پروردگار نے آپ کو ذہانت و فطانت اور حافظہ کی قوت کی دولت سے بھی بڑی فیاضی کے ساتھ سرفراز فرمایا ہے۔ برسوں پہلے سنے اشعار اور واقعات آپ کو ازبر ہیں۔ کسی مجلس میں واعظ خوش بیاں کے پڑھے ہوئے اشعار یا مترادفات سے بھرپور جملے آپ کو اسی وقت یاد ہو جاتے ہیں۔

آپ نے زندگی بھر کوشش کی کہ ادارہ کے لئے جو کوئی جس مد میں رقم جمع کرائے اسی مد میں اُسے خرچ کیا جائے۔ امانت و دیانت کا یہ عالم ہے کہ اگر کسی نے آپ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا۔ مگر ازاں بعد پتہ چلا کہ وہ زکوٰۃ کا پیسہ تھا تو فوراً اس کے نام کی رسید بنا دی اور فرمایا۔ سادات کے لئے زکوٰۃ جائز نہیں۔ آپ سے اختلاف رکھنے والے بھی آپ کی دیانت داری کی قسم کھاتے ہیں۔ کردار کی اس عظمت نے آپ کو اپنوں اور پرائیوں میں حقیقتاً ''عظمت'' بنا دیا ہے۔

علمی، ادبی، تبلیغی، اصلاحی، تنظیمی، سماجی اور سیاسی خدمات:

علامہ ابوالازہر سید عظمت علی شاہ ہمدانی کم و بیش ۴۰ برسوں سے مختلف محاذوں پر متنوع خدمات کی انجام دہی میں مصروف عمل ہیں:

جامع مسجد سلیمانی کی خطابت:

جب سے ''قمر الاسلام'' کا قیام عمل میں آیا متصل ہی جامع مسجد بھی تعمیر کی گئی۔ یہ پنجاب کالونی کی قدیم مسجد ہے۔ آپ ابتداء ہی سے اس مسجد کے خطیب ہیں۔ آپ کا بیان عالمانہ اور ناصحانہ ہوتا ہے۔ جچی تلی گفتگو، دھیما انداز، صاف الفاظ، درست ادائیگی، مدلل بات آپ کا امتیاز ہیں۔ سامعین معترف ہیں کہ آپ کے بیان میں ایک لفظ بھی ادھر اُدھر نہیں ہوتا۔ شائستہ انداز خطابت آپ کا شعار ہے۔ انداز بیاں میں نہ غیر ضروری جوش ہوتا ہے نہ فضول واقعات کا شور، قرآن وحدیث اور اقوال بزرگان دین سے آراستہ آپ کی تقریر سنجیدہ

اور پڑھا لکھا طبقہ پسند کرتا ہے۔ جمعۃ المبارک کے علاوہ شہر اور ملک و بیرون ملک محافل و مجالس، کانفرنسز، سیمینارز میں آپ نہ صرف شریک ہوتے ہیں بلکہ مقرر کے طور پر آپ کو مدعو کیا جاتا ہے۔ باری تعالیٰ نے آپ کو ذہانت و ذکاوت کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے۔ اُردو کے علاوہ فارسی، عربی اور پنجابی زبان پر دسترس حاصل ہے۔ عربی عبارات کے تراجم یا عربی خطابات کے تراجم کے لئے لوگ آپ سے رجوع کرتے ہیں۔ ہندکو اور پشتو ہر دو زبانیں روانی سے بولتے ہیں۔

تبلیغی دورے:

پاکستان کے علاوہ حجاز مقدس، متحدہ عرب امارات، ایران، ساؤتھ افریقہ اور لندن وغیرہ تبلیغی دورے، وہاں کے اجتماعات سے خطابات آپ کی خدماتِ دینیہ میں شامل ہیں۔ ایک بار ساؤتھ افریقہ تشریف لے گئے۔ آپ کے ارادت مند اور ''قمر الاسلام'' کے فیض یافتہ قاری ازہار المصطفیٰ صاحب نے آپ کے تبلیغی دورہ کی رپورٹ مرتب کی جو ماہنامہ کاروان قمر کراچی میں ''ساؤتھ افریقہ کی فضاؤں سے'' کے عنوان سے شائع ہوئی۔

مساجد و مدارس اور تنظیمات کی سرپرستی:

علامہ ابوالازہر سید عظمت علی شاہ ہمدانی کئی مدارس و مساجد کے اعزازی سرپرست اور کئی انجمنوں کے رہبر ہیں۔ ان کے اجلاس میں شرکت فرماتے ہیں، ان کی محافل میں شریک ہوتے ہیں، ان کے اجتماعات سے خطاب کرتے ہیں۔ ''انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ'' کے زیرِ اہتمام جتنی مساجد ہیں۔ آپ تنظیمی طور پر ان کے سرپرست ہیں۔ اس کے علاوہ جامع مسجد بابِ رحمت (ٹرسٹ) چوہدری خلیق الزماں کالونی کراچی کے آپ چیئرمین ہیں۔

''قمر الاسلام'' کی طلباء تنظیم ''بزمِ سلیمانی'' اور سابق طلباء تنظیم ''قمر الاسلام گریجویٹس ایسوسی ایشن پاکستان'' کے آپ سرپرست ہیں۔ علاوہ ازیں مرکزی میلاد کمیٹی ضلع ساؤتھ کے آپ چیئرمین ہیں۔

''شاہ ہمدان ٹرسٹ انٹرنیشنل'' کے آپ بانی چیئرمین ہیں۔ ''انجمن قمرالاسلام سلیمانیہ کراچی'' کے آپ مہتمم ہیں۔ جماعت اہلسنت پاکستان کراچی کے نائب امیر ہیں۔

سیاسی خدمات:

سیاسی طور پر اہلسنت و جماعت کے علماء و مشائخ کی جماعت ''جمعیت علمائے پاکستان'' سے وابستہ ہیں۔ آپ کی ہمدردیاں بھی اسی جماعت سے ہیں۔ اگرچہ عملی سیاست سے طبعی میلان نہیں۔ اپنے محسنوں نے بھی علمی خدمات کی انجام دہی پر زور دیا۔ آپ ۱۳ فروری ۱۹۶۶ء کو دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ پنجاب کالونی کراچی کے تعلیمی افتتاحی اجتماع میں جمعیت کے کنوینر اور ازاں بعد صدر مقرر کیے گئے۔ اُس وقت .J.U.P کے صدر علامہ عبدالحامد بدایونی نے اس اجتماع میں آپ کا بازو پکڑ کر اعلان کیا:

> ''علامہ سید عظمت علی شاہ ہمدانی کو میں اس علاقہ کا جمعیت علمائے پاکستان کا کنوینر مقرر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہمہ دان بنائے اور حسنی حسینی فیوضات سے مالا مال فرمائے۔'' (۱۳۸)

۱۹۷۰ء میں جب شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی جمعیت کے مرکزی صدر منتخب ہوئے تو کراچی تشریف آوری پر انہوں نے آپ کو اس علاقہ کا صدر مقرر فرمایا۔ ان دنوں آپ پاکستان مسلم لیگ (ن) علماء و مشائخ ونگ (صوبہ سندھ) کے صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

رسائل و جرائد کی سرپرستی:

ماہنامہ کاروانِ قمر، گزشتہ ۱۵ سالوں سے باقاعدگی کے ساتھ دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ کے سابق طلباء تنظیم ''قمرالاسلام گریجوئیٹس ایسوسی ایشن پاکستان'' کے ترجمان کے طور پر شائع ہو رہا ہے۔ آپ اس ماہنامہ کے سرپرست ہیں۔ ان ٹائٹل جہاں جلد اور شمارہ نمبر کا حوالہ ہے۔ سرپرست اعلیٰ کے ساتھ آپ کا اسم گرامی سرپرست کے طور پر درج ہے۔

اس کے علاوہ بھیرہ شریف سرگودھا میں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کا ترجمان ''ماہنامہ ضیائے حرم لاہور'' برسوں سے آب وتاب کے ساتھ علمی جہاد میں مصروف ہے۔ آپ کراچی میں اس کے سرپرست ہیں۔ اس کے کئی شمارے آپ کے نام پر آتے ہیں اور شائقین تک پہنچائے جاتے ہیں۔ کئی جرائد میں آپ کے مضامین اور انٹرویو کے علاوہ منظوم کلام بھی شائع ہوتا ہے۔

شاعرانہ ذوق:

ادیب وخطیب ہونے کے علاوہ آپ نعت گو شاعر بھی ہیں۔ نعتوں کے علاوہ منقبتیں، قطعات رحلت اور سلام بھی آپ کے کلام کا حصہ ہے۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے قاری سید فاروق حیدر ہمدانی ٹی وی کے معروف نعت خوانوں میں شامل ہیں۔ ان کی کیسٹیں ریلیز ہو چکی ہیں۔ وہ پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی نعت خوانی کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ عام طور پر آپ ہی کی نعتیں وہ پڑھتے دکھائی دیتے ہیں۔

آپ کی مختلف النوع خدمات کا احاطہ کرتے ہوئے، آپ کی تنظیمی، فلاحی، اصلاحی اور تبلیغی ذمہ داریوں کا ایک خلاصہ پروفیسر ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن ہمدانی نے اپنی تالیف ''سالارِ عجم'' میں اس طرح تحریر کیا ہے:

> ''مرکزی دارالعلوم کے علاوہ مختلف مقامات پر قمرالاسلام کی متعدد ذیلی شاخیں بھی قائم ہیں، جن کی دیکھ بھال اور نگرانی بھی ان ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ ان ذمہ داریوں کے علاوہ تبلیغی، اصلاحی اور فلاحی مشاغل بھی ہیں۔
>
> ''قمرالاسلام'' کی مرکزی جامع مسجد میں باقاعدگی کے ساتھ خطابت کے علاوہ مختلف النوع تبلیغی، اصلاحی اور فلاحی سرگرمیوں میں بھی مشغول رہتے ہیں۔ مثلاً مختلف مقامات پر تبلیغی اور اصلاحی اجتماعات کا انعقاد، دینی اور ملی تقریبات میں اسلام کی تبلیغ اور اصلاحِ معاشرہ کی جدوجہد اور متعدد دینی، علمی، تبلیغی اداروں کی نگرانی وسرپرستی، نیز عالمی حیثیت

کے اجتماعات و ندوات کا اہتمام جن میں نہ صرف یہ کہ اندرونِ ملک سے مختلف مکاتبِ فکر سے وابستہ اہلِ علم و دانش کو مدعو کیا جاتا ہے، بلکہ عالمی حیثیت کی دینی و علمی شخصیات کو بھی مدعو کیا جاتا ہے، جو مختلف زبانوں (اُردو، عربی، انگریزی اور فرانسیسی وغیرہ) میں خطابات فرماتے ہیں۔

خود بھی بفضلہٖ تعالیٰ اُردو کے ساتھ عربی میں شستہ تحریر و تقریر کا ملکہ رکھتے ہیں۔ ان اجتماعات میں بیرونِ ملک سے آئے ہوئے مندوبین کی عربی تقاریر کا اُردو میں ترجمہ کرنے اور اُردو تقاریر کا عربی میں ترجمہ کرنے کی ذمہ داری خوش اسلوبی سے انجام دیتے ہیں۔ ان کانفرنسوں کے ذریعہ اسلام کی تعلیمات کی عالمی سطح پر تبلیغ و اشاعت اور اُمتِ مسلمہ کے اتحاد اور احیاء کی تحریک میں حوصلہ افزاء پیش رفت ہوتی ہے۔ اس عظیم مقصد کے لئے ''رابطۃ العرب والپاکستان'' کے نام سے تنظیم بھی قائم تھی اور کئی مسلم ممالک سعودی عرب، عراق، ابوظہبی، دبئی، شارقہ، عجمان، اُم القوین، قطر وغیرہ کے دورے بھی کرتے رہتے ہیں۔ مختلف مقامات پر خطابات بھی ہوتے ہیں۔ دبئی میں مسجد اور مدرسہ تحفیظ القرآن الکریم بھی قائم کیا ہے۔ ان ممالک کے شیوخ و علماء اور دینی، علمی اور روحانی شخصیات اور متعدد علمی، تبلیغی اور فلاحی اداروں سے بھی روابط رہتے ہیں۔ اس طرح اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور امتِ مسلمہ کے اتحاد کی تحریک کو پھلنے پھولنے اور پروان چڑھنے کے مواقع نصیب ہوتے ہیں۔

ہندوستان کا بھی دورہ کر چکے ہیں اور وہاں دہلی، اجمیر شریف، پانی پت وغیرہ مختلف مقامات کے اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کے مزارات کی زیارت اور اُن کی روحانی برکات سے بہرہ ور ہو چکے ہیں۔'' (۱۳۹)

اختتامیہ

صوفیائے کرام جس طرح تحریکِ قیامِ پاکستان میں ممد و معاون رہے اسی طرح قیامِ پاکستان کے بعد اس کی تعمیر و ترقی اور استحکام میں بھی ان کا کردار تابناک رہا۔ بالخصوص مخلوقِ خدا کی فلاح و صلاح اور ان کی تعلیم و تربیت میں ان صوفیاء اور ان کے خلفاء نے تاباں و درخشاں کارنامے انجام دیئے۔ ہندوستان کی فتح سے پہلے اسلام کے چاروں مشہور روحانی سلسلے چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ وجود میں آچکے تھے اور عرصہ سے پھل پھول رہے تھے۔ ہندوستان کی روحانی فتح اور اس سرزمین پر اسلام کا پودا نصب کرنے کے لئے حکمتِ الٰہی نے چشتی سلسلہ کو منتخب فرمایا۔ چنانچہ اسلام کے تعارف اور اشاعت کے لئے اس سلسلہ کو ہندوستان کی طرف رُخ کرنے کا اشارۂ غیبی ہوا۔ یہی چشتیہ سلسلہ سلاسلِ تصوف میں عظیم بھی ہے اور قدیم بھی۔ خانوادۂ سیال شریف کا تعلق بھی اسی سلسلہ سے ہے۔

خانوادۂ سیال شریف اور اُن کے خلفاء کا فیض سارے ملک بلکہ سارے جہاں میں شمس و قمر کی نورانی کرنوں کی مانند پھیلا ہوا ہے۔ ملک اور بیرونِ ممالک کی جامعات میں اس خانوادہ کے فیض یافتگان علم و ادب کی خدمت میں مصروف ہیں۔ بے شمار پی ایچ ڈی اسکالرز مختلف یونیورسٹیوں میں تدریس پر مامور ہیں۔ ڈاکٹر محمد عبدالوہاب، ڈاکٹر خالقداد، پروفیسر خورشید حسن خاور، پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف سیالوی، ڈاکٹر محمد صدیق سیالوی، پروفیسر صاحبزادہ غلام نظام الدین مرولوی، پروفیسر محمد مسعود احمد، پروفیسر حافظ احمد بخش، پروفیسر سید محمد علم الدین شاہ الازہری وغیرہ لندن، کراچی، ملتان، سرگودھا، جھنگ، لاہور اور اسلام آباد کی جامعات میں علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ تینوں مسلح افواج (بری، بحری اور فضائی) کے ایجوکیشن کور اور شعبہ دینیات میں اس خانوادہ کے وابستگان شمار میں نہیں آتے۔ کالجز، دینی مدارس، اسکولز میں جو حضرات تعینات ہیں ان کا احاطہ کرنا دشوار ترین ہے۔ ملک کی بڑی لائبریریوں میں ریسرچ اسکالرز، سرکاری اور غیر سرکاری محکمہ جات میں مصروفِ کار بے شمار وابستگانِ سیال شریف اپنے اپنے دائرہ کار میں مصروفِ عمل ہیں۔ ان گنت اہلِ علم نے اپنے اپنے ادارے اس خانوادہ کی نسبت سے قائم کر رکھے ہیں۔ تحقیق و جستجو کے دوران راقم ایسے لاتعداد اربابِ

علم و دانش سے شرف ملاقات حاصل کرنے میں کامراں رہا، جو مختلف شعبۂ ہائے زندگی میں دینی و علمی، ادبی و تحقیقی، تدریسی و اشاعتی خدمات کی انجام وہی میں مگن تھے۔

راقم نے پیش نظر مقالہ میں موضوع کی اہمیت کے پیش نظر "مقدمہ" میں تصوف کا معنی و مفہوم، لفظ صوفی کی تحقیق، نامور سلاسل تصوف اور تصوف پر امہات کتب کی فہرست پیش کی ہے۔ اسی طرح اصطلاح تصوف خلیفہ، خلافت اور بیعت پر بلند پایہ کتب کے حوالہ سے بحث شامل کی ہے۔

بانی خانوادۂ سیال شریف کا تعارف، قوم سیال کی وجہ تسمیہ، قریہ سیال شریف کا محل وقوع باب اول میں ملاحظہ و مطالعہ کئے جا سکتے ہیں۔ ملک بھر میں اس خانوادہ کے خلفاء کی قائم کردہ خانقاہوں اور ہر خانقاہ سے متصل مکتب علم کی تفصیلات درج ہیں۔

خانوادہ سیال شریف کے ۵ خلفاء جہاں بھر میں معروف ہیں، اور ان کی علمی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ان پانچوں خلفاء کے احوال پہلے درج کئے گئے ہیں، ان کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ پیر سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری۔	جہلم
۲۔ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی۔	گولڑہ شریف، اسلام آباد۔
۳۔ مولوی فضل دین صاحب۔	چاچڑ، شاہ پور۔
۴۔ خواجہ محمد معظم الدین، معظم آباد شریف۔	کوٹ مومن۔ (سرگودھا)
۵۔ مولوی محمد امین صاحب۔	چکوڑی، گجرات۔

خانوادۂ سیال شریف کے اب تک ۵ سجادگان ہوئے ہیں۔ ان سب کے احوال، ان کی علمی و دینی خدمات اور ان کے خلفاء کی مساعئ علم کا اس مقالہ میں احاطہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

خانوادۂ عالیہ کے بزرگوں اور ان کے خلفاء نے جو کتب تالیف کیں، جن تصانیف کی اشاعت کا اہتمام کیا، جن رسائل و جرائد کی سرپرستی کی جو جو ادارے قائم کئے اور جس جس انداز سے علم و ادب کی خدمت انجام دی اس کا ایک خلاصہ پیش نظر مقالہ میں پیش کر دیا گیا ہے۔

کریم رب زباں و بیاں کی غلطیاں معاف فرمائے اور اس کاوش کو قبول کر کے کامرانی نصیب کرے۔ (آمین)

حوالہ جات

۱۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، تذکرۂ اکابر اہلسنت، ص ۴۷۶، شبیر برادرز پبلشرز، اردو بازار لاہور، ۱۹۸۳ء، بار دوم۔

۲۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمال کرم، ج اوّل، ص ۵۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۳۔ قصوری، محمد صادق، اکابر تحریک پاکستان، ص ۱۳۳۱، توری بک ڈپو، طباعت باردوم، ۱۹۷۹ء۔

۴۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، تذکرۂ اکابر اہلسنت، ص ۴۷۶، شبیر برادرز پبلشرز، اردو بازار لاہور، باردوم، ۱۹۸۳ء۔

۵۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمال کرم، ج ۱، ص ۵۸/۵۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۶۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمال کرم، ج ۱، ص ۵۹/۶۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۷۔ ایضاً ص ۶۰۔

۸۔ ایضاً ص ۱۲۳۔

۹۔ شرف قادری، محمد عبدالحکیم، علامہ، تذکرۂ اکابر اہلسنت، ص ۴۷۷، شبیر برادرز پبلشرز، اردو بازار لاہور، باردوم ۱۹۸۲ء۔

۱۰۔ راقم الحروف، راوی: ملک محمد سرور اعوان، ساکن نوشہرہ، خوشاب، وادیٔ سون، ملاقات ہمراہ ملک محبوب الرسول قادری (جوہر آباد)، ۱۷ مئی ۲۰۰۵ء۔

۱۱۔ شرف قادری، محمد عبدالحکیم، علامہ، تذکرۂ اکابر اہلسنت، ص ۴۷۶، شبیر برادرز پبلشرز، اردو بازار لاہور، باردوم، ۱۹۸۳ء۔

۱۲۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمال کرم، ج ۱، ص ۶۱/۶۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۱۳۔ فیضی، گل محمد، ابر کرم، ص ۱۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، اپریل ۲۰۰۲ء۔

۱۴۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمال کرم، ج ۱، ص ۷۵/۷۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۱۵۔ قصوری، محمد صادق، اکابر تحریک پاکستان، ص ۲۳۱/۲۳۲، توری بک ڈپو لاہور، ۱۹۷۹ء، باردوم۔

۱۶۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، صاحبزادہ، ہوالحمید، ص ۱۷، مکتبہ آستانہ عالیہ مکان شریف، کفری، خوشاب، رجب ۱۴۱۳ھ/ دسمبر ۱۹۹۲ء۔

۱۷۔ ایضاً۔

۱۸۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، صاحبزادہ، ذکر عزیز، ص ۲۳، خانقاہ مکان شریف، کفری، خوشاب ۲۰۰۳ء۔

۱۹۔ ایضاً حوالحمید، ۷۶/۷۵ رجب ۱۴۱۳ھ/دسمبر ۱۹۹۲ء۔

۲۰۔ ایضاً۔

۲۱۔ غلام نظام الدین، صاحبزادہ مرولوی، حوالمعظم، ص ۲۵۶، ۱۳۹۹ھ/ مطبوعہ اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور۔

۲۲۔ معین نظامی، صاحبزادہ، ملفوظات سدیدیہ، ص ۱۵، فروری ۱۹۹۰ء، ایف آئی پرنٹرز راولپنڈی۔

۲۳۔ ایضاً۔

۲۴۔ غلام نظام الدین، صاحبزادہ مرولوی، حوالمعظم، ص ۲۶۳، اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور، ۱۳۹۹ھ۔

۲۵۔ محمد معظم الحق محمودی، صاحبزادہ، مدیر اعلیٰ، سماہی السدید (السدید نمبر)، ج ۲، شمارہ ۶، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء، خانقاہ معظمیہ، سرگودھا۔

۲۶۔ احمد بخش، حافظ، پروفیسر، جمال کرم، ج اول، ص ۱۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۲۷۔ ایضاً ص ۱۶۵۔

۲۸۔ ایضاً۔

۲۹۔ راقم الحروف، (شعلہ آواز)، ذاتی ڈائری کا ایک ورق، محررہ جون ۱۹۸۹ء۔

۳۰۔ محمد کرم شاہ الازہری، پیر، جسٹس، جمال کرم، ج اول، ص ۱۴۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۳۱۔ احمد بخش، حافظ، پروفیسر، جمال کرم، ج ۱، ص ۱۶۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۳۲۔ ایضاً ص ۱۶۸۔

۳۳۔ احمد بخش، حافظ، پروفیسر، جمال کرم، ج ۱، ص ۱۹۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۳۴۔ جمال کرم کے مؤلف پروفیسر حافظ احمد بخش صاحب نے یہ معلومات ''مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ'' کے ریکارڈ سے نقل کیں۔ جمال کرم، ج ۱، ص ۳۱۰۔

۳۵۔ محمد کرم شاہ الازہری، پیر، جسٹس، ضیاء القرآن، ج ۵، ص ۳۶۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ۔

۳۶۔ محمد کرم شاہ الازہری، پیر، جسٹس، ضیاء القرآن، ج ۱، ص ۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ۔

۳۷۔ احمد بخش، حافظ، پروفیسر، جمال کرم، ج دوم، ص ۳۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔

۳۸۔ احمد بخش، حافظ، پروفیسر، جمال کرم، ج دوم، ص ۳۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔

۳۹۔ عاصم نعیم امیر اللہ، ضیاء الامت نمبر، ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، مئی ۱۹۹۹ء، ص ۱۵۹۔

۴۰۔ جمال کرم، ج ۲، ص ۳۰۔

۴۱۔ محمد عباس ہمایوں شمس، ماہنامہ ضیائے حرم، ضیاء الامت نمبر، مئی ۱۹۹۹ء، ص ۱۷۷/۱۷۸۔

۴۲۔ صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی، ضیاء الامت نمبر، ص ۳۹، ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔

۴۳۔ محمد کرم شاہ الازہری، پیر، جسٹس، ضیاء القرآن، ج ۱، ص ۳۸۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۳۰۲ھ۔

۴۴۔ ضیاء القرآن، ج ۱، ص ۱۲۔

۴۵۔ ایضاً ص ۲۶۔

۴۶۔ ایضاً ص ۳۰۔

۴۷۔ ماہنامہ ضیائے حرم، ضیاء الامت نمبر، ص ۱۸۴

۴۸۔ محمد کرم شاہ الازہری، پیر، جسٹس، ضیاء القرآن، ج ۱، ص ۱۲۶۔

۴۹۔ ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۵۴۰۔

۵۰۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمال کرم، ج ۲، ص ۶۰۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۵۱۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمال کرم، ج دوم، ص ۸۴۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۵۲۔ ایضاً ص ۱

۵۳۔ محمد کرم شاہ، الازہری، ضیاء النبی، ج ۱، ص ۲۳۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔

۵۴۔ محمد کرم شاہ، جسٹس، پیر، ضیاء النبی، ج ۱، ص ۲۳۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔

۵۵۔ ایضاً ج ۲، ص ۹۵۔

۵۶۔ ایضاً ص ۱۵۷۔

۵۷۔ محمد کرم شاہ الازہری، جسٹس، پیر، سنت خیر الانام، ص ۲۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، فروری ۱۹۹۹ء۔

۵۸۔ سورۃ انبیاء، آیت نمبر ۱۰۷۔

۵۹۔ محمد کرم شاہ الازہری، جسٹس، پیر، سنت خیر الانام، ص ۲۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، فروری ۱۹۹۹ء۔

۶۰۔ محمد کرم شاہ الازہری، جسٹس، پیر، سنت خیر الانام، ص ۲۸/۲۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

۶۱۔ محمد سجاد تجرالی، حافظ، "منکرین حدیث وسنت کے رد میں سنت خیر الانام کا مقام و مرتبہ، ماہنامہ ضیائے حرم کا "ضیاء الامت نمبر"، (اپریل/مئی ۱۹۹۹ء)، ص ۵۲۷۔

۶۲۔ احمد بخش، حافظ، پروفیسر، جمالِ کرم، ج ۱، ص ۱۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔

۶۳۔ محمد کرم شاہ الازہری، جسٹس، پیر، علامہ، الطیب الطم، ص ۱۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

۶۴۔ ایضاً ص ۱۸۔

۶۵۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمالِ کرم، ج ۱، ص ۳۳۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۶۶۔ فیضی، گل محمد، ابرِ کرم، ص ۱۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، اپریل ۲۰۰۲ء۔

۶۷۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمالِ کرم، ص ۳۳۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۶۸۔ ایضاً ص ۳۳۴۔

۶۹۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمالِ کرم، ص ۳۳۱/۳۳۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۷۰۔ ایضاً ص ۳۷۲۔

۷۱۔ ماہنامہ ضیائے حرم، شمارہ ۸، جلد ۳۳، ص ۱۱، مئی ۲۰۰۳ء۔

۷۲۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمالِ کرم، ج ۱، ص ۶۰۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۷۳۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، مئی ۲۰۰۳ء، شمارہ ۸، جلد ۳۳، ص ۱۳۔

۷۴۔ ایضاً ص ۲۰۔

۷۵۔ عابد حسین، پیرزادہ، ضیائے حرم کا بیس سالہ اشاریہ۔

۷۶۔ الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، جسٹس، ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، ص ۹، اکتوبر ۱۹۷۰ء۔

۷۷۔ ایضاً ص ۹، دسمبر ۱۹۷۱ء۔

۷۸۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمالِ کرم، ج دوم، ص ۴۴۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء۔

۷۹۔ ہزاروی، محمد صدیق، مولانا، تعارف علمائے اہلسنت، ص ۲۷۳، مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ لوہاری گیٹ، لاہور، فروری ۱۹۷۹ء۔

۸۰۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، ج ۳۵، شمارہ ۸۔

۸۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، صاحبزادہ، ذکرِ عزیز (حیات و خدمات صاحبزادہ عزیز احمد)، ص ۲۵، مطبوعہ ۲۰۰۳ء، خانقاہ مکان شریف، کنری، خوشاب۔

۸۲۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، صاحبزادہ، ذکرِ عزیز ص ۲۶، رضا فاؤنڈیشن لاہور ۲۰۰۳ء۔

۸۳۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، صاحبزادہ، ذکرِ عزیز ص ۲۶ تا ۳۳، مطبوعہ ۲۰۰۳ء، شوال المکرم ۱۴۲۵ھ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

۸۴۔ محمد عطاء الرحمٰن، حافظ، قادری، رضوی، حیاتِ محدثِ اعظم، ص ۳۶۹، رضا فاؤنڈیشن لاہور، نومبر ۲۰۰۵ء۔

۸۵۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، صاحبزادہ، ذکرِ عزیز، ص ۲۷/ ۲۸، ۲۰۰۳ء۔

۸۶۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، صاحبزادہ، ذکرِ عزیز، ص ۳۰، مطبوعہ ۲۰۰۳ء۔

۸۷۔ ایضاً ص ۲۸۔

۸۸۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمالِ کرم، ج ۱، ص ۱۹۲، مارچ ۲۰۰۳ء، ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔

۸۹۔ محمد کرم شاہ الازہری، پیر، جسٹس، ضیائے حرم لاہور کا شیخ الاسلام نمبر، ص ۱۱۹، اکتوبر ۱۹۸۱ء۔

۹۰۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، صاحبزادہ، ذکرِ عزیز، ص ۲۸، مطبوعہ ۲۰۰۳ء۔

۹۱۔ محمد مسعود احمد، صاحبزادہ، جہانِ حمید، ص ۱۲۳، دسمبر ۱۹۹۲ء۔

۹۲۔ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ، علامہ، تذکرہ علمائے اہلسنّت و جماعت، لاہور، ص ۳۹، مطبوعہ مئی ۱۹۸۷ء، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور۔

۹۳۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، صاحبزادہ، ذکرِ عزیز، ص ۳۲۶ تا ۳۲۸، خانقاہ مکان شریف، کفری، خوشاب، ۲۰۰۳ء۔

۹۴۔ یہ معلومات راقم الحروف کو بالمشافہ ملاقات، ۱۷ مئی ۲۰۰۵ء، مکان شریف حاضری کے دوران صاحبزادہ صاحب سے میسر آئیں۔

۹۵۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، صاحبزادہ، ذکرِ عزیز، ص ۱۲۰، مکان شریف، کفری، ۲۰۰۳ء۔

۹۶۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، صاحبزادہ، ذکرِ عزیز، ص ۸۷، خانقاہ مکان شریف، خوشاب، ۲۰۰۳ء۔

۹۷۔ ایضاً ص ۱۲۰۔

۹۸۔ ذاتی مشاہدہ، راقم الحروف کا دورۂ مطالعاتی، ۱۷ مئی ۲۰۰۵ء، ہمراہ ملک محمد محبوب الرسول قادری، ایڈیٹر سوئے حجاز، لاہور۔

۹۹۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، صاحبزادہ، ذکرِ عزیز (حیات و خدمات صاحبزادہ عزیز احمد)، ص ۲۵، مطبوعہ ۲۰۰۳ء، خانقاہ مکان شریف، کفری، خوشاب۔

۱۰۰۔ محمد فرید الحسنین کاظمی، صاحبزادہ، سوانح حیات خواجہ غلام کمال الدین شاہ، ص ۴، مکتبہ کاظمیہ قمر العلوم فریدیہ رضویہ، ماری پور روڈ ٹرک اڈہ، کراچی، سن طباعت ندارد۔

۱۰۱۔ ایضاً ص ۴/۵۔

۱۰۲۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمالِ کرم، ج ۱، ص ۱۹۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

۱۰۳۔ سید محمد جمال الدین کاظمی، اسلام میں عورت کی حکمرانی، ص ۱۱، تحریک اسلامی انقلاب پاکستان، ۱۴۱۰ھ۔

۱۰۴۔ محمد فرید الحسنین کاظمی، صاحبزادہ، سوانح حیات غوث زماں، ص ۲۳/۲۴، مکتبہ کاظمیہ، قمرالعلوم فریدیہ رضویہ، ماری روڈ، کراچی۔

۱۰۵۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ص ۱۹۹، ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور، اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

۱۰۶۔ محمد علم الدین شاہ، سید الازہری، سید محمد جمال الدین کاظمی ایک ہمہ جہت شخصیت، (مطبوعہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر) ص اب۔

۱۰۷۔ نادر خان، مروت، لانگ مارچ، مکتبہ کاظمیہ، قمرالعلوم فریدیہ رضویہ۔

۱۰۸۔ سید محمد جمال الدین کاظمی، صاحبزادہ، اسلام میں عورت کی حکمرانی، ص ۹، مکتبہ کاظمیہ، ۱۴۱۰ھ۔

۱۰۹۔ سید محمد جمال الدین کاظمی، صاحبزادہ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، ص د، مکتبہ کاظمیہ، سن طباعت ندارد۔

۱۱۰۔ محمد جمال الدین کاظمی، سید، علامہ، اسلام اور عورت کی حکمرانی، ص ۱۰، تحریک اسلامی انقلاب پاکستان، ۱۴۱۰ھ۔

۱۱۱۔ نادر جمالی، شمس المشائخ سید محمد جمال الدین کاظمی (مقالہ) مطبوعہ روزنامہ نوائے وقت کراچی، (ملی ایڈیشن) ۳۰ ستمبر ۲۰۰۲ء۔

۱۱۲۔ ذاتی مشاہدہ کے علاوہ یہ معلومات روزنامہ نوائے وقت کے ملی ایڈیشن اور نادر خان مروت کے خصوصی تعاون سے حاصل کی گئیں۔ (راقم الحروف)۔

۱۱۳۔ الجامعہ، فروری ۲۰۰۲ء، از میاں غلام محمد انجم، ایم اے اسلامیات، ص ۴۳۔

۱۱۴۔ غلام محمد انجم، ایم اے، بانی جامعہ کی حیات و خدمات، ماہنامہ الجامعہ، ص ۳۶، مارچ اپریل ۲۰۰۲ء، محمدی شریف جھنگ۔

۱۱۵۔ محمد علی سیالوی، چوہدری، ماہنامہ الجامعہ محمد شریف، جھنگ، ص ۳۳، شمارہ مارچ ۲۰۰۳ء۔

۱۱۶۔ محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان، ص ۲۳۳، باردوم ۱۹۷۹ء، نوری بک ڈپو، لاہور۔

۱۱۷۔ محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان، ص ۲۳۳، باردوم ۱۹۷۹ء، نوری بک ڈپو، لاہور۔

۱۱۸۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج اول، ص ۱۳۲، ۱۹۹۷ء، ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور۔

۱۱۹۔ رپورٹ، جامعہ کے لیل ونہار، ماہنامہ الجامعہ جامعہ محمدی شریف، جلد ۵۸، شمارہ ۲۰، جولائی ۲۰۰۶ء۔

۱۲۰۔ محمد صادق، حافظ، ماہنامہ الجامعہ، مارچ/اپریل ۲۰۰۲ء۔

۱۲۱۔ سید عبد الرحمن ہمدانی، ڈاکٹر، سالار عجم، ص۳۳۱، ۳۳۵، سادات ہمدانیہ ویلفیئر ٹرسٹ، پنجاب۔

۱۲۲۔ ایضاً ص ۳۵۰، جنوری ۱۹۹۰ء۔

۱۲۳۔ محمد دین ملعضدی، مولانا، تذکرۃ الاولیٰ (مہر تاباں)، ص ۹، ادارہ پیغام اسلام آباد، اگست ۱۹۹۶ء۔

۱۲۴۔ سید عبد الرحمن ہمدانی، ڈاکٹر، سالار عجم، ص ۳۳۵/۳۳۹، سادات ہمدانیہ ویلفیئر ٹرسٹ، پنجاب۔

۱۲۵۔ سید عبد الرحمن ہمدانی، ڈاکٹر، سالار عجم، ص ۳۵۰، سادات ہمدانیہ ویلفیئر ٹرسٹ، پنجاب۔

۱۲۶۔ اپنی کہانی اپنی زبانی، محمد عبداللہ یے مظہر، ۲۰۰۶ء۔

۱۲۷۔ غلام احمد سیالوی، قاری، مفتی، انوار قمریہ، ج سوم، ص ۱۳، مکتبہ قمر الاسلام، اپریل ۲۰۰۳ء۔

۱۲۸۔ نور احمد شاہتاز، ڈاکٹر، پروفیسر، مجلہ کاروان قمر، ۱۹۹۵ء۔

۱۲۹۔ ماہنامہ کاروان قمر، شیخ الاسلام نمبر، ص ۲۳ تا ۲۷، شمارہ نمبر ۱۹۔

۱۳۰۔ غلام احمد سیالوی، قاری، مفتی، انوار قمریہ، ج سوم، ص ۱۳، اپریل ۲۰۰۳ء، دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ، کراچی۔

۱۳۱۔ سید عبد الرحمن ہمدانی، ڈاکٹر، سالار عجم، ص ۳۵۳، سادات ہمدانیہ ویلفیئر سوسائٹی، پنجاب۔

۱۳۲۔ ماہنامہ سوئے حجاز لاہور، ملک محبوب الرسول قادری، ص ۳۰، ج ۱۱، شمارہ ۵، مئی ۲۰۰۵ء۔

۱۳۳۔ ماہنامہ سوئے حجاز لاہور، ملک محبوب الرسول قادری، ص ۳۰، ج ۱۱، شمارہ ۵، مئی ۲۰۰۵ء۔

۱۳۴۔ ہمدانی، عبد الرحمن، سید، ڈاکٹر، سالار عجم، ص ۳۵۳، ساداتِ ہمدانیہ ویلفیئر سوسائٹی، جنوری ۱۹۹۰ء۔

۱۳۵۔ ماہنامہ سوئے حجاز لاہور، ملک محبوب الرسول قادری، جلد ۱۱، ص ۳۰/۳۱، شمارہ مئی ۲۰۰۵ء۔

۱۳۶۔ ایضاً۔ ص ۳۲۔

۱۳۷۔ ماہنامہ سوئے حجاز لاہور، ملک محبوب الرسول قادری، جلد ۱۱، ص ۳۴، شمارہ مئی ۲۰۰۵ء۔

۱۳۸۔ ماہنامہ سوئے حجاز لاہور، ملک محبوب الرسول قادری، جلد ۱۱، ص ۳۵، شمارہ مئی ۲۰۰۵ء۔

۱۳۹۔ ہمدانی، عبد الرحمن، سید، ڈاکٹر، سالار عجم، ص ۳۵۸، ساداتِ ہمدانی ویلفیئر سوسائٹی، مئی ۱۹۹۰ء۔

کتابیات (مآخذ و مراجع)

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعہ	سن طباعت
	القرآن			
	کتب تفاسیر			
١	التفسیر الکبیر	رازی، امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین	دار احیاء التراث العربی بیروت، لبنان	١٤١٧ھ/١٩٩٧ء
٢	التفسیر البیضاوی	بیضاوی، قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	١٩٣٠ء
٣	تفسیر القرآن العظیم	القرشی، اسماعیل بن کثیر	المکتبۃ الامدادیہ مکۃ المکرمۃ	١٤٢٠ھ/١٩٩٩ء
٤	التبیان	کاظمی، سید احمد سعید شاہ	کاظمی پبلی کیشنز، ملتان	نومبر ١٩٩٣ء
۵	جلالین	محلی/ جلال الدین/ سیوطی جلال الدین	قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی	١٩٣٠ء
٦	روح البیان	حقی، علامہ اسماعیل (١١٣٧ھ)	نور محمد اصح المطابع کراچی	
٧	روح المعانی	آلوسی، علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود	مکتبہ امدادیہ، ملتان	
٨	ضیاء القرآن	الازہری، جسٹس پیر محمد کرم شاہ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور	جمادی الثانی ١٤٠٢ھ
٩	تفسیر نعیمی	نعیمی، مفتی احمد یار خان	مکتبہ اسلامیہ اردو بازار، لاہور	١٩٧٣ء
	کتب احادیث			
١٠	صحیح بخاری	بخاری، امام محمد بن اسماعیل (٢٥٦ھ)	نور محمد اصح المطابع، کراچی	١٣٧٥ھ

۱۱	صحیح مسلم	قشیری، امام مسلم بن الحجاج (۲۶۱ھ)	ایضاً	۱۳۷۵ھ
۱۲	جامع ترمذی	امام محمد بن عیسیٰ (۲۷۹ھ)	ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی	۱۹۸۳ء
۱۳	المستدرک	نیشاپوری، امام ابو عبداللہ حاکم (۴۰۵ھ)	دارالفکر، بیروت	۱۹۸۷ء
۱۴	عمدۃ القاری فی شرح البخاری	عینی، علامہ بدرالدین محمود بن احمد (۸۵۵ھ)	ادارۃ الطباعت، مصر	۱۳۴۸ھ
۱۵	شرح صحیح مسلم	سعیدی، علامہ غلام رسول	فرید بک اسٹال، لاہور	۱۹۹۰ء
	متفرق کتب			
۱۶	المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم	محمد فواد عبدالباقی	سہیل اکیڈمی، لاہور	۱۹۹۵ء
۱۷	آب کوثر	شیخ محمد اکرام	فیروز سنز، کراچی	
۱۸	ابر کرم	فیضی، گل محمد	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور	اپریل ۲۰۰۲ء
۱۹	الامین	قریشی، ظفر علی	حجازی پریس، لاہور	۱۳۱۳ھ
۲۰	التعرف لمذہب اہل التصوف	کلاباذی، شیخ محمد بن اسحاق	مطبع المعارف لاہور	
۲۱	السیرۃ الحلبیۃ	حلبی امام علی بن برہان الدین	دارالاشاعت، کراچی	اگست ۱۹۹۷ء
۲۲	اسلام میں عورت کی حکمرانی	کاظمی، سید محمد جمال الدین	مکتبۂ کاظمیہ قمرالعلوم فریدیہ رضویہ، کراچی	۱۴۱۰ھ
۲۳	اسرار الاولیاء	شیخ بدر اسحاق	نفیس اکیڈمی، کراچی	اگست ۱۹۹۷ء
۲۴	اشرف الاولیاء	جالندھری، غلام دستگیر خان بیخود	نگینہ پریس، جالندھر	۱۳۳۲ھ
۲۵	الرسالۃ القشیریۃ	ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن	دارالشعب القاہرۃ	۱۳۷۲ھ
۲۶	اسلامی انسائیکلوپیڈیا	سید قاسم محمود	شاہکار بک فاؤنڈیشن، لاہور	جنوری ۱۹۸۴ء

۲۷	الطیب الانعم	الازہری، پیر محمد کرم شاہ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور	مارچ ۱۹۸۹ء
۲۸	اکابرِ تحریکِ پاکستان	قصوری، محمد صادق	نوری بک ڈپو، لاہور	۱۹۸۳ء
۲۹	امر بالمعروف و نہی عن المنکر	کاظمی، سید محمد جمال الدین	مکتبہ کاظمیہ قمر العلوم فریدیہ رضویہ، کراچی	۱۳۱۰ھ
۳۰	امیر حزب اللہ	ڈاکٹر محمد عبدالغنی	ادارہ حزب اللہ جلال پور، جہلم	۱۴۲۳ھ
۳۱	انوارِ شمسیہ	چشتی، مولانا امیر بخش	مکتبہ کاروانِ قمر، کراچی	مئی ۲۰۰۱ء
۳۲	انوارِ قمریہ	سیالوی، مفتی غلام احمد	ادارہ تعلیماتِ اسلاف، لاہور	جولائی ۱۹۹۵ء
۳۳	الیواقیت المہریہ	گولڑوی، غلام مہر علی	حکیم آرٹ پریس، ملتان	۱۹۹۶ء
۳۴	برکاتِ سیال	جالندھری غلام دستگیر خان بیخود	نگینہ پریس، جالندھر	۱۳۴۳ھ
۳۵	تاریخ الخلفاء	سیوطی، علامہ جلال الدین	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور	اکتوبر ۲۰۰۳ء
۳۶	تاریخِ مشائخِ چشت	نظامی، پروفیسر خلیق احمد	مشتاق بک کارنر، لاہور	۲۰۰۵ء
۳۷	تاریخ دعوت و عزیمت	ندوی، سید ابوالحسن علی	مجلس نشریات اسلام، کراچی	۱۹۸۰ء
۳۸	تبلیغ القوم فی اتمام الصوم	سیالوی، خواجہ محمد قمر الدین	مجلس الدعوۃ الاسلامیہ، سرگودھا	۱۹۸۹ء
۳۹	تذکرہ مشائخ قادریہ	کلیم، محمد دین	مکتبہ نبویہ، لاہور	
۴۰	تجلیات مہر انور	گردیزی، مفتی سید شاہ حسین	مکتبہ غوثیہ، گولڑہ شریف	مئی ۱۹۹۱ء
۴۱	تحفۃ الابرار	دہلوی، مرزا نواب بیگ	مطبع رضوی، دہلی	۱۳۲۴ھ
۴۲	تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد	گیلانی، سید محمد امیر شاہ	مطبوعہ پشاور	۱۳۸۳ھ
۴۳	تذکرۂ اکابر اہلسنت	قادری، علامہ محمد عبدالحکیم شرف	شبیر برادرز، لاہور	۱۹۸۳ء
۴۴	تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت	فاروقی، علامہ پیرزادہ اقبال احمد	مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور	مئی ۱۹۸۷ء

۴۵	تعارف علمائے اہلسنت	ہزاروی، مولانا محمد صدیق	مکتبہ قادریہ نظامیہ، لاہور	فروری ۱۹۷۹ء
۴۶	تذکرہ علمائے جھنگ	زبیری، بلال	ساجد پرنٹنگ پریس، جھنگ	۱۹۷۴ء
۴۷	تذکرۃ الولی	ملکھڈوی، مولانا محمد دین	ماریہ پریس، اسلام آباد	اگست ۱۹۹۶ء
۴۸	تذکرۂ شیخ الاسلام	چشتی، حافظ محمد یوسف	شیخ الاسلام اکیڈمی، گوجرانوالہ	ندارد
۴۹	جذبات سعید	بھیروی، مولانا محمد سعید	مطبع رضوی، دہلی	۱۳۳۲ھ
۵۰	جمال کرم	پروفیسر حافظ احمد بخش	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور	مارچ ۲۰۰۳ء
۵۱	جنرل عمر حیات ٹوانہ کی سوانح حیات اور خاندانی پس منظر	مہر، مولانا غلام رسول	لاہور	-
۵۲	حیات شیخ الاسلام	رضا، پروفیسر محمد اکرم	مکتبۂ چشتیہ قادریہ، گوجرانوالہ	-
۵۳	حیات عزیز	چشتی، محمد ریاض	ایس ٹی پرنٹرز، راولپنڈی	۱۹۷۶ء
۵۴	حیات محدث اعظم	رضوی، حافظ محمد عطاء الرحمٰن	رضا فاؤنڈیشن، لاہور	نومبر ۲۰۰۵ء
۵۵	حقائق عن التصوف	شاذلی، شیخ عبدالقادر	مکتبہ زاویہ، لاہور	۲۰۰۳ء
۵۶	حضرت محبوب الٰہی	دہلوی، علامہ اخلاق حسین	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور	مارچ ۱۹۸۵ء
۵۷	خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء	للّٰہی، ڈاکٹر محمد حسین	اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور	۱۹۷۹ء
۵۸	دائرہ معارف القرن العشرون	وجدی، محمد فرید	المکتبۃ العلمیہ الجدیدہ بیروت لبنان	
۵۹	ذکر حبیب	ملک محمد دین	ادارہ حزب اللہ جلال پور، جہلم	۱۳۴۳ھ

۶۰	ذکر عزیز	پروفیسر، محمد مسعود احمد	مکان شریف، کھڑی خوشاب	دسمبر ۱۹۹۲ء
۶۱	رحمۃ للعالمین (ﷺ)	منصور پوری، قاضی محمد سلیمان سلمان	دارالاشاعت، کراچی	۱۴۲۱ھ
۶۲	روح تصوف	گیلانی، سید خورشید احمد	خورشید گیلانی ٹرسٹ، ملتان	۲۰۰۱ء
۶۳	روئیداد ضیاء شمس الاسلام	ڈاکٹر تسخیر احمد	علمی پرنٹنگ پریس، راولپنڈی	۱۳۸۵ھ
۶۴	سید الوریٰ (ﷺ)	دائم، علامہ قاضی عبدالدائم	برائٹ بکس اردو بازار، لاہور	۲۰۰۵ء
۶۵	سنت خیر الانام علیہ السلام	الازہری، جسٹس پیر محمد کرم شاہ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور	فروری ۱۹۹۹ء
۶۶	سبع سنابل	بلگرامی، میر عبدالواحد	مطبع نظامی کانپور	۱۲۹۹ھ
۶۷	سیر الاولیاء	کرمانی، سید محمد بن مبارک "میر خورد"	مشتاق بک کارنر، لاہور	-
۶۸	سرِّ دلبراں	ذوقی، سید محمد فاروق شاہ	مکتبہ ذوقیہ، کراچی	۱۴۲۲ھ
۶۹	سالارِ عجم	ہمدانی، ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن	سادات ہمدانیہ ویلفیئر ٹرسٹ پنجاب	جنوری ۱۹۹۰ء
۷۰	سوانح حیات غوث زماں	کاظمی، صاحبزادہ فرید الحسنین	مکتبہ کاظمیہ، کراچی	۱۹۹۷ء
۷۱	سیف چشتیائی	گولڑوی، پیر سید مہر علی شاہ	مکتبہ مہریہ گولڑہ شریف، اسلام آباد	جون ۱۹۹۸ء
۷۲	شعلۂ آواز	کوہاٹی، محمد صحبت خان	مکتبہ قمر الاسلام، کراچی	۱۹۹۰ء
۷۳	شمس الہدایہ	گولڑوی، پیر سید مہر علی شاہ	مکتبہ مہریہ گولڑہ شریف، اسلام آباد	۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء
۷۴	صلوٰۃ العصر	سیالوی، خواجہ محمد قمر الدین	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور	ستمبر ۲۰۰۲ء

۷۵	ضیاء النبی (ﷺ)	الازہری، جسٹس پیر محمد کرم شاہ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور	۱۴۲۰ھ
۷۶	عوارف المعارف	سہروردی، عمر بن محمد شہاب الدین	ادارہ اسلامیات انار کلی، لاہور	۱۹۹۳ء
۷۷	فتوح الغیب	جیلانی، شیخ عبدالقادر	المعارف، لاہور	
۷۸	فوز المقال فی خلفائے پیر سیال	چشتی، حاجی محمد مرید احمد	ادارہ تعلیمات اسلاف، لاہور	اکتوبر ۱۹۹۷ء
۷۹	فتاویٰ مہریہ	گولڑوی، پیر سید مہر علی شاہ	مکتبہ غوثیہ گولڑہ شریف، اسلام آباد	جون ۱۹۹۷ء
۸۰	فتاویٰ افریقیہ	قادری، امام احمد رضا خان	مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی	
۸۱	قطرات (اردو ترجمہ ہمعات)	دہلوی، شاہ ولی اللہ (مترجم عبداللہ شاہ)	جدید پریس، انبالہ	۱۳۰۲ھ
۸۲	کشف المحجوب	ہجویری، ابوالحسن علی بن عثمان	قادری رضوی کتب خانہ، لاہور	۲۰۰۵ء
۸۳	کوثر الخیرات	سیالوی، علامہ محمد اشرف	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور	فروری ۲۰۰۰ء
۸۴	کتاب اللمع	طوسی، شیخ ابونصر سراج	دارالمعارف، مصر۔	۱۳۲۶ھ
۸۵	گودڑی کا لعل	میاں لعل دعولوی	منوہر پریس، سرگودھا	۱۳۲۶ء
۸۶	لسان العرب	افریقی، علامہ ابن منظور	دار لسان العرب، بیروت	
۸۷	لغات القرآن	نعمانی، مولانا محمد عبدالرشید	جید برقی پریس، دہلی	۱۹۳۵ء
۸۸	لانگ مارچ (رودیداد)	مروت، میر نادر خان	مکتبہ کاظمیہ، کراچی	۱۹۸۶ء
۸۹	مفردات الفاظ القرآن	اصفہانی، علامہ راغب	دارالقلم، دمشق	۱۹۹۷ء
۹۰	ملفوظات سدیدیہ	نظامی، صاحبزادہ معین	ایف آئی پرنٹرز، پنڈی	فروری ۱۹۹۰ء
۹۱	مذہب شیعہ	سیالوی، خواجہ محمد قمر الدین	مکتبہ کاروان قمر، کراچی	نومبر ۱۹۹۹ء

۹۲	مہر منیر	فیض، مفتی فیض احمد	مکتبہ مہریہ گولڑہ شریف اسلام آباد	مئی ۱۹۹۱ء
۹۳	ملفوظاتِ مہریہ	گولڑوی، پیر سید مہر علی شاہ	نور آرٹ پریس، لاہور	۱۹۸۷ء
۹۴	مراۃ السالکین	گجراتی، محمد امام الدین	ییکی پریس، گوجرانوالہ	۱۳۰۱ھ
۹۵	مراۃ العاشقین	زنجانی، سید محمد سعید	طبع مصطفائی، لاہور	۱۳۰۳ھ
۹۶	مراۃ الاسرار	چشتی، شیخ عبدالرحمٰن	صوفی فاؤنڈیشن، لاہور	۱۹۸۲ء
۹۷	مقالاتِ دینی وعلمی	پروفیسر محمد شفیع	احمد ربانی ریلوے سروس پاکستان	ندارد
۹۸	محبوب سیال	جالندھری، غلام دستگیر خان، جنجوعہ	مفید عام پریس، لاہور	۱۳۳۳ھ
۹۹	مشاہیر اسلام	ملک، محمد الدین	اسلامیہ اسٹیم پریس، لاہور	۱۳۳۲ھ
۱۰۰	نزہۃ الخواطر	لکھنوی، مولوی عبدالحیٔ	اصح المطابع، کراچی	۱۳۹۶ھ
۱۰۱	نفحات الانس	جامی، علامہ عبدالرحمٰن	جدید پریس، لکھنؤ	۱۳۳۳ھ
۱۰۲	نفحات المحبوب	جس پوری، صوفی نور عالم	کارخانہ بلالی سٹیم پریس، ساڈھورہ	۱۳۲۷ھ
۱۰۳	نور نور چہرے	قادری، محمد عبدالحکیم شرف	مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ، لاہور	اگست ۱۹۹۳ء
۱۰۴	ہدیۃ الرسول	گولڑوی، پیر سید مہر علی شاہ	مکتبہ مہریہ گولڑہ شریف، اسلام آباد	اگست ۱۹۹۴ء
۱۰۵	ھوالمعظم	مرولوی، صاحبزادہ غلام نظام الدین	اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور	۱۹۷۹ء
۱۰۶	یادِ ایام	قریشی، حکیم عطاء محمد	ثنائی پریس، سرگودھا	ـ

رسائل وجرائد

۱۰۷	ضیائے حرم، ماہنامہ، لاہور	شمس العارفین نمبر	جنوری ۱۹۸۰ء
۱۰۸	ایضاً	شیخ الاسلام نمبر، ج ۱۲/ شمارہ ۱۰	اکتوبر ۱۹۸۱ء
۱۰۹	ایضاً	ضیاء الامت نمبر، ج ۲۹/ شمارہ ۷/ ۸	اپریل/مئی ۱۹۹۱ء
۱۱۰	ایضاً	اشرف الاولیاء نمبر، ج ۳۶/ شمارہ ۱۲،۱۱	اگست/ستمبر ۲۰۰۶ء
۱۱۱	کاروان قمر، ماہنامہ، کراچی	شیخ الاسلام نمبر	صفر المظفر ۱۴۲۱ھ
۱۱۲	ایضاً	ضیاء الامت نمبر	جنوری ۱۹۹۱ء
۱۱۳	ایضاً		مئی ۲۰۰۵ء
۱۱۴	ضیائے قمر، ماہنامہ، گوجرانوالہ	شیخ الاسلام نمبر، ج ۱، شمارہ ۹	اپریل ۱۹۹۱ء
۱۱۵	سوئے حجاز، ماہنامہ، لاہور	قادری، ملک محمد محبوب الرسول	مئی ۲۰۰۵ء
۱۱۶	الجامعہ، ماہنامہ، چنیوٹ، جھنگ	مولانا رحمت اللہ	مارچ/اپریل ۲۰۰۲ء
۱۱۷	ایضاً۔	ایضاً	مارچ ۲۰۰۳ء
۱۱۸	ایضاً۔	ایضاً۔	فروری ۲۰۰۴ء
۱۱۹	ایضاً۔	ایضاً۔	مارچ/اپریل ۲۰۰۴ء
۱۲۰	ایضاً۔	ایضاً۔	جولائی ۲۰۰۶ء
۱۲۱	نقوش، ماہنامہ، لاہور، (لاہور کا جلیبی)	محمد طفیل	مارچ/اپریل ۲۰۰۴ء
۱۲۲	الفقیہ ہفت روزہ، امرتسر		جون ۱۹۲۹ء
۱۲۳	السدید، سہ ماہی، سرگودھا	صاحبزادہ معظم الحق محمودی	۲۰۰۲ء
۱۲۴	نوائے وقت، روزنامہ، کراچی	مجید نظامی	۳ ستمبر ۲۰۰۴ء

Registrar

University of Karachi,
University Road,
Karachi-75270
Pakistan

No.BASR/3499/Ar.

The Vice-Chancellor, on behalf of the Academic Council & Syndicate, has approved the award of **Ph.D** degree in **Islamic Studies (SZIC)** to **Mr. Suhbat Khan** S/o **Lal Baz Khan** which has already been recommended by the BASR vide Resolution No. **2 (6)** dated **14-07-2009.**

Prof. Muhammad Rais Alvi
REGISTRAR

Mr. Suhbat Khan
Jamia Darul Uloom, Qamar-ul-Islam
Sulemania, Punjab Colony,
Karachi.

Office of the Registrar, University of Karachi, Tel [illegible]
Fax [illegible] Website: www.ku.edu.pk

مصنّف کی دیگر تصانیف

- سیّد المؤذنین سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ
- شعلۂ آواز (انعام یافتہ تقاریر کا مجموعہ)
- شاہِ جیلان رحمۃ اللہ علیہ
- آیۃ الکرسی، قرآنِ پاک کی سب سے عظیم الشان آیت
- لیلۃُ القدر، ہزار ماہ سے بہتر
- ذکرِ لطیف (قاری محمد عبد اللطیف امجد علیہ الرحمۃ کی سوانح حیات)
- جہاں میں ہر آن صدائے اذان

*

رابطہ

قاری محمد یعقوب بالاکوٹی

انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی

Ph:021-35823388, 0300-3488459